یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۰ نمبر ۱

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مطابق جنوری ۱۹۱۵ء — صفر المظفر ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عا/ طلباء سے ۸/ غیر ممالک سے عہ/

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبداللہ صاحب پبلشر نے شائع کیا

وی پی آتے ہیں؟

تمام خریداران تشحیذ کی خدمت میں سنہ ۱۹۱۵ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے حسب معمول فروری کا پرچہ ۳۰ جنوری کو وی۔پی کیا جائے گا۔ اور جن صاحبوں نے سنہ ۱۹۱۴ء کا چندہ نہیں دیا۔ ان کے نام بھی پرچہ بقایا وصول کرنے کے لئے وی۔پی ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں۔ خوش معاملہ خریداران تشحیذ وی۔پی وصول فرمالیں گے۔ اور جو صاحب لینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ پہلے ہی سے اطلاع فرمادیں گے۔ رسالہ کو وقت پر بدستور آب وتاب کے ساتھ چلانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کا چندہ پیشگی وصول ہو جائے ڈیڑھ ہزار کے قریب بقایا ہے۔ جو احباب نے ادا نہیں کیا۔ اور اس کا اثر اس سال کارخانہ پر پڑا ہے۔ رسالہ کو بہتر و عمدہ مفید بنانے کے لئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا جا رہا ہے۔ پہلے حجم ۴۰ سے ۴۸ صفحے کیا تھا۔ اب بجائے ۲۱ سطر کے ۲۳ سطر فی صفحہ کردی ہیں۔ جس سے رسالہ کا حجم ۵۶ صفحے ہو جائے گا۔ چھپوائی اور کاغذ سوائے کے قریب مہنگا پڑ رہا ہے۔ اب احباب اگر چندہ وقت پر ادا نہ کریں۔ تو پھر اس کا جاری رہنا مشکل ہے۔ اسلئے امید کہ کوئی صاحب وی۔پی واپس نہ فرمائیں گے ✣

فروری کے تشحیذ میں نبوۃ پر ایک نادر مضمون

حضرت اقدس کی تمام کتب تمام تحریروں میں نبوۃ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کا انتخاب شدہ ایک فیصلہ کن مضمون فروری کے تشحیذ میں ہوگا۔ جس کے ۶۵ عنوان ہونگے اور جو مسیح موعود کی نبوت کے متعلق سب سے مکمل اور پھر گویا سب سے آخری مضمون ہوگا احباب وی۔پی ضرور وصول کرلیں۔ بلکہ جس قدر اسکی زیادہ کاپیاں مطلوب ہوں تقسیم کرنے کے لئے اطلاع دیں۔ تاکہ اتنا رسالہ زیادہ چھپوایا جائے ✣

مینجر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۵ء

فتویٰ شریعت غرّاء

اور

معتقدات حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء

میرے سامنے ایک فتوےٰ شریعت غرّاء پڑا ہے جو حسب فرمائش جمیع مسلمانان وزیر آباد (معلوم نہیں ہمیں ، ۰ ۰ . . . . . . بھی شامل ہیں یا نہیں . . . . . تو بہر حال ان جمیع مسلمانان . . . کو اپنی طرح مسلمان ہی سمجھتے ہیں - اور ایسے تنگ دل نہیں کہ اپنے دو چار گھروں کے سوا کسی کو مسلمان ہی نہ سمجھیں) تیار ہوا ہے - اس کا خلاصہ نقل کرنا میرے لئے سخت دشوار ہے تاہم اپنے رسالہ کے ناظرین کو مطلع کرنا بھی ضروری ہے - سو میں اس حالت میں کہ میرا دل بریاں میری آنکھیں گریاں میرے ہاتھ لرزاں ہیں - یہ فقرہ نقل کئے دیتا ہوں -

"قادیانی خنزیر مسیلمہ کذّاب قادیان میں رہتا ہے مفتری زندیق مردود - کافر ناہنجار ابلیس لعنت اللہ علیہ - زندیق کی توبہ قبول نہیں - شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے" (صفحہ ۵)

آہ! یہ حالت ہے امت محمدیہ کے علماء کی۔ اور یہ ہیں ہمارے محافظانِ اسلام وملت بیضاء اور یہ ہیں انکے اخلاق۔ اب کوئی نہیں سمجھائے تو کیا سمجھائے۔ البتہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ فتویٰ گاؤں بہ گاؤں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسپر اصحاب ۱۱ اجاب کے ذریعہ علماء ہند وپنجاب نے تصدیق کی ہے کس جرم میں؟ اس جرم میں کہ کیوں اس برگزیدۂ بارگاہِ کبریا نے اسلام کو ایسی نازک حالت میں سنبھالا اور کیوں اسکی تائید ونصرت میں اپنی جان ومال کو لگا دیا۔

بہر حال میں ان عقائد ہاں بقول "علمائے دین ومفتیان شرع متین" عقاید کفریہ کو نقل کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ان کی اصلیت کو بھی کھولے دیتا ہوں۔ تا وہ جو خدا تعالےٰ اور یوم الآخرۃ میں اسکے حضور حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں۔ کسی قسم کی غلط فہمی سے بچے رہیں۔

پہلا اعتراض۔ عیسےٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳)

جواب۔ ہمنے صفحہ ۳۰۳ بغور دیکھا ہے اس میں مطلقاً یہ الفاظ نہیں جو اس دیانت دار مفتی نے نقل کئے ہیں البتہ یہ الفاظ ہیں۔

"کیونکہ حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے"

اس عبارت میں باپ کا لفظ بطور مجاز وعرف عام استعمال ہوا ہے۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح کا بے باپ پیدا ہونا اپنے عقائد میں لکھا ہے۔ پس وہ محکم ہے۔ اور جو اس کے خلاف کہیں سے اشارہ ملے۔ وہ متشابہ کے حکم میں ہے اور اہل حق کا یہ قاعدہ ہے کہ متشابہ کو محکم کے تابع کرتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں زیغ ہے وہ متشابہ کو اڑا لیتے ہیں اور محکم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں چنانچہ فرمایا قرآن مجید میں فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (آل عمران ۱۶)

اب حضرت مسیح موعود کا محکم بیان پڑھئے جو مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۰ سے نقل کیا جاتا ہے

"ومن عقاید نا ان عیسےٰ ویحیی قد ولدا علی طریق خرق العادۃ

اور ہمارے عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ عیسیٰ اور یحییٰ خرق العادۃ طور پر پیدا ہوئے"

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

"فاول ما فعل لھٰذہ الارادۃ ھو خلق عیسیٰ من غیر اب بقدرۃ المجردۃ"۔

پس پہلا کام جو اللہ نے اس ارادہ کے لئے کیا وہ یہ ہے کہ عیسیٰ کو بغیر باپ کے اپنی یکتا قدرت سے پیدا کیا۔"

پھر لکھتے ہیں۔

"وکون عیسٰے من غیر اب وبلا ولد دلیل علیٰ ما مر بالدلالۃ القاطعۃ"

اور عیسٰے کا بغیر باپ کے پیدا ہونا نشان ہے اسپر جو دلالت قاطعہ سے گزرا۔

پھر فرماتے ہیں۔

"کان تولد یحییٰ من دون مس قوی البشریۃ وکذلک تولد عیسٰے من دون الاب"

یحییٰ بدوں قویٰ البشریہ کے مس کے پیدا ہوئے اور اسی طرح عیسٰے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

پھر تنبیہ کی ہے۔

"یقولون ان عیسیٰ تولد من نطفۃ یوسف ابیہ وکلا یفھمون الحقیقۃ من الجھالات"

کہتے ہیں کہ عیسٰے یوسف اپنے باپ کے نطفے سے پیدا ہوا اور حقیقت کو جہالت کے نہیں سمجھتے۔

(کیا اس فقرے کو پڑھکر کبھی یہ خیال دل میں رہ سکتا ہے کہ جہاں حضور نے اس کتاب کی تحریر سے دس بارہ سال قبل فرمایا کہ اپنے باپ یوسف وہاں باپ سے یہ مراد ہے کہ عیسٰی یوسف کے نطفے سے تھے اور باپ نہیں تھے۔)

پھر اخیر میں بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ

اما نحن فنؤمن بکمال قدرۃ اللہ الا علیٰ × × × × فای

عجب یاخذ کم من خلق عیسٰی یافتیان"۔

ہم اللہ کی کمال قدرت پر ایمان لاتے ہیں یعنی عیسٰی کو بغیر باپ کے پیدا کیا) پس عیسٰی کے بے باپ پیدا ہونے سے تمہیں اے جوانو! کیوں تعجّب ہے؟

پھر عیسٰی کا باپ ماننے والوں سے سخت بیزاری کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

"والذین ینکرونھا فما قدروا اللہ حق القدر"۔

جو لوگ اس (بے باپ پیدائش) سے انکار کرتے ہیں انہوں نے اللہ کی قدر کو جیسا کہ اسکا حق ہے نہیں جانا۔

یہ عربی عبارت ہے اب میں الحکم ۲۴ رجون سنہ ۱۹۰۱ء سے مفصّلہ ذیل الفاظ آپ کے نقل کرتا ہوں۔

"ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہے ایسے لوگوں کا خدا مُردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔"

اسپر خدا کے لئے ہمارے ناخدا ترس مفتی غور فرمائیں اور اپنے اس الزام کو واپس لیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب تھا کہ عیسٰی علیہ السلام یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ چونکہ مسیح ابن مریم کا باپ کوئی نہ تھا۔ اور وہ یوسف کی تحویل میں تھے جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے اسلئے عام لوگ یوسف کو ان کا باپ کہتے تھے۔ اور اسی عرف کے لحاظ سے حضرت اقدس نے یہ فقرہ لکھا جو اوپر نقل ہُوا۔ مگر یہ نہیں فرمایا جو اس بیباک مفتی نے لکھدیا کہ عیسٰی علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ پھر یہ بات بھی علمائے اصول میں مسلّمہ ہے کہ آخری قول معتبر ہوتا ہے۔ پس ازالہ اوہام سے بارہ چودہ سال بعد کی تصنیف مواہب الرحمٰن ہے۔ جس سے میں نے آپ کے عقائد نقل کئے۔ اخیر میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ علمائے اسلام میں سے کئی ایسے ہیں جو مسیح کا باپ مانتے ہیں۔ اور ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا۔ خود آپکی تفسیروں میں ایسے لوگوں کا

ذکر ہے۔

دوسرا اعتراض۔ حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے (یہاں کچھ ناواجب الفاظ لکھے ہیں)

جواب۔ اول سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ الفاظ آپ نے استعمال بھی کئے ہیں اصل حوالہ کو کھولکر دیکھئے یعنے انجام آتھم کے صفحہ ۳ تا ۷ تو اس میں یہ الفاظ اس طرز میں نہیں جس میں "مفتی" نے نقل کئے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔ شریر مکار آپ نے اس شخص کے لئے لکھا ہے۔ "جس نے یہ مشہور کیا۔ کہ میں ایسا ورد بتلا سکتا ہوں۔ جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آجائیگا۔ بشرطیکہ پڑھنے والا حرام کی اولاد نہ ہو۔ (صفحہ ۵ ضمیمہ انجام آتھم)

دوم۔ یہ کہ آپ کے یہ الفاظ (قطع نظر اس سے کہ وہ صراحتاً نہیں جیسا کہ مفتی نے ظاہر کیا ہے) اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ آپ نے صرف اپنے مخاطب (پادری) کی مسلمہ کتب سے بعض واقعات کو نقل کر دیا۔ اور اس طرح پر گویا اسے نادم اور اپنی غلطی پر "متنبہ" کیا ہے۔ کہ تمہاری کتب الٰہی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان میں جو واقعات ہیں۔ اگر وہ بیان کئے جاویں۔ تو اس سے تمہارے سردار کی ہتک لازم آتی ہے۔

سوم۔ یہ باتیں جو حضرت اقدس نے درج کیں۔ یہ الزامی ہیں۔ اور اس شخص کے جواب میں ہیں۔ جس نے حضرت سرور کائنات سید المعصومین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ "زانی" لکھا۔ چنانچہ آپ صفحہ ۳ کے حاشیہ کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں

"فتح مسیح نام نے × × × ایک گندہ اور بد زبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے
× × × × × × × × × × × × × کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے
ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا × × ×
× × × چنانچہ اسی × × × فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے
نام بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے
علاوہ اور بہت سی گالیاں دی ہیں۔"

پس جن حالات میں آپ نے اس قسم کی عبارت لکھی ہے اسکو بھی مد نظر رکھنا چاہئیے

چہارم۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کے بارے میں ہرگز ہرگز نہیں

لکھا۔بلکہ وہ ایک فرضی وجود کا ذکر ہے۔جس کے اوصاف یہ تھے۔جو آپ نے صفحہ ۹ پر اسی عبارت زیر بحث کے بارے میں لکھے ہیں۔

پس ہم ایمان رکھتے ہیں۔کہ ایسا شخص کوئی اس دنیا میں نہیں آیا۔جس نے خدا کے سچے نبیوں کو چور کہا ہو۔اور خاتم الانبیاء کو جھوٹا۔اور خدائی کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو۔پس وہ عبارت اس فرضی وجود کے بارے میں ہے۔جس کا بعض لوگ غلطی سے ادعا کر رہے ہیں۔مریم کے بیٹے جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات ان تمام عقائد سے بالکل پاک تھی۔اور وہ خدا کے نہایت برگزیدہ راستباز و وجیہا فی الدنیا والآخرۃ نبی تھے۔ان کی شان میں کسی قسم کا ہتک آمیز لفظ ہمارے نزدیک کفر ہے۔اور یہی مذہب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا تھا۔

پنجم۔حضرت اقدس نے براہین احمدیہ میں اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ میں اور ابن مریم ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔پس کیا آپ ابن مریم کے بارے میں کوئی برا لفظ کہہ سکتے ہیں۔جبکہ آپ خود اسی جوہر کا ایک ٹکڑا بنتے ہیں اور آپ کو اسکے مثیل ہونے کا دعویٰ ہے۔اگر آپ مسیح ابن مریم کو برا کہیں۔تو اس کے یہ معنے ہیں کہ بلحاظ اسکا مثیل ہونے کے خود بھی ویسے ہیں۔پس اس محکم دلیل سے بھی ثابت ہوا۔کہ آپ کی وہ عبارت صرف مسلمات خصم کی بنا پر اسکی غلطی کو واضح کرنے کے لئے اسی کی مسلمہ کتاب سے نقل کر دی گئی ہے اور آپ کا اپنا اعتقاد ہرگز یہ نہیں تھا۔

ششم۔ہم انبیاء کو ہر قسم کے گناہ سے پاک سمجھتے ہیں۔پس جب مسیح بن مریم کو نبی ماننا ہمارے عقائد میں داخل ہے تو اسکے بارے میں یہ الفاظ جو "مفتی" نے نقل کئے ہیں۔کیونکر استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ملاحظہ ہو ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۳۰۸ء صفحہ ۳۲۲

"خدا تعالیٰ نے مسیح بن مریم کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا خاتم الانبیاء کرکے بھیجا۔"

تیسرا اعتراض۔انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں ازالہ ۶۲۸ - ۶۲۹

الجواب۔ایک چھوٹے سے فقرے کے لئے دو صفحوں کا حوالہ دینا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ "مفتی" کو خواہ مخواہ الزام دینا مقصود ہے اور وہ کسی عبارت سے اپنے مقصود کے موافق مطلب نکالنا چاہتا ہے ورنہ حوالہ یوں دیتا کہ دیکھو صفحہ فلاں سطر فلاں۔اب ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ تا ۶۲۹

ملاحظہ کیا جائے تو اس میں یہ لفظ ہرگز نہیں ملتے۔ کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ البتہ وہاں اور ہی بات ہے وہ یہ کہ۔ میاں عبد الحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب لکھوکے والے اس عاجز (یعنی مسیح موعود حضرت مرزا صاحب) کے حق میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ اسپر حضرت اقدس لکھتے ہیں۔ کہ ہم اسجگہ ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف اسقدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی × × × × پھر آگے چل کر تشریح فرمائی ہے کہ جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے استکشاف کے لئے بطور استخارہ توجہ کرتا ہے تو شیطان اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ کے سچے انبیاء و مرسلین کی وحی میں اس قسم کی آرزو کے نہ ہونے اور شاذ و نادر ہو جانے کی صورت میں بلا توقف [۱] نکال دئے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ انجیل کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے۔ کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کی مثال مجموعہ تورات سلاطین اول باب بائیس آیت ۱۹ سے نقل کی ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی۔ اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اسکا سبب یہ تھا۔ کہ در اصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا۔ اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا (دیکھو ازالہ طبع اول صفحہ ۶۲۹) صاف ظاہر ہے کہ یہاں آپنے ربّانی الہام اور اللہ کے کامل اور سچے نبیوں کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ آپ تو یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ الہام شیطانی بھی ہوتا ہے۔ اور اللہ کے سچے نبیوں کے مقابل میں جھوٹے نبی بھی اٹھتے ہیں۔ جو غیب کی خبریں دینے کے مدعی ہوتے ہیں (مثلاً نجومی۔ کاہن رمال) مگر آخر جھوٹے نکلتے ہیں۔ چنانچہ ایک بادشاہ کے وقت میں ایسا ہوا۔ کہ بعض غیب کی خبریں دینے کے مدّعی لوگوں نے فتح کی پیشگوئی کی مگر وہ جھوٹے نکلے کیوں جھوٹے نکلے اسلئے کہ وہ الہام ربّانی نہ تھا۔ اور اللہ کے نوری فرشتے کی طرف سے نہ تھا۔ جو خدا کے سچے نبیوں پر نازل ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ اور اس کا ذکر کرنے سے آپ کا

[۱] اسپر تمام مفسّرین کا اتّفاق ہے بلکہ بعض ظالموں نے تو رسول کریم کی وحی میں اس دخل کو تسلیم کیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اے مجھے جہنمی کہنے والو! تمہارا الہام شیطانی ہے کیونکہ اس کے منجانب اللہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ سو بٹری اور بھاری نشانی میاں محی الدین اور میاں عبدالحق کے شیطانی الہام کی یہ نکل آئی۔ کہ ان کے اس خیال کا قرآن شریف مکذب ہے پس یہاں انبیاء علیہم السلام کے جھوٹے نکلنے کا ذکر نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو صاحب الہام غیب کی خبریں دینے کی مدعی ہوتے ہیں۔ اور عبرانی میں نبی کہلاتے ہیں۔ اور انپر شیطانی القاء ہوتا ہے۔ چنانچہ سلاطین باب ۱۸ و ۲۲ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ وہ نبی اللہ کے کامل اور سچے نبی نہ تھے۔ بلکہ بعل بُت کے پجاری تھے جو نبی کہلاتے تھے۔ اور حضرت اقدس نے نبی کا لفظ تورات سے نقل کیا۔ دیکھو بائبل۔ سلاطین ا۔ باب ۱۸۔ اب تو لوگ بھیج اور سارے اسرائیل کو اور بعل کے ساڑھے چار سو نبیوں کو اور گھنے باغوں کے چار سو بیٹوں کو جو ایزبیل کے دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ کوہ کرمل پر مجھ پاس اکٹھا کر۔ اور ایلیا نے لوگوں کے درمیان آکر کہا کہ تم کب تک۔ دو فکروں میں لٹکے رہو گے۔ اگر خداوند خدا ہے۔ تو اسکے پیرو ہو × × × × تب ایلیاہ نے ان لوگوں سے کہا کہ خداوند کے نبیوں میں سے ہیں ہاں میں ہی اکیلا باقی ہوں پر بعل کے نبی چار سو پچاس آدمی ہیں۔ پھر دیکھو باب ۲۲ تب شاہ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے تھے (یہ امر قابل غور ہے کہ ایک وقت میں کبھی چار سو نبی اللہ کا مبعوث نہیں ہوا۔ پس مراد یہاں بعل کے کاہنوں سے ہے۔ جو نبی کہلاتے تھے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا) اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا۔ میں رامات جلعاد پر لڑنے چڑھوں۔ یا اس سے باز رہوں وے بولے چڑھ جا۔ کہ خداوند اسے بادشاہ کے قبضے میں کرے گا۔ پھر یہوسفط بولا کہ سوا خداوند کا کوئی نبی ہے (اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ کاہنوں اور بعل کے نبیوں سے پوچھ کر پھر وہ خداوند کے نبی کی طرف متوجہ ہوا) وہ آیا۔ اور اسنے کہا۔ میں نے سارے اسرائیل کو ان بھیڑوں کی مانند ہے جو بے چوپان ہیں پہاڑوں پر بھٹکے ہوئے دیکھا۔ دیکھو یہ تھی سچی پیشگوئی چنانچہ اسی کے مطابق ایک شخص نے تیر چلایا۔ اور وہ اتفاقاً شاہ اسرائیل کو لگا۔ اور بادشاہ شام ہوتے ہوتے

مرگیا"۔ (سلاطین ۱ باب ۲۲)

اور بعض نبیوں کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ حضرت اقدس اپنے جہنمی بننے والے کو کہتے ہیں۔ تم بھی سچے ملہم کے مقابل ایسے جھوٹے ملہم اور نبی ہو۔ پس اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہوگی۔ کہ آپ نے ہرگز نہیں فرمایا انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت مسیح موعود کو خود بھی نبی ہونے کا دعوٰے ہے۔ پس آپ یہ فقرہ کہیں تو خود بھی جھوٹے بنتے ہیں اور یہ محال ہے پس یہ بھی قرینہ بلکہ دلیل قاطع ہے۔ اس بات پر کہ آپ کا یہ عقیدہ نہیں جس کی بنا پر مفتی صاحب نے کفر کا فتوٰی دیا۔

چوتھا اعتراض۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی غلط نکلی تھی۔

الجواب۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ اتنا بڑا افترا صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹ ازالہ اوہام کا پڑھ جائیے۔ اس میں آپ ہرگز یہ الفاظ یہ فقرہ نہیں پائینگے۔ اور آپ اس امام الانبیاء کی وحی کو کیونکر غلط کہنے لگے۔ جس کی غلامی کی نسبت آپ ہمیشہ اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے + جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

آپ تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی کی نسبت مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے عقیدہ کو ظاہر فرماتے ہیں۔ دیکھو توضیح مرام صد ۱۲

"وہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رأی مارأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات سے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے۔ جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے

× × ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ وحی کا اسکو عطا ہوا × ×

یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔"

پس یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی کو غلط لکھیں۔ چنانچہ اصل حوالہ کو دیکھنے سے مندرجہ الفاظ ملتے ہیں۔

انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکانِ سہو و خطا ہے مثلاً اس خواب کی بناء پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے ابتلاء کا موجب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل در منزل طے کرکے اس بلدۂ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا۔ اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں طواف میسر آجائیگا اور بلاشبہ رسول اللہ کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنے سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا۔ تبھی تو خدا جانے کتنی دور تک مصائب سفر اٹھا کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔ اگر راہ میں متنبہ کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مدینہ میں واپس آجاتے" (ازالہ صفحہ ۶۶۸ طبع اول)

اب ایک تاریخی واقعہ ہے اور تمام مفسرین نے اسکو بیان کیا ہے چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب اپنی تفسیر غایۃ البرہان میں لکھتے ہیں صفحہ ۵۰۸ ختم ۲۶ سورۃ الفتح

"چھٹے سال ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ مکہ میں ہم عمرہ کے لئے گئے ہیں اور حلق کیا ہے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تم داخل ہوگے مکہ میں اگر خدا نے چاہا امن والے ہوکر سر منڈواتے اور ترشوانے والے × × × × پس خود صحابہ کے ساتھ سوائے شمشیر کے دوسرے ہتھیار کے بغیر مکہ کو روانہ ہوئے × × × × اور اہل مکہ کے پندرہ سو آدمی یہ خبر سن کر مسلح ہوگئے اور انہوں نے عروہ بن مسعود کو حال کے دریافت کے لئے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ کے قصد پر آیا ہوں نہ جنگ کے لئے لیکن انہوں نے مکہ میں آنے کی اجازت نہ دی × × × اہل مکہ نے سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے بھیجا اور صلح اس پر ٹھہری کہ اگلے سال عمرہ کی اجازت نبی کو ہوگی جو تعبیر خواب کا منشا تھا × × اور عمر فاروق رضی نے حمیت اسلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نبی ہیں ۔۔ کیا آپ نے نہ فرمایا تھا کہ اس سال مکہ میں ہم داخل ہوں گے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم نے اسی امید پر سفر کیا تھا۔ صرف خود بلکہ بہت سے صحابہؓ کو ساتھ لیا کہ اسی کے سفر میں طواف میسّر آجائیگا۔ مگر منشاء الٰہی یہ نہ تھا اور اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں اجتہادی غلطی ہوگئی۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ وحی غلط نکلی۔ خواب جو بمنزلہ وحی تھا وہ تو بالکل سچّا نکلا مگر اس کے لئے جو وقت سمجھ لیا گیا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ بلکہ جیسا کہ مینے ثابت کیا۔ خود مفسرین نے اسے بڑے وثوق کیساتھ لکھا۔ اسی طرح کی تین اور مثالیں حضرت اقدس نے بیان کی ہیں۔

ایک یہ کہ آپ نے فرمایا وفات کے بعد سب سے پہلے مجھے لمبے ہاتھوں والی بی بی ملے گی (اسرع بی حوقاً اطولکن یداً) اسپر سب بیبیوں نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے آپ نے منع نہ فرمایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سخی مراد تھی۔ دوم یہ کہ حضرت عمر رضؓ نے قسم کھاکر بیان کیا۔ کہ ابن صیاد دجّال ہے آپ نے اسکی تردید نہیں فرمائی (دیکھو مشکوٰۃ باب قصہ ابن صیاد قال انی سمعت عمر یحلف علیٰ ذالك عند النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم فلم ینکرہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم متفق علیہ)

سوم یہ کہ فذھب وھلی الیٰ انہ الیمامۃ او الھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب ہجرت کا مقام دکھایا گیا۔ تو آپ (علیہ الصلوٰۃ) فرماتے ہیں کہ میں سمجھا وہ یمامہ یا ہجر ہے۔ مگر مدینہ یثرب نکلا۔ اس پر حضور مسیح موعود نے لکھا ہے۔ صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا۔ غلط نکلا (صفحہ ۶۸۹ ازالہ) دیکھئے صاف اجتہاد سے جو محل و مصداق سمجھا تھا۔ اسپر غلط نکلا لکھا ہے نہ کہ وحی الٰہی پر اور یہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے اپنے منہ بولے الفاظ سے ثابت ہے کہ آپ نے جو محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔ پس حضرت مرزا صاحب پر اسکا الزام نہیں آسکتا۔ آگے چل کر آپ نے اس بات کو اور بھی واضح کیا ہے کہ وحی غلط نہیں نکلی۔ بلکہ اجتہاد غلط نکلا چنانچہ صفحہ ۶۹۰ ازالہ اوہام پر فرماتے ہیں۔

بہر حال ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں جس قدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں

وہ تو بلاشبہ اول درجے کے سچے ہوتے ہیں (مفتی مکفر اسے نوٹ کرے) مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے انکی کسی قدر تفصیل کیتے ہیں۔ اور چونکہ وہ انسان ہیں اسلئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی"۔

امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہوگئی ہوگی نہیں ہوئی تو وہ سن ے کہ قرآن مجید میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں جیسے حضرت نوحؑ کو وحی ہوئی۔

قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین و اھلك الا من سبق علیه القول و من اٰمن (پ ۱۲۔ ھود ع ۴)

آپ اھلك وحی کے معنے صحیح نہیں سمجھے جبھی عرض کیا و نادیٰ نوح ربه فقال رب ان ابنی من اھلی و ان وعدك الحق و انت احکم الحاکمین۔ دیکھیے حضرت نوحؑ کس وثوق سے ان ابنی من اھلی اور ان وعدك الحق عرض کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو اھلك میں سمجھتے تھے مگر ارشاد ربانی ہوا کہ اس وحی الہی کے سمجھنے میں تیری اجتہادی غلطی ہے۔ انه لیس من اھلك انه عمل غیر صالح۔ تب جاکر حضرت نوح کو الا من سبق علیه القول استثناء اور اھلك کے صحیح معنے سمجھ میں آئے۔

چھٹا اعتراض۔ حضرت جبریل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔

الجواب۔ اسکے لئے معترض نے توضیح مرام ۶۸-۵۷ کا حوالہ دیا ہے توضیح مرام ۴۰ صفحے کا رسالہ ہے اس میں یہ صفحے ہی نہیں مگر بہر حال میں تمام توضیح مرام کی ورق گردانی کرکے جواب عرض کرتا ہوں کہ اگر حضرت اقدس نے جبریل کے بذاتہ زمین پر نہ آنے سے انکار کیا تو معلوم نہیں اس میں کیا کفر لازم آگیا۔ جبریل کے نزول سے تو حضرت اقدس ہرگز منکر نہیں۔ بلکہ فرشتہ میں۔

تیسرا کام جبریل کا یہ ہے کہ جب خداتعالیٰ کی طرف سے کسی کلام کا ظہور ہو۔ تو ہوا کی طرح موج میں آکر اس کلام کو دل کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یا روشنی کے

پیرایہ میں افروختہ ہوکر اسکو نظر کے سامنے کر دیتا ہے" (توضیح صفحہ ۳۷)

ہاں نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ بذاتہ آئے اور یہ تمام علماء کا مسلمہ مسئلہ ہے مثلاً اللہ تعالےٰ کے بارے میں حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ پچھلی رات یا شب نصف شعبان سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے جاء ربک صفا صفا تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ عرش عظیم سے اتر کر نیچے آسمان پر آجاتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہی وقت میں ہر جگہ پر محیط ہے پس فرشتے بھی اترتے ہیں اور ضرور اترتے ہیں۔ مگر اپنے تمثل کے ساتھ۔ بذاتہم و بشخصہم اتریں تو بہر کام سرانجام ہی نہیں پا سکتے۔ چنانچہ آپ نے ایک نہایت مضبوط دلیل فرمائی ہے۔

"محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں۔ اور یہ خیال بہ بداہت باطل بھی ہے۔ کیونکہ اگر یہ بھی ضرور ہوتا۔ کہ ملائک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کے لئے اپنے اصل وجود کے ساتھ زمین پر اترا کرتے۔ تو پھر ان سے کوئی کام انجام پذیر ہونا بغایت درجہ محال تھا مثل فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ اگر ہر یک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کہ اول پیروں سے چل کر اسکے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے۔ اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اسکو موقعہ ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کے لئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہو سکتی × × × پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اسکی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات سماویہ (جنہیں) موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا لقب دیں۔ اور درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے اور بحکمت کاملہ خداوند تعالےٰ زمین کی ہر یک مستعد چیز کو اسکے کمال تک پہنچانے کے لئے یہ روحانیات خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔"

(توضیح مرام صفحہ ۱۵-۱۶)

اب جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اس زبردست دلیل کو رد کرے پھر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے کہ فرشتے بشخصہم وبذاتہم نیچے اترتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خصم کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں۔ اور ہمارے پاس اس عبارت کی تائید میں بہت سے دلائل ہیں دیکھو قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وما منا الا له مقام معلوم۔ پارہ ۲۳ سورہ صٰفٰت ع ۵۔ اور ہم فرشتوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کے لئے مقرر ٹھہرنے کی جگہ نہ ہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ولو انزلنا ملكا لقضى الامر انعام پ ۷ اگر ہم فرشتے اتاریں تو پھر فیصلہ ہی ہو جائے۔ اور فرمایا یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین جس دن ملائکہ کو دیکھینگے اسی دن مجرموں کے لئے بشارت نہیں۔

پس یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ فرشتے زمین پر جو دیکھے جاتے ہیں تو وہ ان کا تمثل ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے بروایت عائشہ صدیقہ۔ قال رسول الله صلعم ما من السماء موضع قدم الا علیه ملك ساجد او قائم (آسمان میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتہ حالت سجدہ یا قیام میں نہ ہو) اور امام شعرانی فرماتے ہیں۔ فمن حیث نظرا ھم الی من ینزلون الیه قال تنزل الملئکة ومن حیث انهم فی نزولهم اصحاب عروج قال تعرج الملئکة۔ یعنی نیچے توجہ کرنے کی حیثیت سے بولا جاتا ہے تنزل الملئکۃ اور بوجہ توجہ الی الحق کے بولا جاتا ہے کہ تعرج الملئکۃ۔ اور شیخ اکبر اپنی فتوحات میں لکھتے ہیں ان جمیع النجوم والشمس والقمر مراکب للملیکة وجعل لکل ملك نجما هو مرکب له۔ یعنی تمام تارے۔ چاند۔ سورج ملائکہ کے مراکب ہیں۔ اور ہر ملک کے لئے ایک نجم ہے۔ یہی بات ہے جو حضرت اقدس نے تحریر فرمائی ہے ہمیں تو اس میں کوئی کفر کی بات معلوم نہیں ہوتی جو کچھ فرمایا عین قرآن و حدیث و اقوال ائمہ و صوفیاء سلف کے مطابق ہے

پانچواں اعتراض صفحہ ۷۴۰ تا ۷۵۰ ازالہ اوہام قرآن مجید میں جو معجزات ہیں۔ وہ سب مسمریزم ہیں

الجواب۔ اُف! اسقدر بڑا افترا۔ میں معزز ناظرین رسالہ ہذا کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ وہ ضرور ازالۂ اوہام کے صفحات محولہ کو ملاحظہ کریں۔ ان میں ہرگز ہرگز یہ فقرہ نہیں ہے معجزات کی نسبت تو ہمارا اور ہمارے امام کا جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ معجزات انبیاء سابقین آنچہ در قرآن بیانش،

بالیقین - برہمہ از جان و دل ایمان ماست - ہر کہ انکار سے کنند از اشقیاست -

اب میں اصل الفاظ کو دکھاتا ہوں جن سے معترض نے معجزات کے مسمریزم ہونے کا استدلال کیا ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح کی وفات ثابت کر کے پھر آپ نے لکھا ہے کہ مُردے زندہ ہو کر دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے - پھر اس پر آپ نے ایک وہم کا ازالہ کیا ہے جو بعض لوگ نادانی سے پیش کرتے ہیں - اذ قتلتم نفسًا فادّراتم فیھا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون - اب اس آیت میں نہ تو گائے کے گوشت کا ذکر ہے اور نہ مُردے سے اسکے ٹکرانے کا - اور نہ مُردے کے زندہ ہونے کا - مفسرین نے خود بخود ایک قصہ گھڑ لیا ہے - جس کا نہ قرآن مجید میں ذکر ہے نہ احادیث صحیحہ میں حضرت اقدس نے انکو سمجھایا ہے - کہ اگر ایسی صورت تسلیم بھی کر لی جائے - تو اسکی اصلیت صرف اتنی ہو سکتی ہے -

"تم ایک گائے کو ذبح کر کے اسکی بوٹیاں اس کی لاش پر مارو - اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے - ان بوٹیوں کو نوبت بہ نوبت اس لاش پر ماریں - تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسے حرکات صادر ہونگی - جن سے خونی پکڑا جائے" (صفحہ ۲۹)

پھر لکھا ہے -

"اب اس قصے سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا × × × اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنے مسمریزم کا ایک شعبہ تھا - جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مُردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے ہمیں چاہیئے کہ کسی سچائی کو ضایع نہ کریں × × علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبیعی کا ایک روحانی حصہ ہے - جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں"-

اب اس عبارت سے غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس نے ایسا طریق اختیار کیا ہے - جس سے دوسری قرآنی آیات و مواعید رب الکائنات کا تخلف بھی لازم نہ آئے اور معجزہ کی حد تک جو فعل ہوا ہے - اس سے انکار بھی نہ کیا جائے مُردے کے زندہ ہونے سے آپ نے انکار کیا ہے اسلئے کہ قرآن مجید

میں ہے فیمسك التی قضی علیها الموت - پس روک لیتا ہے اسکو جس پر موت کا فتوی صادر ہوا اور من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون (روز قیامت تک ان کے آگے پردہ ہے) اور حرام علی قریة اهلکناها انهم الیهم لا یرجعون (جس بستی کو ہم ہلاک کریں - ضرور ہے کہ وہ واپس نہ لوٹیں) آچکا ہے - پس کسی مُردے کا دوبارہ دنیا میں زندہ ہونا خلاف سنت اللہ ہے - پھر جو قصہ مفسرین نے بیان کیا ہے اس میں سے اتنا حصہ لے لیا ہے کہ گوشت لگانے سے اس قریب المرگ شخص سے ایسی حرکات صادر ہوئیں جس سے اصل قاتل کا حال معلوم ہوگیا - اسے آپ نے علم علم الترب فرمایا اور اسے تسلیم کیا ہے کہ یہ ایک عظیم الشان روحانی علم ہے - اور علم سب اللہ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں - کسبی طور سے حاصل ہوں تو وہ فن ہیں وھبی ہوں تو معجزہ مثلاً رمل ہے یہ دانیال نبی کا معجزہ بتایا جاتا ہے اور اب ہزاروں رملی اور جفری پائے جاتے ہیں - پس جب وہ اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کے حکم سے تھا تو معجزہ تھا - آپ کسی چیز کو مسمریزم کہنے سے یہ کیوں کہتے ہیں - کہ یہ معجزہ نہ رہا - جب وہ وہبی طور پر اللہ کے حکم سے ہوگا تو معجزہ ہے اور حضرت اقدس نے اس سے انکار نہیں کیا - بلکہ مان لیا ہے -

چھٹا اعتراض - چند مختلف باتیں لکھی ہیں - دجال[۱] (صفحہ ۴۹۵ - ۴۹۶) دجال کا گدھا[۲] (صفحہ ۴۹۵) یاجوج ماجوج[۳] (صفحہ ۵۰۲ تا ۵۰۸) دخان کچھ[۴] نہیں (۵۱۳) آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا (صفحہ ۵۱۵) دابة الارض[۶] - حضرت محمد رسول کو ابن مریم[۷] - دجال - گدھے یاجوج ماجوج دابة الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی -

الجواب - دجال اور اسکے گدھے یاجوج ماجوج - دابة الارض کے متعلق اس بسط سے کتب سلسلہ میں متفرق طور پر ذکر ہوچکا ہے کہ اب اسکو دہرانے کی کچھ ضرورت نہیں " مفتیانِ شرعِ متین " جب ان دلائل کا رد کریں گے ہم جواب دینگے - ورنہ ہم تو یہی سمجھتے ہیں - کہ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ نبی کریم کی کوئی پیشگوئی پوری ہو - مومن تو اپنے نبی کی بات مثل فلق الصبح پوری ہوتے دیکھکر سجدوں میں گرے جاتے ہیں کہ سبحٰن ربنا ان کان وعد ربنا مفعولا -

دجال کی نسبت یہ امر قابلِ غور ہے کہ لغت میں اسکے معنے طائفة عظیمة تحمل المتاع للتجارة کے ہیں (یعنے ایسا گروہ جو تجارت کے لئے متاع ادھر سے ادھر لے جائے)

دوم یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کا نظارہ کشف میں دیکھا جیسا کہ حدیث رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ الخ مالک اور احمد بن حنبل اور بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے ہمکو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے کعبہ کے نزدیک ایک رات رؤیا میں دکھلایا گیا × × × × پھر میری نظر ایک اور شخص پر پڑی جس کے بال گھنگریالے ہیں اور اسکی دائیں آنکھ کانی ہے × × × میں نے پوچھا یہ کون جواب ملا کہ مسیح الدجال کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۶ - پس دجال کے معنے علم الرؤیا کی کتب میں دیکھنے چاہئیں۔

سوم - رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہیگا - کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۳ - اب آپ سورہ کہف کی پہلی آیات قرآن مجید سے نکالکر پڑھئے آیا ان میں اسی گروہ کا ذکر اور ردّ ہے یا نہیں جس کا ذکر حضرت اقدس نے ازالۂ اوہام صفحہ ۴۹۶ پر کیا ہے۔

چہارم - یہ کہ یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین میں یختلون جمع کے صیغے اور (ب) لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس میں حسب تفسیر معالم التنزیل للناس سے مراد دجال ہونے اور (ج) آخری زمانہ کے فتنے کے سب سے بڑے ہونے اور الحمد شریف میں دجال کی بجائے صرف ضالین کا لفظ پایا جانے سے اور (د) دجال کے حلیے میں شدید اختلاف اور مختلف صحیح احادیث کی موجودگی سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ دجال کی وحدت نوعی ہے عددی نہیں - پس اس سے مراد ایک قوم ہی ہو سکتی ہے - جس پر تمام احادیث صادق آئیں۔

اور دجال کے گدھے کی نسبت عرض ہے - کہ رسول اللہ صلعم نے اسے کشف میں دیکھا - ایک ایسی سواری جس پر لوگ بھی چڑھیں اور بار برداری بھی کی جائے - اس کا نام اس زمانہ کے حالات کے مطابق گدھے سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا تھا - سوچنے کی بات ہے کہ (۱) جس کے کانوں کے درمیان چالیس باع کا فیصلہ ہے جس کے ساتھ دو پہاڑ درخت اور پھل اور پانی کے ہیں - جو آگ اور پانی کے جیں سے چلے جو دن رات چلتی رہے - اور جس کے ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک جہاں غیر معمولی آرام کی ضرورت ہو ایک منزل کا فاصلہ ہو - اور جس کی آواز دور دور

تک سُنی جائے۔ اور دن غروب ہونے تک کہیں کی کہیں جا پہنچے۔ اور ایک ہفتہ میں زمین کے گرد پھر سکے۔ سوائے ریل گاڑی کے اور کیا ہو سکتی ہے۔

اور یاجوج ماجوج کے متعلق تو آپ کے مفسّرین بھی ہم سے کامل اتفاق رکھتے ہیں۔ ان کے اصل اَجّ اور مجّ ہی ثابت کرتے ہیں۔ کہ آگ اور پانی سے کام لینے والی قومیں مراد ہیں۔ اور آخر وہ آدم زاد ہی ہیں۔ جیسا کہ حدیث ابو عساکر مندرجہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۹ سے ثابت ہے۔ کہ وہ یافث کی اولاد سے ہیں۔ پس آپ ان میں ایسی باتیں کیوں بتاتے ہیں۔ جو انسانوں میں نہیں پائی جاتیں مثلاً کانوں کا اتنا لمبا ہونا کہ نیچے اور پر اوڑھ سکیں۔ دریاؤں کا پانی پی جانا۔ جب وہ آدم زاد ہیں تو ضرور ہے کہ یہ نشانات بطور استعارہ سمجھے جائیں۔ اور کانوں کی طوالت سے مراد دور کی خبریں حاصل کرنا ہو۔ اور دریاؤں کا پانی پی جانے سے مراد اسے تصرف میں لا کر خشک کر دینا۔ اسقدر تمہید کے بعد میں غایۃ البرہان تفسیر القرآن (جو ایک غیر احمدی مسلمہ عالم فاضل کی ہے) سے یہ سطور نقل کرتا ہوں۔

سورہ کہف صفحہ ۵۹

"یاجوج والی رُوس وتمسک وتوبل جو نسل یاجوج بن سمعیا بن یوائیل بن آردین یعقوب سے حسب فصل ۲ تاریخ ایام اول کے ہیں۔ اور توبل وتمسک ابنائے یافث سے ہیں۔ اور اس کے ساتھی یاجوج بن یافث کیلی اگال ین تاتارہ بن یافث ہیں۔"

اور سورہ انبیاء ۱۳۸ میں ہے۔

"یاجوج ماجوج کرّہ زمین سے بعد ہزار اہل اسلام نکل پڑیں × × قرآن کے مطابق یہ بعید واقعات ہوئے × × اور قیامت کا آنا واضح ہو گیا۔"

دخان کچھ نہیں

یہ آپ نے محض افترا کیا صفحہ ۵۱۳ پر تو صاف لکھا ہے

"اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے × × آخری زمانے کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا × اب سمجھنا چاہئے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا۔"

باوجود اس تحریر کے آپ نے یہ کیوں لکھا کہ دخان کچھ نہیں۔ دخان ضرور ہے اور اسی طرح ظاہر ہوا جیسے پہلے نبی کریم صلعم کے زمانہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا چنانچہ پارہ ۲۵ تفسیر سورۂ دخان کی ماتحت صفحہ ۴۸۴ پر غایۃ البرہان تفسیر القرآن میں لکھا ہے۔

"فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ پس انتظار کر واس دن قحط سالی کا کہ لاوے آسمان ظاہر دھوآں کہ ڈھانپے آدمیوں کو دعا پیغمبر سے یہ عذاب ہے دردناک پس حضور صلعم نے دعا کی کہ ان پر یوسف کے برس بھیج پس سال خشکی کا پڑا۔ کہ کافر کتّے کے استخواں تک کھانے لگے اور آنکھوں کے آگے دھوآں مثالی نظر آنے لگا"

اور ابن کثیر۔ خازن فتح الباری فتح البیان میں ہے۔

"ان آیتوں میں دھوئیں کا جو ذکر ہے × × اس دھوئیں کے باب میں جو اختلاف ہے صحیح قول اس اختلاف میں یہ ہے۔ کہ ان آیتوں میں نو مکہ کے قحط کے دھوئیں کی مانند غبار کا ذکر ہے × × حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی بددعا سے مکہ میں قحط پڑا تھا اور قحط کے دنوں میں بھوک کے سبب آنکھوں میں اندھیرا سا اگر آسمان پر غبار چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اسی کو دھوآں فرمایا یہی تفسیر صحیح بخاری میں ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ دخان سے مراد قحط لینا صحیح ہے۔ اب آخری زمانہ کے متعلق دخان کی پیشگوئی کے اگر یہی معنے کر لئے گئے۔ تو اس میں کونسا کفر لازم آگیا۔ کیا کوئی صحیح حدیث ہے کہ آخری زمانہ کے دخان کے یہ معنے قحط نہ کرنا حسن نظامی نے اس سے مراد سگرٹ و تمباکو کی کثرت لی ہے۔ بہرحال یہ پیشگوئی پوری ہو چکی۔

آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا۔ یہ بھی آپ نے جھوٹ باندھا۔ ہمارے امام نے ہرگز اس مقام پر ایسا نہیں لکھا ملاحظہ ہو۔ ازالہ صفحہ ۵۱۵ تا ۵۱۶ وہاں تو یہ لکھا ہے۔

"ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا۔ ہم اسپر بہرحال ایمان لاتے ہیں (فرمائے اور کیا کہلوانا چاہتے ہو)"

پھر آگے فرمایا۔

"اور یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے

کوئی اور معنے بھی ہوں۔ یہاں صرف اس کشف کے ذریعہ سے جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے مذکورہ معنی کو بیان کیا ہے۔"

وہ مذکورہ بالا معنے یہ ہیں۔ کہ

مجھے رؤیا میں بتلایا گیا کہ مغرب سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک غربی ... آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے۔ اور انکو اسلام سے حصہ ملیگا۔ سو اس معنے کی تصدیق بھی واقعات کر رہے ہیں۔ کیونکہ عین مرکز مغرب میں اسلام پھیل رہا ہے۔ پس واقعات کو کیونکر جھٹلا سکتے ہیں۔ بہرحال آپنے جو الزام دیا تھا وہ غلط ہے کیونکہ آپنے لکھا ہے۔ ہم اسپر بہرحال ایمان لاتے ہیں۔

دابۃ الارض علماء ہونگے۔ ازالہ صفحہ ۵۱۰ دیکھنے سے واضح ہے۔ کہ دابۃ الارض یعنے وہ علمائے واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ معلوم نہیں کہ اس تشریح میں کونسا کفر لازم آتا ہے احادیث سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ اور مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ معالم التنزیل میں حضرت علیؓ کا قول درج ہے۔ کہ دابۃ الارض ایسا جانور نہ ہوگا۔ جس کی دُم ہوگی بلکہ داڑھی ہوگی یعنے وہ انسان ہوگا۔ جو لوگوں کو وعظ سنائیگا (تکلمھم ان الناس کانوا بآیٰتنا لا یوقنون) مگر خود زمینی ہوگا۔

امر ہفتم۔ حضرت محمد رسول اللہ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ یہ فقرہ ازالہ اوہام میں ہے۔ نہ حضرت اقدس کی دیگر تصنیفات میں۔ میں بڑی شرح صدر سے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہتا ہوں۔ مفتی مکفر شرح صدر سے آمین کہدے۔ پھر آگے چل کر صفحہ ۴۴ پر ۶۹۱ کا حوالہ دیا ہے اور یہ فقرہ لکھا ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت صلعم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف ہوئی۔ الخ۔ ناظرین ذرا یہ صفحہ دیکھیں وہاں تو اول یہ لکھا ہے کہ انبیاء سے تفہیم وحی و الہام میں کبھی خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی (ص۶۹۱) پھر لکھا ہے۔ غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے اور مسائل

دینیہ سے انکا کچھ علاقہ نہیں ہوتا " صفحہ ۶۹۱

اس سے آگے لکھا ہے۔

" اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر آنحضرت صلعم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کی گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو۔ اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو۔ اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو۔ اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلوم ظاہر ہو جائیں تو شان نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں "

اب ناظرین مفتی شرع متین کی حوالہ دینے میں بد دیانتی ملاحظہ فرمائیں۔ کہ پہلے تو تمہید ہی چھوڑ دی ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے کہ پیشگوئیوں میں ایسا خفا ہوتا ہے۔ اور یہ معاملہ تمام انبیاء سے ہے (۲) پھر اگر کو نہایت خوبصورتی سے اڑا دیا۔ جو حرف شرط ہے۔ جس سے تحقق وقوع نہیں پایا جاتا یعنے ضروری نہیں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ پایا بھی جائے۔ پس کسقدر بے ایمانی ہے کہ حرف شرط کو اڑا کر عبارت کا مفہوم کچھ سے کچھ کر دیا (۳) پھر آگے عبارت نقل نہیں کی۔ تا کہ لکھنے والا کا اصل منشاء ظاہر نہ ہو سکے۔ دیکھو پہلے تو کہہ سکتے ہیں[۱] فرمایا نہ کہ کہتے ہیں۔ پھر اگر[۲] حرف شرط ہے۔ پھر حقیقت[۳] کاملہ لکھا ہے۔ جو سوائے واقع ہونے کسی پیشگوئی کے معلوم ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر موبمو[۴] منکشف لکھا ہے۔ یعنے اپنی تمام جزئیات کے ساتھ من وعن جو اسکے واقع ہونے اور وجوہ میں آجانے پر منحصر ہے۔ پھر اصل کیفیت[۵] کا فقرہ۔ پھر عمیق تہ تک وحی الٰہی کا اطلاع نہ دینا تحریر فرمایا ہے یعنی اللہ کی مرضی پر چھوڑا ہے۔ پھر ماہیت کماھی ہی رقم فرمایا۔ پھر لکھا ہے کہ کشف میں صرف امثلہ[۶] قریبہ۔ صور متشابہ اور امور متشاکلہ ہی سے تشریح ممکن ہے۔ اسکا اعتراف کیا اور لکھا کہ جہانتک غیب محض کی تفہیم انسانی قویٰ کے ذریعہ ممکن تھی کر دی گئی۔ اب اس میں فرمائیے اعتراض کی کیا بات ہوئی۔ اللہ کے اور انسان کے علم

میں یہ فرق ہے کہ اللہ کا علم کسی شے کے وقوع کے بعد بھی ویسا ہی رہتا ہے جیسے کہ پہلے تھا مگر انسان کا علم کسی چیز کے وقوع اور چیز وجود میں آنے سے پہلے جو ہوتا ہے بعد میں ضرور بڑھتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور وہ بھی بوجہ ادب نبوی اگر حرف شرط سے جس کا تحقق وقوع ضروری نہیں۔ پس حضرت اقدس نے نہ تو علم نبوی کی تحقیر کی نہ اپنی بڑائی۔ کیونکہ آپ کو جو علم دجال یا جوج ماجوج وغیرہ کا ہوا۔ وہ مشاہدہ عینی کے بعد اور تفہیم الٰہی سے ہوا کوئی ذاتی قابلیت سے نہیں۔ اور پھر آپ کا اقرار ہے کہ کل برکۃ من محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) لا یحیطون بشیئٍ من علمہٖ الا بما شاء پر سب مومنوں کا ایمان ہے۔ مفسرین نے اور متصوفین نے کئی کئی معارف و حقائق بیان کئے ہیں۔ جو نہ حضور رسالتمآب نے بیان فرمائے نہ صحابہ کرام نے مگر تاہم کوئی فضیلت کا مدعی نہیں۔ کیونکہ آخر یہ سب اسی ذات ستودہ صفات کا فیض روحانی ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس تو حضور رسالت پناہ کے بارے میں لکھ چکے ہیں ع وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔

ساتواں اعتراض۔ "مرزا کی طرف سے دعویٰ نبوت"

الجواب۔ بیشک دعویٰ نبوت ہے مگر اس نبوت کا دعویٰ نہیں جو آپ کے ذہن میں ہے جس سے انسان براہ راست مستقل نبی ہوتا ہے۔ یا کوئی نئی شریعت لاتا ہے۔ یا کسی سابق حکم شریعت کی ترمیم یا تنسیخ کرتا ہے بلکہ خاتم النبیین کے فیض و برکت اتباع سے صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ و اعلام الٰہی سے اخبار عن الغیب کہ یہ بھی خدا کی اصطلاح میں اور کل نبیوں کے نزدیک نبوت ہے مراد ہے۔ چنانچہ اسکا ثبوت آپکی مندرجہ ذیل تحریروں سے ملتا ہے۔

ا۔ الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳

"وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے × ×× چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالے سے

تعلق رکھتے ہیں۔ اسجگہ ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔"

۲۔ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ پر فرمایا

"ومن قال بعد رسولنا و سیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد و بیدین ہے۔"

۳۔ سراج منیر صفحہ ۳ پر فرمایا۔

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا × × یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔"

۴۔ چشمہ معرفت ۳۲۴/۳۲۵

"میں اسکے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اسپر ختم ہیں × × اور جو اسکے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اسکا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے۔ اور اسی سے فیضیاب ہے × × نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات و مخاطبات مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں × × خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات مخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا۔"

۵۔ الوصیت

"اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے × × لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں اور اسکی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے × × اور جب وہ مکالمہ

مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے × × ایسی نبوت۔ نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے۔ جو ایک پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔

یہ پانچ اقتباس حضرت اقدس کا منشاء ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور اس قسم کی نبوت قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا۔

"یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (پ)"

اس سے پہلے یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد سے امت محمدیہ کو خطاب ہو چکا۔ پس یہاں بھی یابنی آدم سے مراد امت محمدیہ ہے کیونکہ حکایت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں۔ پس اس میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں رسل آئیں گے جو آیات کو بیان کریں گے۔

(ب) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی بتایا ہے کہ ابوت جسمانی کی نفی ہے۔ مگر ابوت روحانی قائم ہے۔ اور آئندہ جو نبی ہوگا وہ آپ کے فیض سے ہوگا

احادیث چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ کا قول مجمع البحار میں ہے۔

"قولوا اللہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ"

یعنے خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ یا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ نبیوں کی مہر یعنی آئندہ آپ کی تصدیق سے نبوت ملے گی۔ اور گذشتہ نبیوں کی نبوت کا ثبوت آپ ہی کی صداقت کے ذریعے ملیگا۔ یا یہ کہ انبیاء کے کمالات کا جامع کہ اسپر سب کمال ختم ہوگئے۔ اور اب آپ کی نبوت کی ذاتی فیض رسانی سے درجۂ نبوت ملے گا

یہی معنے دیگر علماء نے سمجھے ہیں چنانچہ مولٰنا عبد الحی فرنگی محل والے دافع الوسواس میں فرماتے ہیں۔ قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انه لا یاتی بعده نبی بنسخ ملته (یعنی اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی نبی آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا نہیں آئیگا)

(۲) تحذیر الناس میں مولٰنا محمد قاسم دیوبندی لکھتے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں اور بعد زمین پر آسمان پر کوئی نبی ہو۔ وہ بھی اس وصفِ نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہے۔

(۳) الفتوحات مکیہ میں ہے۔ فما ارتفعت النبوة بالکلیة لهذا قلنا ارتفعت نبوة التشریع فهذا معنی لا نبی بعدی (نبوت بالکل مرتفع نہیں صرف صاحب شریعت نبی کوئی نہیں ہوگا۔ یہی معنی ہیں لا نبی بعدی کے۔

(۴) روح المعانی میں ہے۔ فهؤلاء هم انبیاء الاولیاء اور یہ کہ قد یطلقون علی علی بعض الاولیاء انبیاء الاولیاء جلد صفحہ ۳۲۶) بعض اولیاء جبریل کی وحی بواسطہ حقیقت محمدیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ انبیاء ہیں غرض خاتم النبیین کے بعد وحی آپ کے فیض و اتباع سے جاری ہے اور اس پر اولیاء سبق کے حالات و کلمات گواہ ہیں۔ اور ان میں سے ایک وہ بھی ہونیوالا تھا۔ جو کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اخبار عن الغیب کے کمال کے لحاظ سے نبوت کے درجہ پر فائز ہی اور اسے نبی کریم صلعم نے نبی اللہ ہی کہا۔

پس حضرت مرزا صاحب کے بارے میں یہ سوال ہونا چاہیئے۔ کہ وہ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ جب وہ مسیح موعود ہیں تو نبی اللہ بھی ضرور ہیں۔ چنانچہ مشکوٰة باب العلامات میں یدی الساعۃ حدیث النواس میں صفحہ ۴۶۵ پر ہے ویحصر نبی اللّٰہ واصحابه × × × فیرغب نبی اللّٰہ عیسٰی واصحابه × × × ثم یهبط نبی اللّٰہ عیسٰی واصحابه الی الارض۔ دیکھو یہاں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کو جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور وہ فی الواقع ہیں۔ تو ان کے نبی ہونے میں بھی شک نہیں۔ ورنہ حدیث کی تکذیب لازم آئیگی۔ اگلے علماء بھی مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں۔ مثلاً علامات قرب قیامت مصنفہ عمدة المفسرین سند المحدثین مولٰنا شاہ رفیع الدین صاحب (جس کا ترجمہ علماء مخالف کی طرف سے ہمارے رد کے واسطے شائع کیا گیا ہے) کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے یا نبی اللہ! اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے ××
اور فرمائینگے یا نبی اللہ! امامت کیجئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے

××

اس سے ثابت ہے کہ دوبارہ جب عیسےٰ علیہ السلام آئینگے تو انہیں یا نبی اللہ سے ہی خطاب کیا جائیگا۔ فرمائیے ان پر بھی کفر کا فتویٰ دوگے۔ اسلئے کہ وہ نبی اللہ کہلاتے ہیں۔ غرض مسیح موعود کے نبی ہونے پر آپکا اور ہمارا اتفاق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم ایک مستقل نبی کا آنا (جو براہِ راست نبی بنا ہے) خاتم النبیین کے بعد نہیں مانتے۔ بلکہ ایک اُمّتی کے آنے کے قائل ہیں جو خاتم النبیین کے فیض اور برکت اتباع سے آپ ہی کی نبوت کو اپنے آئینہ قلب میں منعکس دیکھے گا۔ اور مسیح موعود ہونے کی وجہ سے نبی کہلائے گا۔

اب یہ آپ خود غور کریں۔ کہ کس قسم کا نبی ماننے میں امت محمدیہ کی عزت ہے اور خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ باقی رہے وہ الہامات جو آپنے انجام آتھم سے نقل کئے ہیں۔

(۱) ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (ب) ما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔ سوال میں کفر کیا ہے۔ یہ خدا سے کہئے کہ کیوں ایسے الہامات کئے ہاں ہم سے انکے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت لیجئے۔ جو فی الحال دو دیئے جاتے ہیں۔ کہ

لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ یعنے اگر یہ ہم پر افترا کرے۔ تو ہم اسکی رگِ جان کاٹ ڈالیں۔ یہ حضرت نبی کریم کی صداقت وحی کا ثبوت پیش کیا گیا یعنے جو مفتری ہو۔ وہ ۲۳ سال سے زیادہ ہرگز نہیں جی سکتا۔ پس جب یہ امر واضح ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا۔ کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور اس دعوے پر دم وصال تک قائم رہے۔ جو ۲۳ سال سے زیادہ ہی اور خدا کی کتاب فرماتی ہے کہ اتنی مدت کوئی جھوٹا مدعی نبوت زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس بالمحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ آپ پر جو وحی ہوئی۔ وہ صادق وحی تھی۔

---

(۱) رسول کریم فرماتے ہیں۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی۔ اس لحاظ سے بھی حضرت صاحب کا اتباع رسول اللہ کا اتباع اور رسول اللہ کا اتباع اللہ کا محبوب بناتا ہی یہ جواب بطریق تنزل ہے۔

(دوم) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا یظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول یعنے اظہار غیب بہ کثرت صرف رسول پر ہوتا ہے۔ آپ کی سینکڑوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ کی وحی منجانب اللہ ہے۔ مثلاً آپ کو وحی ہوئی۔ جو براہین میں درج ہے۔ کہ آپ کو ایک بڑی جماعت اسلام دی جائے گی۔ اور دور دور سے لوگ چل کر آئینگے۔ سو یہ امر قادیان میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پھر آپ پر وحی ہوئی کہ طاعون پھیلے گا سو پھیلا اور اس کثرت سے پھیلا۔ کہ ہر ایک شہر اسکا نمونہ دیکھ چکا ہے۔

آٹھواں اعتراض۔ مثیل نوح۔ مثیل یوسف۔ مثیل داؤد۔ مثیل موسیٰ۔ مثیل ابراہیم ہونیکا دعوے

الجواب۔ اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ خدا نے ایسا فرمایا۔ باقی وحی کی صداقت کا جو معیار ہے اسپر وحی کو پرکھ لو۔

(دوم) کسی نبی کا مثیل ہونے سے کفر لازم نہیں آتا۔ کہ حدیث میں ہے یا علی اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (مسلم)

دیکھو یہاں علی کو مثیل ہارون فرمایا پھر ارشاد نبوی ہے۔ ما من نبی الا لہ نظیر من امتی وابوبکر نظیر ابراھیم وعمر نظیر موسیٰ وعثمان نظیر ھارون ××

× (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)

کوئی نبی ایسا نہیں۔ جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو۔ ابوبکر مثیل ابراہیم عمر نظیر موسیٰ اور عثمان نظیر ہارون۔

(سوم) امت محمدیہ میں اولیاء کے ایسے دعوے مذکور ہیں۔ از خواجہ محمد پارسا منقول است کہ پیغمبر بودند مقصود از وجود بہاؤ الدین ظہور محمد است (مکتوب امام ربانی جلد اول ۲۹۰) (۲) حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔ وہ سب میں ہی ہوں یعنے ابراہیم اور موسیٰ اور محمد صلعم (تذکرۃ الاولیاء ۱۵۶) (۳) سید احمد بریلوی کے بارے میں کہا گیا ؎

از پئے احیاء موتے عیسے دم ✣ در جہاں ابنک سید بیدار آمدہ

(ب) سگئے یثرب احمدم از ثور غار ✣ از پئے تعلیم انصار آمدہ

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید کا قصیدہ ہے ؎

سید احمد باہمہ اصحابِ خود روزے رسید ✦ باصحابہ گوئی آمد باز ختم المرسلین

حضرت معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد ✦ من نمی گویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم

ماخیر میں یہ بھی واضح ہو۔ کہ جس صفحہ کا حوالہ دیا ہے وہاں حضور نے یہ لکھا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو آدم کا مثیل پھر نوح کا مثیل۔ پھر یوسف کا مثیل۔ پھر داؤد کا مثیل قرار دیا۔ مگر کسی مولوی کو غصّہ نہ آیا۔ اور کسی شخص نے ایک ذرّہ بھی غیظ و غضب ظاہر نہ کیا۔ یہ تو علماء پر ایک سوال تھا۔ کہ اسوقت کیوں کفر کا فتویٰ نہ دیا۔ اور مثیل عیسےٰ کہنے پر شور ڈال دیا۔ بجائے جواب دینے کے عبارت میں تحریف کر کے فتویٰ لگاتے ہو۔

نواں اعتراض۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کے رُو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا۔ وہ تو اپنے وقت پر نشانوں کے ساتھ آگیا (ازالہ صفحہ ۱۸۳-۱۸۴)

الجواب۔ پس یہ اصل دعوےٰ ہے۔ اور اس دعوے کا ثبوت آپ کی ۸۰ کتابوں میں موجود پھر آپ کے خدام کے بیسیوں رسالے اور کتب موجود۔ ان میں جو دلائل مذکور ہوئے ہمت ہے۔ تو انکی تردید کرو۔ اور پھر جواب لو۔

فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے دو امر ثابت ہیں۔ وہ اس طرح کہ یہ جواب حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالےٰ کے حضور قیامت کے دن دینگے۔ آپ عرض کر رہے ہیں کہ اے مولیٰ جب تو نے مجھے وفات دی۔ تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔ یعنے عیسائی گمراہ ہوئے ہیں میری وفات کے بعد۔ وکنت علیھم شھیدًا مادمت فیھم۔ جب تک میں ان میں رہا وہ نہیں بگڑے۔ پس عیسائی بگڑ چکے ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی یقینی ہے۔ کیونکہ بگاڑ بعد وفات ہے۔

(دوم) یہ ثابت ہوا۔ کہ عیسائیوں کے بگڑنے کا حضرت عیسےٰ کو علم نہیں۔ اگر دوبارہ آئے ہیں تو پھر یہ لاعلمی کا اظہار جناب باری میں اور کنت انت الرقیب کہنا جھوٹ بنتا ہے پس جب عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے اور احادیث میں عیسےٰ کا آخری زمانہ میں آنا مسطور ہے تو لامحالہ عیسےٰ کا مثیل آئیگا جیسے حضرت الیاس کا بروز ہو کر آیا (اور یہ امر انجیل سے ثابت ہے

اور سورہ نور کی آیت استخلاف لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم سے بھی ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ کے چودہویں صدی پر حضرت عیسےٰ کے مثیل بروز خلیفہ ہونے چاہیئے۔ کما سے بھی یہ واضح ہے کہ وہ اگلا عیسےٰ نہیں ہوگا۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک نہیں ہوتے اور مشبہ پر مشبہ بہ کا اطلاق بوجہ کمال مشابہت ہوتا ہے۔ جیسے شجاع کو شیر خوبصورت کو چاند کہتے ہیں۔ پس آنے والا ابن مریم پہلے ابن مریم کا بروز چاہیئے بخاری میں مسیح ناصری کا حلیہ اور ہے اور مسیح محمدی کا حلیہ اور۔ باقی جو صدی کے سر پر عین ضرورت کے وقت ظاہر ہوا۔ اس کا دعوےٰ اسی طریق پر پرکھنا چاہیئے جس پر ہر مدعی ماموریت کا پرکھا جاتا ہے۔ آپ اس کسوٹی پر پرکھ لیں مسیح موعود کا سب سے بڑا کام تو کسر صلیب ہے۔ اور صلیبی مذہب کی بنیاد حیات مسیح پر ہے۔ پس جس مدعی نے وفات مسیح کو ثابت کیا۔ اسی نے کسر صلیب کر دی۔ غرض ہر طرح پر آپکی صداقت کا ثبوت پیش کیا جا چکا۔ پھر جو حوالہ آپنے دیا ہے۔ اس میں تو حضرت اقدس نے یہ لکھا ہے

"پھر بعد اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ظاہر پر ہی ان بعض مختلف حدیثوں کو جو ہنوز ہماری حالت موجودہ سے مطابقت نہیں رکھتیں محمول کیا جائے۔ تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے خدا تعالےٰ ان پیشگوئیوں کو اس عاجز کے ایک ایسے کامل متبع کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں پورا کر دیوے۔ جو منجانب اللہ مثیل مسیح کا مرتبہ رکھتا ہو × × پس اگر ظلی طور پر وہ بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مثیل مسیح کا نام پائے اور موعود میں بھی داخل ہو تو کچھ حرج نہیں × × × × اس مسیح کو بھی یاد رکھو۔ جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے" (ازالہ صفحہ ۲۸۴ طبع اول) [سلہ]

دسواں اعتراض۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ در حقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ کے متعلق ہے۔ بالفظہ ازالہ ۶۷۵

الجواب۔ اس سے اگلا فقرہ آپنے نہیں لکھا۔ شائد اس خیال سے کہ مطلب واضح نہ ہو جائے۔ اور پھر کفر کا فتویٰ لگانے کا موقعہ نہیں رہیگا۔ دیکھو فرماتے ہیں۔

سلہ ہمارے احمدی احباب بھی اس حوالہ کو توجہ سے پڑھیں۔

کیونکہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں تھا۔ وجہ یہ کہ یہی زمانہ ہے کہ جس میں ہزارہا قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔"

مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پہلے لیجئے تفسیر مدارک التنزیل تالیف حافظ الدین ابوالبرکات نسفی۔ پ۲۶ سورۃ الفتح

"ھو عند نزول عیسٰی علیہ السلام حین لا یبقی علیٰ وجہ الارض کافر"
یعنے عیسٰے علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا۔

اور پ۲۸ سورہ صف۔

وعن مجاھد اذا نزل عیسٰی لم یکن فی الارض الا دین الاسلام

ان عبارات سے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مفسرین بھی اس آیت کو عیسٰے علیہ السلام کیلئے مانتے ہیں۔ باقی جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اور القینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیمۃ سے تو صاف ظاہر ہے۔ کہ قیامت تک کفار رہینگے اور لا یبقی علیٰ وجہ الارض کافر صحیح نہیں ہو سکتا۔

پھر سید احمد حسن صاحب محشی ابن کثیر۔ خازن۔ فتح البیان جامع البیان کے حوالہ سے سورہ صف کے آخری رکوع میں لکھتے ہیں۔ کہ

"آخری زمانہ میں جب حضرت عیسٰی علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ اہل اسلام کے لشکر میں ان لوگوں کی اولاد ہوگی۔ اور یہ لوگ مخالف لوگوں پر غلبہ اور فتح حاصل کرینگے۔ اسی غلبہ کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔"

اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور نحن انصار اللہ اور فاصبحوا علیٰ عدوھم ظاہرین کی پیشگوئی مسیح کی آمد ثانی کے متعلق ہے۔

پھر تفسیر غایۃ البرہان میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے۔

"بھیجا اپنے رسول کو ہدایت و دین حق کے ساتھ تاکہ ہزار سال تک اول و بعد کو

مسیح سے غالب کرے"۔

غرض تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے جس کی بنا پر آپ نے کفر کا فتویٰ لگایا۔

گیارھواں اعتراض۔ احمد اور عیسٰی اپنے جمالی معنے کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (ازالہ ۶۷۳)

الجواب۔ آپ نے اس کے ساتھ کا فقرہ بھی کیوں نہ نقل کیا۔ تاجس دھوکہ میں آپ نے اپنے ناظرین کو ڈالنا چاہا ہے۔ اس میں وہ نہ پڑ سکتے۔ دیکھو وہاں حضرت اقدس نے لکھا ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ بلکہ محمد بھی ہیں جو جامع جلال وجمال ہیں۔ پس آپ کا اعتراض تو دفع ہوا۔ جو یہ ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب نے یہ کہا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ احمد نہیں۔ وہ احمد ہیں اور ضرور ہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق اپنی مختلف کتابوں میں تحریر فرمایا ہے مثلاً تذکرۃ الشہادتین۔ آئینہ کمالات اسلام۔ اربعین نمبر ۴۔

"تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی کریم کے دو نام ہیں۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا × × اور دوسرا نام احمد ہے۔ اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الہی ہے"۔

باقی ایک سوال ہے۔ وہ آپ حل کر دیجئے وھو ہذا۔ کہ اسی آیت سے آگے ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام۔ پس اس سے مراد نبی کریم کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جب کہ آپ سے پہلے کوئی مذہب اسلام نہ تھا۔ جس کی طرف بلائے جاتے یعنی مخالف انہیں کہتے کہ یہ کفر (دعوی وحی) چھوڑ دو۔ اور اسلام کی طرف آؤ۔ البتہ مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہوا۔ کہ لوگوں نے ان پر کفر کے فتوے لگائے اور اسلام کی طرف بلایا۔ اگر کہو کہ یہ کفار کے متعلق ہے کہ وہ اسلام کی طرف بلائے جاتے تو بتاؤ انہوں نے اللہ پر کیا افترا کیا یہ آیت ومن اظلم ممن افتری علی اللہ تو مدعی کے حق میں آتی ہے انکار کرنے والا کسی چیز کا دعوٰی تو نہیں کرتا۔ اور اگر یہ کہو کہ فلما جاءھم بالبینت ماضی کا صیغہ ہے تو قرآن مجید میں کئی مثالیں موجود ہیں جہاں آئندہ کے واقعات کو بصیغہ ماضی بیان کیا گیا مثلاً حضرت عیسٰے کا سوال وجواب جو قیامت کو ہوگا۔ اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم (آخر مائدہ)

سے بیان فرمایا۔ دیکھو ماضی بر اذ ہے پھر بھی ایسا فرمایا۔ اور دیکھو سورہ اعراف الثلثۃ - ونادیٰ اصحٰب الجنۃ اصحٰب النار اور ویوم یعرض الذین کفروا الی النار الیس ھٰذا بالحق قالوا بلیٰ اور وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا۔

پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ والدین نے آپکا کیا نام رکھا (ب) قرآن شریف میں کس نام سے خطاب کیا گیا ہے۔ عبادات میں کونسا نام ہے (ج) درود میں کیا نام ہے (د) ادعیہ ماثورہ میں کیا نام ہے؟ یہ بھی یاد رکھئے کہ غلام خاص اپنے آقا کی ہر ایک چیز سے حصہ پاتا ہے۔

بارہواں اعتراض - میں سچ کہتا ہوں۔ کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئیگا۔ ہرگز نہ مریگا۔ (صفحہ ۲)

الجواب - حضرت اقدس نے یہ کلمہ ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے جو اسی عبارت کے اوپر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہے۔

"اس سوال کا جواب کہ حضرت مسیح بن مریم نے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو آنکھیں بخشیں۔ بہروں کے کان کھولے۔ ان تمام معجزات سے مثیل مسیح نے کیا دکھایا"

پھر آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے زعم میں تو حضرت مسیح جسمانی مردوں کو زندہ کرتا اور وہ لامحالہ پھر مر ہی جاتے۔ مگر میں روحانی طور پر زندہ کرتا ہوں۔ اور یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے چنانچہ علاوہ اس کے خدا تعالے نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے۔ کہ تا روحانی طور پر مُردے زندہ کئے جائیں × × جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئیگا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں۔ الخ

مطلب آپ کا ظاہر ہے۔ ان حکمت کی باتوں پر جو عمل کرے گا۔ وہ ضرور ہمیشہ کی زندگی پائیگا قرآن مجید میں بھی ہے ولنحیینّہ حیٰوۃ طیبۃ۔ آپ کی اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ مریگا ہی نہیں نہ کسی نے یہ سمجھا۔ آپ تو یہ سمجھا رہے ہیں کہ جسمانی مردوں کی جسمانی زندگی کا مطالبہ نہ کرو۔ کہ اس سے بہتر روحانی زندگی ہے۔

تیرھواں اعتراض - حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت میں حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے

کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ بلفظہٖ ازالہ ص۵

الجواب میں پہلے بتا آیا ہوں کہ حضرت اقدسؑ نے ثابت کیا ہے کہ انبیاء سے اجتہادی غلطیاں کسی وحی کی تفسیر میں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی کے ساتھ یہ فقرہ ہے جو مفتی کمفرنے نہیں لکھا۔

"مگر یہ غلطی نفسِ الہام میں نہیں۔ بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے۔ چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جا سکتی ہے اسلئے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آگئیں۔"

اب فرمایئے کیا اعتراض رہ گیا۔ پھر کیا حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم نہیں فرمایا۔ پھر کیا وہ اس سرزمین میں داخل ہوئے جنگل ہی میں فوت ہو گئے۔ زیادہ تفصیل بائبل میں دیکھو۔

چودھواں اعتراض ۔ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

الجواب ۔ یہاں آپ نے اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے ان لوگوں کو جو عربی نہیں جانتے۔ دھوکہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ کثیف گندہ کو نہیں کہتے۔ بلکہ مطلب وجود مادی خاکی ہے لغت کی کتاب دیکھو۔ منتہی الارب۔ کثیف ظاہر سطبر یعنے مادی

باقی معراج کے متعلق عرض ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے کفار سے سوال کیا۔ او ترقیٰ فی السماء تو جواب ارشاد ہوا۔ سبحان ربی ہل کنت الا بشراً رسولاً یعنی میں بشر رسول ہوں۔ اور بشر کے لئے مع وجود خاکی آسمان پر جانا خلاف سنت اللہ ہے اور یہ سنت اللہ فیہا تحیون وفیہا تموتون (اسی زمین کرہ میں زندہ رہو گے۔ اسی میں مر جاؤ گے) اور ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین (تمہارے لئے اولاد آدم اسی زمین میں جائے قرار اور زندگی ہے موت تک) سے ثابت ہے۔ اگر آپ کا معراج ہو چکا تھا۔ تو کفار سے کہنا تھا میں تو ہو آیا ہوں۔ اگر بعد میں جانا تھا تو پھر انہیں صاف کہا جاتا کہ میں جاؤں گا۔ اور ان کے سامنے آپ چڑھتے۔ تاکہ اتمام حجت ہوتا۔ مگر دونوں باتیں نہیں پس حضرت اقدس کا مسلک مطابق قرآن وحدیث ہے جو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کرسکتا ہے × × اسکا نام خواب ہرگز نہیں × × بلکہ یہ کشف کا بزرگترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی اور اجلی ہے" (ازالہ ص۴۸)

دیکھو بیداری کا اقرار بھی ہے اور نوری جسم کا بھی پس ہم جسمانی معراج کے عین بیداری میں قائل ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ و معاویہؓ و دیگر صحابیوں کا یہی مذہب تھا۔

محمد بن اسحٰق نے سیرۃ میں کہا کہ معاویہ بن سفیان کانت رؤیا من اللّٰہ صادقۃ فرمایا کرتے اور حضرت عائشہ فقد جسد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولکن اسری بروحہ۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس قول عائشہ کا انکار نہیں ہوا۔ پھر بخاری میں جو حدیث معراج ہے اس میں تمام واقعہ معراج کے بعد فاستیقظ (پھر بیدار ہوئے) کا لفظ موجود ہے۔ اور اکثر مفسرین نے وما جعلنا الرؤیاء التی ارینٰاک میں رؤیا سے مراد معراج لیا ہے۔ سید احمد حسن محشی لکھتے ہیں۔ مسند ابویعلی موصلی تفسیر ابراہیم ابن منذر اور ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ میں جو شان نزول اس آیت کا چند صحابہ سے بیان کیا گیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جس رات آنحضرت کو معراج ہوئی × × اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ معراج لوگوں کے آزمانے کے لیے ہوئی ہے۔ اور شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں۔ اور وہ دکھاوا (رؤیا) معراج ہے۔ کہ لوگ جانچے گئے۔ کچوں نے مانا اور کچوں نے جھوٹ جانا۔

پھر دودھ پینے کی تعبیر دین فطرت کا ملنا اور نبی کریم کا بار بار نماز کے متعلق کم کرنے کا تقاضا کشف کا ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ ورنہ نبی کا یہ کام نہیں۔ کہ اللہ کے حکم پر کچھ بولے۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ معراج روحانی تھا۔ اور اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا۔

پندرھواں اعتراض۔ حضرت مسیح کا معجزہ پرندے بناکر ان میں پھونک مار کر (اوڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ (ص۳۰۲)

(ب) چڑیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اوران کا بولنا ہلنا اور دم ہلانا یہ عقلی معجزہ اپنے داود و سلیمان کی طرح ہے (ص۳۰۴)

الجواب۔ حوالہ میں سخت بددیانتی سے کام لیا گیا ہے اصل بات یوں ہے۔ کہ حضرت اقدس نے خلق طیر کے مسئلہ کو اس رنگ میں تو نہیں مانا۔ جس سے شرک لازم آئے یعنی یوں نہیں ہوا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے ایسے چمگاڈر بنائے ہوں۔ جن میں گوشت پوست سلسلہ توالد و تناسل ہو۔ کیونکہ اس امر کو یہ آیات روکتی ہیں (۱) قل ھل من شرکائکم من یبدء الخلق (۲) ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم قل اللہ خالق کل شیٔ (۳) ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ (جن کو یہ پکارتے ہیں وہ تو سب کے سب ملکر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے) ہاں معجزہ کی حد تک ان الفاظ میں مان لیا ہے۔

"ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات نہیں پیدا ہوتی تھی۔ بلکہ صرف عقلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔" ص ۳۱۸

اور اسے بھی معجزہ ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ معجزہ کی تعریف میں لکھا ہے

"واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں۔ جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر × × × دوسرے عقلی معجزات جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو الہام الٰہی سے ملتی ہے × × × اب جاننا چاہیئے۔ کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں میں ایسے امور کیطرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے (۳۰۲)

یہ ہے اصل حوالہ "بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے" کہ آپ نے حذف کر دیا پھر اوپر کی عبارت نہ لکھی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس جسے عقلی فرما رہے ہیں۔ اسکی نسبت یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ عقل خارق عادت طور پر بذریعہ الہام الٰہی ملتی ہے۔ اور معجزہ خارق عادت اور الہام ہی کا نام ہے پس جب حضرت اقدس خلق طیر کو معجزہ تسلیم کر رہے ہیں تو پھر اعتراض کیسا۔ اسی طرح دوسرے حوالہ کے اصل الفاظ یوں ہیں۔

ملا ہے کوئی تمہارے معبودوں سے جو خلق کرے (۲) کیا یہ ایسے شرکا کے قائل ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح خلق کیا ہو اور پھر دونو کی مخلوق مشتبہ ہو گئی ہو کہدے اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

"پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان[1] کی طرح اسوقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں" (صفحہ ۳۰۶) اس میں بھی معجزہ تسلیم کیا گیا ہے۔

سولھواں اعتراض۔ "حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا" (ص۳۰۹)

الجواب۔ باذن وحکم الٰہی موجود ہے۔ جس سے عمل الترب کی وہ حیثیت نہیں رہی۔ جو آپ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ حضرت اقدس عمل الترب کو جو وہبی ہو از قسم خارق عادت معجزہ سمجھتے ہیں۔ پس توہین کی نیّت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور اس عمل کو مکروہ وقابلِ نفرت کہنے میں بھی ہتک نہیں۔ کیونکہ آپ نے معجزہ کو مکروہ نہیں فرمایا۔ بلکہ اس عمل کو یعنی مٹی کا بُت بنانا اور اس میں پھونکنا جو شریعت محمدیہ میں حرام ہے۔ پس جب تک آپ کے نام حکم الٰہی نہ آتا۔ یہ عمل مکروہ بلکہ حرام تھا۔ آپ نے تو حضرت مسیح کے بارے میں بھی صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے کہ "دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا" پس اسمیں توہین کی نیّت نہیں۔

سترھواں اعتراض۔ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ ازالہ ص۲۸۳

الجواب۔ جھوٹ۔ افترا۔ بہتان۔ اس صفحہ بلکہ اس سے قبل و بعد بھی یہ فقرہ موجود نہیں ہاں یہ لکھا ہے۔

"اُسوقت جو ظہور مسیح کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوے نہیں ہوا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔"

اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اور واقعات کے مطابق ہے آخری کوئی مسیح موعود ہوتا تو دعویٰ کرتا۔

---

[1] حضرت سلیمان کا وہ معجزہ جس کا صرح ممرد من قواریر جس کو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اٹھارھواں اعتراض حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزے کا جو ذکر قرآن مجید میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا (صفحہ ۵۲)

الجواب۔ مفتی مکفر اصل عبارت نہ لکھ کر مطلب خبط کر دیتا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

"اور یاد رکھنا چاہئیے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ انکو اجزائے متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا۔ اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔"

پس عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم نے چار پرندوں کا قیمہ کر کے ان کی ملی جلی بوٹیاں پہاڑوں پر ڈال دی تھیں پھر زندہ کر دیا۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اور اسکی سنت آیات قرآنی سے ظاہر ہے۔ اور نہ ہی یہ امر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ جو قرآن مجید میں اس واقعہ کے متعلق ہے آیت یوں ہے۔ جب ابراہیم نے عرض کیا۔ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ تو جواب ارشاد ہوا۔ فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیك ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یاتینك سعیًا۔ کہ چار پرندے لے اور انہیں اپنی طرف مائل کر (صر کے یہ معنے صراح میں موجود ہیں۔ اور منتہی الارب میں کہ اپنی طرف مائل کر) پھر ایک ایک پہاڑ پر ایک ایک ان میں سے رکھدے (یہ نہیں فرمایا کہ بوٹیاں کر کے بوٹیاں بانٹ دو۔ جزء یعنی چار میں سے ایک جیسے۔ وان جہنم لموعدھم اجمعین۔ لھا سبعة ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم (جہنم سب کا ٹھکانا ہے اسکے لئے سات دروازے ہیں ہر دروازے میں انکا ایک ایک ٹکڑا بٹا ہوا۔ اب یہ مراد تو نہیں۔ کہ ہاتھ ایک دروازے سے ٹانگ ایک دروازے سے سر ایک دروازے گذاری جاتی ہے) پھر انکو بلا تیری طرف شوق سے آئینگے۔ اس میں حضرت ابراہیم کا اطمینان یوں کرایا گیا۔ کہ دیکھ تیرے عارضی احسان سے پرندے تیری طرف دوڑے آتے ہیں۔ تو

میں جو ذرے ذرے کا خالق ہوں اور رب ہوں۔ کیا میرے بلانے سے قیامت کے دن نہیں آئینگے۔ اب بتاؤ کہاں لکھا ہے ذبح کرو۔ کہاں لکھا ہے بوٹیاں پہاڑوں پر رکھدو۔ اگر کوئی صحیح حدیث ہے تو اسے پیش کرو۔ ورنہ اپنی طرف سے باتیں نہ بناؤ۔ بلانے کے متعلق حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ قلبی توجہ سے حضرت ابراہیم نے بلایا تو یہ بالکل صحیح ہے۔ ایسی توجہ کے تمام اولیاء امت قائل ہیں۔ اور یہ روحانی طاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور مشق سے بھی پیدا کی جاسکتی ہے حضرت ابراہیم ؑ کو وہی حاصل تھی۔

ہمنے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم بھی اسی کے مطابق دیکھے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ پس بہم آور ہمہ را نزدیک خود بعد ازاں بگذار برہر کوہے پارۂ ایشاں (۲) پس صورت پہچان رکھ۔ پھر کر دے اوپر ہر پہاڑ کے ان میں سے ایک ٹکڑا (۳) پھر انکو بلا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر انکا ایک ایک ٹکڑا۔

انیسواں اعتراض۔ مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے زیادت نہیں رکھتا۔ انجام آتھم ص۴۱

الجواب۔ اس میں کیا ہتک یا توہین ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت اقدس ؑ راجہ رامچندر علیہ السلام کو خدا کا راستباز اور نبی مانتے ہیں۔ اور تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض کے قائل ہیں۔ بس اگر ایک نبی کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوسرے سے زیادہ نہیں رکھتا۔ تو کونسی ہتک ہوگئی

دوم۔ روئے سخن پادریوں کی طرف ہے۔ جو غیر معمولی پیدائش کی وجہ سے اسے خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ عجیب طور پر پیدائش تو کشلیا کے بیٹے کی بھی ہے۔ پس اس معاملہ میں وہ اس سے بڑھکر نہیں کہ اتنی بات سے خدائی ثابت کی جائے۔ اصل عبارت یہ ہے "ہمنے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی بت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں" یعنے اگر اس وجہ سے ابن مریم کی پرستش کی جاتی ہے تو پھر رام پرست بھی حق پر ہیں۔

بیسواں اعتراض۔ ہمارا خدا عاجی ہے۔ براہین ص۵۵۶ حاشیہ پر لکھا ہے ہاتھی کا دانت

الجواب ۔ براہین احمدیہ میں تو یہ لکھا ہے "پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے ۔ وہ مجھے راہ بتلائیگا ۔ اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ۔ ہمارا رب عاجی ہے (اسکے معنے ابھی تک معلوم نہیں) (دیکھو براہین احمدیہ ۵۵۶)

آپنے عاجی کے معنے " ہاتھی دانت " از خود کر لئے ہیں ۔ حالانکہ حضرت اقدس اپنے خدا کی نسبت الوصیۃ میں یہ لکھتے ہیں ۔

" وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں ۔ وہ وہی بیمثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں ۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں ۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں ۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے × × × × وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبداء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا ۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں ۔ اور اسکے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں "

اب کیا ایسے خدا کو ہاتھی دانت کہا جائیگا ۔ عاجی کے یہ معنے کیوں نہ لئے جائیں ۔ علیم احد ۔ جلیل

اکیسواں اعتراض ۔ نیا اور پرانا فلسفہ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے ۔ پس اس جسم کا کرہ ماہتاب آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے (ازالہ ۴۷)

الجواب ۔ حوالہ میں خیانت کیوں کرتے ہو ۔ وہاں تو یہ ذکر ہے ۔ کہ کئی طرق سے ان پرانے خیالات پر سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں ۔ پھر لکھا ہے ۔ کہ ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ ۔ اب اعتراض ہے کو کاٹ کر اگلی عبارت

کو حضرت اقدس سے منسوب کرنا ایمانداری نہیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ تم نئے اور پرانے فلسفہ سے ثابت کرو۔ کہ آدمی کرہ ماہتاب یا آفتاب تک پہنچ سکتا ہے۔ سوم۔ اس فلسفہ کی تائید اسلئے ہے کہ یہ آیات قرآنی کے ماتحت ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ چونکہ فلسفہ کہتا ہے اسلئے ہم مانتے ہیں۔ بلکہ اسلئے کہ قرآنمجید کہتا ہے اور فلسفہ اسکے ماتحت بھی یہی بتاتا ہے اور یہاں تو آپنے غیروں کا اعتراض نقل کیا ہے۔

بائیسواں اعتراض ۔ قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے الخ قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔ استعمال کئے ہیں (ازالہ ص ۲۷)

الجواب ۔ بات یوں ہے کہ حضرت اقدس کی عبارات سے چند نا ملائم الفاظ کو علیحدہ کر کے محض نادانوں نے اعتراض کیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں"۔

پھر اسکا جواب دیا ہے کہ

"مینے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا۔ جس کو دشنام دہی کہا جائے ۔۔۔ حالانکہ دشنام اور سب و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے۔ جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جاوے۔" (ازالہ ص ۱۳)

اس کے بعد آپنے قرآن شریف کے سخت الفاظ کو پیش کر کے اپنے مخالف کو ملزم کیا ہے کہ "اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اسکی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔" پس مفتی مکفر کا عبارت کا آگا پیچھا ہضم کر کے یہ بتا لیتا کہ حضرت مرزا صاحب قرآن شریف کو گالیوں سے پر کہتے ہیں۔ حد درجے کا ظلم اور

افترا ہے اور دوسرے حوالہ میں مکفر نے صریح تحریف کی ہے۔

"ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجے کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں" (ص۲۸)

جو بصورت ظاہر کا لفظ خوبصورت بنا کر مفہوم کو بدل دیا ہے۔ حالانکہ اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ ان الفاظ کو گالیاں نہیں سمجھتے۔ بلکہ آپ اپنے معترض کے اصول کے مطابق گفتگو کرکے اسے ملزم کر رہے ہیں۔ کہ اگر ہر سخت لفظ گالی ہوتا ہے تو پھر تمہارا یہ مذہب یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں گالیاں ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "اب کیوں حضرت مولوی صاحب آپ کے نزدیک۔ ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے" (ص۲۹)

قرآن شریف کی نسبت آپ کا اعتقاد ہمارا مذہب کے عنوان سے اس کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۹۰ پر درج ہے۔

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ ان کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے"

تئیسواں اعتراض۔ قرآن شریف میں انا انزلناہ قریبًا من القادیان (ص۷۶)

الجواب۔ پھر وہی تحریف۔ وہی یہودیت کا نمونہ۔ اس سے پہلی عبارت بھی نقل کرتے۔

"کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان (ص۷۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کشفی معاملہ ہے اور صاحب کشف کا اس میں کوئی قصور نہیں اور یہ تعبیر طلب ہے فی الواقعہ موجود نہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"چونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا (ص۷۷) × × × اور چونکہ موجود نہیں اور بجز اسکے اور کس طرف خیال جا سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور

لکھا ہوگا"

پھر آپ لکھتے ہیں۔

"اور اس کشف میں جو میں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا اور اس الہامی فقرے کو انکی زبانی قرآن شریف میں پڑھتے سنا۔ تو اس میں یہ بھید مخفی ہے × × × کہ انکے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے"

پھر منارۃ المسیح میں جس پیرایہ میں ذکر ہے اس کو خوب کھولا ہے یعنی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ میں سیر زمانی قادیان کی مسجد اقصیٰ تک بتایا ہے۔

چوبیسواں اعتراض۔ امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں۔ (ازالہ ص۵۱۸ و ص۲۵۷)

الجواب۔ مفتی مکفر صاحب وہاں تو یہ لکھا ہے کہ بخاری و مسلم میں مہدی کا ذکر نہیں پس اگر ہے تو نکال کر دکھاؤ۔ اور اسی بنا پر فرمایا۔

"اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے صحیح اور کامل تحقیقات کی رو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا۔ جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہے ہیں"

غرض آپ نے مطلق مہدی کے آنے کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ مہدی کے آنے کو لازم غیر منفک قرار دینے کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ اور دلیل زبردست دی ہے۔

"باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اسکی کے مسیح بن مریم کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اسکے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو کیا وہ خود مہدی نہیں کیا وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا × × ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ" (ص۵۱۹)

پھر مطلق مہدی کا اقرار کیا ہے۔

"یوں تو ہمیں اسبات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے۔ کہ آئندہ بھی آویں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو۔ لیکن جس طرز سے عوام کے خیال میں ہے اسکا ثبوت نہیں پایا جاتا۔"

غرض آپ نے مہدی کے آنے کو تسلیم کیا۔ صرف عوام الناس کے خیال کو غیر صحیح کہا۔ اگر آپ مہدی کی آمد کے قائل نہ ہوتے تو یہ کیوں فرماتے۔

"جو مجھے مسیح موعود و مہدی مسعود نہیں مانتا۔ وہ میری جماعت سے نہیں" (کشتی نوح)

پچیسواں اعتراض۔ کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ازالہ ص۱۵)

الجواب۔ آپ نے اس سے پہلی عبارت کو حذف کر دیا۔ وہاں یہ لکھا ہے

"حدیثوں میں بکثرت یہ بیان پایا جاتا ہے۔ کہ ان میں گنہگار ہونے کی حالت میں بچھو پائے جائینگے اور سانپ ہونگے اور آگ ہو گی۔ اگر ظاہر پر ہی ان حدیثوں کو حمل کرنا ہے۔ تو ایسی چند قبریں کھود دو۔ اور ان میں سانپ اور بچھو دکھلاؤ۔"

اس سے مطلب آپکا یہ ہے کہ عذاب قبر عالم مثال میں ہوتا ہے۔ اور سانپ اور بچھوؤں سے یہ بچھو یا سانپ مادی مراد نہیں۔ اور یہی مذہب محققین علماء کا ہے۔ چنانچہ عقائد نسفی میں ہے ای العذاب الذی بعد الموت وقبل الحشر اعم ان یکون فی القبر و فی غیرہ۔ اور عبد الحکیم بر حاشیہ خیالی میں کان العذاب للروح المتعلق بہ لان الله الذ الله ۃ والالم سواء کان ذلک جسما لطیفا ساریا فیہ علی ما ھو اکثر المتکلمین

(ص۲۲۲ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے۔ تو پھر جو ڈوب جاتے ہیں یا جلائے جاتے ہیں انکو سانپ اور بچھو کہاں کھاتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ عالم مثال و برزخ میں جہاں روح مع جسم اعمال کے رکھی جاتی ہے وہیں عذاب ہوتا ہے۔ پس یہ تو حق بات ہے اسپر فتوے کفر لگاؤ گے تو اپنے اسلاف پر بھی ساتھ ہی لگاؤ۔ اور (نعوذ باللہ) حضرت نبی کریم اور قرآن شریف کے بھیجنے والے پر بھی۔ کیونکہ ان کا بھی یہی ارشاد ہے۔ پھر میں کہتا ہوں اگر یہی سانپ بچھو مادی دنیا کے مراد ہیں۔ اور یہ انہی قبروں میں یہ عذاب ہوتا ہے تو اول ثابت کرو کہ اسی قبر میں جسم میں روح پڑ کر مردہ زندہ ہوتا ہے

دوم - پھر سانپ بچھو نکال کر دکھلاؤ - اسکا جواب کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ مطالبہ کا پورا کرنا - امام غزالی نے اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ بعض لوگوں نے مُردہ کی آنکھوں پر پارہ رکھدیا یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا فرشتہ اگر سوال وجواب کے لئے اسی جسم کو اٹھاتا ہے یا نہیں مگر جب قبر کھودی گئی تو پارہ اسی طرح موجود تھا - ثابت ہوا کہ وہ قبر عالم مثال کی ہے اور عذاب وثواب اسی میں ہے حضرت اقدس نے اسکی تشریح اسی ازالہ میں دوسرے مقام پر فرمائی -

"ایسا ہی اس درجہ میں میّت خبیث کے لئے دوزخ کی طرف قبر میں ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جس کی راہ سے دوزخ کی ایک جلانے والی بھاپ آتی رہتی ہے - اور اسکے شعلوں سے ہر وقت وہ خبیث روح جلتی رہتی ہے -" (ازالہ ص۵۳۴)

اس عبارت کے پڑھنے کے بعد کوئی خدا ترس نہیں کہہ سکتا کہ آپ عذاب قبر کے منکر ہیں

چھبیسواں اعتراض - جو شخص مجھے نہیں مانتا - وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا - اور باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیونکر ٹھہر سکتا ہے -

الجواب - حضرت اقدس کا یہ قول قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے ومن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذبا او کذّب بالصّدق اذ جاءہٗ الیس فی جھنم مثوی للکٰفرین (اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا اس صداقت کی تکذیب کرے - جو اسکے پاس آئے ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنّم نہیں) پس اگر مرزا صاحب (نعوذ باللہ) مفتری ہیں - تو وہ اظلم ہیں - اگر وہ مفتری نہیں صادق ہیں تولامحالہ انکے نہ ماننے والے اظلم ہیں - یہ کوئی نیا فتویٰ نہیں - آپ ہی فرمائیے کہ آپ اپنے مزعومہ امام مھدی ومسیح موعود کے منکر کو اور اسے مفتری ٹھہرانے والوں کو کیا کہتے ہیں - جب تمام اہل سنت جماعت کا دہی فتوےٰ ہے جو حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو دیا تو اسپر اعتراض کیسا ہے آپکو شاید اپنے علماء کا فتویٰ بھول گیا ہے جو مسیح ومہدی کے منکر پر دیا ہے - بطور یاد دہانی نقل کرتا ہوں -

۱ - شخص مذکور ضال اور مضل ہے - اور اہلسنت سے خارج (غلام محمد البگوی امام مسجد شاہی)

۲ - بریں است اجماع اہلسنت وجماعت منکر احادیث متواترہ کافر ومخالف اہلسنت وجماعت مبتدع وضال ومضل است (عبد الجبار الغزنوی)

۳۔ شخص مذکور مفتری کذاب ضال مضل خارج اہلسنت سے ہے۔ (سید نذیر حسین محدث دہلوی)

پھر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ میں مسیح موعود کو نبی اللہ ثابت کر چکا ہوں جیسے کہ آپ بھی اپنے مزعومہ مسیح کو مانتے ہیں (اور انبیاء عزل سے امان میں ہیں دیکھو قصیدہ امالی) پس آپ ہی بتلائیے کہ نبی اللہ کا منکر کون ہے۔ باقی یہ بھی خود ہی بتلائیے کہ آپ کے مسلمات کے مطابق جو نبی اللہ کو جھوٹا بھی نہ کہے اور بیعت بھی نہ کرے وہ کیا ہوتا ہے؟

متفرق اعتراضات۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اس سے بہتر غلام احمد ہے

الجواب۔ آپ فرمائیے۔ کیا آپ نہیں مانتے۔ کہ مسیح کی آمد ثانی پہلی کی نسبت جلالی ارفع اور اعلیٰ ہوگی۔ پہلے مسیح ابن مریم آئے۔ اور یہودیوں نے صلیب پر چڑھانا چاہا۔ چھپ گئے اور آسمان پر چڑھ گئے۔ مگر دوسری بار آکر یہود کو قتل کرینگے۔ تمام جہان کے کفار اما السیف اما الاسلام سنائینگے۔ جو کام خاتم النبیین نے نہیں کیا۔ وہ کر دکھائینگے۔ یعنی تمام دنیا کو مسلمان۔ آپکے دم سے کافر مرتے جائینگے۔ اب کہو آخری زمانہ کا مسیح پہلے مسیح سے افضل ہوا یا نہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ہم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ آپ جس کو مانتے ہیں انکی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ پہلے سے افضل ہے۔

(ب) یہود نے عیسےٰ کے بارے میں قوی اعتراض کئے ہیں کہ ہم جواب دینے سے حیران ہیں۔ بغیر اسکے کہ یہ کہدیں کہ ضرور عیسےٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے۔

الجواب۔ اس میں تو قرآن کریم کی شان کا اظہار ہے اس میں کیا شک ہے کہ تمام انبیاء کی نبوت قرآن کریم نے آکر ثابت کی ہے اور یہی ثبوت ہمارے پاس ہے۔ اگر آپ قرآن مجید سے الگ ہوکر نبوت ثابت کر سکتے ہیں تو بسم اللہ کیجئے اور یہود کے اعتراضات کا تحقیقی جواب دیجیے والتسلام

الحمد للہ کہ یہ مضمون ختم ہوا جو صاحب اسکی اشاعت دیہات و امصار میں مفید سمجھیں اور اس فتوے کی تردید کرنی چاہیں جسے وہ بدہ شائع کرکے غلط فہمی پھیلائی گئی ہے یا پھیلائی جاتی ہے۔ وہ مہربانی کر کے اسکی متعدد کاپیاں ۲۔ فی جلد کے حساب سے منگوا کر (علاوہ محصولڈاک فی رسالہ ۔) تقسیم کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ اور ایڈیٹران اخبارات یہ مضمون پڑھ لیں کیونکہ وہ اکثر ہماری نسبت غلط خبریں شائع کر دیتے ہیں۔

مینیجر تشحیذ قادیان

ریویو

اسوۂ حسنہ یہ رسالہ اس بات میں امتیاز رکھتا ہے کہ نہایت گنجان تحریر ہے اور بین السطور بہت ہی کم تشحیذ کے صفحے کے برابر صفحہ ہے اور بہر ۲۰ سطریں باوجود اسکے چھپوائی نہایت اعلیٰ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہی کاغذ بھی اچھا ہی مضامین نہ صرف بلحاظ زبان بلکہ باعتبار مطالب مفید۔ پہلے ایک دو رسالوں سے مجھے رنگ تشیع غالب ہونیکا گمان ہوا تھا۔ اب نہیں۔ نامور اہل قلم کے مضامین بہم پہنچانے کے لئے بعض اوقات انکی مصنّفہ کتب سے اقتباس مجھے پسند نہیں اسی طرح بعض ثقات رسول اللہ صلعم کے متعلق ایسی روایات دیکھی گئی ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا مثلاً مولوی محمد عظیم حسین صاحب کے مضمون میں یہ روایت ہے کہ رسول خدا نے کسی سے وعدہ کر لیا کہ میں یہاں ٹھہرونگا وہ شخص بھول گیا آپ اسکے انتظار میں دوسرے دن تک وہیں ٹھہرے رہے کیا رسول اللہ صلعم پر کوئی نماز فرض نہ تھی کیا دیگر حوائج متعلقہ و فرائض مفوضہ نہ تھے صحابہؓ نے اپنے مطاع کو تلاش نہ کیا مدینہ یا مکہ کی گلیوں میں قیامت برپا نہ ہو گئی۔ میرے خیال میں وفائے عہد کے متعلق اس سے زیادہ موثر صحیح مثالیں نبی کریم صلعم کی زندگی میں مل سکتی ہیں مثلاً لیلۃ العقبہ والا وعدہ کہ میں بہرحال اب مدینہ منورہ ہی میں ہونگا۔ پھر مکہ فتح بھی ہو گیا تو بھی آپ اپنے وطن میں نہیں رہے پھر یہ کہ صلح حدیبیہ کے بعد عمرۃ القضا کے لئے آپ تشریف لائے اور باوجود طاقت اور جمعیت اور مرکز پر تسلّط پانے کے آپ اپنے مواعید پر قائم رہے اور مکہ والوں سے کچھ تعرض نہ کیا وغیرہ ذٰلک پھر وفائے عہد ہمارے نقطہ خیال سے نہیں بلکہ ابوسفیان بحالت مخالفت یہ شہادت ہرقل عظیم روم کے سامنے دینے پر مجبور ہوتا ہے کہ آپ وعدے کے بڑے پکے ہیں۔ ایک اور نامہ نگار ہیں نور الدین جرجرم۔ آپ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کو اپنے مضامین کے ذریعے شائع کرنے میں بہت پر جوش ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ یوں تو تمام احمدی اس بات کو محسوس کرتے ہونگے مگر میں خصوصیت سے اسلئے اس بارے میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ اکثر ڈائری اور درس قرآن شریف کے نوٹ میرے ہی لکھے ہوئے ہیں نظم کا حصہ اس سے زیادہ دلکش ہو سکتا تھا اسلام کا عہد و میثاق کچھ ایسا اثر انداز نہیں اس سے زیادہ اچھی مثالیں مل سکتی ہیں۔ اس نظم میں صُلح کو صُلْح دوبار لکھا گیا ہے ایک اور مصرع میں غالباً اسی نظم میں یا کسی دوسری نظم میں ع تقطیع سے گرتا ہے۔ محمد انور ہاشمی ایسے فاضل ادیب تو ایسی باتوں کا مجھ سے زیادہ خیال رکھ سکتے ہیں کچھ اور بھی لکھتا مگر مزاج یار نازک چندہ سالانہ عہ قسم اوّل ۶ ار۔ مقام اشاعت میرٹھ

افادہ آگرہ اس رسالہ پر میں ریویو کر چکا ہوں دلچسپ ہے توجہ سے پڑھتا ہوں اسکے فاضل ایڈیٹر شبلی نعمانی کی

وفات پر کچھ لکھے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"گو اس دعا کی انکو حاجت نہیں مگر تاہم بحسب عادت اور بربنا دلی آرزو کے یہ التجا جناب باریتعالے سے ہے کہ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرماوے۔"

نہیں سمجھ سکتا کہ نواب حاجی محمد اسماعیل صاحب ایسے فرزانۂ روزگار کیونکر دعائے مغفرت سے شبلی نعمانی کو غیر حاجتمند ٹھہراتے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نجات محض فضل ربی پر بتاتے ہیں اور ہم انکے مدارج کی ترقی کے لئے بھی ہر روز پانچوں نمازوں میں درود پڑھتے ہیں اور اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان پر اپنی رحمت کاملہ اور سلامتی بھیج۔ پھر میں تو اہل جنت کو جنت میں داخل ہونیکے بعد بھی یہ دعا پڑھتے سنتا ہوں ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا امید ہے حاجی صاحب مکرم معظم اس فقرے پر نظر ثانی فرمائینگے حنفیوں کے نزدیک تو کسی کے بارے میں سوائے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونیکا جزم نہیں شبلی نعمانی کیسے مستثنیٰ ہوگئے۔

علمی جنتری کانپور سید محمد عبد اللہ صاحب علم یہ جنتری ہر سال شائع کرتے ہیں ٹائٹل پیج بہت خوبصورت ہے علاوہ تواریخ اور سیاروں کی چال کے چند اور مفید اور دلچسپ مضامین ہیں جیسبیس کے قریب سلاطین و مشاہیر کی تصاویر ہیں اس جنتری میں سب سے بڑا ظلم اور دکھ دینے والا امر یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی نسبت نہایت غلط انفرمیشن دی گئی ہے مثلاً لکھا ہے کہ ان میں سے ایک گروہ لا الہ الا اللہ احمد ولی (نبی) اللہ پڑھتا ہے اور یہ کہ مولوی نورالدین صاحب کی استقامت میں فرق آگیا لاحول ولاقوۃ کوئی گروہ جماعت احمدیہ میں ایسا نہیں ایک یا دو فرد ہوں تو نہیں جماعت سے کوئی نہیں سمجھتا۔ پھر مرزا نصیر الدین خلیفہ خدا جانے کسکا نام ہے اور یہاں محمود خلیفہ نہیں خدا جانے یہ کس چیز کا نام ہے۔ علمی جنتری کے مؤلف اور کل اہالیانِ ہندوستان کو معلوم رہنا چاہئے کہ ہم کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور شریعت محمدیہ میں ایک شوشہ کے نسخ کے بھی قائل نہیں حضرت مسیح موعود پر ہماری جماعت کا ایمان ہے کہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں آپکے بعد سلسلہ خلفاء کے مولٰنا نورالدین رضی اللہ عنہ کی وفات تک سب قائل تھی۔ اب چند لوگ البتہ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو حضرت اقدس کے ظلی نبی ہونے کے کچھ اور معنے صرف ملہم من اللہ کے کرتے ہیں اور خلیفے کے معنے یہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص غیر احمدیوں کو سلسلہ میں داخل کرسکے مگر ایسے لوگ جماعت میں نہیں جو ایک زندہ امام کے ماتحت ہوتی ہے

رحمانی جنتری یہ جنتری بھی اسی طرز کی ہے جیسی علمی جنتری اس میں بھی مفید مضمون ہیں اور دلچسپ اور مذکورہ بالا پتہ پر مل سکتی ہے۔ کانپور مقام اشاعت

بڑی جنتری یہ وہ اعلیٰ و نفیس کاغذ پر چھپنے والی جنتری ہے جو محمد رحمت اللہ رعد کانپور سے شائع کرتے

کرتے ہیں اس میں علاوہ تواریخ وسنین کے تاریخ افغانستان بھی ہے جسے اس نمبر میں ختم کر دیا گیا ہے۔ امیر دوست محمد خان۔ امیر شیر علی خان۔ امیر عبدالرحمن خان کے حالات اور تصاویر قابل دید ہیں اسکے علاوہ علم قیافہ و اسلحہ پر مضمون ہے۔ ان تینوں جنتریوں میں بلحاظ سنین مشہور یہ نقص ہے کہ بکرمی سنہ پنجاب کے شمار کے مطابق نہیں اور یہاں علی العموم کام نہیں دیتا قیمت اعلیٰ قسم عہ

مشہور عالم جنتری | یہ جنتری ایک لاکھ تعداد میں پنڈت گردہاری لعل لاہور سے شائع کرتے ہیں اس میں جوتش قیافہ ونجوم کے متعلق بہت مفید انفرمیشن ہی اور انگریزی ہجری بکرمی تاریخیں اہل پنجاب کے کام آنے والی طرز میں لکھی گئی ہیں۔

قدسیہ جنتری | یہ اسلامی جنتری ہے جو مولوی بقا حسین فلکی علیگڈھ سے ملتی ہے اس میں ہجری تاریخ پہلے دی ہے اور ہر تاریخ کے سامنے مشہور اسلامی واقعات لکھے ہیں پہلے صفحات میں اسلام کے عالمگیر ہونیکے متعلق ایک حسابی پیشگوئی ہر زمانہ نبوۃ (۲۳ سال) کے مقابل ایک ایک صدی رکھی ہی اور چودھویں صدی کو خاص ترقی کے لئے خاص کیا ہی

وفات نامہ حضرت نورالدین | یہ پنجابی شعر اللہ داد خان نمبردار موضع محلانوالہ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے لکھے ہیں جس میں خلیفہ اول کی وفات اور اسکے بعد حالات درج ہیں قیمت ۔ر قابل دید اور مفید

معین المبلغین | منشی احمد حسین صاحب احمدی فریدآبادی نے یہ نہایت ہی مفید رسالہ لکھا ہی اس میں پہلے تو نہایت عمدگی سے وہ ضروری باتیں جمع کر دی ہیں جن پر مبلغین کو ہونا چاہیئے یہ سب باتیں سلسلہ احمدیہ کے اصول کا مجموعہ ہیں پھر چند ہدایات متعلق تبلیغ ہیں پھر حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے دلائل مختصر جامعیت کے ساتھ ایسے طریق میں دئیے ہیں کہ ایک کم فرصت سے کم فرصت تھوڑی دیر میں پڑھ سکے اور بدوں متاثر ہونے کے نہ رہے پھر حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو نہایت عمدہ ترتیب سے سمجھایا ہی اور دراصل مبلغ کو صرف اشارات دئیے ہیں گو ان مضامین کو اس ترتیب و ترکیب سے اپنے طرز پر پیش کرے غرض ۳۲ صفحے میں بہت کچھ بھر دیا ہے قیمت ا۔ احمدیہ کمیشن ایجنسی کمرہ بنگش دہلی

خلافت محمود و مصلح موعود | رسالہ المصلح الموعود کا مکمل و مفصل و مدلل جواب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق نے نہایت عام فہم طرز میں دیا ہے میر صاحب موصوف کو مکذبان پیشگوئیہا حضرت مسیح موعود کے جواب کا خاص ملکہ وخاص تجربہ ہے اسلیئے احباب اس کتاب کو پڑھکر جسکے اخیر میں مصلح موعود کے متعلق تمام اشتہارات و تحریرات حضرت مسیح موعود جمع کر دیگئی ہیں نہایت خوش ہونگے مخالفین پر اتمام حجت اور انہیں ساکت کرنے کے لئے یہ کتاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن



سنہ ۱۹۱۵ء کی کانوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے - اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں - تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے - جنتری بذریعہ ویلیو پی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی -

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں - اور اپنی من مانی جسم کو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی - دودھ - میوہ وغیرہ کھاتے ہیں - اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں - غریب کم خرچ جڑی - بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں - اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ **ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں** ہیں - آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں - اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں جوانی کی بے اعتدالیوں کیوجہ جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو - یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں -

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

تو ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اس اشتہار کو بھیجدیں - **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جاویگا قیمت ۴۰ گولیوں کی ایک شیشی عہ محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۲ جلد ۱۰

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

حجم ۸۰ صفحے

(فروری سنہ ۱۹۱۵ء)

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ماہ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ
ماہ فروری ۱۹۱۵ء مطابق

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

مسئلہ نبوت احمد یعنی مسیح موعود علیہ السلام

(۱) "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں" (مکتوب آخری)

(۲) "میں وہی ہوں جسکا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے" (نزول المسیح ص۴۸)

(۳) "نبی کا نام پانے کے لئے (صرف) میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)

قیمت سالانہ عوام سے ۲؎ طلباء سے ۱؎ غیر ممالک سے ۲؎

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری ... سیکرٹری ... سے شائع ہوا

فروری کا رسالہ

مسئلہ نبوت احمدیہ پر مبسوط بحث ملاحظہ ہو۔ میں امید کرتا ہوں یہ مضمون بڑی دلچسپی سے پڑھا جائیگا ضرورت پڑی تو مزید اعتراضوں کے جواب بھی دئیے جائینگے۔ بجائے ۴۸ صفحے کے ۹۶ صفحے حجم ہے یعنی ڈبل اسلئے

۲۔ جو صاحب وی پی واپس کرینگے۔ انکو بھی یہ رسالہ تشحیذ ماہ فروری بھیجدیا جائیگا تاکہ فائل میں نقص واقع نہ ہو مگر ضروری ہے کہ چندہ کے بارے میں اطلاع دیں کس ماہ میں ادا کرینگے۔

۳۔ احباب کو چاہئیے کہ مہربانی فرماکر توسیع اشاعت رسالہ میں جہد بلیغ فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔ موجودہ خریداران تشحیذ کا چندہ اس خرچ کو پورا نہیں کر سکتا بالخصوص اسلئے کہ موجودہ خریدار بھی قیمت نہیں دیتے۔ چنانچہ ابھی ۱۹۱۴ء کا بقایا چار پانسو باقی ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ احباب اس امر کی طرف خاص توجہ دینگے۔ صرف مضامین کی پسندیدگی کے سرٹیفکیٹ کافی نہیں ہیں۔ (۴) یہ رسالہ فروری ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر جو صاحب چاہیں منگوالیں مفت تقسیم کرنیکے لئے ایک روپے کے پانچ۔

القول الفصل

حضرت مصلح موعود خلیفہ ربانی مظہر قدرت ثانی سیدنا صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ جس میں مسئلہ نبوت کو خوب واضح کیا ہے اور خواجہ صاحب کے متفرق اعتراضوں کے لاجواب جواب دئیے ہیں۔ جو صاحب چاہیں۔ دفتر ترقی اسلام قادیان سے منگالیں۔

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود ۵ر سیح بیان نظم پنجابی ۱ر احسن القصص ۱ر درثمین فارسی ۴ر درثمین اردو ۸ر درس قرآن شریف کے نوٹ للعہ حقیقت نماز ۵ر ردچکڑالوی ۲ر ادعیۃ الاحادیث ۳ر طبیب روحانی ار القول ربانی ۲ر البلاغ المبین ۳ر ادعیۃ القرآن ۱ر خصوصیات مسیح موعود ہدایات دربارہ معاملات ار خطبات نور حصہ اول۔ خطبات نور حصہ دوم ۳ر چمکار محمدی ۸ر چمکار مہدی ار احمدی عقاید۔ ر الوصیت پر ایک نظر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۵ء

دنیا میں ایک نبی آیا

"یہ مضمون اس عزیز نوجوان کا ہے۔ جس کے جوش اور اخلاص کو میں نے ہمیشہ غبطہ کی نظر سے دیکھا ہے نبوت مسیح موعود پر اس سے بہتر اور مفید اور جامع مضمون کوئی کیا لکھیگا۔ ہر ایک پہلو پر سیر کن بحث کردی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء احباب کرام سے امید ہے کہ وہ اسے اول سے آخر تک بنظر امعان مطالعہ فرمائینگے اور پھر اسکی اشاعت میں مساعی ہونگے۔ چونکہ سب کچھ حضرت اقدس کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے اسلئے کوئی احمدی احمدی رہکر اسکے برخلاف زبان اعتراض نہیں کھول سکیگا۔ بلکہ غیر احمدیوں پر اسی کے ذریعے اتمام حجت کریگا۔" (ایڈیٹر)

مسیح موعود نبی اللہ

"دوستو اک نظر خدا کے لئے"

خدا کے لئے اس مضمون کو اوّل تا آخر پڑھو۔ اس میں نبوت مسیح موعود کو مسیح موعود کی ہی تحریروں

سے پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پوری طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا۔ اس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا۔ اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا۔ اس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے"

(نزول المسیح ص۲۰)

پس فریقین کے ان امور کو غور سے مطالعہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی جناب میں متکبر گردانے جاؤ۔

۱۔ نبوت کی تعریف عام معنوں کے رُو سے

"نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں۔ جو بذریعہ وحی و الہام ہو" (چشمہ معرفت ص۱۸۱)

اور

"نبی ایک لفظ ہے جو عربی و عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا"

(ایک غلطی کا ازالہ)

(نوٹ) مندرجہ بالا تعریف نبوت عام معنوں کے رُو سے ہے۔ لہٰذا اس قسم کی نبوت کو جو محض لغوی معنوں سے ہی متحقق ہو "نبوت جزویہ یا ناقصہ" کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔

۲۔ "نبوت کی تعریف اصطلاح شریعت کے رُو سے"

۱۔ خدا کی اصطلاح۔ "خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں"

(چشمہ معرفت ص ۳۲۵)

۲۔ نبیوں کی اصطلاح "جبکہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جاوے۔ اور اس میں کوئی کمی و کثافت باقی نہ رہے۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں "نبوت" کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر سب

نبیوں کا اتفاق ہے" (الوصیۃ صفحہ ۱۲)

۳۔ اسلام کی اصطلاح "ایسے شخص کو (جس میں) ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا عشق بھی ہو ایسے کو اصطلاح اسلام میں نبی کہتے ہیں۔ اور خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی ہیں" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۰)

۴۔ مجددین کی اصطلاح۔ مجدد صاحب سرہندی نے لکھا ہے۔ "جس شخص کو بکثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

۵۔ زبان کی اصطلاح۔ "عربی و عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا ہو۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہو سکتے" (مکتوب مندرجہ اخبار عام)

۶۔ قرآن کی اصطلاح۔ "جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اسپر مطابق آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا" (ایک غلطی کا ازالہ)

۷۔ مسیح موعود کی اصطلاح۔ "ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص جسکو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جاویں۔ اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں"۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا نبوت کی اصطلاح شریعت کے رو سے ہے لہذا ایسی نبوت کو دوسرے لفظوں میں نبوت کاملہ تامہ کہتے ہیں۔

۳۔ نبوت کی تعریف خدا کے حکم سے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اسکی کثرت کا نام بموجب

حکم الہی نبوت رکھتا ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی ص۶۸)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے" (چشمہ معرفت ص۱۸۰)

پس معلوم ہوا

کہ کوئی اور تعریف اسکے بر خلاف یا اسکے بالمقابل قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ نبی کی یہ تعریف حکم خداوندی سے تقویت پاکر نص صریح کے طور پر ہے لہذا النص محکم کو چھوڑ کر متشابہات کی طرف دوڑنا تقوے سے بعید ہے

۴۔ کثرت اظہار امور غیبیہ منجانب اللہ کو نبوۃ نہ سمجھنا نادانی ہے

(از مسیح موعود)

"ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔ حالانکہ نبوت آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں۔ جو بذریعہ وحی و الہام ہو" (چشمہ معرفت ص۱۸۱)

۵۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے نبی کہلانے کی وجہ

(از مسیح موعود)

"منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے" (از ایک غلطی کا ازالہ)

اور نیز فرمایا۔

"کیا سورۃ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالےٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ و مخاطبہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے انکی معرفت حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی۔"

(براہین احمدیہ حصہ ۵ ص۱۳۸)

۶- نبی کے لئے شرائطِ ضروریہ

ایک نبی اور ایک غیر نبی میں امتیاز کرنے کے لئے لازمی ہے کہ چند ایک اور ایسی باتیں ہوں جس سے انسان نبی اور اسکے غیر میں بیّن فرق کر سکے۔ سو وہ شرائط جس سے متصف ہو کر ایک پاکباز انسان شرعی اصطلاح میں نبی کہلا سکتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں (از مسیح موعود)

(۱) "نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّی کی خبریں اسکو مل نہیں سکتیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔" (حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

(۳) "نبی کے لئے لازمی ہے کہ خدا اسکی وحی کو لوگوں کے لئے مدار نجات ٹھہرائے یعنے اسکی وحی کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی وحی کی طرح شرعی حجت مقرر کرے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "خدا نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو مدارِ نجات ٹھہرایا ہے۔" جس کے کان ہوں سنے۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ دیکھے۔

(۴) "خدا اپنی وحی میں اسکا نام نبی رکھے جیسے کہ فرمایا۔" اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (مکتوب اخبار عام)

(۵) "وحی نبوت کی نسبت ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کرکے یہ کہا جاوے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے۔" (اربعین صـ۱۹)

پس یہ صفات ہیں جن سے کامل طور سے متصف ہو کر ایک خدا کا برگزیدہ بندہ نبی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

۷- نبی کی سچائی کو پہچاننے کے طریقے

از حضرت مسیح موعود

"ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔

(اول) **عقل سے** دیکھنا چاہئے کہ جس وقت وہ نبی یا رسول آیا ہے۔ عقل سلیم گواہی دیتی ہے یا نہیں کہ اسوقت اسکے آنے کی ضرورت بھی ہے۔ یا نہیں ؟

(دوم) پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں

(سوم) نصرت الٰہی اور تائید آسمانی

سو اب یہ تینوں علامتیں خدا نے میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔ اب چاہو تم قبول کرو یا نہ کرو۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

۸۔ مدعی نبوت کے لئے ایک نہایت ہی صحیح پیمانہ

(از مسیح موعود)

"میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنے ۲۳ برس تک مہلت پا سکے بلکہ ضرور ہلاک ہوگا × × اور خدا تعالیٰ کا یہ قول لو تقول علینا محل استدلال پر ہے۔ اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے۔" (اربعین صفحہ ۵)

اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ معیار محض مدعی نبوت و رسالت کے لیئے ہی جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آیت رسولوں[ل] اور نبیوں اور ماموروں کی نسبت ہے × × لیکن ایک ایسا شخص جو اپنے تئیں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے قوم کا مصلح قرار نہیں دیتا اور نہ نبوت اور رسالت کا مدعی بنتا ہے وہ قابلِ التفات نہیں۔"

(اربعین صفحہ ۵)

[ل] حضرت اقدس نے اپنی صداقت کا اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ جس کو آپ نبیوں سے مختص قرار دیتے ہیں پس ثابت ہوا۔ کہ آپ نبی ہیں ۱۲

۹۔ آنحضرت صلعم کے نمونہ پر وحی اللہ کا پانا صرف مسیح موعود میں متحقق ہے

(از مسیح موعود)

"سو اس آیت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی عمر دی گئی ہے۔ اور تئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا۔"

(اربعین صفحہ ۲۶)

پس

"سو جسے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" (از مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

۱۰۔ ایک سوال کا ضروری جواب

(از مسیح موعود)

"بعض نادان کہتے ہیں کہ عربی میں کیوں الہام ہوتا ہے اسکا یہی جواب ہے کہ شاخ اپنی جڑ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ جس حالت میں یہ عاجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت میں پرورش پاتا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کا یہ الہام بھی اس پر گواہ ہے کہ تبارك من علم وتعلم یعنی بہت برکت والا انسان ہے جس نے اسکو فیض روحانی سے مستفیض کیا۔ اور دوسرا بہت برکت والا یہ انسان ہے جس نے اس سے تعلیم پائی تو پھر جب معلم اپنی زبان عربی رکھتا ہے۔ ایسا ہی تعلیم پانے والے کا الہام بھی عربی میں چاہیئے تا مناسبت ضائع نہ ہو۔"

(اربعین حصہ سوم صفحہ ۳۴)

۱۱۔ ملہم اور نبی میں فرق

(از مسیح موعود)

"بعض جاہل اسجگہ یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں کبھی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے کبھی الہام بھی ہو جاتا ہے۔ پس ہم میں اور رسولوں میں کیا فرق ہے؟ × × × × × ×

یہ ایک ایسا مغرورانہ خیال ہے۔ جس سے اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں × × × اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درہم ہوتے ہیں

اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں۔ مگر وہ مفلس نہیں سمجھ سکتا کہ میں بادشاہ کے برابر ہوں۔ یا مثلاً ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے جو رات کو چمکتا ہے۔ اور آفتاب میں بھی روشنی ہے مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا کہ میں آفتاب کے برابر ہوں × × × ×" لیکچر سیالکوٹ

۱۲- ولی اور نبی میں فرق

ولی اور نبی میں کثرت وقلت اور قوت اور فضل کا فرق ہے۔ مکالمات ومخاطبات کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ پس جو شخص کثرت مکالمات وکثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جاوے وہ نبی کہلاتا ہے۔ ورنہ ولی۔ اور دوسرے ولی کے لئے شرط نہیں کہ وہ خدا کا رسول ہو۔ لیکن نبی کے لئے خدا کا رسول ہونا شرط ہے۔ یعنی بغیر مامور ہونے کے بھی ایک شخص ولایت کے منصب کو پا سکتا ہے لیکن بغیر مامور ہونے کے نبی کے لقب کو پانا محال ہے اور تیسرے ولی کی وحی شرعی حجت نہیں۔ لیکن نبی کی وحی باعتبار وحی نبوت ہونے کے شرعی حجت اور لوگوں کے لئے مدار نجات ہے جیسے کہ فرمایا۔

خدا تعالٰے اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے۔ بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتباء کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے فلا یظھر علی غیبہ احداً الّا من ارتضٰی من رسول × × × ×

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۰)

۱۳- ان معنوں کے رو سے نبوۃ کے دو اقسام ہیں

مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر و باہر ہے کہ نبوت کا لفظ لغوی معنوں میں عام ہے "نبی اسکو کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دیوے" یعنے شرعی اصطلاح میں ایسے مکالمات الٰہیہ جو کثرت سے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں۔ نبوت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں

لہٰذا معلوم ہوا کہ نبوت دو قسم پر منقسم ہے (۱) نبوت جزئیہ یا ناقصہ (۲) نبوت کاملہ تامّہ ۔ لغوی معنوں کے رو سے جو نبوت ہے ۔ وہ نبوت جزئیہ یا ناقصہ کہلاتی ہے لیکن اصطلاحی معنوں کے رو سے جو نبوت ہے ۔ وہ نبوت کاملہ تامّہ کہلاتی ہے ۔

۱۴۔ حضرت مسیح موعود شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول ہیں

مندرجہ بالا حوالوں کے رُو سے چونکہ نبوت کی تمام شرائط ضروریہ مسیح موعود میں محقق ہیں ۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود کا نبوت کے اصطلاحی معنوں میں نبی اور رسول ہونا ہر طرح سے متحقق ہے اور حضرت مسیح موعود نے نبوت کاملہ تامّہ کا پورا حصہ پایا ہے ۔ لہٰذا آپ ہر پہلو سے من حیث النبوۃ کامل نبی ہیں ۔ چنانچہ فرمایا ۔

"میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے ۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی" (حقیقۃ الوحی صہ ۶۲)

اور نیز فرمایا

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں ۔" (مکتوب مندرجہ اخبار عام)

اور نیز فرمایا

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں در اصل یہ نزاع لفظی ہے ۔ خدا تعالےٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ و مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیّت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو ۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں ۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

"کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے"

(۱۵) حضرت مسیح موعود کے نزدیک نبی کی تعریف

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے ۔ اگر میں ایکدم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں ۔ اور میری آخرت تباہ ہو جائے وہ کلام جو میرے پر نازل

ہُوا یقینی اور قطعی ہے × × × × وہ کلام جو خدا کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر × × × × اور چونکہ میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی طور پر بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔" ۳۴۔۲۵

اس سے ثابت ہُوا۔ کہ نبوت کاملہ کے لئے سوائے کثرت وحی و کثرت اظہار امور غیبیہ سے اور کوئی دوسری شرط نہیں۔ پس حضرت اقدس یقیناً اور قطعاً نبی اللہ تھے۔ اور آپکی نبوت نبوت کاملہ تامہ تھی۔ اور آپکی وحی قرآن کی وحی کی طرح نص صریح اور قطعی اور شرعی حجت ہے۔ جس سے "انکار حضرت مسیح موعود کی زبانی" انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

(۱۶) حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ

۱۹۰۱ سے پہلے پہلے حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں اپنی نبوت کو بعض جگہ ایسی طرح سے پیش کیا ہے۔ جس سے کوئی بعض وقت یہ دھوکا کھاتا ہے کہ شاید مسیح موعود نے اپنی نبوت کو جزوی یا لغوی نبوت قرار دیا ہے ہو سکتا ہے۔ کہ عبارات میں الفاظ جزوی اور لغوی کے بھی پائے جاویں۔ لیکن ان عبارتوں کے وہی معنے ہم کرنے کے مجاز ہیں۔ جو مسیح موعودؑ ہمیں کرنے کے لئے تاکید کرگئے۔ وھو ھذا۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اسکا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس اس قاعدہ کلیہ سے تمام ان عبارتوں کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ایک منٹ کے

لئے انسان مسیح موعود کو اپنا حکم اور عدل قبول کرے۔ اور اسی کے حکم کے ماتحت اسکی عبارتوں کے وہ معنی کرے جو ہمیں اس نے کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ جب خود خدا کا مسیح ان عبارات کے وہ معنے نہیں کرتا۔ جو ظاہر معلوم ہوسکتے ہیں۔ تو پھر ہم کون ہیں۔ کہ ان عبارات کو ظاہر پر حمل کرکے ایک کھلی کھلی گمراہی کو خرید کریں۔ بعض لوگ ہمیشہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب سے یہ معنے نکالا کرتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت مسیح موعود نبی اور رسول نہ تھے حالانکہ حضرت مسیح موعود نے اسکے معنے خود کر دیئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

"اور میرا یہ قول "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" اسکے معنے صرف اسقدر ہیں۔ کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ صـ۶)

پس خدا کے مسیح کے کلام کے وہ معنے کرنے چاہئیں۔ جو خود خدا کا مسیح کر گیا ہے۔ نہ کہ وہ جو کہ خود ہمارا سرکش نفس ہمیں کرنے پر مجبور کرے۔

۱۷- ذاتی صفات اور اضافی صفات

جاننا چاہئیے کہ جیسے کہ خدا تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں۔ ایک ذاتی اور دوسرے اضافی (دیکھو چشمہ معرفت صـ۱۷۶) بعینہٖ اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی صفات دو قسم کی ہوتی ہیں ایک تو وہ صفات ہیں۔ جنکا ہونا نبی کہلانے کے لئے ضروری ہے اور جن کے بغیر نبی نبی نہیں کہلا سکتا۔ وہ تو ذاتی صفات ہیں جن کا ذکر نمبر ۱ میں ہو چکا۔ لیکن دوسرے صفات وہ ہیں۔ جنکا تحقق و وجود خارج میں پایا جانا موقعہ و محل کو چاہتا ہے۔ اور جن کے ہوتے یا نہ ہونے سے ذات نبوت میں کوئی زیادتی یا کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ ایسی صفات کو اضافی صفات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مثلاً نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ وحی نبوت پاوے۔ اور رسول ہو لیکن خاتم النبیین یا شارع ہونا یا مستقل ہونا۔ یا ظلی ہونا۔ ہر ایک نبی کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ انکا تحقق و وجود خارج میں پایا جانا موقع و محل کو چاہتا ہے۔

نبوت کی صفات ذاتیہ کا ذکر نمبر ۱ میں ہو چکا ہے۔ اب انشاء اللہ صفات اضافیہ کا ذکر ہوگا۔ اور اس کے واقع ہونے کی وجہ تسمیہ بھی بتلائی جائے گی و باللہ التوفیق

۱۸۔ مسئلہ نبوۃ مستقلہ اصلیہ و ظلیہ

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو سمجھنے کے لئے اس مسئلہ کا کماحقہ سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہی وہ مسئلہ ہے جس کے سمجھنے پر ختم نبوت اور حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے۔ جب ہم نبوت مستقلہ و نبوت ظلیہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف یا وحی مسیح موعود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں ان الفاظ کا استعمال نہیں پاتے۔ قرآن شریف میں جس طرح دوسرے انبیاء کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مسیح موعود کو۔ وحی نبوت یعنی قرآن شریف اور وحی مسیح موعود میں صاف اور صریح لفظوں میں نبی اور رسول کہا گیا ہے اور کہیں بھی نبی کے ساتھ ظلّی یا بروزی کا استعمال نہیں ہوا۔ پس یہ قیاس مع الفارق ہے کہ مسیح موعود کا اپنی نسبت ظلّی یا بروزی یا اُمّتی کا لفظ بولنا بذاتہٖ نبوت مسیح موعود میں کوئی خلل واقع کرتا ہے۔ سوال ہوسکتا ہے کہ جب قرآن اور وحی مسیح موعود میں نبی کے ساتھ ظلّی یا مستقل لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو بہت دفعہ استعمال کیا۔ سو جہاں تک غور کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو بطور اظہار صفات اضافیہ کے استعمال کیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کو ذات نبوت سے کوئی تعلق نہیں یعنی حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کا استعمال طریق حصول نبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کو ذات نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں۔ کہ گویا میں نے اس نبوۃ کا دعوے کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعوے نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ مجھ کو بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اسلئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوۃ۔"

اسوجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام اُمتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اپنے نبی اللہ ہونے کا تصریح دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپکو مقام نبوۃ تک پہنچنے والا پیش کیا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مقام نبوت کے حصول کا طریق کیا تھا آیا اصالتاً یا وساطتاً۔ سو اسکا جواب بھی اس میں درج کر دیا۔ کہ "میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" یعنی میری نبوت آنحضرت صلعم کے کمال فیضان کی وجہ سے ہے نہ کہ براہ راست۔ پھر اس طریق کا فائدہ بتایا۔ "تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" پس اس حوالہ میں نبوت اصلیہ و نبوت ظلیہ کا کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ نبی اللہ ہیں۔ باقی طریق حصول نبوت میں فرق بیان کیا ہے۔ بذاتہ نبوت میں کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا

۱۹۔ بعد از خاتم النبیین ولی اور نبی بننے کا طریق یکساں ہے

یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ ولی کا براہ راست بغیر استفادہ مشکوۃ نبوت اپنے کمال کو پہنچنا ناممکن اور محال ہے۔ اور ہر ایک نبی کے روحانی افاضہ سے انکی امت میں اولیاء اللہ ہوتے رہے ہیں۔ پس یہاں سے ثابت ہوا کہ ولی کا ظلی ہونا لازمی ہے یعنے ولی ہمیں اتباع نبی مرتبہ ولایت تک پہنچتا ہے۔ براہ راست بغیر اتباع نبوت اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔ لیکن نبی کے لئے لازمی نہیں کہ وہ ظلی یا بالواسطہ ہو۔ اور اسکا کمال کسی سابقہ نبی کے لئے چراغ نبوت سے مکتسب و مستفاض ہو۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر ایک نبی مستقل یعنی براہ راست طریق سے بغیر استفاضہ کسی سابقہ نبی کے مقام نبوت حاصل کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی وجہ سے اب نبوت کاملہ کا ملنا اس طرح پر تو منقطع ہو گیا۔ کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوۃ حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر منقطع نہیں۔ کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو۔" (ریویو بر چکڑالوی)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کے بعد مقام ولایت و مقام نبوت کا ملنا یکساں طریق پر واقع ہوا۔ تا اس سے آنحضرت صلعم کا افضل انبیاء ہونا ظاہر ہو جیسے کہ فرمایا۔

"اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ دخل نہ تھا لیکن اس امت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے۔ اور ایک وہ بھی ہے جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۸)

علاوہ ازیں اس امر کو خوب یاد رکھنا چاہیئے + کہ بعد از خاتم النبیین گو طریق حصول مقام ولایت و مقام نبوت یکساں ہے۔ مگر ولایت و نبوت میں بذاتہ بہت فرق ہے جیسے کہ نمبر ۱۲ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ طریق حصول کے یکساں ہونے کی وجہ سے نبی اور ولی کو ایک ہی نہ سمجھ لیا جاوے۔ بلکہ حدود اللہ کو قائم رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

۱۸۔ نبوۃ دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے

مقام نبوت کے حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے دو ہی طریق مقرر فرمائے ہیں۔

(۱) ایک طریق کا نام براہِ راست یا مستقل طور پر ہے۔

(۲) دوسرے طریق کا نام بالواسطہ یا ظلی ہے۔

براہ راست وہ طریق ہے۔ جس سے ایک نبی مقام نبوت کو بغیر پیروی کسی سابقہ نبی کے حاصل کرے اور یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک رائج تھا۔

بالواسطہ یا ظلی وہ طریق ہے۔ جس سے ایک نبی مقام نبوت کو کسی سابقہ نبی کے واسطے اور فیض سے حاصل کرے۔ اور یہ طریق آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے جاری کیا گیا۔ ایک طرف

ختم نبوت قائم رہے۔ اور دوسری طرف تکمیل نفوس مستعدۂ امت کی بھی پوری ہو جائے۔ اور کوئی فرد ہمین اتباع نبوی اس مرتبہ ممکنہ کو پہنچ جاوے تا خیر الامم کا مفہوم پورا ہو۔ (دیکھو ریویو برچکڑالوی)

نوٹ۔ مقام نبوت اسلئے لکھا گیا ہے۔ کہ نبوت ناقصہ جسکو ولایت یا محدثیت کہتے ہیں وہ ضرور بضرور ظلی یا بالواسطہ ہوتی ہے۔ اسلئے یہاں پر نبوت ناقصہ کی کوئی بحث نہیں صرف نبوت کاملہ کی بحث ہے۔ یاد رہے کہ میںنے جہاں ولی کا لفظ لکھا ہے اس سے میری مراد محدث کی ہے کیونکہ محدث وہ ہوتا ہے جو ایک پہلو سے امتی ہو اور دوسرے پہلو سے ناقص نبی (دیکھو ازالہ)

۲۱۔ نبوت مستقلہ سے مراد

نبوت چونکہ دو طریق سے حاصل ہوتی ہے ایک براہ راست اور دوسرے بالواسطہ یا ظلی طور پر سو طریق حصول کے رو سے نبوت دو قسم پر منقسم ہے (اول) نبوت مستقلہ (دوم) نبوت ظلیہ

(۱) نبوت مستقلہ یا اصلیہ وہ نبوت ہے (جو اپنی ذاتی صفات کے رو سے کاملہ ہو) اور جو پیشتر از زمانہ خاتم النبیین بغیر توسط کسی پہلے نبی کے براہ راست طریق سے ملتی تھی۔ چنانچہ مسیح فرماتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی تھی اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے" (ریویو برچکڑالوی)

۲۲۔ نبوت ظلّیہ سے مراد

(۲) نبوت ظلّیہ (اپنے صفات کے رو سے خواہ وہ کاملہ ہو یا ناقصہ) وہ نبوت ہے جو نبوت بعد از خاتم النبیین اور چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو۔ کوئی الگ یا علیحدہ براہ راست طور پر نہ ہو جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ اسکا دروازہ قیامت تک بند نہ ہوگا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

نوٹ نبوت مستقلہ کی تعریف میں نبوت کاملہ کا لفظ درج کیا گیا ہے اور نبوت ناقصہ کا ذکر عمداً ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ نبوت ناقصہ کا براہ راست ہونا محال ہے۔ لیکن

نبوت ظلیہ کی تعریف میں نبوت کاملہ اور نبوت ناقصہ دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اسلئے کہ ظلی نبوت کے معنے صرف یہی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ اور نبوت خواہ کاملہ ہو یا ناقصہ۔ مگر وہ فیض محمدی سے حاصل ہو تو بالضرورت اسپر ظلی کا اطلاق آتا ہے۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے۔ کہ ہر ایک ایسا شخص جس کو وحی ملے۔ اسپر عام معنوں میں نبوت کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ عام سچی خوابوں اور الہامات پر بھی نبوت کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا "اسوقت یعنے مسیح کے وقت عورتیں اور بچے نبوت کرینگے"۔ ضرورت الامام۔ لیکن کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ جو پاوے وہ اصطلاح شریعت میں نبی کہلاتا ہے (دیکھو نمبر ۲) اسلئے جو شخص فیض محمدی سے وحی پاوے۔ اسپر عام معنوں کی رو سے ظلی نبوت کا اطلاق تو ہو جائیگا جیسا کہ اوپر کی تعریف سے ظاہر ہے لیکن اصطلاح شریعت میں ظلی نبوت وہ ہو گی جس پر کثرت مکالمات ومخاطبات وکثرت اظہار بر علوم غیب کا ہونا صادق آئے گا جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہو۔ دوسرے اس امر کو ضرور بضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ ظلی نبوت کاملہ وظلی نبوت ناقصہ میں گو طریق حصول یکساں ہے۔ مگر بذاتہٖ بہت بڑا فرق ہے۔ ہاں ظلی نبوت کاملہ اور مستقل نبوت گو طریق حصول کے رو سے مختلف ہیں۔ مگر بذاتہ ان میں کوئی ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔

۲۳۔ نبی کا براہِ راست ہونا شرط نہیں

(از مسیح موعود)

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے (حقیقی) معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

پس اس حوالہ سے صریح طور سے ثابت ہو گیا کہ نبی کے لئے براہ راست مقام نبوت حاصل کرنا صفات ذاتیہ میں سے کوئی صفت نہیں۔ بلکہ یہ ایک صفت منجملہ اضافی صفات کے ہے

۲۴۔ "تبدیلی طریق سے نقص شئے لازم نہیں آتی" (جہاد اور نبوت)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال" اور فرمایا

"مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔" (اربعین ۴ صـ۱۳)

الغرض ہر ایک جگہ نہیں بلکہ ہزاروں جگہ مسیح موعود نے قتل و جہاد کو حرام اور قطعی حرام کیا ہے لیکن کیا مسیح موعود کا ایسا کرنا قرآن شریف کے اس حکم کو یعنی کتب علیکم القتال منسوخ کرتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود اسکی بابت یہ فرماتے ہیں۔

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلعم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ جو نئے احکام سکھائے۔ یا قرآن شریف کو منسوخ کرے یا اسکی پیروی معطّل کرے۔ بلکہ اسکا عمل قیامت تک ہے"۔

(الوصیۃ صـ۱۲)

پس ایکطرف قرآن شریف میں کتب علیکم القتال کا صریح حکم موجود ہے۔ اور دوسری طرف مسیح موعود قتل اور جہاد کو قطعاً حرام قرار دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔ تو اس کے کیا معنے ہیں؟ یہی کہ جہاد نفسہٖ بند نہیں۔ بلکہ ایک طریق بند ہے جو تلوار کا طریق ہے جیسے کہ فرمایا۔

"مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی کام نہیں"۔ (اشتہار منارۃ المسیح (ف))

پس جہاد کا قطعی بند ہونا ایک طرف آیت قرآن شریف، کا صریح حکم کتب علیکم القتال دوسری طرف ہمیں اس بات کے ماننے پر مجبور کرتا ہے کہ جب تک کسی چیز کی کیفیت و کمیت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا خواہ اسکو کسی طریق سے حاصل کیا جائے۔ اس چیز کا تحقق و وجود قائم رہتا ہے کیونکہ باوجود جہاد اور قتل کے قطعی بند ہونے کے حضرت نبی کریم صلعم نے مسیح موعود کے لئے قتل خنزیر کے الفاظ بولکر بتا دیا۔ کہ جہاد اور قتل کے الفاظ اسپر پھر بھی متحقق ہو سکتے

ہیں۔ جو بغیر تلوار محض قلم اور دعاؤں کے طریق سے کیا جاوے۔ پس یہاں سے ایک زبردست مسئلہ استنباط ہوتا ہے وہ یہ کہ "جبتک کسی چیز کی کیفیت و کمیت و ذات میں کوئی فرق واقع نہ ہو" محض تبدیلی طریق سے اس میں کوئی نقص یا رخنہ نہیں پڑ سکتا"۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے جو ہمارے لئے ازحد مفید ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ نبی کے لئے براہِ راست ہونا شرط نہیں۔ اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ تبدیلی طریق سے بذاتہٖ نقص شئے لازم نہیں آتا۔ تو پھر کسی کا ظلی طور سے نبی ہونا کیونکر نفسِ نبوت میں فرق ڈال سکتا ہے اور اگر یہ مانا جاوے کہ تبدیلی طریق سے نقص شئے لازم آتا ہے تولامحالہ ماننا پڑیگا کہ یا تو نعوذ باللہ من ذلک قرآن کا یہ حکم منسوخ ہے وکتب علیکم القتال یا حضرت مسیح موعود کا جہاد اور قتل کو حرام کرنا نعوذ باللہ بیہودہ اور لغو امر ہے۔ اور نیز قتل خنزیر والی پیشگوئی بھی متحقق نہیں۔ کیونکہ وہ مروجہ طریق قتل یعنے تلوار کے ذریعہ ظہور میں نہیں آئی۔ مگر دونوں باتوں کو حق تسلیم کرتے ہوئے اس امر کے ماننے سے چارہ نہیں کہ تبدیلی طریق سے ذات شے میں کوئی نقص لازم نہیں آتا پس مسئلہ جہاد بھی ایک زبردست دلیل مسیح موعود کے واقعی نبی اللہ ہونے پر ہے اور اس بات پر صریح طور سے دلالت کرتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظلی طور سے مقام نبوت حاصل کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ نعوذ باللہ من ذلک وہ نبی نہ تھے۔

۲۵۔ مستقل نبی اور ظلی نبی میں فرق

(از مسیح موعود)

"جن کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اسپر مطابق آیت فلا یظہر علی غیبہٖ کے مفہوم نبی کا صادق آیگا۔ ایسا ہی جو خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہینگے فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جسکو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کیحالت کے جو آسمان پر اسکا نام محمد واحمد رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جاوے ومن ادعی فقد کفر۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس معلوم ہُوا کہ مستقل نبی اور ظلی نبی من حیث النبوت ایک ہی ہیں۔ آپس میں کوئی تفاوت نہیں رکھتے۔ کیا کوئی ہے جو مستقل نبی اور ظلی نبی میں بذاتہٖ کوئی فرق ثابت کرے۔ فرق ہے تو صرف طریق حصول میں ہے نہ کہ ذات نبوت میں۔

۲۶۔ ظلی نبی کے معنے

بعض لوگ ظلی نبی کو جزوی نبی یا ناقص نبی کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ظل کو جزو یا نقص قرار دینا ایک صریح بطلان ہے۔ ہر ایک لفظ کے معنے موقع و محل کی رعایت کو چاہتے ہیں۔ سو ظلی نبی میں لفظ ظلی کے وہی معنے کرنے پڑینگے جو عکسی قرآن میں لفظ عکسی کے۔ اور جیسے عکسی قرآن میں لفظ عکسی منجملہ صفات اضافیہ کے ایک صفت ہے جو طریق چھپائی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ نہ کہ وجود قرآن کی طرف۔ اسی طرح ظلی نبی میں لفظ ظلی طریق حصول نبوۃ کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ ذات نبوت کی طرف چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہُوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہوگیا۔ پس اس طرح پر دو نام مجھے دیئے گئے۔" (براہین ص ۱۸۹)

پس حضرت مسیح موعود کا اپنے آپکو ظلی نبی کہنا اس بات کے ہرگز ہرگز مترادف نہیں کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک ناقص یا جزوی نبی تھے۔ اور آپکو مقام نبوت اتم و اکمل طرح سے حاصل نہ تھا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کامل اور مکمل نبی تھے۔ اور نبوت کی تمام صفات ذاتیہ آپ میں کامل طور پر متحقق تھیں۔ اسلئے من حیث النبوت آپ نبی بلکہ بعض انبیاء سے افضل نبی تھے اور جیسے عکسی قرآن بوجہ عکسی ہونے کے پھر بھی قرآن ہی ہے۔ اور اس کے قرآن ہونے میں کوئی نقص نہیں آیا ایسا ہی ظلی نبی باوجود ظلی ہونے کے پھر بھی نبی ہی ہے۔ اور زمرۂ انبیاء میں شامل ہے۔ کیونکہ صفات ذاتیہ کا متحقق ہونا نبی کے لئے لازمی ہے نہ کہ صفات اضافیہ کا۔ اور صفات اضافیہ میں ایک نبی دوسرے نبی سے کئی حالات میں مختلف ہوتا ہے۔ اسی لئے صفات ذاتیہ کے اعتبار سے تو لا نفرق بین احد من رسلہ کا ارشاد ہے۔ لیکن صفات اضافیہ کے لحاظ سے فضلنا

بعضھم علی بعض بھی وارد ہے۔ پس صفات اضافیہ کے رُو سے انبیاء علیہم السلام کا یکساں ہونا بالکل ناممکن و محال ہے۔

۲۷۔ حضرت مسیح موعود کے ظلّی نبی ہونیکی حقیقت

(از مسیح موعود)

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوۃ کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد و احمد اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا۔ اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھکو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہانتک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جاوے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظلّ اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ایسا کیوں کیا گیا۔ اسمیں راز یہ ہے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسنے خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوۃ عالیہ کی کسرِ شان نہ ہو اسلئے خدا تعالےٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلّیت کے ساتھ پیدا کیا۔ اور ظلّی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھدی۔ تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے۔ اور دوسرے معنوں سے ختم نبوۃ محفوظ رہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۳)

۲۸۔ آنحضرت صلعم کی خصوصیت اور مسیح موعود کی نبوۃ

(از مسیح موعود)

"پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلا سکتا تھا۔ گو اُس کے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اسکو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوۃ انپر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ جو انکی امت سے باہر ہو۔ بلکہ وہ

(نبی) امتی کہلاتا ہے۔ نہ کوئی مستقل نبی۔" (چشمہ معرفت ص۹)

پس اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا امتی نبی ہونا آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی وجہ سے ہے نہ کہ آپ کے یعنی مسیح موعود کی نبوت میں کسی نقص کی وجہ سے۔ پس مسیح موعود کے امتی ہونے سے بذاتہٖ نبوت میں کوئی فرق یا رخنہ نہیں پڑتا۔

۲۹- امتی نبی اور نبی امتی

اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال فیضان کی وجہ سے نبی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک نبی جو پہلے براہ راست ہی مقام نبوت حاصل کر چکا ہے۔ وہ پھر کبھی امتی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔" (براہین ص۱۸۶) لیکن کوئی نبی جو پہلے سے نبی قرار پا چکا ہے وہ کبھی امتی نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا

"کوئی مستقل نبی امتی نہیں ہو سکتا۔" (ص۱۸۳ حاشیہ)

کیونکہ

"امتی اسکو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اسکو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں مگر نہیں کہہ سکتے کہ جب تک دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل نہ ہوں۔ تب تک نعوذ باللہ وہ گمراہ اور بے دین ہیں یا وہ ناقص ہیں۔ اور انکی معرفت ناتمام ہے۔" ص۱۹۲

پس خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ وہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

روحانی تعلیم سے نبی نہ بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے" صفحہ ۱۹۲

لیکن ایک امتی نبی کہلا سکتا ہے۔ اگر وہ نفس نبی سے کامل طور سے مستفیض ہے۔

۳۰۔ امتی نبی اور نبی امتی میں ایک بین فرق ہے

ایک امتی کا نبی ہونا اپنے اندر تین فوائد رکھتا ہے	لیکن اگر حضرت عیسٰی امتی ہو جائیں تو اس میں تین خطرناک نقائص پیدا ہونگے۔
(اول) اس سے آنحضرت صلعم کا قوت قدسیہ اور کمال فیضان کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔	(اول) حضرت عیسٰی پر نعوذ باللہ گمراہ و بے دین اور ناقص اور ناتمام ہونیکا الزام عائد ہوگا یا کم از کم کسی گناہ کا ثابت ہونا لازم آئیگا جس کی سزا میں وہ نبی سے امتی بنا دیئے گئے۔ (براہین صفحہ ۱۳)
(دوم) اس سے ایک پیشگوئی ثابت ہوتی ہے جو احادیث نبویہ اور قرآن شریف میں درج ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳) کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی (براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۹)	(دوم) حضرت نبی کریم کی قوت قدسیہ پر ایک سخت بدنما داغ عائد ہوگا۔ کہ آپکی قوت قدسیہ و کمال فیضان نے اپنا اثر الٹا ظاہر کیا کہ بجائے ایک امتی کو نبی بنانے کے ایک نبی کو امتی بنا دیا گیا (دیکھو ریویو بر چکڑالوی)
(سوم) اس سے مسیح موعود اور مسیح اسرائیلی میں ایک امتیازی بات پیدا ہوتی ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۱۹۲)	(سوم) خدا تعالٰے کے وعدے میں تخالف لازم آتا ہے جو فرمایا کہ جبتک مسیح زندہ ہے وہ نبی ہی ہے اور جو ایکدفعہ نبی بنجاوے پھر اسکو لوٹا کر امتی نہیں بنایا جاتا۔ یعنی نبی کبھی معزول نہیں ہو سکتا۔

۳۱۔ امتی نبی زمرۂ انبیاء میں شامل ہے

امتی ہونا ایک ایسے نبی کے لئے جو براہِ راست پہلے ہی نبی مقرر ہو چکا ہے بلاشک وشبہ باعث نقص نبوت ہے۔ اور نہ کوئی ایسا ہوا۔ اور نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے لیکن ایک شخص جو کہ امتی ہو کر آنحضرت صلعم کی روحانی تعلیم سے نبی بنا ہے اسکے لئے امتی ہونا باعث ذلت و نقص نہیں بلکہ

اسکے لئے تو امتی ہونا ایک نہایت ہی مبارک اور عمدہ امر ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اس بدیہی شہادت کے رُو سے حضرت عیسٰے مسیح موعود کیونکر ٹھہر سکتے ہیں۔ پس چونکہ وہ امتی نہیں اسلئے وہ اس قسم کے نبی بھی نہیں ہو سکتے جسکا امتی ہونا ضروری ہے (براہین ۱۹۳)

اس حوالہ سے بوضاحت تام معلوم ہوتا ہے کہ امتی نبی ہونا بھی اقسام انبیاء سے ایک قسم انبیاء کی ہے پس امتی نبی کا زمرۂ انبیاء میں شامل ہونا لازم آیا وہو المراد

۳۲۔ نبوت شریعت اور مسیح موعود

(از حضرت مسیح موعود)

"شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی × × × × × ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے × × × اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔" (اربعین ۴ ص۶)

اس حوالہ سے صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی نبوت جس میں امر و نہی تجدید کے طور پر نازل ہوں[1] اسپر بھی ایک پہلو سے تشریعی نبوت کا اطلاق آسکتا ہے۔ لیکن اصطلاحی معنوں کے رُو سے وہی نبوت تشریعی کہلائیگی۔ جس نبوت میں ایسے امر و نہی ہوں جو کہ ناسخ احکام کتاب سابقہ ہوں یا سابقہ کتاب سے بالاتر اور زیادہ ہوں۔ بیشک مندرجہ بالا حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی کر کے پیش کیا ہے لیکن آپ نے صاحب شریعت جدیدہ نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور مانا ہے کہ قرآن کے بعد قیامت تک کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہوگی۔ (دیکھو چشمہ معرفت ص۲۷)۔

---

[1] یعنی جس کا حامل صاحب شریعت ہو

۳۳۔ نئی شریعت کے نازل ہونے کی حکمت

(از مسیح موعود)

"وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وحی الٰہی پر آئندہ کے لئے مہر لگ گئی ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ہاں خدا کے احکام جو امر اور نہی کے متعلق ہوں۔ وہ عبث طور پر نازل نہیں ہوتے بلکہ ضرورت کے وقت خدا کی نئی شریعت نازل ہوتی ہے یعنے ایسے زمانہ میں نئی شریعت نازل ہوتی ہے جبکہ نوع انسان پہلے زمانہ کی نسبت بدعقیدگی اور بدعملی میں بہت ترقی کر جائے۔ اور پہلی کتاب میں ان کے لئے کافی ہدایتیں نہ ہوں × × × قرآن شریف کے بعد کسی کتاب (نئی شریعت) کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جسقدر انسان کی حالت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا ....." (چشمہ معرفت صـ۳۲)

۳۴۔ نبی کا شارع ہونا شرط نہیں

(از مسیح موعود)

"نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اور فرمایا

"بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے۔" (بدر مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

پس یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی کا شارع ہونا منجملہ صفات اضافیہ ایک صفت ہے۔ اور صفات ذاتیہ میں سے یہ صفت نہیں۔ یعنی یہ ایسی صفت نہیں جس کے بغیر نبی نبی نہیں ہو سکتا۔

۳۵۔ نبوت کے اقسام مختلفہ کا بیان

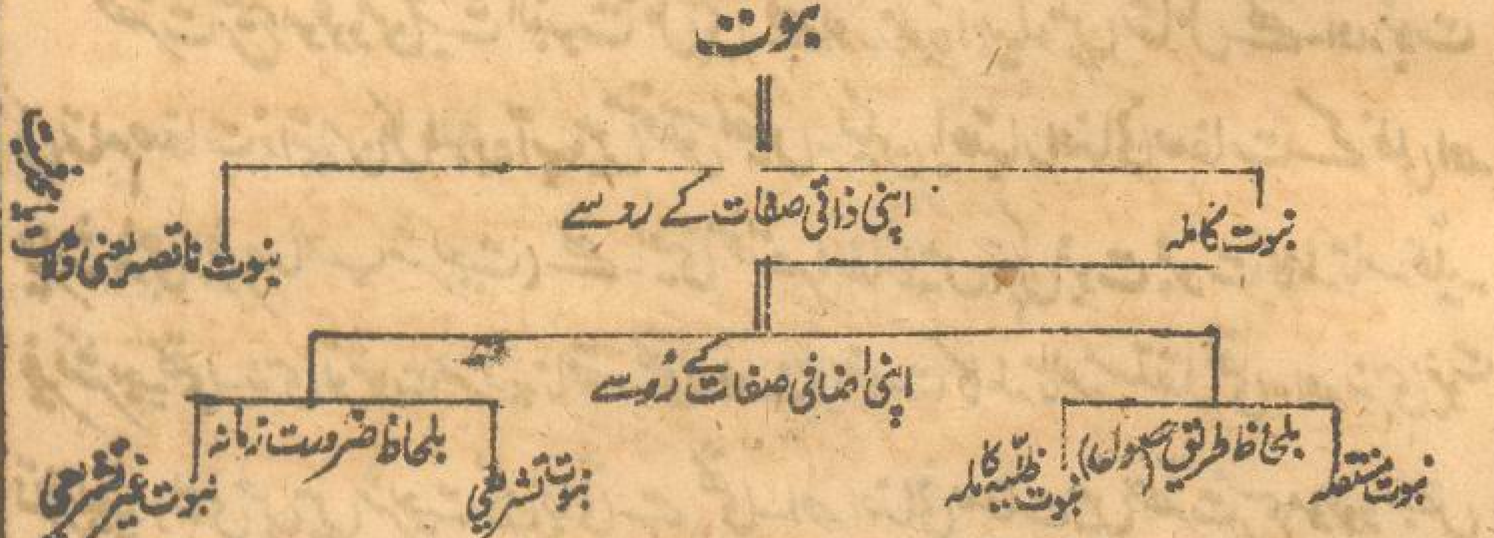
مندرجہ بالا تمام تحریر کا لب لباب اور خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) نبوت اپنی ذاتی صفات کے رُو سے دو قسم پر منقسم ہے۔ نبوت کاملہ۔ نبوت ناقصہ

(۲) نبوت کاملہ اپنی ذاتی صفات کے رُو سے باعتبار طریق حصول کے دو قسم پر منقسم ہے

نبوت مستقلہ۔ نبوت ظلیہ

(۳) نبوت کاملہ اپنی اضافی صفات کے رُو سے باعتبار ضرورت زمانہ کے دو قسم پر منقسم ہے نبوت شریعت والی۔ نبوت غیر تشریعی۔ ذیل کا نقشہ قابلِ غور ہے۔



نوٹ ضروری۔ تشریعی سے مراد شریعت والی غیر تشریعی سے مراد جس میں شریعت نہ ہو

نبوت کاملہ کی ذاتی صفات

(۱) کثرت سے مصفےٰ وحی کا پانا
(۲) کثرت اظہار امور غیبیہ کا پانا
(۳) وحی نبوت کے اظہار کے لئے رسول ہونا

نبوت کاملہ کی اضافی صفات۔

(۱) نبی کا شارع ہونا۔ نبی کا غیر شارع ہونا
(۲) نبی کا مستقل ہونا۔ نبی کا ظلی ہونا
(۳) نبی کا خاتم النبیین ہونا۔ نبی کا غیر خاتم النبیین ہونا
(۴) نبی کا بعض انبیاء سے افضل ہونا۔ نبی کا بعض انبیاء سے کمتر ہونا

حکم لا نفرق بین احدٍ من رسلہ باعتبار نبوۃ کاملہ کی ذاتی صفات کے ہے اور آیت فضلنا بعضہم علیٰ بعضٍ باعتبار نبوۃ کاملہ کی اضافی صفات کے ہے محض محمدی فیض سے وحی و وحیِ نبوت پانا ظلی طریق کہلاتا ہے۔ براہ راست بغیر توسط کسی نبی کے وحی نبوت پانا مستقل یا اصلی یا براہ راست طریق کہلاتا ہے۔ نبوت ناقصہ نبوت ظلیہ کاملہ طریق حصول کے رُو سے یکساں ہیں مگر بذاتہٖ اپنے اندر بہت فرق رکھتے ہیں۔ نبوت ظلیہ کاملہ و نبوت مستقلہ اصلیہ کو طریق حصول کے رو سے یکساں ہیں مگر بذاتہٖ وہ ایک ہی ہیں۔

۳۶۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت

حضرت مسیح موعود من حیث النبوت کامل نبی تھے اور زمرہ انبیاء میں شامل تھے۔ اور نبوت کی تمام صفات ذاتیہ من کل الوجوہ آپ میں متحقق تھیں۔ لیکن باعتبار اضافی صفات کے ظلی اور غیر تشریعی (غیر صاحب شریعت) تھے۔ یعنی مختصر الفاظ میں آپکی نبوت نبوت کاملہ تامہ ظلیہ غیر تشریعیہ تھی۔ نہ ہی تو نبوت جزویہ ناقصہ تھی۔ اور نہ ہی نبوت کاملہ تامہ مستقلہ تھی۔ اور نہ ہی نبوت تشریعیہ (یعنی جس میں شریعت دی جاتی ہے) تھی۔ اور اضافی صفات میں حضرت مسیح موعود بعض انبیاء سے افضل اور بہتر تھے۔ اور خدا کے بھی برحق تھے جیسے کہ فرمایا۔

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ ہاں میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں۔ کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا × × × " (مکتوب آخری مندرجہ اخبار عام)

۳۷۔ مسئلہ ختم نبوت

عام لوگوں کے نزدیک "ختم نبوت" مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے لئے ایک تردیدی روک ہے۔ لیکن کیا ہی مزے کی بات ہے کہ وہی ختم نبوت جو کہ عام کے نزدیک مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے لئے ایک روک خیال کی جاتی ہے۔ وہی ختم نبوت ہمارے نزدیک مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے پر نہ صرف ایک ثبوت بلکہ ایک بدیہی اور زبردست دلیل ہے اور نیز وہی ختم نبوت مسیح ناصری کے دوبارہ آنے کے عقیدہ کو پاش پاش کرتی ہے۔ گویا ہمارے لئے ختم نبوۃ ایک ایسا ہتھیار ہے جو اپنے اندر دشمن کو ہلاک کرنے اور مسیح موعود کو نبی اللہ ثابت کرنے کی دو خاصیتیں رکھتا ہے فالحمد للہ رب العالمین

نبوت کی تعریف پوری پوری ہو چکی یعنی یہ کہ خدا تعالے کے وہ مکالمات جو کثرت سے

پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

(اول) مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے یا نہیں

(دوم) اگر کھلا ہے تو ملہم مصفے غیب پا سکتا ہے یا نہیں۔

(سوم) اگر مصفے غیب پا سکتا ہے تو اسپر نبوت یا رسالت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(چہارم) اگر ہو سکتا ہے تو پھر ایسا شخص جسکو کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جاوے وہ نبی کہلانیکا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

پس سب سے پہلے امکان وحی۔ پھر امکانِ نبوت۔ پھر امکان شخصیت جو کہ نبی کہلانیکا مستحق ہو۔ کا ثابت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے سو وہ مندرجہ ذیل ہے۔

۲۸۔ ختم نبوۃ کے متعلق ہمارا ایمان کیا ہونا چاہیئے

(از مسیح موعود)

"یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو۔ یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو۔ بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔ اور متابعت نبوی سے نعمتِ وحی حاصل کرنیکے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔"

(ریویو بر مباحثہ صـ)

۲۹۔ امکان وحی بعد از خاتم النبیین

سب سے پہلے ہمنے یہ ثابت کرنا ہے کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد فیض وحی ہو سکتا ہے یا نہیں سو اسکا جواب یہی ہے کہ بیشک ہو سکتا ہے جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا۔

"قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔ یعنے خدا جسپر چاہتا ہے اپنا کلام نازل

کرتا ہے اور فرماتا ہے لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا یعنے مومنوں کے لئے بشریٰ الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے لیکن خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ حاشیہ)

اور نیز فرمایا

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الہیہ کا بند ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہ راست خدا تعالیٰ کی فیض وحی پانا بند ہے۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۲)

۴۰۔ امکان نبوۃ بعد از خاتم النبیّین

(از مسیح موعود)

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ جن کے رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی اور رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفّٰی غیب کے لئے نبی کا ہونا ضروری ہے۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوت و رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

۴۱۔ امکانِ نبی بعد از خاتم النبیین

(از مسیح موعود)

"ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے" (براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۳)

اور نیز فرمایا

"یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ پس جبکہ خدا تمہیں تاکید کرتا ہے کہ پانچوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں۔ پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پاسکتے ہو لہذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔" (لیکچر سیالکوٹ صـ۳۲)

۴۲۔ ممکن نہیں کہ امت محمدیہ کے تمام افراد نبوت کے مرتبہ عالیہ سے محروم رہیں

(از مسیح موعود)

"پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ (نبوت) سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس (نبوت کے) مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی۔ کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپکی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اسکے وہ دعا جسکا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا۔ اسکا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔" (الوصیت)

۴۳۔ نفی نبوت بعد از خاتم النبیین سے آنحضرۃ صلعم نعوذ باللہ ابتر ٹھہرتے ہیں

(از مسیح موعود)

"غرض اس آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونیکی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور سے باپ ہونیکا اثبات بھی کیا گیا ہے۔ تا وہ اعتراض جسکا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے دور کیا جاوے

"ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب ایک جہت سے تو اُمتی ہو۔ اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کیجائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں۔ نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند اور نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے۔" (ریویو بر مباحثہ ص۶)

۴۴۔ حضرت نبی کریمؐ کن معنوں میں خاتم النبیّین ہیں

(از مسیح موعود)

"وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں کے رُو سے نہیں کہ آئندہ اس سے روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجُز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اسکی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجُز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔"

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا فیض اور نبوت دونوں چیزوں کا بعد از خاتم النبیین ملنا ممکن ہے اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک ملہم نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ مکالمہ و مخاطبہ کا پانا اور نبوت کا پانا الگ الگ رکھا ہے۔

۴۵۔ حضرت خاتم النبیّین کی روحانی تاثیرات

(از مسیح موعود)

"خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپکو افاضہ کمال کی مہر دی جو کسی نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیّین

ٹھہرا۔ یعنی آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹)

"میں عیسےٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا یعنے جیسے اسپر خدا کا کلام نازل ہُوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہُوا۔ اور جیسے اسکی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں۔ بلکہ ان سے زیادہ۔ اور یہ تمام شرف مجھے ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جسکے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم * * ہمنے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں بلکہ تعجب کہ دنیا اس سے بے خبر ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونیکا کیوں دعوٰی کیا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسےٰ سے بڑھ کر بھی ہوسکتا ہے اندھے کہتے ہیں یہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے کفر خود تمہارے اندر ہے۔" (چشمہ مسیحی صفحہ ۱۹)

۴۶۔ بعد از خاتم النبیین ایک نبی اللہ کا آنا مقدر ہوچکا ہے

خواہ لاکھ حیلے تراشے جاویں یا کروڑوں حجتیں پیش کی جاویں۔ مگر قرآن شریف اور احادیث نبویہ ہمیں بعد از خاتم النبیین ایک نبی اللہ کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ قرآنی شہادت کو غور سے سنیئے۔ مسیح موعود فرماتے ہیں

"(۱) واٰخرین منہم لمّا یلحقوا بہم۔ یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے اور جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا واٰخرین من الامتہ بلکہ یہ فرمایا واٰخرین منہم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منہم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کیطرف راجع ہے۔ لہٰذا وہی فرقہ منہم میں داخل ہوسکتا ہے۔ جس میں ایسا رسول موجود ہو۔ کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو۔ اور خدا نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں

"محمد اور احمد رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز تجھے قرار دیا ہے (حقیقۃ الوحی)

قرآن شریف میں یہ بھی پیشگوئی ہے۔ وان من قریۃ الا نحن ۔ ۔ ۔ ۔ الخ یعنے آخری زمانہ میں ایک سخت عذاب نازل ہوگا

۲۔ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص)

۳۔ "ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۱)

۴۔ "فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ خدا تعالے اپنے غیب پر کسی کو وہ قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اسکے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو × × × سو اس کثیر حصہ وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں × × اسلئے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

۵۔ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق ۔ ۔ ۔ الخ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے (اشتہار منارۃ المسیح)

۶۔ "انا اعطیناک الکوثر۔ میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

نوٹ۔ آنحضرت صلعم کا مظہر ہونا اور آنحضرت صلعم کا بروز ہونا اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ وہ مظہر اور وہ بروز لازماً اور وجوباً رسول اور نبی ہو جیسا کہ حوالہ نمبر ۵ و ۶ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

احادیث نبویہ کی شہادت

"احادیث نبویہ میں یہ ایک پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

میں سے ایک شخص پیدا ہوگا اور عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

کتب سابقہ کی شہادت

صحیح مسلم اور صحیح بخاری اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے (تحفہ گولڑویہ)

۷۴۔ حضرت مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے

حضرت مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ ورنہ نہ مسیح موعود مسیح موعود ہیں۔ اور نہ قرآن خدا کا کلام ہے۔

(دلیل اول) آیت و آخرین منہم میں منہم کا مفہوم متحقق نہیں ہو سکتا جبتک مسیح موعود نبی اللہ اور رسول اللہ نہ ہو (دیکھو حقیقۃ الوحی صلا)

(دلیل دوم) دونوں سلسلوں (یعنی سلسلہ موسوی و محمدی) کا تقابل پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر مسیح محمدی مسیح موسوی کے مقابل پر شان نبوت کے ساتھ نہ آوے (دیکھو نزول المسیح صے)

(دلیل سوم) چونکہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کیوقت بموجب آیت وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ ایک رسول کا آنا لازمی اور ضروری ہے جو مسیح موعود ہے لہذا اگر مسیح موعود رسول و نبی نہ ہوں تو آیت کی تکذیب لازم آتی ہے (حقیقۃ الوحی ص۶۵)

(دلیل چہارم) جس کے ہاتھ پر اخبار منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرور اسپر مطابق آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا (ایک غلطی کا ازالہ) پس مسیح موعود کا بوجہ حامل کثرت وحی و کثرت امور غیبیہ ہونے کے نبی اللہ ہونا لازمی ہے ورنہ تکذیب آیت لازم آئیگی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(دلیل پنجم) چونکہ مفہوم آیت کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی مسیح موعود پر متحقق ہے لہذا مسیح موعود کا رسول اور نبی ہونا لازمی ہے (دیکھو نزول المسیح صے)

۴۸ - مسئلہ بُروز اور اس کی حقیقت

(از مسیح موعود)

اسلامی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "اسوقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا۔ اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسے مسیح کا اوتار کر کے بھیجا۔ ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد و احمد رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ میں ان معنوں کے رُو سے عیسے مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔ اور یہ وہ طریق ظہور ہے۔ جس کو اسلامی اصطلاح میں بُروز کہتے ہیں سو مجھے دو بروز عطا ہوئے۔ ایک بروز عیسے دبروز محمد۔" (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۶)

نبیوں کی اصطلاح میں بُروز سے مراد۔ "تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

علماء اسلام کی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "عادت اکثر علماء جاری شدہ کہ اوشان نام بروز قدم مے نہند۔ مثلاً می گویند کہ ایں مرد برقدم موسٰی است وآں مرد برقدم ابراہیم است" (تحفۃ الندوہ حاشیہ ص۱)

قرآنی اصطلاح میں بروز سے مراد۔ "ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت وآخرین منھم سے ظاہر ہے اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے۔ لیکن اسجگہ اس مورد بروز کا تصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

حدیثوں کے رُو سے بروز کی مراد۔ "حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود کا خلق اور خلق میں ہمرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اسکا اسم آنجناب کے اسم کے مطابق ہوگا یعنے اسکا نام بھی محمد اور احمد ہوگا × × × × ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے تھے۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۹)

بُروز کی صفات ضروریہ - (از مسیح موعود) "بُروز کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بُروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بُروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو۔ اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۹)

مختصر الفاظ میں "جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کے رُو سے میں وہی ہوں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۲) یعنی اکمل واتم طور پر ظہور صفات کا نام بُروز ہے۔

۴۹ - بُروز اور فنا فی الرسول میں فرق

(از مسیح موعود)

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ میں فنا فی الرسول اور بُروز میں ایک فرق بیان کیا گیا ہے فنا فی الرسول ایک ابتدائی مرحلہ ہے جسکے طے کرنے پر سیرت صدیقی کی چادر پہنائی جاتی ہے وہ انتہائی مقام ہے۔ جہاں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے محمدی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے اور بروز وہ انتہائی مقام ہے جہاں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے محمدی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے اور اسکا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقرر کیا جاتا ہے اسکا مقام مقام سے ملنے دیکھئے کیا ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے۔ اور اسکو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور وجود کو میری طرف کھینچا یہانتک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔"

(خطبہ الہامیہ)		اور نیز فرمایا۔

"خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔

اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اور نیز فرمایا

"خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔"
(حقیقۃ الوحی ص ۷۲)

پس فنافی الرسول اور بروز میں فرق نمایاں ہے۔ فنافی الرسول مقام صدیق کا ہے لیکن بروز وہ مقام ہے جبکہ ایک کو مقام مصطفےٰ دیجتبے کی خلعت پہنائی جاتی ہے۔ پس اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پہلے صلحاء امت کا یہ کہنا کہ میں ابراہیم ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ یا میں محمد ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض فنافی الرسول کی حالت میں تھا۔ اور یہ انکا ایک حال تھا۔ لیکن مسیح موعود کا یہ کہنا کہ منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد یہ فنافی الرسول کی حالت سے گزر کر بروزی حالت میں تھا۔ اور فی الحقیقت یہ آپکا مقام تھا اور خدا تعالیٰ نے آپ کے وجود کو آنحضرت صلعم کا وجود مقرر فرمایا ہے۔ ع وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے۔

۵۰۔ بروز اور تناسخ میں فرق

(از مسیح موعود)

"اگرچہ مینے اپنی بہت سی کتابوں میں اسبات کی تشریح کردی ہے کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور نیز محمد مہدی ہوں۔ اس خیال پر مبنی نہیں کہ میں درحقیقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہوں اور نیز درحقیقت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں مگر پھر بھی وہ لوگ جنھوں نے میری کتابیں غور سے نہیں دیکھیں وہ اس شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ گویا مینے تناسخ کے طور پر اس دعوے کو پیش کیا ہے اور گویا اس بات کا مدعی ہوں۔ کہ سچ مچ ان دو بزرگ نبیوں کی روحیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے × × × × × × × × کہ میں وہی اوتار ہوں۔ جو حضرت مسیح کی روحانی شکل اور خُو اور بُو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں اور ایسا ہی میرا نام محمد و احمد رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خُو اور بُو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔" (رسالہ جہاد ص ۲-۳)

اب مندرجہ بالا عبارت کو پڑھکر بروز اور تناسخ میں ایک امتیازی فرق معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے

(اول) کسی آدمی کا کسی گذشتہ گزرے ہوئے آدمی کی شکل اور خو اور طبیعت پر ظاہر ہونا بروز کہلاتا ہے۔ لیکن ایک ہی روح کا مختلف شکلوں میں بدلکر واپس پھر پھر آنا تناسخ کہلاتا ہے۔

(دوم) بروز میں صاحب بروز اور مورد بروز روحانی حقیقت کے رو سے گویا ایک ہی ہوتے ہیں۔ تناسخ میں صاحب تناسخ اور مورد تناسخ وجودی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہوتے ہیں۔

(سوم) بروز میں مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ تناسخ میں صاحب تناسخ کا وجود معدوم اور مورد تناسخ کا وجود اصل وجود مانا جاتا ہے۔ پس یہ تین موٹی موٹی امتیازی باتیں ہیں جن سے انسان بروز اور تناسخ میں فرق کر سکتا ہے۔

۱۵۔ اوتار اور نبی آپس میں مترادف المعنی الفاظ ہیں

(از مسیح موعود)

"اور ہندوؤں میں اوتار کا لفظ در حقیقت نبی کے ہم معنی ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰)

اور نیز فرمایا۔

"واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے ۔۔۔ اپنے وقت کا اوتار یعنے نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا ۔۔۔ وہ اپنے زمانہ کا در حقیقت نبی تھا" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

پس حوالہ مندرجہ بالا کے رو سے مسیح موعود کا یہ فرمانا کہ "میں وہی اوتار ہوں۔ جو حضرت مسیح اور نیز حضرت محمد صلعم اور نیز راجہ کرشن کی روحانی شکل اور خو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں" (دیکھو رسالہ صفحہ ۔۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۔۔) صاف اور صریح طور پر یہ معنی رکھتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اور ایسا نبی ہوں جو حضرت مسیح و نیز آنحضرت صلعم اور نیز راجہ کرشن کی روحانی شکل اور خو اور طبیعت رکھنے کی وجہ سے عیسے مسیح اور محمد مہدی اور کرشن رودر گوپال کہلاتا ہوں۔

۵۲۔ بروز۔ مظہر اور اوتار ہم معنی الفاظ ہیں

(از مسیح موعود)

"خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اسکا (کرشن کا) بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اسکا مظہر ہوں اور اسجگہ ایک اور راز درمیان ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رو سے کرشن و مسیح موعود ایک ہی ہیں صرف قومی اصطلاح میں تغائر ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۳۴)

پس اس حوالہ اور پچھلے حوالہ کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی۔ بروز۔ مظہر۔ اوتار۔ سب ہم معنی الفاظ ہیں۔ ایک نبی اگر کسی گذشتہ نبی کی خو بو اور صفات میں مشابہت رکھتا ہو۔ تو اسکو اس نبی کا بروز کہینگے۔ جیسے کہ ایک ہی درخت کے دو پھل اپنے ذائقہ و اثر میں مشابہت تامہ رکھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے بروز کہلا سکتے ہیں اور اسی طرح حضرت مسیح موعود کا معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود ایسے نبی ہیں کہ ظہور صفات بیّنہ کے لحاظ سے وہ عیسےٰ مسیح ہیں اور محمد مہدی ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ حضور نے اپنے آپکو بروزی نبی کہا۔ یعنی ایسا نبی جو روحانی حقیقت کے رو سے گویا مسیح ناصری اور محمد رسول اللہ ہی ہے یعنے ان سے مشابہت تامہ رکھتا ہے۔

۵۳۔ بروزی رجعت کی پیشگوئی قرآن شریف سے

"قرآن شریف کی آیت اھدنا الصراط المستقیم ..... الخ صاف کہہ رہی ہے کہ بعینہٖ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہوجائینگے۔ اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ ظاہر ہوگا۔ اسی کی طرف سورہ انبیاء جزو ۱۷ میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ ..... الخ × × × × × × × × غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانہ یاجوج ماجوج زمانہ رجعت کہلاتا ہے یعنی رجعت بروزی نہ رجعت حقیقی۔"

(نزول المسیح ص۵)

۵۴۔ بروزی رجعت کی فلاسفی

(از مسیح موعود)

"رجعت بروزی کی فلاسفی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے۔ جو اسکی توحید پر دلالت کرے۔ اور اسی وجہ سے خداوند حکیم نے عام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے کیونکہ گول چیز کے جہات اور پہلو نہیں۔ اسلئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے × × × پس جیسا کہ تمام ستارہ جنکو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا کروی الشکل ہیں ایسا ہی دائرہ خلقت عالم کا بھی کروی الشکل ہے × × × × × تا وحدت خالق کائنات پر دلالت کرے۔ تو اس سے لازم آیا کہ آخری نقاط بنی آدم کے نقاط اولی سے یعنے جہاں سے نقط دائرہ پیدائش بنی آدم شروع ہوتا ہے قریب تر واقع ہوں اور اپنے ظہور اور بروز سے انہیں کی طرف رجوع کریں اور یہی وہ بات ہے جسکو دوسرے لفظوں میں رجعت بروزی کہتے ہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ مفصل دیکھو ۱۲۹ تا ۱۳۴)

۵۵۔ بعد از خاتم النبیین کون نبی کہلانیکا مستحق ہے؟

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی امتی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کر بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اُسی کا نام پالیا ہو۔ اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں کامل انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

۵۶۔ بعد از خاتم النبیین نبی کہلانے کے لئے بروز کامل ہونیکی شرط ہے

(از مسیح موعود)

"اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی × × × ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔"

"اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت و رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

۵۷۔ بروز کامل کے لئے نبی ہونا شرط ہے

(از مسیح موعود)

"بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اسلئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں بھی وہ کمال نمودار ہو" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس

مسیح موعود بروز کامل ہونے کی وجہ سے نبی کہلانے کے مستحق ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

"اور مسیح موعود کی نبوت ظلی ہے کیونکہ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے"۔ (تذکرۃ الشہادتین صہ۴۳)

گویا دوسرے لفظوں میں بعد از خاتم النبیین نبی ہونا اور بروز کامل ہونا آپس میں لازم ملزوم چیزیں ہیں اگر پہلی نہیں تو دوسری کا ہونا باطل ہے۔ اور دوسری نہیں تو پہلی کا ہونا باطل ہے۔

۵۸۔ حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ مع نبوۃ محمدیہ تھے

(از مسیح موعود)

"میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوابھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ اسبات کو خوب یاد رکھو کہ میں نبی اور رسول نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت نئے نام اور نئے دعوے کے"

(ایک غلطی کا ازالہ)

"لیکن میں نبی اور رسول ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"۔ (نزول المسیح صہ۳)

"میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔"

۵۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ماننا فرض ہے

(از مسیح موعود)

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ ایک بعث محمدی۔ دوسرا بعث احمدی۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

۶۰۔ آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی کیوں ضرورت پیش آئی

(از مسیح موعود)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث مقدر تھے (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے (۲) دوسرے بعث تکمیل اشاعت کے لئے × × × × × × × اسلامی اقبال کے زمانہ کے دو حصے کئے گئے (۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہو گئی جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور نیز آیت یتلوا صحفاً مطہرۃً فیھا کتب قیمۃ اس پر گواہ ہے۔ لیکن اس وقت (بوجہ عدم حصول ذرائع اشاعت) تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی × × × × × سو اس وقت (جبکہ تمام ذرائع اشاعت مہیا ہیں)

"حسب منطوق آیت واخرین منھم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۱)

۶۱۔ آنحضرت صلعم دوسرے بعث میں بھی نبی ہی ہونگے

(از مسیح موعود)

(۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے۔ ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔" (خطبہ الہامیہ)

(۲) "یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہؓ پر جاری تھا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔"

(تحفہ گولڑویہ صفہ ۹۴)

(۳) "جس نے اس بات سے انکار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار سے تعلق نہیں رکھتی۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ تو اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بہ نسبت ان سالوں کے ان دنوں میں اقوی اشد اور اکمل ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہے۔"

(خطبہ الہامیہ)

"اور اسکا ظہور نبی مصطفےٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اسکا زمانہ رسول کریم کے زمان معراج کا منتہا اور خیر الوریٰ کی روحانی تجلی کا آخری سر اشمار کیا گیا ہے اور جہاں کے پروردگار کا یہ ایک پختہ وعدہ تھا۔" (خطبہ الہامیہ صفہ ۱۷۷)

پس جب کہ مسیح موعود کا ظہور ایک نبی کا ظہور ہے اور نبی بھی ایسا جسکا ثانی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ یعنی افضل الانبیاء و خاتم الانبیاء نبی مصطفےٰ کا ظہور ہے تو مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ ورنہ دوسرے لفظوں میں یا تو مسیح موعود کے مظہر اتم ہونے سے انکار کرنا پڑیگا۔ اور یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی اللہ ہونے سے منکر ہونا پڑیگا (نعوذ باللہ من ذالک)

۶۲۔ مسیح موعود پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے

(از مسیح موعود)

"ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے بادہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵)

۶۳۔ مسیح موعود کو نبی اللہ نہ ماننے سے حضرت نبی کریم کی نبوت باطل ہوتی ہے

(از مسیح موعود)

"خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے۔ اور اسکو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہانتک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور جس نے مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کیا اسنے نہ ہی مجھے دیکھا اور نہ ہی مجھے پہچانا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۰-۱۷۱)

پس مسیح موعود اس حوالہ میں اپنے مقام کو مقام مصطفےٰ و مجتبےٰ کا بیان فرماتے ہیں جبھی تو یہ فرمایا۔ کہ "جس نے مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کیا اسنے نہ ہی مجھے دیکھا اور نہ ہی مجھے پہچانا۔" اسلئے مسیح موعود کا بوجہ مورد بعث ثانی ہونے کے نبی اللہ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر مسیح موعود کو نبی اللہ نہ مانا جائے تو (اول) حضرت نبی کریم کی نبوت باطل ہوتی ہے (دوسرے) حضرت نبی کریم کی ذات بابرکات پر ایک سیاہ دھبا عائد ہوتا ہے۔ کہ بجائے درجات میں ترقی کرنے کے آپ دوسری بعث میں نعوذ باللہ نبی سے غیر نبی ہو گئے (سوم) حضرت مسیح موعود کا مورد بعث ثانی ہونا باطل ہوتا ہے اگر آپ نبی اللہ نہ ہوں۔ پس اس بات کو خوب ہی ذہن نشین کرنا چاہئے کہ مسیح موعود کو غیر نبی سمجھنا نعوذ باللہ حضرت نبی کریم کے نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اور ظل کا نقص اصل کے ناقص ہونے پر بدیہی دلیل ہے۔ فتدبروا

۶۴۔ حضرت مسیح موعود کی پچیس امتیازی خصوصیات

حضرت مسیح موعود کو بہت سی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو آپکو تمام افراد امت محمدیہ سے خصوصاً

اور بعض انبیاء بنی اسرائیل سے عموماً ممتاز کرتی ہیں۔ اس بارے میں موٹی موٹی پچیس خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی خصوصیت ۔ آپ نبی اللہ ہیں اور امت محمدیہ میں یہ خطاب کسی اور کو حاصل نہیں جیسے کہ فرمایا
"پس اس وجہ سے نبی کہلانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی)

دوسری خصوصیت ۔ قرآن کی آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ خاص آپ کے لئے ہے جیسے کہ فرمایا۔
"مجھے بتلایا گیا تھا کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ"
(اعجاز احمدی صفحہ)

تیسری خصوصیت ۔ سورہ تحریم کی پیشگوئی خاص مسیح موعود کے لئے ہے جیسے کہ فرمایا۔
"قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیشگوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔ × × × × اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں۔ میرا ہی نام خدا نے پہلے مریم رکھا۔ بعد اسکے میری ہی بعثت پر یہ کہا کہ ہمنے مریم میں اپنی روح پھونکی۔ اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسیٰ قرار دیا۔ پس اس آیت کا میں ہی مصداق ہوں" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ)

چوتھی خصوصیت ۔ صرف آپ ہی بروز محمد صلعم تھے جیسے کہ فرمایا۔
"میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واٰخرین منھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے × × × ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا" (ایک غلطی کا ازالہ)

پانچویں خصوصیت ۔ صرف آپ ہی خاتم الاولیاء و خاتم الخلفاء ہیں۔ جیسے کہ فرمایا
"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرتا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہو گا اور میرے عہد پر ہو گا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایسے منارہ پر ہے

جو اسپر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۰)

چھٹی خصوصیت۔ صرف آپ ہی جری اللہ فی حلل الانبیاء تھے جیسا کہ فرمایا۔

"وحی الٰہی جری اللہ فی حلل الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لیکر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالے کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ دیا گیا ہے × × ×

ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔

ساتویں خصوصیت۔ صرف آپ ہی حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس کے مصداق ہیں (براہین احمدیہ صفحہ ۹۰) چنانچہ فرمایا۔

"اگر کوئی یہ کہے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا ... الخ اس عاجز کے حق میں ہے اور کیوں جائز نہیں کہ امت محمدیہ میں سے کسی اور کے حق میں ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ دعوےٰ امت محمدیہ میں ابتک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا۔ اور خدا تعالے نے میرا یہ نام رکھا اور خدا کی وحی سے صرف میں ہی اس نام کا مستحق ہوں۔" (حقیقۃ الوحی)

آٹھویں خصوصیت۔ صرف آپ ہی خدا تعالے کی طرف سے کل داخلی و خارجی اختلافات کا فیصلہ فرمانے کے لئے حکم و عدل مقرر ہوئے دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۳-۴۴

نویں خصوصیت۔ مسیح موعود و مہدی معہود ہونا محتاج بیان نہیں۔

دسویں خصوصیت۔ قرآن کی تمثیلی پیشگوئی کے مطابق ذو القرنین ہونا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۹۷

گیارہویں خصوصیت۔ حضرت مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہونا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ اور فرمایا "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے۔"

بارہویں خصوصیت۔ آپکا مجدد الف آخر ہونا۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ

تیرھویں خصوصیت۔ آپ کے ہاتھ پر خدا تعالے نے اتنے نشانات ظاہر کئے کہ اولیاء امت محمدیہ تو درکنار کئی انبیاء سابقین کو بھی نہیں دئیے گئے۔ اسکے لئے دیکھو نزول المسیح صفحہ ۔ اور چشمہ معرفت۔

چنانچہ فرمایا۔

"خدا تعالے نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اسکی طرف سے ہوں۔ اسقدر نشان

دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جاویں۔ تو انکی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

چودھویں خصوصیت۔ صرف آپ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر وحی پائی جیسے کہ فرمایا

"سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جسکو اپنے نبی کریم کے نمونے پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی"۔ (اربعین ۴ صفحہ ۳۲)

پندرھویں خصوصیت۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف آپکو ہی سلام کہا۔ اور یدفن معی فی قبری سے برزخ میں ایک مقام پر ہونے کی اطلاع دی۔ دیکھو خطبہ الہامیہ و نزول المسیح صفحہ ۳۰۲

سولھویں خصوصیت۔ آپ ہی کے عہد میں وہ خسوف و کسوف ہوا جو خلق زمین و آسمان سے ابتک کسی مدعی رسالت کے عہد میں نہ ہوا تھا۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۶)

سترھویں خصوصیت۔ آپ نے کسر صلیب عین غلبہ صلیب کے وقت کی اور اسکے لئے ایسا علم کلام ایجاد کیا اور وہ اصول بتلائے کہ ۱۳۰۰ برس سے پیغمبری میں آجتک کسی نے بھی ایسا کلام پیش نہیں کیا

اٹھارہویں خصوصیت۔ آپ بموجب الہام الٰہی آیت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ اس مقام پر نازل ہوئے ہیں جسکو انسانوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ جیسے کہ فرمایا۔

"میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے اور میرا مقام غوطہ لگانے والوں کے ناخنوں سے بہت دور تر ہے اور میرے اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آسکتی"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸)

انیسویں خصوصیت۔ صرف آپکا ہی نام خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں احمد رکھا ہے جیسے کہ فرمایا۔ "میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰)

بیسویں خصوصیت۔ آپکو دو کے عدد سے خاص مناسبت ہے یعنے آپکی ذات میں بہت سارے امور میں دو باتوں کا مشترک ہونا پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ ذیل سے ظاہر ہے۔

(۱) آپ مجدد صدی بھی تھے اور مجددِ الف آخر بھی تھے۔

(۲) آپکی پیدائش دو صدیوں میں اشتراک رکھتی تھی۔ اور کسی قوم کی مقرر کردہ صدی ایسی نہیں ہے جس میں آپکی پیدائش اُس قوم کی دو صدیوں پر مشتمل نہیں۔ (دیکھو براہین ۵۵۸)

(۳) آپ کے دو نام خداتعالے نے رکھے تھے ایک غلام احمد دوسرے احمد۔ ایک مریم اور دوسرے عیسےٰ۔

(۴) آپ کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک اُمتی ہونے کی اور دوسری نبی ہونے کی۔

(۵) آپکی پیدائش دو خاندانوں سے اشتراک رکھتی تھی۔ اسرائیلی و اسماعیلی

(۶) آپ کے عہد میں دونوں چاند و سورج کو ایک ہی ماہ میں گرہن ہوا۔

(۷) آپ دو زرد رنگ والی چادروں میں نازل فرما ہوئے

(۸) آپ کا نزول دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہوا۔

(۹) آپ کے وقت دو نمازیں جمع کی گئیں۔ ظہر و عصر اور شام و عشا

(۱۰) آپ خصوصیت سے دو انبیاء یعنی حضرت مسیح اور حضرت نبی کریم صلعم کے وارث اور مظہر یعنی بروز اتم و اکمل تھے

اکیسویں خصوصیت۔ "غرض آنے والے مصلح کے لئے جو خاتم المصلحین ہے۔ دو جوہر عطا کئے گئے ہیں۔ ایک علم الہدیٰ جو مہدی کے اسم کی طرف اشارہ ہے جو مظہر صفت محمدیت ہے اور دوسرے تعلیم دین الحق جو انفاس شفا بخش مسیح کی طرف اشارہ ہے × × × اور مہدی آخر زمان کے لئے جسکا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذوالبروزین ہونے کے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا ازبس ضروری ہے" (اربعین ۲ صفحہ ۱۰-۱۱)

بائیسویں خصوصیت۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے وہ وقت آتا ہے کہ تیرے باپ دادا کا ذکر کوئی نہیں کریگا اور ابتدا سلسلہ خاندان کا تجھ سے شروع ہوگا (اور یہی انبیاء اور ماموریں عظام میں خداتعالیٰ کی عادت ہی (اربعین ۲ ۱۲)

تئیسویں خصوصیت۔ آپ عیسیٰ مسیح بھی تھے اور محمد مہدی بھی تھے۔ آپ قمر بھی تھے اور شمس بھی تھے۔ آپ محمد رسول اللہ صلعم کی خلافت کے ایک خلیفہ بھی تھے اور بوجہ بروز کامل ہونے کے خود

بھی جداگانہ خلافت کے صاحب بھی ہیں۔ الغرض آپکو مرکب نام مرکب حیثیت اور مرکب شان عطا ہوئی تھی جس میں اور کوئی نبی یا کوئی غیر نبی خلیفہ ہرگز ہرگز شریک نہیں۔

چوبیسویں خصوصیت۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک مسیح موعود سب انبیاء اور اولیاء اللہ کا موعود تھا۔ اور تمام انبیاء کا موعود ہونا ایک ایسی شان ہے کہ اولیاء اور صلحاء امت تو ایک طرف بہت سے انبیاء بھی یہ خصوصیت ہرگز ہرگز اپنے اندر نہیں رکھتے۔ مگر مسیح موعود میں یہ ایک خاص خصوصیت ہے کہ وہ کل دنیا کے انبیاء کا موعود ہے۔

پچیسویں خصوصیت۔ مسیح موعود اپنے زمانہ کا صرف اکیلا آپ ہی ہادی سب دنیا کا تھا۔ جیسے کہ فرمایا۔

"گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی اس زمانہ میں ہوئے تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے اور جیسے آنحضرت صلعم کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے۔ اسی طرح اسجگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں کسی کو دعوے نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلائے۔" (دافع البلاء ص۲۲)

۶۵۔ حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے پر چند زبردست دلائل

(اول) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمامتر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم ایک ایسے منار پر ہے جو اسپر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔" (خطبہ الہامیہ ص۳۵)

پس اس سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا کیونکہ آپ اس مقام پر ہیں جس کے اوپر اور کوئی مقام نہیں۔ اور انسانی ترقی کی حد صرف مقام نبوت ہی ہے جو اسکی تمامتر قوت اور ترقی مسیح میں متحقق ہے

لہذا مسیح موعود کا ہونا لازم آیا۔

(دوم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲) پس اس سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا۔ کیونکہ منعم علیہ گروہ قرآنی اصطلاح میں نبی صدیق شہید صالح کا ہے (دیکھو سورہ مائدہ) اور اس گروہ میں سے فرد اکمل نبی ہوتا ہے۔

(سوم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھکر ہے۔" (دافع البلاء) پس مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھکر ہونا یہ اس بات کو مستلزم پڑا ہوا ہے کہ مسیح موعود بھی نبی اللہ ہوں۔ ورنہ دعویٰ باطل ہے۔

(چہارم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلعم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰) پس اس سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم نبی ہیں اور انکا بروزی صورت میں ویسا ہی مبعوث ہونا جیسا کہ پہلے تھے ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود مورد بعث ثانی ہونے کی وجہ سے لازمی اور ضروری طور سے نبی اللہ ہیں۔ ورنہ یا تو مسیح موعود کا مورد بعث دوم ہونا باطل ہے۔ اور یا نعوذ باللہ حضرت نبی کریم کا نبی اللہ ہونا باطل ہے۔

(پنجم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔" (اربعین ۴ صفحہ ۶) پس یہ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ تھے۔ کیونکہ آجتک کسی غیر نبی کی وحی و تعلیم و بیعت کو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ مدار نجات نہیں ٹھہرایا۔

(ششم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے" پس ہر ایک حال میں اپنے آپکو حَکَم ٹھہرانا اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔ ورنہ آجتک کوئی غیر نبی خدا کے حکم سے حکم و عدل مقرر نہیں ہوا۔ حکم و عدل ہونا نبی کی ہی شان ہے غیر نبی کی شان نہیں

(ہفتم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے اس زمانہ میں مسیح موعود کرکے بھیجا۔ اسکے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ جو شخص اسپر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم

اور ضلالت میں گرفتار ہے۔" پس اس سے بھی لازم آیا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ جب سوائے مسیح موعود کے پیش کردہ خدا کے اور کوئی خدا ہی نہیں اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کا آئینہ مسیح موعود ہے۔ پس اس سے یہی لازم آیا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ ورنہ ایک غیر نبی میں یہ ہرگز قدرت و طاقت نہیں کہ سوائے اپنے پیش کردہ خدا کے سب دوسروں کے خداؤں کو رد کر دیوے۔

(ہشتم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: "اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں اسلئے حکمت الہیہ نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے سب خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جاوے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۴۳) پس چونکہ مسیح موعود کو مسیح ناصری سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ ہے۔ دیکھو کشتی نوح۔ اسلئے لازم آیا کہ مسیح موعود بھی مسیح ناصری کے بالمقابل شان نبوت کے ساتھ آوے تا تقابل پورا ہو جاوے۔ دیکھو نزول المسیح ص۲۰۳)

(نہم) از مسیح موعودؑ۔ "جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر۔ مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔" (تحفہ گولڑویہ ص۱۸) پس آپکا اپنی جماعت کو غیروں سے الگ رہنے کی تاکید کرنا اور انکے پیچھے نمازیں پڑھنا اور انکو اپنی لڑکیاں دینا حرام کرنا اس امر کی پوری دلیل ہے کہ آپ یعنی مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ ورنہ کوئی غیر نبی ایسا نہیں کر سکتا۔

(دہم) از مسیح موعودؑ۔ "نبوت کی شکست و ریخت جس قدر ہو چکی ہے اب خدا تعالےٰ ان میرے تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے۔" (نزول المسیح ص۱۴۶) پس یہاں سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا قول و فعل اور اسکی نصرت و تائید اس امر کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے بھلا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے۔ جس کے نشانات کو خدا تعالےٰ اپنی کمیت و کیفیت و ثبوت کے لحاظ سے تمام انبیاء سے باستثناء نبی کریم افضل قرار دیوے (دیکھو نزول المسیح ص۹۰) بلکہ بطور افضل قرار دیوے (دیکھو چشمہ معرفت ص۳۱۷) اور وہ خود نبی نہ ہو۔ و ھذا بہتان عظیم۔ و نعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

پس یہ دس زبردست دلائل ہیں جن سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آتا ہے کیا کوئی ہے جو ان باتوں کا رد کر سکے۔ اسکے علاوہ اور بہت ہی زبردست دلیل آپ کے نبی ہونے پر مندرجہ ذیل ہے۔ از مسیح موعود

"تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثنائے آنحضرت صلعم × × × سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اسکا ظل" (دافع البلاء ص۱۳)

پس اپنے آپکو سچا شفیع قرار دینا اس امر کی کافی سے بڑھکر زبردست دلیل ہے کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔

تیس ایسے حوالے جنمیں صریح طور سے مسیح موعود نے اپنے آپکو نبی اللہ کہا

منجملہ ہزارہا کھلی کھلی تحریروں کے جن میں مسیح موعود نے اپنے نبی اللہ ہونے کا کھلے لفظوں میں اقرار کیا۔ اسوقت صرف تیس (۳۰) حوالے ذیل میں درج کئے گئے ہیں۔ وہو ہذا

(۱) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)

(۲) "پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا تب وہ وقت آیا کہ انکو اپنے جرائم کی سزا دیجا دے" (حقیقۃ الوحی، ص۴۲)

(۳) "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے × × × کہ اسنے میرا نام نبی رکھا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(۴) "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے" (حقیقۃ الوحی ص۵۲)

(۵) "واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے" (حقیقۃ الوحی ص۶۷)

(۶) "صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

(۷) "جبکہ میں نے ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ اور آنیوالا مسیح میں ہوں۔ تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اسکو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

(۸) "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور الانبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے" (نزول المسیح صـ)

(۹) "میں رسول اور نبی ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے" (نزول المسیح صـ۳ حاشیہ)

(۱۰) "ایسا ہی خدانے اور اسکے رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ اور تمام خدا تعالٰے کے نبیوں نے اسکی تعریف کی ہے اور اسکو تمام انبیاء کی صفات کا مظہر ٹھہرایا ہے" (نزول المسیح صـ)

(۱۱) "اسکے فیصلہ کے لئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا۔ وہ قرنا کیا ہے۔ وہ اسکا نبی ہوگا" (چشمہ معرفت صـ۳۱۶)

(۱۲) "اسطرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسٰی بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک امتی فرد ہے اور عیسٰی ایک نبی ہے پس میرا نام مریم اور عیسٰی رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی" (براہین صـ۱۸۹)

(۱۳) "خدانے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا۔ کیونکہ یہ اسکے رسول کا تختگاہ ہے سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء)

(۱۴) "میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی بہتر ہے" (مجموعہ اشتہارات صـ۳۳۶)

(۱۵) "صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے" (اربعین ۳ صـ۲۵)

(۱۶) "اور حدیثوں سے صاف طور سے ثابت ہے کہ اگرچہ مسیح موعود ایک شخص امت میں سے ہے مگر انبیاء کی اس میں شان ہے پھر ایسے شخص کے حق میں صلوٰۃ اور سلام کیوں غیر موزوں اور غیر محل ہے × × × خدا سے ڈرو اور سمجھو کہ جس شخص کو مسیح موعود کر کے بیان کیا گیا ہو وہ کچھ معمولی آدمی نہیں بلکہ خدا کی کتابوں میں اسکی عزت انبیاء علیہم السلام کے ہم پہلو رکھی

گئی ہے۔" (اربعین ۲۴)

(۱۷) "ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور اسکا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۸) "میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ ۵)

(۱۹) "اس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اس میں ہو کر اور اسکے نام محمد و احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲۰) "جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہیں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں ہاں میں اسطور سے نبی ہوں جس طور سے ابھی ہمنے بیان کیا × × × مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲)

(۲۱) "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (آخری خط مندرجہ اخبار عام)

(۲۲) "میں اسوجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی و عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقق نہیں ہو سکتے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲۳) "پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانے میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲۴) الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء جسکا ترجمہ ہے۔ خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا ہے اور نبی بھی۔ پس جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں۔ اسکو عوام میں سے سمجھنا کمال درجہ کی شوخی ہے۔" (ایام الصلح ص ۷۵)

(۲۵) "ہمارا دعوے ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالے جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۲۶) "جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام انبیاء اور انکے معجزات کو بھی نئے سرے سے قبول کرتا ہے × × × خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں۔" (نزول المسیح ص۸۴)

(۲۷) "جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔" (آخری خط)

(۲۸) "میرا یہ دعوٰی ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں × × × نبی ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

(۲۹) "میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تا ہمارے سید آقا کی پیشگوئی پوری ہو کہ آنیوالا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔" (آخری خط)

ایسے تیس حوالے جن سے مسیح موعود کا صریح طور سے نبی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے

(از مسیح موعود)

(۱) "آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی ... الخ رسول سے اسجگہ آنحضرت صلعم بھی مراد ہیں اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص۹۸)

(۲) "کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ یعنی خدا نے ابتدا سے لکھ چھوڑا ہے کہ وہ اور اسکے رسول ہمیشہ غالب رہینگے پس چونکہ میں اسکا رسول یعنے فرستادہ ہوں × × × اسلئے جیسا کہ قدیم سے یعنے آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک ہمیشہ اس آیت کا مفہوم سچا نکلتا رہا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلیگا۔" (نزول المسیح ص۳۲)

(۳) "میں جانتا ہوں کہ خدا ضرور میری تائید کریگا۔ جیسا کہ ہمیشہ سے اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۴) "اگر مجھے ٹھٹھا کیا گیا تو یہ نئی بات نہیں دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا جسے ٹھٹھا نہ کیا گیا جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔" (چشمہ معرفت ص۳۱۹)

(۵) "اسجگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اسکی صور ہوتے ہیں۔" (چشمہ معرفت ص۷۷)

(۶) "آپ برائے خدا میری کتاب نور الحق حصہ دوم غور سے پڑھو اور دیکھو کہ کسقدر مدت دراز سے طاعون کے آنیکی پیشگوئی موجود ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۳۶)

(۷) "اگر میری نسبت تمہیں کچھ شک ہے تو مجھے جسطرح چاہو آزما لو۔ اور خدا کے اس قانون کو جو رسولوں کے حق میں جاری ہے مت بھلاؤ۔" (خطبہ الہامیہ ص۱۲۸)

(۸) "اے دشمنوں کے گروہ! کیا کچھ آرزو تمہارے دل میں باقی ہے جو چاہتے ہو کہ پھر دوسری دفعہ میرے جیسے دوسرے شخص (مسیح ناصری) کی تکفیر اور تفسیق کرو۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۴۰)

(۹) "خدا تعالےٰ کا کوئی معاملہ مجھ سے ایسا نہیں جس میں کوئی نبی شریک ہو اور کوئی اعتراض میرے پر ایسا نہیں کہ کسی اور نبی پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہو۔ پس ایسے شخص جو میرے پر اعتراض کرتے وقت یہ بھی نہیں سوچتے کہ یہی اعتراض بعض اور نبیوں پر بھی وارد ہوتا ہے وہ سخت خطرناک حالت میں ہیں اور اندیشہ ہے کہ دہریہ ہو کر نہ مریں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۲۸)

(۱۰) "شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نواہی بیان کئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا × میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی × × اور خدا تعالےٰ نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو لوگوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا ہے۔" (اربعین ۴ ص۶)

(۱۱) "اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو ان بلاؤں کی تاخیر ہو جاتی۔ میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۵)

(۱۲) "میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔ اور جس کی سچائی اسکے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۱۳) "اور جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہیں۔ ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک و منزہ ہے اور اگر کہو کہ اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسجگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ بعض گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات او پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں۔" (نزول المسیح ص ۸۱ تا ۸۴)

(۱۴) "تمام نبیوں کی پیشگوئیوں میں، ایسا ہی میری پیشگوئیوں میں بعض اجتہادی دخل بھی ہوتے ہیں × × × کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور معنا الک مجمل ہوتی ہے اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے پس میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہو اور مجمل ہو × × اس بات میں تمام انبیاء شریک ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۳)

(۱۵) "ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے × × × اور خدا نے یہ تینوں علامتیں میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کردی ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۴)

(۱۶) "نبیوں کی شفاعت سے کسکو انکار ہے۔ حضرت موسیٰ کی شفاعت سے کئی مرتبہ بنی اسرائیل بھڑکتے ہوئے عذاب سے نجات پا گئے اور میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں × × میری شفاعت سے بعض مصائب اور امراض کے مبتلا اپنے دکھوں سے رہائی پا گئے۔" (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۴)

(۱۷) "پس یہی معنے آیت وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ کے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا مسیح موعود ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۱)

(۱۸) "حق تعالیٰ 'آخرین منہم' کے قول میں اشارہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود کی جماعت صحابہ میں کی ایک جماعت ہے اور ان میں ہم کے رکھنے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ مرتبہ مسیح موعود کی جماعت کو ہرگز حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے درمیان قدسی قوت اور اپنے روحانی افاضہ کیساتھ موجود نہ ہوں۔ جیسے کہ صحابہ میں موجود تھے۔ یعنی مسیح موعود کے واسطے سے کیونکہ وہ نبی کریم کا مظہر یا آنجناب کے لئے حلہ کی مانند ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹۹)

(۱۹) "بعض نادان کہتے ہیں کہ فلاں فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جیسا کہ شریر آدمی پہلے نبیوں کے وقت میں ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۶)

(۲۰) "میں خدا کے نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ اور میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ بد قسمت ہے وہ جس نے مجھے چھوڑا۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

(۲۱) "آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔۔ داد آن جام را مرا بتمام ✣ انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔ من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آدمم نیز احمد مختار ۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار ✣ آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ۔ بخدا پاک دانمش ز خطا"

(۲۲) "رہا اجتہاد تو میں اسبات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے اجتہاد میں کبھی غلطی نہیں کی۔ جب وہ نبی جو تمام انبیاء سے افضل تھا۔ اجتہادی غلطی سے بچ نہ سکا × × × تو پھر دوسروں پر کیا اعتراض × × × × × پس جس امر میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ اور ایک بھی ان میں سے باہر نہیں۔ اسکو اعتراض کی صورت میں پیش کرنا کسی متقی کا کام نہیں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۴)

(۲۳) "روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک ✣ میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار
انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام ✣ ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب ✣ گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار"

(۲۴) "اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں سو وہ میں ہوں۔ اسی طرح تمام زمانے کے تمام بدوں کے نمونہ بھی ظاہر ہوئے۔ فرعون ہو یا وہ یہود جنھوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابوجہل ہو سب کی مثالیں اسوقت موجود ہیں۔" (براہین صفحہ ۹۰)

(۲۵) قولہ۔ چونکہ حضرت [illegible] کی ابتک کوئی ایسی تاثیر روشن طور پر ظہور میں نہیں آئی × × × بیرِ انگریزی

کی ظہور تک بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف و تاخیر کرے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں۔

اقول۔ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے × × × × × × اصل بات یہ ہے کہ نبی برحق کی حقانیت کے لئے ایمان لانے والوں کی کثرت شرط نہیں ہے۔ (براہین احمدیہ ص۱۸۷)

اور نیز فرمایا

گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی انکے زمانہ میں ہوئے تھے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے" (دافع البلاء ص۲۱)

(۲۶) "اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی یہ دونوں گرہن نہیں ہوئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی رسالت و نبوت کے وقت میں یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے جیسا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۹۶)

(۲۷) "اگر ایک لاکھ نشان دیکھیں تو اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اگر ایک بات سمجھ میں نہ آوے تو شور مچا دیتے ہیں دراصل انکے دل ہر ایک نبی سے برگشتہ ہیں کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا۔ جو انکے فہم کے مطابق ہو" (حقیقۃ الوحی ص۱۲۹)

(۲۸) "ایمان درحقیقت وہی ایمان ہے جو خدا کے رسول کو شناخت کرنیکے بعد حاصل ہوتا ہے۔۔ ۔۔۔ ہاں جو شخص سرسری طور پر رسول کا تابع ہوگیا اور اسکو شناخت نہیں کیا۔ اور اسکے انوار سے مطلع نہیں ہوا۔ اسکا ایمان بھی کچھ نہیں۔ اور آخر وہ ضرور مرتد ہوگا۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلعم کے وقت میں اور یہودا اسکریوطی حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں اور چراغدین جمونی اور عبدالحکیم خان میرے اس زمانہ میں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۹)

(۲۹) "وہ فرماتا ہے کہ اپنے اسرار کے اظہار کے لئے میں نے تجھے ہی برگزیدہ کیا ہے اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہے جیسے کہ میرے ساتھ ہے اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرا عرش۔ اسی کے مطابق قرآن شریف میں یہ آیت ہے جو خدا کے برگزیدہ رسولوں کو غیروں سے ممتاز کرتی ہے اور وہ یہ ہے فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول" (تجلیات ص۶)

(۳۰) "سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف

تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو" (تجلیات ص)

سوائے مسیح موعود کے اور کوئی مجدد یا ولی یا خلیفہ امت محمدیہ میں نبی نہیں کہلا سکتا

(از مسیح موعود)

"غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔" (حقیقۃ الوحی ص)

پھر تذکرۃ الشہادتین ص۴۳ میں فرمایا۔

"حکمت الہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جاوے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو پھر آخری خلیفہ یعنے مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاوے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو۔ اور مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کیوجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہو گیا ہے۔"

ان دونوں حوالوں سے بنص صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے سوائے حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد ہرگز ہرگز کوئی فرد امت نبی کہلانیکا مستحق نہیں۔ قرآن شریف میں بعد از رسول کریم صرف ... ایک نبی اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ احادیث صحیحہ میں صرف مسیح موعود کو ہی نبی اللہ ہونیکا استحقاق دیا گیا ہے۔ تازہ وحی اللہ "دنیا میں ایک نبی آیا" میں ایک کا لفظ خاصکر قابلِ غور ہے پھر یہ کسقدر ظلم ہے اگر ہم بغیر کسی سند شرعی کے کسی اور فرد امت کو نبی اور رسول کا لقب دیویں اور ایسا کرنے سے بقول حضرت مسیح موعود "آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ ڈالنے والے ٹھہریں۔" (حقیقۃ الوحی ط)

۱۵؎ اس مستحق نہیں کو غور سے پڑھو جنکا خیال ہے کہ سب مجددین نبی رسول ہیں۔ حدیث میں صرف مسیح موعود کے نام کے ساتھ اتفاقیہ طور پر نبی کا لفظ آگیا۔ وہ توبہ کر لیں۔

الوصیت کی عبارت "بعض افراد" والی کا مطلب

الوصیت میں صریح ہے۔

"پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا"۔

اسجگہ بعض افراد سے بعض وہ لوگ جن کے دل نفاق کی بیماری سے ملوث ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی کھلی کھلی تحریروں اور قرآن اور حدیث کے کھلے کھلے الفاظ کی کچھ پروا نہیں کرتے اور متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسا غلط مفہوم نکالتے ہیں کہ الامان! بعض نے اس عبارت کی ایسی تحریف کی ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں چنانچہ اس عبارت میں اس طرح پر کی جگہ "میری طرح پر" لکھدیا ہے۔ اور میری طرح پر لکھکر ثابت کیا ہے کہ مسیح موعود کے علاوہ اور بھی بعض افراد نے نبی ہونیکا خطاب پایا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور بہتان عظیم ہے۔ بعض افراد سے صرف صرف مسیح موعود ہی مراد ہیں۔ کیونکہ

(اول) حضرت اقدس نے اس عبارت کے آگے ہی یہ تحریر کر دیا ہے۔ "یہی معنے اس فقرے کے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا۔ کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ورنہ غیر کو اسجگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں"۔ پس اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے بغیر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ بعد آنحضرت صلعم وہ نبی کہلائے۔

(دوم) حضرت مسیح موعود کی یہ عام عادت ہے کہ آپ بعض جگہ اپنی تحریر میں بعض افراد سے محض اپنے آپکو مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی ص ۳۳۷ میں فرمایا۔

"اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسےٰ سے حاملہ ہو گئی × × × خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں × × × اس آیت کا میں مصداق ہوں میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعوے نہیں کیا کہ پہلے میرا نام مریم رکھا اور مریم میں اپنی طرف سے روح پھونکدی۔ جس سے میں عیسےٰ بن گیا"۔

پس اسجگہ بعض افراد سے حضرت نے محض اپنے آپکو مراد لیا ہے اور علاوہ اسکے دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۹ کشتی نوح ص ۴۷ نزول المسیح حاشیہ ص ۵۵

(سوم) اگر غور سے دیکھا جاوے تو حضرت اقدس باعتبار بیت سے نام اور مختلف عہدے رکھنے کے

بعض افراد کا ہی حکم رکھتے ہیں چنانچہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کا صریح الہام اس امر کی تصدیق کر رہا ہے۔

(چہارم) نبی کے نام کو محض اپنے لئے مخصوص کیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ پس بعض افراد کے معنی محدود ہوئے اور اس سے مراد صرف صرف حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا اپنی نبوت کے متعلق آخری اشتہار

حضرت مسیح موعود نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا۔

"ان لوگوں کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز عزت نہیں کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ اور افضل الانبیاء کے مدینہ میں مدفون اتنا نہیں سوچتے کہ اگر وہی عیسےٰ آجاوے تو پھر تو وہ خاتم الانبیاء ہو گیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ تم بھی نبوت کے مدعی ہو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ویسا نبی نہیں ہوں حضرت عیسےٰ براہ راست خدا کے نبی تھے۔ اور میری نبوت آنحضرت صلعم کے واسطہ اور فیض سے ہے۔" (تقریر لاہور)

اسپر کسی ناسمجھ نے یہ سمجھکر کہ گویا مسیح موعود نے نبوت سے انکار کر دیا ہے اخبار عام میں یہ شایع کر دیا۔ کہ مرزا صاحب نے نبوت سے انکار کر دیا ہے۔ جسکو دیکھکر مسیح موعود نے ایک اشتہار شایع کیا۔ جو گویا آپ کا آخری اشتہار ہے وہ اشتہار اخبار عام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء یوم وصال کے دن شایع ہوا۔ اسکو اسجگہ بعینہٖ درج کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

تقدس مآب میرزائے قادیانی کا خط

(جناب اڈیٹر صاحب اخبار عام)

"پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا اسکے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تہی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے

ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعوائے نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اسکے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں میں نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی و عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں بن سکتا سو خدا نے اپنی کلام کے ذریعہ سے بکثرت مجھے علم غیب عطا کیا ہے اور ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور کر رہا ہے میں خود ستائی سے نہیں مگر خدا کے فضل اور اسکے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں

مکتوب آخری

میں خدا غلبہ دیگا۔ اور ہر ایک پہلو سے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا۔ ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دیگا۔ پس اس بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتا ہے اور کسی قدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دیجاتی ہے مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت ہی کم ہوتی ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو۔ اسکو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جاوے بلکہ اسکو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جاوے تاکہ اس میں اور اسکے غیر میں امتیاز ہو اسلئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے۔ تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جاوے ان معنوں سے میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ اور حضرت عیسےٰ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے۔ وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اتر کر وہ نئے سرے مسلمان ہونگے اور کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدےٰ

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں ۔ مکتوب آخری

الراقم خاکسار مفتقر الی اللہ الصمد غلام احمد عفی اللہ عنہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء از شہر لاہور

نبوت کے چار ثبوت

پہلا ثبوت ۔ اگر حضرت اقدسؑ نبی نہیں تھے تو آپ نے یہ کیوں لکھا۔

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوےٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے ××

× × چنانچہ چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اسکا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

دیکھو اگر ہر خطبہ جمعہ ہر تقریر ہر تحریر میں حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنا ایک احمدی کا فرض تھا بلکہ یہ عملی جرم امیر قوم بنا دینے والا تھا تو آپ علیہ السلام خوش ہونے بجائے اسکے اسے غلطی قرار دیا۔ اور اسے اپنے دعوے سے ناواقف بغور کتابیں نہ پڑھنے والا اور صحبت سے نافیضیاب فرمایا۔ فتدبروا!

دوسرا ثبوت ۔ جب ایک معزز شخص نے بیان کیا کہ دربار میں جب رئیس نے مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ تمہارے امام نبوت کے مدعی ہیں تو میں نے عرض کیا انکا نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ تو آپ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا۔

"ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں۔ انکے بیان کرنے سے ڈرنا نہیں چاہیئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر غور کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ انکا عقیدہ تھا۔ وہ صاف کہدیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے۔ جبھی لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اب سوچو کہ اگر آپ نبی نہیں تھے تو آپکو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ ایک الزام یا غلط فہمی کو دور کر دیا۔

تیسرا ثبوت ۔ اگر آپ انہی معنوں میں نبی رسول تھے جن میں دوسرے مجددین امت محمدیہ تھے تو جہاں آپ وفات مسیح کے متعلق دوسرے اولیاء امت کے حوالے دیتے تھے اس بارے میں بھی یہ حوالہ دیتے کہ اگر میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو کیا حرج ہے اگلے مجدد بھی اپنے آپکو نبی و رسول کہلاتے رہے یا کم از کم جانتے رہے

چوتھا ثبوت ۔ لاہور میں جو آخری پبلک تقریر آپ نے فرمائی اسکے بعض الفاظ سے جب یہ سمجھا گیا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ واپس لے لیا تو آپ نے فوراً اپنا ایک مکتوب روزنامہ اخبار عام میں چھپوایا۔ اگر نبوت کا دعویٰ نہیں تھا تو آپکو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ پبلک میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی تھی وہ دور ہوئی مگر آپ تو لکھتے ہیں۔

"پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی × × میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا × × میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔"

چند اعتراضات کا جواب

اعتراض ۔ کیا حضرت مرزا صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے برابر تھے؟

جواب ۔ برابری تقابل اور غیریت کو چاہتی ہے لیکن مسیح موعود محمد رسول اللہ کا غیر نہیں ہے اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلعم کے مقابل ہو کر وہ کوئی دوسرا محمد رسول اللہ ہے پس برابری کا سوال بالکل لغو اور بیہودہ ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت نئے دعوے اور نئے نام کے اور کہ میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح ص ۳)

مسیح موعود چونکہ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہے اسلئے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا غیر نہیں کہلا سکتا۔ جیسے کہ فرمایا۔

"میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس حضرت مسیح موعود چونکہ محمدی حقیقت کا کامل بروز ہے اور ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہے جیسے کہ فرمایا۔

"خدا تعالےٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا یہانتک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جاوے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔" (نزول المسیح)

اسلئے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا برابر نہیں کہلا سکتا ہے بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم سے ایسے مقام پر ہے جہاں وہ اور محمد رسول اللہ صلعم دو تصور نہیں ہو سکتے بلکہ

جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں

"جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہو صرف ظل اور اصل کا فرق ہے سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اور اس میں دوئی نہیں آئی" (کشتی نوح ص۱۵)

پس بیشک حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد کے نام سے نبی اور رسول نہیں کہلاتے بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم میں ہو کر اور اسی کا نام پاکر رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے جیسے کہ فرمایا۔

"میں خدا کا رسول یعنی فرستادہ ہوں لیکن بغیر کسی نئی شریعت۔ نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بنکر آیا ہوں" (نزول المسیح ص۲ حاشیہ میں فرمایا۔

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنیوالا ہوتا تو خدا تعالےٰ میرا نام محمد و احمد اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا۔"

پس مسیح موعود وہ آئینہ ہے جس میں حقیقت محمدیہ کا کامل انعکاس ہے یا وہ لباس ہے جسکو آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن کیا ہے یا وہ مظہر ہے جس کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلعم پیرایہ جدیدہ میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور مسیح موعود ایسے مقام پر نازل ہوا ہے جہاں محمد رسول اللہ اور اس میں کوئی دوئی یا مغائرت ہی نہیں اور اس میں اور محمد رسول اللہ صلعم میں فرق کرنا گویا دونوں میں سے ایک کو جھوٹا جاننا ہے کیونکہ اگر اسکو محمد رسول اللہ صلعم سے غیر مانا جائے تو پھر بموجب

"میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں"

نعوذ باللہ مسیح موعود کو کافر اور کاذب ماننا پڑیگا۔ کیونکہ اگر وہ مدعی نبوت تھا اور یقیناً تھا۔ اور باوجود مدعی نبوت ہونے کے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دوئی یا مغائرت رکھتا تھا۔ تو وہ پھر یقیناً علیحدہ نام کا مدعی نبوت تھا۔ حالانکہ ایسا ماننے سے کفر لازم آتا ہے۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود باوجود غیر از محمد رسول اللہ صلعم وجود رکھنے کے حقیقت محمدیہ کا کامل مظہر تھا۔ اور ظلی طور پر محمد رسول اللہ صلعم ہی تھا۔ اسلئے فرمایا۔

جو مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے اُسنے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔" (خطبہ الہامیہ)

پس اس بات کو یاد رکھو کہ وہ بروز محمد صلعم ہونے میں عین محمد تھا۔ اور اس میں اور محمد رسول اللہ صلعم میں کوئی دوئی یا مغائرت یا فرق نہیں۔ ہاں میرزا غلام احمد ہونے کی حیثیت میں وہ آنحضرت صلعم کا ایک امتی تھا۔

اعتراض ۲۔ اگر حضرت مسیح موعود اپنی روحانی حقیقت و حیثیت میں محمد رسول اللہ ہی تھا تو پھر تناسخ لازم آیا اور تناسخ کا ماننا بطلان ہے۔

جواب۔ حضرت مسیح موعود حقیقت محمدیہ کا کامل بروز اور اتم مظہر تھا اسلئے مادی حقیقت میں وہ عین محمد نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی وہ محمد صلعم سے الگ متصور ہو سکتا ہے لیکن تناسخ میں مورد تناسخ عین وجود صاحب تناسخ مانا گیا ہے پس حضرت مسیح موعود کا حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہونا تناسخ کے رنگ میں نہیں بلکہ بروز اور مظہریت کے رنگ میں ہے۔

اعتراض۔ اگر مرزا صاحب کا دعویٰ محض مجاز اور مظہریت کے رنگ میں تھا تو اس سے لازم آیا کہ آپ واقعی اور حقیقی رنگ میں محمد رسول اللہ صلعم نہ تھے اور اگر آپ مظہر اتم ہونے کی وجہ سے محمد رسول اللہ کی ہی حقیقت اور حیثیت اپنے اندر رکھ سکتے ہیں تو محمد رسول اللہ صلعم خدا کا مظہر اتم ہونیکی وجہ سے خدا ہوا۔

جواب۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک شے کی دو طرح کی صفات ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنکو ذاتی صفات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور جنکا تحقق اور وجود بغیر حاجت خارجی اسباب کے پایا جاتا ہے۔ دوسری وہ ہیں جنکو اضافی صفات سے موسوم کرتے ہیں جنکا تحقق اور وجود خارجی اسباب کے پیدا ہونے کے بعد پایا جاتا ہے۔ پس خدا کی ذاتی صفات۔ اسکی وحدانیت اسکا علم۔ اسکا تقدس ہیں۔ اسلئے مظہریت بھی دو طرح ہی سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہ مظہریت ہے۔ جس میں خُلق خَلق اور نام ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شیر دوسرے شیر کا مظہر ہوتا ہے ایک وہ مظہریت ہے جس میں خُلق اور نام علیحدہ ہوتے ہیں۔ محض خُلق کی وجہ سے اسکو مظہر قرار دیا جاتا ہے مثلاً زید شیر ہے پس حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہرگز حقیقت الہیہ کے مظہر نہ تھے۔ نہ ہی آپکا نام اللہ تھا۔ بلکہ وہ خدا کی ایسی صفات کے مظہر اتم تھے جنکے پائے جانے سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت علم اور تقدس میں شریک لازم نہیں آتا۔ لیکن ہمارے حضرت مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے مظہر اتم تھے اور آپکا نام محمد و احمد تھا۔ پس حضرت نبی کریم کے خدا کے مظہر اتم ہونے میں اور حضرت مسیح موعود کے مظہر اتم اور بروز کامل محمد صلعم ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور وجہ سکی یہ بھی تو جاننا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود

بھی تو خدا تعالیٰ کے مظہر اتم تھے جیسے کہ فرمایا۔

"خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں جو شخص میرے پاس آئیگا اور مجھے قبول کریگا وہ نئے سر سے اس خدا کو دیکھیگا جسکی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے ہیں۔" (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

پس جیسے خدا اور انسان میں فرق ہے ایسے ہی خدا کے مظہر اتم ہونے میں اور محمد صلعم کے مظہر اتم ہونے میں فرق ہے مظہریت تامہ حقیقیہ کے لئے لازمی ہے کہ خلق خالق۔ نام۔ شان۔ حیثیت۔ حقیقت میں ہمرنگ ہو لیکن آنحضرت صلعم ہر ایک بات میں وجود الٰہی میں داخل نہیں اور ہمارے حضرت مسیح موعود ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں پس حضرت مسیح موعود کا محمد رسول اللہ صلعم کی روحانیت کا کامل مظہر ہونا اصالتاً آنحضرت صلعم کا مظہر خدا ہونا اپنے اندر ایک مطالب رکھتا ہے۔

اعتراض - حضرت اقدس کا مذہب ہے، ہر نبوت را بروشد اختتام

جواب - اس سے بڑھکر حوالہ بتاتا ہوں۔ الوصیت میں لکھا ہے اسی پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے مگر اس کے ساتھ لکھا ہے یہ نبوت اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں اور مسیح موعود کی نبوت الگ نبوت نہیں بلکہ محمدؐ کی چیز محمد ہی کے پاس رہی۔" ہم تو نبی کریم ہی کی بعثت ثانیہ کو پیش کر رہے ہیں فلیس نبوتی الا نبوتہ (الاستفتاء صفحہ ۱۶)

اعتراض - خاتم النبیین کے معنے حضرت اقدس نے کہاں کئے ہیں کہ آئندہ آپ کے فیض سے نبی بنینگے۔

جواب - دیکھو الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء "خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے یہ بالکل سچی بات ہے × × یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین × × اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ خاتم ہیں آپکی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے ہم خود بخود نہیں بنے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق بنایا۔"

دوم - الاستفتاء صفحہ ۱۶ و لا معنی لختم النبوۃ علی فرد من غیر ان تختم کمالات النبوۃ علی ذلک الفرد ومن الکمالات العظمیٰ کمال النبی فی کمال افاضۃ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ اس پر کمالات نبوت ختم ہوں اور بڑا کمال تو یہ ہو کہ اسکا فیض جاری ہو یعنی اس سے نبی بنیں۔

سوم - ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کہ نبی ظاہر ہوگا دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ آخری زمانہ میں بر طبق پیشگوئی محمدی ومبشرا احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ اور الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء

یہ لوگ جو بار بار بولتے ہیں قرآن میں کہاں نام ہے انکو معلوم نہیں کہ خدا نے میرا نام احمد رکھا ہے × × اور احمد نام پر ہی ہم

بیعت لیتے ہیں پھر دیکھو اعجاز المسیح ۱۲۳ "عیسیٰ ابن مریم نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی تھی۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں اپنی نبوت کو مجازی فرمایا ہے

جواب۔ اصل الفاظ یہ ہیں وسمیت نبیا من اللّٰہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ اور اسکے معنے بھی آپ نے خود ہی کر دئیے ہیں کہ فانی ابی تحت جناح النبی (میں نبی کے فیض سے تربیت یافتہ مقام نبوت تک فائز ہوں) پس یہاں مجاز سے مراد یہ ہے کہ آپکی نبوت براہ راست نہیں بلکہ برکت اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوم۔ مجاز بمقابلہ حقیقت ہوتا ہے اور حقیقی کے معنے حضرت اقدس کے نزدیک صاحب شریعت کے ہیں۔ دیکھو سراج منیر صفحہ ۳۔ "اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں" اور دیکھو مکتوب الحکم جلد ۲۹/۳ "وہ شخص غلطی کرتا ہے جو سمجھتا ہے کہ "اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔" پس مجاز کا لفظ اس حقیقت کے مقابلہ پر ہے۔

سوم۔ جب آپ اپنی بعثت کو محمد رسول اللہ کی بعثت فرماتے ہیں اور اپنی نبوت کو انکی نبوت۔ جیسا کہ اوپر الاستفتاء اور ازالہ غلطی کا حوالہ گزرا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ وجود کے لحاظ سے وہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں تھے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) تھے تو لامحالہ آپکی نبوت علیٰ طریق المجاز ہی ہوگی۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو ظلی فرمایا۔ پس آپکی نبوت حقیقی و اصلی نہیں۔

جواب۔ ظلی کا لفظ تو شان کو بڑھاتا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے لئے ضرور نہ تھا کہ نبوت کے حصول کے لئے جمیع کمالات محمدیہ حاصل کرتے مگر مسیح موعود کے لئے ضروری تھا کہ جمیع کمالات محمدیہ کے بعد نبی کا لقب پاتے (دیکھو غلطی کا ازالہ) اور نزول المسیح صہ "اسلئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا۔"

دوم۔ دنیا میں ہزاروں قرآن مجید ہیں جو عکسی ہیں پس اگر قرآن کے عکسی ہونے کے سبب اسمیں حقیقت قرآنی معدوم ہے اور اسکے الفاظ ہمارے لئے حجت نہیں تو بلاشبہ مسیح موعود کی ظلی نبوت بھی بے حقیقت ہے اگر قرآن مجید کے عکسی ہونے سے کوئی نقص لازم نہیں آتا تو یہاں بھی نقص نہیں۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کے ساتھ امتی فرمایا۔

جواب۔ اس سے بھی اصلِ نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ امتی کی وجہ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ میں فرماتے ہیں "میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" ایسا ہی دوسرے رسالہ میں "کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جبتک اسکو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست" (صفحہ ۹ حاشیہ) پس امتی کا لفظ تو طریق حصول نبوت پر دال ہے جیسے مستقل کا لفظ براہ راست پر۔

اعتراض حضرت اقدس نے لکھا ہے میری نبوت کاملہ تامہ نہیں اور صاحب نبوت کاملہ تامہ امتی نہیں ہو سکتا

جواب۔ نبوت کاملہ تامہ سے مراد آپکی وہ نبوت ہے جو براہ راست حاصل کی جائے اور جس کے ساتھ وحی شریعت ہو چنانچہ توضیح مرام صفحہ ۱۹ پر ارشاد ہوتا ہے ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت (نبوت تامہ یعنی وحی شریعت کی حاملہ منقطع ہوئی)۔

دوم۔ یہ اسوقت کا ذکر ہے جب آپ اپنی وحی کے الفاظ نبی و رسول کو لغوی معنوں پر حمل فرمایا کرتے تھے

سوم۔ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا (ازالہ ص۲۳۵) یہ نہیں فرمایا کہ امتی صاحب نبوت نہیں ہو سکتا۔ نبی امتی اور امتی نبی میں فرق ہے کوئی نبی جو براہ راست نبی ہو یا صاحب شریعت وہ دوسرے نبی کا امتی نہیں بنیگا۔ مگر ایک امتی خاتم النبیین کا امتی نبی بن سکتا ہے دیکھو براہین حصہ پنجم ص۱۳۸ "نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔"

معترض کو سوچنا چاہیئے جہاں حضرت صاحب نے فرمایا۔ نبی اُمتی نہیں ہو سکتا۔ وہاں کلام حضرت عیسٰے بن مریم کے بارے میں ہے جنہیں ہمارے مخالفین غیر احمدی آسمان سے اوتار کر ہی سے امتی بنانا چاہتے ہیں۔ اور ہم ایک امتی کا ذکر کرتے ہیں جو نبی بنا۔

چہارم۔ حضرت صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے "شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ بغیر شریعت کے آسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو" اس سے ظاہر ہے کہ امتی نبی ہو سکتا ہے۔

اعتراض حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو ناقصہ ٹھہرایا اور اپنے آپکو محدث فرمایا۔

جواب۔ محدث تو اسلئے فرمایا کہ حضرت صاحب کے نزدیک ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ اسی واسطے اوائل

ہیں ایک اشتہار میں فرمایا نبی کی جگہ محدث بنا دو۔ توضیح مرام صفحہ ۱۹ "فاعلم ارشدک اللہ تعالے ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ"۔ مگر ہر محدث نبی نہیں ہو سکتا اور حضرت اقدس نے اپنے لئے صرف محدث کا اطلاق جائز نہیں رکھا دیکھو غلطی کا ازالہ صہ "اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے"۔

باقی رہی نبوت ناقصہ۔ سو ایک معترض نے "میری نبوت سے نبوت ناقصہ مراد ہے"۔ حضور کے الفاظ بتائے ہیں اصل حوالہ صفحہ ۵۶۹ (ازالہ) میں پہلے نبوت کاملہ تامہ کا ذکر جو وحی شریعت سے مختص ہے اور اسکے مقابلہ میں محدث کو ناقص طور پر نبی کہا ہے اصل الفاظ یہ ہیں۔ "ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی"۔ یہ نہیں فرمایا میری نبوت نبوت ناقصہ ہے اسی طرح اصل حوالہ صفحہ ۵۳۲ میں یہ الفاظ ہیں۔ "وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائیگی"۔ یہاں بھی نبوت تامہ کے مقابل یہ لفظ بولا ہے اور یہ اوائل کا ذکر ہے جب حضور اپنی وحی کے الفاظ نبی اور رسول کو لغوی معنوں پر محمول کرتے اور اپنے آپکو صرف محدث سمجھتے۔ بعد میں خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تہا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے × × × اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ × × × مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اسنے مجھے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"۔

اعتراض۔ اوائل سے مراد قبل از دعویٰ مسیح موعود ہے۔

جواب۔ یہ غلط ہے یہ عبارت حضرت اقدس نے اس اعتراض کے جواب میں لکھی ہے کہ حضور نے تریاق القلوب میں مسیح ابن مریم پر اپنی فضیلت کو جزئی قرار دیکر لکھا ہے کہ غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس تریاق القلوب کے لکھنے کی تاریخ بھی اوائل میں شامل ہے۔

اعتراض۔ تریاق القلوب تو ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی

جواب۔ یہ غلط ہے سنہ ۱۹۰۰ء کے ابتدا میں صفحہ ۵۸ تک چھپ چکی تھی اندرونی شہادت بھی موجود ہے دیکھو صفحہ ۱۳۷ – ۱۰ اسوقت تک جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے ٹائٹل اور آخری ورق سنہ ۱۹۰۲ء میں چھاپا گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت اقدس نے معترض کے اعتراض کو تسلیم کر لیا کہ آپنے تریاق القلوب میں اپنے آپکو

غیر نبی اور جزئی فضیلت رکھنے والا کہا۔ یہ اوائل کا مذہب ہے اور دافع البلاء (مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء) میں تمام شان میں بہت بڑھکر یہ بعد کا مذہب ہے حالانکہ تاریخوں کے لحاظ سے تریاق القلوب بعد کا اور دافع البلاء اوائل کا مذہب ہونا چاہئے۔ اگر تریاق القلوب کے وہ صفحات اپریل ۱۹۰۲ء کے بعد چھپتے تو آپ فرماتے دافع البلاء کی عبارت منسوخ ہوگئی۔ نیز کشتی نوح جو ۵ اپریل ۱۹۰۲ء کو چھپی اس میں بھی آپ نے مسیح بن مریم سے اپنے آپکو بڑھکر لکھا ہے۔ مقدر۔ بلکہ یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء مسیح کی سیرت میں فرمایا۔ "خدا تعالیٰ کی صریح وحی سے مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء سے بڑھ کر ہے" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اعتراض حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کرسکتا ہوں تو کیا ۱۹۰۲ء تک آپ بے خبر رہے کہ میں نبی ہوں۔

جواب۔ آپ ان الفاظ کو لغوی معنوں پر محمول فرماتے رہے اور ظاہر پر حمل نہ کیا اور بے خبری و لاعلمی تو حضرت اقدس مسیح کی دوبارہ آمد کے بارے میں بھی مانتے رہے ہیں۔ ایک طرف براہین احمدیہ میں مسیح کے آسمان سے نازل ہونا لکھا۔ دوسری طرف اسی براہین میں یہ الہام درج ہے کہ یا عیسیٰ یہ آپ کے صدق پر دال ہے باوجود الہامات کے بے خبری کا اقرار دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ "جس زمانہ میں خدا نے براہین احمدیہ میں فرمایا۔ اس وقت میں اس معرفت سے خود بے خبر تھا" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰۔ "جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا" اعجاز احمدی صفحہ ۶ "میں قریباً بارہ برس جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا۔ کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔"

اعتراض۔ صحیح مسلم میں جو نبی اللہ آیا ہے اسکے معنے حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں وحی پانے والا لکھے اور انجام آتھم میں صوفیانہ اصطلاح قرار دی ہے۔

جواب۔ یہ بھی اوائل کا ذکر ہے اور نبی وحی پانے والا ہی ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ کو خدا کی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵) صوفیانہ اصطلاح ہوتی تو پھر کئی نبی ہوتے مگر حقیقۃ الوحی میں حضرت اقدس نے لکھدیا ہے کہ "اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقعہ ہوجاتا × × اسلئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روکدیا۔ تاکہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہوجائے

دیکھو یہاں صحیح مسلم کی حدیث کا مصداق صرف ایک قرار دیا ہے پس جو اول میں فرمایا وہ وحی الٰہی کی بنا پر خاص ہؤا۔

اعتراض۔ مسیح موعود مجدد تھے اگر دوسرے مجدد نبی تھے تو آپ بھی ہیں۔

جواب۔ مجدد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ صہ ۳ "ہمارے نبی اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے"۔ پس کیا وہ بھی نبی نہیں۔

اعتراض۔ حضرت اقدس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر فرمایا ہے پھر آپ کیوں دعویٰ کرنے لگے تھے۔

جواب۔ جو آپکو یہ کہے اسے کہنا چاہیئے اصل حوالہ دکھاؤ۔ پھر اس حوالہ کی پہلی اور بعد کی سطریں دیکھیں انمیں ضرور ایسی نبوت کا ذکر ہوگا جو براہ راست ملے یا صاحب شریعت کی نبوت ہو۔ مثلاً آسمانی فیصلہ طبع سوم جہاں مدعی نبوت کو کافر فرمایا۔ ساتھ ہی قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کرنے والا لکھا ہے

اعتراض۔ اگر مرزا صاحب بروز محمد صلعم تھے تو بروز مسیح ناصری بھی تو تھے اور بروز کرشن بھی تھے۔ لہذا بروز محمد صلعم ہونے میں آپکی کونسی خصوصیت ہے۔

جواب۔ اس امر کو خوب ہی یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور آپ کے شاگرد ہیں اور بیٹوں کی طرح آپکے نام کے وارث آپکے علم کے وارث آپکے خلق کے وارث اور آپ کی روحانیت کے وارث ہیں۔ غرض ہر ایک کمال کے وارث ہیں اسلیئے بروز محمد صلعم ہونے میں آپکو خاص خصوصیت ہے اور باقی دیگر انبیاء علیہم السلام کے بروز ہونے میں آپکو کوئی خصوصیت نہیں یہی وجہ ہے کہ جب مسیح موعود نے محمد رسول اللہ صلعم کے بالمقابل اپنے آپکو پیش کیا ہے تو محض ایک امتی اور آپکے فیض سے پروردہ۔ لیکن برخلاف اسکے جب دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بالمقابل اپنے آپکو پیش کیا ہے تو اپنے آپکو انپر ہر شان میں فضیلت دی ہے جیسے کہ فرمایا۔ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اپنی تمام شان میں اس مسیح سے بہت بڑھکر ہے"۔ (دافع البلاء) پس یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بروز محمد صلعم ہونے میں مسیح موعود آنحضرت صلعم کے فیض سے پروردہ ہے لیکن بروز مسیح ناصری یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے بروز ہونے میں مسیح موعود ہرگز انکے فیض سے پروردہ نہیں چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "میری نسبت انکی جناب کے ساتھ استاد اور شاگرد کی نسبت ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وآخرین منہم لما یلحقوا بہم اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس

آخرین کے لفظ میں فکر کرو اور خدا نے مجھے اُس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا ہے اور اسکو کامل بنایا۔ اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہُوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہُوا۔ اور یہی معنے آخرین منہم کے بھی ہیں ۔ ۔۔۔ اور جو شخص مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے اسنے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱-۱۷۲)

یہ تو مسیح موعود کے بروز محمد صلعم ہونے کی حقیقت ہے لیکن بروز مسیح یا بروز دیگر انبیاء ہونے میں مسیح موعود ہرگز مسیح ناصری یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے فیض یافتہ نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر دیگر انبیاء اسوقت ہوتے تو یقیناً اس بندہ محمد صلعم کی فرمانبرداری کرتے۔ اور اپنے آپکو اسکے فیض کا محتاج پاتے۔ پس بروز محمد صلعم ہونے میں ہم مسیح موعود اور محمد رسول اللہ میں کوئی فرق نہیں کرتے لیکن بروز عیسےٰ مسیح یا راجہ کرشن یا دیگر کسی نبی کے بروز ہونے میں مسیح موعود اور دیگر انبیاء میں وہی فرق ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم میں اور دیگر انبیاء میں ہے اسکی مثال یوں ہے کہ بروز محمد صلعم ہونے میں تو آپ اس وارث بیٹے سے تشبیہ رکھتے ہیں جو اپنے باپ سے ہر ایک رنگ میں ملتا جلتا ہے اور ہر ایک کمال اپنا خود نہیں۔ بلکہ اپنے باپ سے حاصل کرتا ہے لیکن دیگر انبیاء کے بروز ہونے میں آپ اس شہنشاہ سے تشبیہ رکھتے ہیں۔ جو بذاتہٖ خود ایک شہنشاہ ہو لیکن صفات میں وہ کسی دوسرے شہنشاہ سے تشبیہ رکھتا ہو اور ہمرنگ ہو۔ پس بروز محمد صلعم ہونے میں آپ بالواسطہ ہیں اور بروز انبیاء ہونے میں آپ براہ راست ہیں۔ یہی ایک وجہ ہے کہ مسیح موعود نے حضرت نبی کریم صلعم کے بالمقابل اپنے نفس کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپکو بروزی وجود قرار دیا ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء کے مقابل جب اپنے آپکو پیش کیا ہے تو بڑے زور سے اپنے آپکو ان پر فضیلت کلّی قرار دی ہے۔

اعتراض۔ حضرت صاحب نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ "ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے لیکن ہمارے نبی کریم صلعم کے دو بعث ہیں۔ اور اسپر نص قطعی آیت کریمہ وآخرین منہم دلالت کرتی ہے۔" لیکن برخلاف اسکے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حضرت عیسےٰ بھی دوبارہ آئینگے۔ اور دیگر انبیاء بھی بعض وقت دوبارہ آئے۔ مثلاً حضرت الیاس کا یحیےٰ کی بروزی صورت میں دوبارہ آنا وغیرہ وغیرہ۔ پس اس صورت میں حضرت نبی کریم کے دو بعثت ہونے میں کوئی خصوصیت نہ رہی۔

جواب۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل بروز کے طور پر دوبارہ آئے ہیں۔ اور دیگر انبیاء مثیل بروز کے طور پر دوبارہ آئے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مورد بروز کوئی ایسا شخص نہیں

جسکا کمال اپنے طور پر ہے بلکہ ایسا وجود ہے جس کا تمام کمال اپنے طور سے نہیں بلکہ اسی میں ہوکر اور اسی میں فنا ہوکر حاصل کردہ ہے لیکن یہ بات دوسرے بروز میں پائی نہیں جاتی۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی۔ آجتک ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ کہ ایک نبی کا بروزی طور سے دوبارہ آنا ایسے شخص پر موقوف کیا گیا ہو۔ جو اول اسکے فیض سے پرورده ہو اور اسکا ہر ایک کمال اپنے طور سے نہیں بلکہ صاحب بروز سے پایا ہو۔ پس اس صورت میں اصلی اور حقیقی معنوں میں آنحضرت صلعم کے ہی دو بعث ماننے پڑے نہ کہ کسی اور نبی کے۔ کیونکہ وہ بروز اس شعر کے مصداق ہے کہ من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی۔ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"۔ وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی لئے مقدر ہے۔ کسی اور نبی کو ہرگز ہرگز یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ اسکا کوئی بروز امتی سے فیضیافتہ ہوکر اسکا مورد بروز ہو اسلئے کوئی نبی اس بات کا مستحق نہیں کہ کہا جاوے کہ اسکے لئے دو بعث مقدر ہیں۔ سوائے حضرت نبی کریم کے۔

اعتراض۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود خود بھی آخرین منہم میں داخل ہے اور مسیح موعود کی جماعت بھی۔ پس اس سے مسیح موعود کا صرف صحابی ہونا لازم آیا۔ نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم۔

جواب۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ کروڑہا دفعہ اس امر کا اعلان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود دو الوجہین شان میں نازل ہوئے ہیں فیض لینے میں تو وہ امتی ہیں اور صحابہ کی جماعت میں داخل ہیں لیکن فیض دینے میں وہ نبی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان رکھتے ہیں۔ اور مسیح موعود کی جماعت صحابہ کی جماعت نہیں کہلا سکتی۔ جبتک مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلعم کی ہی شان میں مانا نہ جاوے۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "مسیح موعود کی جماعت خدا کے نزدیک صحابہ ہی کی ایک جماعت ہے اور اس نام رکھنے میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہ مرتبہ مسیح موعود کی جماعت کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک نبی کریم انکے درمیان دی قدسی قوت اور روحانی افاضہ کے ساتھ موجود نہ ہوں جیسا کہ صحابہ میں موجود تھے یعنی مسیح موعود کے واسطہ سے کیونکہ وہ نبی کریم کا مظہر اور آنجناب کے لئے حلہ کی مانند ہے"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹۹)

پس آیت آخرین منہم جہاں مسیح موعود کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استاد اور شاگرد کی نسبت ظاہر کرتی ہے وہاں اسکی جماعت کو صحابہ کی جماعت قرار دیکر مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کی حقیقت کا مظہر تام پیش کرتی ہے پس اس امر کو خوب ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود صرف امتی نہیں بلکہ نبی بھی ہیں۔ صرف جمالی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم بھی ہیں صرف خلیفہ نہیں بلکہ خود صاحب خلفاء بھی ہیں صرف قمر نہیں بلکہ شمس

بھی ہیں صرف غلام احمد نہیں بلکہ احمد بھی ہیں صرف فیضیافتہ نہیں بلکہ فیض دہندہ بھی ہیں پس مسیح موعود غلام احمد ہونے میں تو امتی ہیں اور آنحضرت صلعم کے صحابہ میں داخل ہیں لیکن احمد ہونے میں وہ محمد ثانی ہیں۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ) اور اپنے اندر بغیر فرق ایک ذرہ کے حقیقت محمدیہ من و عن رکھتا ہے

اعتراض۔ آیت آخرین منھم بتلاتی ہے کہ کوئی دوسری امت تبدیل ہونے والی نہیں رسول اللہ صلعم کے بعد آنیوالے محمدی سلسلے آخری ہیں اور مسیح موعود کی جماعت بھی آخری ہے

جواب۔ گویا معترض کے نزدیک آخرین منھم میں منھم کی ضمیر تمام افراد امت کی طرف راجع ہے نہ کہ صرف صحابہ کی طرف ھٰذا بہتان عظیم حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "آیت ممدوحہ بالا یعنی و آخرین منھم میں یہ تو نہیں فرمایا کہ و آخرین من الامۃ بلکہ یہ فرمایا و آخرین منھم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منھم کی ضمیر اصحاب رضؓ کی طرف راجع ہے لہٰذا وہی فرقہ منھم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہو اور خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے ہی قرار دیا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۶۷)

پس منھم سے تمام افراد امت کو مراد لینا درحقیقت قرآن شریف میں تحریف کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ منھم سے صرف صحابہ ہی مراد ہیں

اعتراض۔ اگر مسیح موعود نے محمد رسول اللہ ہونیکا دعویٰ کیا تو اس سے آپکی شان کچھ نہیں بڑھ گئی کیونکہ ایسا دعویٰ پہلے اولیاء نے بھی کیا ہے۔

جواب۔ یہ محض غلط اور سراسر غلط ہے کہ کامل بروز محمد صلعم ہونے کا دعویٰ آجتک کسی ولی یا مجدد یا محدث یا قطب یا غوث نے کیا ہو لیکن اگر کسی نے اپنے آپکو محمد و احمد کہا تو اس سے اسکا دعویٰ شرعاً متحقق نہیں ہو سکتا مسیح موعود کا دعویٰ تو نص صریح آیت کریمہ و آخرین منھم سے متحقق ہے پس حضرت مرزا صاحب کا محمد رسول اللہ صلعم ہونا منصوص ہے برخلاف ہر ایک ایسے مدعی کے جس نے اپنے دعوے کے لئے کوئی نص صریح پیش نہیں کی

اعتراض۔ کیا صرف ایک ہی بروز محمد صلعم ہونا مقدر ہو چکا ہے یا کسی اور کا بھی

جواب۔ ایک اور صرف ایک یعنی مسیح موعود ہی صرف وہ بروزی وجود ہے جسکا وعدہ قدیم سے دیا گیا ہے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں۔ جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی" (ایک غلطی کا ازالہ ص۱)

اس حوالہ سے جہاں ایک طرف مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے وہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بجز بروزی وجود کے اور کوئی نبی کہلا نہیں سکتا۔ پس چونکہ صرف ایک ہی موعود بروزی وجود ہے یعنی مسیح موعود لہٰذا صرف ایک ہی نبی کہلانیکا مستحق ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ایک اور صرف ایک ہی بروز محمد صلعم ہونیکا مستحق قرار دیا گیا ہے چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ "ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں"۔ پھر فرمایا "ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ وہ آیت اٰخرین منہم سے ظاہر ہے"۔ پھر فرمایا۔ انا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا (ایک غلطی کا ازالہ صلا) پس چونکہ مسیح موعود ہی وہ بروزی وجود ہے جسکا وعدہ قرآن شریف اور قدیم سے دیا گیا ہے اسلئے صرف مسیح موعود ہی مخصوص ہے جو کہ نبی اور رسول کہلا سکتا ہے اور اگر دوسرے اولیاء ابدال اور مجددین وغیرہ بھی مسیح موعود کی طرح نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں تو پھر لامحالہ وہ بھی بروز محمد صلعم ہونگے اس صورت میں کثرت کا ہونا لازم آیا حالانکہ قرآن شریف میں کثیر بروزی وجودوں کا ذکر نہیں بلکہ ایک اور صرف ایک کامل بروزی وجود کا ذکر ہے جسکا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود ہے۔

اعتراض۔ مسیح ابن مریم کے ابن اللہ ہونے میں اور مرزا غلام احمد کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ حضرت مسیح ابن مریم حقیقت الٰہیہ کے مظہر تام نہ تھے لیکن مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے مظہر تام تھے اصل حقیقت یہ ہے کہ مجاز دو طرح سے ہوتا ہے ایک مجاز حقیقی اور دوسرے مجاز غیر حقیقی حقیقی مجاز کی تو مثال یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بیویاں ہماری مائیں ہیں حالانکہ وہ حقیقتاً ہماری مائیں نہیں۔ نہ ہی انہوں نے ہمیں جنا نہ ہی انہوں نے ہمیں دودھ پلایا ہے لیکن شرعاً وہ مائیں ہیں اور باوجود ہماری حقیقی اور اصلی مائیں نہ ہونے کے اپنے اندر وہی حقیقت اور حیثیت رکھتی ہیں جو کہ ہماری اصلی حقیقی مائیں رکھتی ہیں لیکن مجاز غیر حقیقی میں یہ بات پائی نہیں جاتی جیسے کہ ہم کسی بوڑھی عورت کو اپنی ماں کہدیں تو اس سے وہ شرعاً ہماری ماں نہیں کہلا سکتی۔ سو یہی حال حضرت مسیح ابن مریم اور حضرت مسیح موعود میں ہے حضرت مسیح ابن مریم مجاز غیر حقیقی کے رنگ میں ابن اللہ تھے لیکن مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے کامل بروز یا مظہر تام تھے اسلئے وہ شرعاً محمد رسول اللہ صلعم کی ہی حقیقت اور حیثیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پس حضرت صاحب کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے کو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے سے تشبیہ دینا غلط اور محض غلط ہے حضرت صاحب کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے میں حقیقت شرعی مقصود ہے اور حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے

سو حقیقت معنوی مقصود ہو وہ مجاز حقیقی ہو اور یہ مجاز غیر حقیقی

اعتراض ۔ کہا جاتا ہو کہ مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہو کہ "ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا اسکا دروازہ قیامت تک کھلا ہے" صـ۲۸ اور دوسری طرف فرمایا کہ "میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہو نہ کہ اصلی نبوت" صـ۱۵۰ پس اس سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود انہی معنوں میں نبی اور رسول تھے جن معنوں میں دوسرے اولیاء اور مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔

جواب ۔ صفحہ ۲۸ کی عبارت میں نبوت کے معنے لکھے گئے ہیں نہ نبوت کی اصطلاح اور ہم مانتے ہیں کہ معنوں کے لحاظ سے جو نبوت ہے یعنی وحی پانا سو اسکا دروازہ قیامت تک کھلا ہے لیکن ہر ایک شخص جو وحی پاتا ہے وہ نبی نہیں کہلا سکتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ "اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۳۹۰) پس نبی کہلانے کیلئے کثرت وحی اور کثرت اظہار امور غیبیہ شرط ہے اور یہ شرط باتمام و کمال صرف مسیح موعود میں متحقق ہو لہذا مسیح موعود کا ہی شرعی اصطلاح میں نبی کہلانا متحقق ہو سکتا ہے اور دوسرے کا لغوی معنوں میں نبی اور رسول ہونا پایا جاتا ہے اور علاوہ اسکے اگر مسیح موعود کی اس عبارت صفحہ ۲۸ والی سے یہی مراد ہے جو پیش کیا گیا ہے تو حضرت مسیح موعود صفحہ ۲۸ ہی کے حاشیہ پر یہ نہ لکھتے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہو اور نبی بھی۔" صـ۲۸ حقیقۃ الوحی ۔ پس یہاں پر صرف ایک کو نبوت تامہ سے مخصوص ٹھہرایا گیا ہے ہم مانتے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت گو ظلی ہی تھی یعنی فیض محمدی سے ہی تھی لیکن وہ اپنی کیفیت اور کمیت میں اس کمال کو پہنچ چکی تھی جس کمال پر جا کر ایک امتی کو نبی کہا جاتا ہے اسلئے آپکی نبوت نبوت ظلیہ کاملہ تھی اور آپ ہی ایسے فرد مخصوص ہیں جو نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں ۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں "اور مسیح موعود کی نبوت ظلی ہے کیونکہ وہ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہو گیا ہے۔" اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ بروز کامل ہونا سوائے مسیح موعود کے اور کسی بھی فرد امت محمدیہ کیلئے مقدر نہیں لہذا نبی کہلانا بھی صرف مسیح موعود ہی کے لئے مخصوص ہے ۔

اعتراض ۔ آیت و آخرین منہم سے کہاں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود کے لباس میں محمد رسول اللہ صلعم بھی تھے۔

جواب از مسیح موعود "آیت وآخرین منہم سے ظاہر ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا × × × × اور افاضہ بغیر بعثت غیر ممکن ہے
۹۹ اور بعثت بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے۔ پس اس صورت میں بروزی طور پر محمد رسول اللہ صلعم کا آنا ماننا پڑا" (تحفہ گولڑویہ)

اعتراض۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم کے بعد صرف ایک ہی فرد نبی کہلانے کے لئے مخصوص ہے تو خاتم النبیین کے کیا معنی ہوئے جس میں النبیین صیغہ جمع ہے اور دوسرے مماثلت سلسلہ موسویہ کی ثابت نہیں ہوتی اگر سلسلہ موسویہ میں بہت سارے انبیاء نہ ہوں

جواب۔ حضرت مسیح موعود گو وجود میں ایک ہیں مگر حیثیت میں شان میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی حیثیت اور حقیقت اپنے اندر رکھتے ہیں چنانچہ خدا نے فرمایا ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء جسکی نسبت مسیح موعود فرماتے ہیں "اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں انکے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں" (براہین ۵ ص۹۰) اور نزول المسیح میں فرمایا۔ کہ "کل انبیاء (میرے آنے سے) اس امت میں پیدا ہو گئے" ص۳ گویا مسیح موعود کا وجود ایسے طور سے پیدا کیا گیا ہے جو ایک نہیں بلکہ بہت سے انبیاء کے وجود کا حکم اپنے اندر رکھتا ہے پس اس طور سے کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف میں دیکھا کہ آپکے پیچھے ایک ہی صف میں اور ایک ہی وقت میں کل انبیاء نے نماز ادا کی ہے۔ پس یہ کشف دلالت کر رہا ہے کہ آپکے بعد کل انبیاء علیہم السلام مبعوث ہونگے جو آپکے متبعین میں سے ہونگے لیکن ایک ہی صف اور ایک ہی وقت سے یہ امر ظاہر ہو رہا ہے کہ کل انبیاء کا آنا صرف ایک ہی وجود اور ایک ہی وقت میں ہوگا و اذا الرسل اقتت میں بھی یہ بتایا سو وہ مسیح موعود کے وجود سے پورا ہوا فالحمد للہ [illegible]

یہ بھی یاد رہے کہ النبیین میں آپ سے پہلے انبیاء بھی شامل ہیں ان سب انبیاء کی نبوت بھی آپ ہی کی تصدیقی مہر سے ثابت ہوئی کیونکہ نہ انکی صحیح تعلیم ہمارے پاس موجود تھی نہ صحیح نشانات اور نہ صحیح کتابیں آپ ہی کی مہر نبوت سے انکی نبوت کی تصدیق ہوئی

اعتراض۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی نبوت کسبی تھی۔ وہبی نہ تھی۔

جواب۔ یہ محض افترا ہے نبوت کبھی کسبی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس موہبت کے لئے کونسا طریق استعمال ہوا۔ بیشک حضرت مسیح موعود کی نبوت براہ راست نہ تھی بلکہ بالواسطہ تھی۔ کیونکہ ایک طرف ختم نبوت کی وجہ سے بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور دوسری طرف ایک نبی اللہ کا آنا مقدر ہو چکا ہے تا محمدی سلسلہ کا تقابل موسوی سلسلہ سے پورا ہو جاوے (تذکرۃ الشہادتین ص۶۶) پس اسلئے اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ ص۵ حاشیہ) پس مسیح موعود کی نبوت کسبی تو ہرگز ہرگز نہ تھی۔ بلکہ وہبی ہی تھی۔ ہاں ختم نبوت کا نشان قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کو آنحضرت صلعم کی پیروی

سے وابستہ کر دیا۔ مسیح موعود کا نبی ہونا گو بالواسطہ طریق سے ہے لیکن کسبی نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس گو موجبات میں فرق ہے لیکن اصلیت اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔

اعتراض۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایسے بروز محمد صلعم تھے کہ انکے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔

جواب۔ بیشک وہ چونکہ حقیقت محمدیہ کے کامل بروز تھے اسلئے انکار بھی ویسے ہی ہے جیسے کہ حضرت نبی کریم کا خود۔ اور اگر حقیقت محمدیہ میں یہ داخل ہو کہ آنحضرت صلعم کا انکار کفر ہے تو پھر لامحالہ مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہوگا کیونکہ وہ "ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں"۔ (نزول المسیح صـ ۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ پس میں وہ مظہر ہوں۔ پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو"۔ (خطبہ الہامیہ صـ ۱۷۰)

خاتمہ

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ یہ عظیم الشان مضمون جس میں بڑے بڑے لوگوں نے ٹھوکر کھائی محض اسکے فضل و رحم سے مجھ ہیچمدان کو لکھنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اس مضمون میں مسئلہ نبوت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر پہلو میں مکمل بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حتی الوسع کسی ایسے مقام کا حوالہ نہیں چھوڑا۔ جہاں حضرت اقدس نے اپنی نبوت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہو۔ اسکے بعد اندرونی مخالفین کی طرف سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں وہ بھی سب جمع کر کے انکا جواب دیدیا گیا ہے الحمدللہ کہ یہ رسالہ اب ایک مکمل شان میں نظر آتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ احباب اسکی قدر کرینگے خود بڑے غور سے مطالعہ کرینگے اور اسکے بعد اسکی اشاعت میں سعی فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے خدا تعالےٰ انہیں توفیق بخشے فالحمدللہ رب العٰلمین

نوٹ۔ خاکسار اکمل نے بعض مقامات پر اس مضمون میں دخل دیا ہے اور چند اعتراضوں کے جواب اسمیں بڑھا دیئے ہیں یہ عرض کرنے کی کچھ ضرورت تو نہ تھی۔ مگر چونکہ ہر ایک کا مذاق جدا اور رنگ الگ ہے اسلئے ہو سکتا ہے کہ برادر سعید کے خلاف ذوق میں نے کچھ لکھدیا ہو اسکی ذمہ واری میرے اوپر ہی رہنی چاہیئے

ظہور المہدی یعنی حج احمدیہ

ایک مبلّغ کے لئے ایک مناظر کے لئے ایک طالب حق کے لئے ایک تمام مذاہب عالم پر تنقید کرنے والے کے لئے ایک احمدی کی وسعت معلومات کے لئے یکساں مفید ہر مسئلہ پر آیات و احادیث و روایات کا اتنا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اس سے زیادہ کیا کوئی جمع کرے گا۔ احمدی مذہب کا امنت باللہ سے لیکر الیوم الآخر تک پھر حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کا مفصّل و مدلل ثبوت اس میں درج ہے۔ اور عسل مصفّٰی کے شائع ہونے کے بعد جو نئے اعتراض ہمارے پیش کردہ دلائل پر کئے گئے تھے۔ ان کو زیر نظر رکھکر یہ کتاب لکھی گئی ہے حجم ۳۵۲ صفحے قیمت بجائے دو روپے کے سوا روپیہ (عہ) آپ ایک دفعہ منگا کر ضرور دیکھیں +

رجسٹرڈ اپیل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن



سنہ ۱۹۱۵ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ جنتری بوالپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی۔

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جس کو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں دولتمند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی بوٹی اور چٹکلے کے کھوج میں رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مزاجوں کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنے کی نہایت ہی آسان ترکیب ہے جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ بقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں ہیں۔ آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو نیا پیدا کرتی ہیں۔ جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔

اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو

ایک لفافے کے اندر دو پیسے کا ٹکٹ اور دس شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اس اشتہار کو بھیجدیجئے نمونہ مفت بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائیگا قیمت ۳۰ گولیوں کی ایک شیشی عہ محصولڈاک ۵/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۳ | ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون | جلد ۱۰

(مارچ سنہ ۱۹۱۵ء)

رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عا طلباء سے عه غیر ممالک سے عا

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور شائع ہوا

فروری کے تشحیذ سے متعلق ایک ضروری تصحیح

میاں محمد سعید صاحب حوالے دینے میں نہایت محتاط ہیں۔ اگر بوجہ خوف طوالت درمیان سے کچھ عبارت چھوڑ دیں تو درمیان میں نقطے یا ××× یہ نشان ڈالدیتے ہیں۔ فروری کے رسالے میں بعض جگہ حوالہ نقل مطابق اصل کرنے میں تساہل ہُوا ہے۔ ایک ضمیمہ بطور تصحیح اغلاط شائع کیا جاتا ہے اسے فروری کے رسالہ کے ساتھ لگا دینا چاہیئے۔ اور جن صاحبوں کے پاس فروری کا رسالہ نہ ہو۔ وہ اس دو ورقہ کو محفوظ رکھیں۔ اور فروری کا رسالہ منگوا کر ساتھ لگا لیں۔

حقیقۃ النبوۃ حضرت صاحبزادہ اولو العزم کی بیش بہا تصنیف جو مسئلہ نبوت کو بخوبی سمجھانے والی ہے۔ شائع ہو گئی۔ طالبانِ حق دفتر ترقی اسلام سے منگوا کر پڑھیں۔ حجم ۳۰۰ صفحے قیمت چھ آنے

جواب طلب ضروری جن صاحبوں نے وی۔پی واپس کیا ہے۔ یہ بھی اطلاع دیں کہ آیا وہ خریدار رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ بصورت عدم اطلاع خریدار سمجھے جا کر قیمت دینے کے ذمہ وار ہونگے۔ مینیجر

ماہ فروری کا رسالہ تشحیذ نبوت مسیح موعود پر کامل بحث اس رسالہ میں کی گئی ہے اور تمام اعتراضات جو منکرین نبوت مسیح موعود کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ انکے جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ مضمون ۸۰ صفحے پر آیا ہے۔ ۶۳ عنوان ہیں۔ اور علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود کی پچیس امتیازی خصوصیات ہیں۔ اور آپ کے نبی اللہ ہونے پر دس دلائل دیئے گئے ہیں۔ اور تیس ایسے حوالے ہیں۔ جن میں صریح طور سے مسیح موعود نے اپنے آپکو نبی اللہ کہا۔ اور تیس ایسے حوالے ہیں۔ جن سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ غرض مضمون ہر طرح سے مکمل جامع اور پھر مختصر بھی ہے۔ جن صاحبوں نے وی۔پی واپس کیا ہے اور آئندہ خریدار رہنا چاہتے ہیں وہ چندہ ادا کرنے کی تاریخ سے اطلاع دے کر اور ۲ کے ٹکٹ خرچانہ وی۔پی بھیجکر یہ رسالہ منگوا سکتے ہیں۔ یہ لکھنے پر کہ فلاں تاریخ ہمارے نام وی۔پی مع خرچانہ کردیں وصول کر لینگے۔ رسالہ مفت بھیجدیا جائیگا۔ ہر صاحب کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو ملاحظہ کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۵ء

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء

چودہ کے عدد سے احمدی جماعت کو خاص مناسبت ہے اور یہ مناسبت کسی شاعرانہ خیال پر مبنی نہیں بلکہ واقعات پر۔ اُمّت محمدیہ میں چودھویں صدی کا وہ چودھواں خلیفہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے سلسلہ موسویہ سے مشابہت تامہ پیدا کرنے کے لئے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا۔ اور آیت وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ پیشگوئی کے رنگ میں پوری ہوئی یعنی جیسا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اُمّت محمدیہ کو بحالت کمزوری بدر میں اپنی نصرت سے ممتاز کیا۔ اسی طرح پھر دوسری بار بدر (چودھویں صدی میں) جبکہ حسب پیشگوئی مندرجہ حدیث اسلام غریب ہو جائیگا۔ اسکی نصرت اس جلیل القدر انسان کے ہاتھ پر ہوگی۔ جو چودھویں رات کے چاند کی طرح آفتاب رسالت محمدیہ کا پورا پورا عکس اپنے آئینہ قلب پر لینے والا ہوگا۔ یعنی اور مجددین و ماموریں کی حالت اسکے مقابل پر ایسی ہی ہوگی جیسی چودھویں رات سے پہلے مختلف تاریخوں کے چاند کی ہوتی ہے وہ جو اس آفتاب کے انوار کا مظہر اتم ہوگا وہ صرف ایک ہی ہوگا۔ جیسا کہ چودس کا چاند بھی صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ظلمت آباد

عالم میں انوار نبوت پھیل کر ضیاء افزائے دیدہ اسلام و اسلامیان ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر مارچ کا مہینہ بھی اس سلسلہ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ یہ بہار کا موسم ہے اور پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی کا جلوہ بہت سی آنکھیں ہیں جو دیکھ چکی ہیں۔ اور اسی بہار کو یاد دلانے کے لئے میرے آقا میرے سید و مولیٰ میرے مطاع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سبز رنگ کے اشتہار جاری کئے کیونکہ جس زمین میں تخم ایمان بویا گیا تھا۔ اس میں قسم قسم کے گل بوٹوں کی بہار اسی موعود کے زمانہ میں مقدر تھی جس کے اوصاف اس سبز اشتہار میں لکھے ہیں۔ پھر اسی موسم بہار کے مہینے میں ابتداء سلسلہ سے جس قدر بھی خدا کی وحی نازل ہوئی۔ وہ سلسلہ کی آئندہ کامیابیوں اور پیش آنے والے واقعات کی تفصیل ہے۔ دیکھو

۴ مارچ ۱۸۸۹ء	اُمَمٌ یَسَّرْنَا لَہُمُ الْھُدٰی وَاُمَمٌ حَقَّ عَلَیْہِمُ الْعَذَابُ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ × × × قُلْ اَیُّھَا الْکُفَّارُ

اِنِّیْ مِنَ الصَّادِقِیْنَ × × × یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِہِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ × × × حُکْمُ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لِخَلِیْفَۃِ اللّٰہِ السُّلْطَانِ یُؤْتٰی لَہُ الْمُلْکُ الْعَظِیْمُ وَیُفْتَحُ عَلٰی یَدِہِ الْخَزَائِنُ وَتُشْرِقُ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ وَفِیْ اَعْیُنِکُمْ عَجِیْبٌ بعض گروہوں کے لئے ہدایت مقرر ہے۔ بعض پر عذاب ثابت ہوچکا۔ وہ بھی تدبیریں کرینگے اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا ہے اور اللہ سے بڑھکر خیر و خوبی کی تدبیر کرنیوالا کون ہے کہ او کافرو! میں صادق ہوں۔ وہ اللہ کے نور کو اپنی پادر ہوا باتوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے گو کافروں کو برا لگے۔ اللہ رحمان اپنے خلیفہ کے لئے حکم صادر فرماتا ہے کہ اسے ملک عظیم دیا جائیگا۔ اور علوم و معارف کے خزانے اسکے ہاتھ پر کھولے جائینگے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔

شروع مارچ ۱۸۹۷ء	"پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا"۔ (اشتہار سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی مطبوعہ ۱۲ مارچ ۹۷ء)
۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء	بنت الرسول کی عزت و اقبال کی زندگی کی خبر ہے۔

مارچ ۱۹۰۰ء ابتدا اپریل میں خطبہ الہامیہ جو حسب وحی باریتعالیٰ کلام افصحت من لدن رب کریم الہامی کلام ہی زبانی پڑھکر سنایا جس میں حضور نے اپنا درجہ اپنی جماعت کو سمجھایا ہے۔

مارچ ۱۹۰۳ء (۱) نواب محمد علیخان کو حجۃ اللہ کا خطاب بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا۔
(۲) جماعت میں سے ایک شخص کے گھوڑے پر سے گر پڑنے کا کشف۔
(۳) جس کا تھا اسکے پاس آگیا (۲) لَنُفَخِّنَّا فِیْهِمْ مِنْ عِنْدِیْ قِیْنَا
(۴) طاعون کا دروازہ کھولا گیا۔

مارچ ۱۹۰۴ء اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ جو تیرا دشمن ہے وہی بے نسل ہے۔

مارچ ۱۹۰۵ء۔ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) (۲) سلاماً سلاماً۔ (سلامتی۔ سلامتی)

مارچ ۱۹۰۶ء ۹ مارچ ۶ء جس سے تو پیار کرتا ہے۔ میں اس سے بہت پیار کرونگا۔ اور جس سے تو ناراض ہے میں اس سے ناراض ہونگا۔ معزز ناظرین غور سے پڑھیں۔

۱۱ مارچ ۱۹۰۶ء "چو دور خسروی آغاز کردند۔ مسلماں را مسلماں باز کردند" اسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ روئے زمین پر احمدی مسلمان ہیں اور ان مسلمانوں کو اسلام پر قائم کرنے کی ضرورت پڑنے والی تھی۔

۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ بڑی بڑی بشارتوں سے بھری ہوئی یہ وحی ہے اس پر احمدی جماعت جس قدر خوشیاں منائے کم ہے۔ مسیح موعود کو کوثر عطا ہوتا ہے اگر حضرت خاتم النبیین کے کوثر میں آپ کے خلفاء ہیں جو آپ کے کمالات و انعامات سے حصہ پانے والے ہیں اور وہ بھی جو آپ کے جمیع کمالات کا وارث ہوا۔ تو حضرت خاتم الاولیاء کو بھی سلسلہ خلفاء دیا جائیگا۔ جو آپکی برکات و انوار سے حصہ پانے والے ہونگے۔ اور ان میں سے وہ بھی جو حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا۔

۱۴ مارچ ۱۹۰۶ء "چمک دکھلاؤنگا تم کو اس نشاں کی پنج بار" اگر کانگڑہ کی بدقسمت زمین نے نشان زلزلہ کی چمک دیکھی تو دوسری بار ابھی موسم بہار میں اٹلی کی زمین نے یہ قہری نشان دیکھا جہاں قصبہ انوار انو کے آٹھ ہزار باشندوں میں سے صرف سو بچے۔ تیس گاؤں بالکل نابود

ہو گئے تیس ہزار آدمی صرف ایوزی کے صوبہ میں ہلاک ہوئے باقی گاؤں کی آبادی اٹھارہ ہزار تھی جن میں صرف نصف بچے ہونگے۔

پھر اسی تاریخ کا الہام ہے۔ مقام او مبیں از راہ تحقیر + بدورانش رسولاں ناز کردند۔ حضرت مسیح موعود کا درجہ کم ماننے والوں کے لئے یہ شعر تازیانہ ہے۔ کاش کہ وہ سوچیں اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ جسے فخر رسل کہا گیا اسکے دور پر بھی رسولوں کو ناز ہے۔

۱۵ مارچ ۱۹۰۶ء خدا نکلنے کو ہے (۲) وعد اللّٰہ ان وعد اللّٰہ لا یبدّل۔

۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء رفیقوں کو کہدیں کہ عجائب در عجائب کا دکھلانے کا وقت آگیا ہے۔ (۱) قال ربك انه نازل من السماء ما یرضیك (تیرا رب آسمان سے وہ چیز اتارنے والا ہے جو تجھے خوش کر دیگی)

۳۰ مارچ ۱۹۰۶ء اخرہ اللّٰہ الی وقت مسمّٰی (سخت زلزلہ میں تاخیر کی گئی اور آپ کی دعا مقبول ہوئی)

۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء پچاس یا ساٹھ نشان اور دکھلاؤنگا۔

مارچ ۱۹۰۶ء انا نبشرك بغلام نافلة لك۔ ایک لڑکے کی بشارت جو حضور کی نسل میں سے ہوگا۔

۲ مارچ ۱۹۰۷ء انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (۲) اے میرے اہلبیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔ اس آیت تطہیر پر غور کریں۔ وہ لوگ جو اہلبیت پر الزام لگانے والے ہیں۔ اور ان سے بر سر پرخاش ہیں۔ حضرت اقدس نے مقبرہ بہشتی کے شرائط سے اپنے اہل و عیال یعنی بیوی بچوں کو مستثنٰے کر کے بتا دیا کہ ۶ یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے۔ یعنی آئندہ سلسلہ انہی پانچ سے چلیگا۔ اور یہ کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے اہلبیت حق پر قائم رکھیگا۔ وہ ضیالت البیت پر چلنے والے ہونگے کبھی گمراہی اور شرک نہیں پھیلائینگے یہ بہشتی

۹ مارچ ۱۹۰۷ء "ہزاروں آدمی تیرے پردوں کے نیچے ہیں (۲) یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی۔ یعنی وفات کی خبر دی۔

۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) لاہور میں ایک بے شرم ہے (۲) ویل لک ولافکک۔ تیرے پر اور تیرے جھوٹ پر لعنت۔ (۳) ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائینگے مبارک وہ جو اس امتحان میں پاس ہوئے اور افسوس انکے لئے جو فیل ہو گئے (۴) اعجبنی موتک تمہاری موت نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ (۵) یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلیگی۔ جو بہت ہی سخت ہوگی۔ جنگ کی وجہ سے تباہی پھیل رہی ہے سب جانتے ہیں (۶) ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مرینگے (۷) واستوت علی الجودی۔ یہ الہام ایک طوفان کی خبر دے رہا ہے اور نہیں معلوم اس طوفان سے کیا مراد ہے؟ (راقم)

۱۸ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) جو دعائیں آج قبول ہوئیں۔ ان میں قوت اسلام اور شوکت اسلام بھی ہے۔ (۲) ایک موتی ہے میں اسے ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے اسے عزت دونگا۔

۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء۔ لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا (۲) انی مع الرسول اقوم

۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ اس رات کو جس نے ڈھانپ لیا اور پھر چاشت کو ہم شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں۔ اس الہام کے کئی نظارے ہمنے دیکھے۔ ۱۳ و ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کی درمیانی رات ہی یاد ہے پھر ۱۴ مارچ ۹ بجے چاشت کا وقت جب تقریریں ہوئیں اور کسی نے بڑا بول بولا پھر نیچا دیکھا اور ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود کو اللہ نے چھوڑا نہیں وہ اسکے سلسلہ کو برقرار رکھیگا اور اسکو حسب وعدہ قدرت ثانی کے ہاتھ پر ترقی دیتا رہیگا۔

(۲) لا تخطو قدم العامۃ قدم النبی۔ عام لوگوں کا قدم نبی کے قدم کو پامال نہیں کرسکتا

(۲) بلغت قدم الرسول۔ میں رسول کے قدم پر پہنچ گیا ہوں (اے میرے مولیٰ ہم تیرے کلام پر ایمان لائے (راقم)

۲۷ مارچ ۱۹۰۷ء۔ انقلب علیٰ عقبیہ (وہ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گیا) ولقد اثرک اللہ علینا۔ مسیح موعود کے زمانہ میں بھی ہمنے اسکا نظارہ دیکھا۔ پھر فتنہ ارتداد بھی دیکھا اور ایک متین آدمی کو حسب کشف بر بناء مصلحت وقت ایڑیوں کے بل لوٹنے والوں میں داخل ہوتے دیکھا۔ اور ان لوگوں کی آوازیں بھی سنیں جنھوں نے کہا کہ تجھے ہم پر اللہ نے ترجیح دی۔ یہ کس کو

کہا گیا تھا سب جانتے ہیں یوسف کو حضرت مسیح موعود بھی یوسف تھے پھر آپ نے بھی ایک یوسف کی خبر دی۔ مبارک ہیں وہ جو اس یوسف کے حضور ولقد اثرک اللہ علینا عرض کریں۔

یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں بنائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکتوب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ بنام حضرت مولٰنا نور الدین رضؓ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ وقالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتٰی تکون حرضًا او تکون من الھالکین۔ شاھت الوجوہ فتول عنھم حتٰی حین ان الصابرین یوفی لھم اجرھم بغیر حساب۔ اب خدائے تعالےٰ نے ان آیات میں صاف بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا۔ اور جو کچے تھے۔ وہ مصلح موعود کے ملنے سے نو امید ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا یہانتک کہ قریب المرگ ہو جائیگا یا مرجائیگا سو خدا تعالےٰ نے مجھے فرمایا کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے جبتک وہ وقت پہنچ جائے اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے۔ انکے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں اور کوتہ بینوں کی نظر میں حیرتناک"۔

پھر اسی کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے۔

"چونکہ اس لڑکے متوفی (بشیر اول) کو اس آنے والے فرزند سے تعلقات شدید تھے اور اسکے وجود کے لئے یہ بطور ارہاص تھا اسلئے الہامی عبارت میں جو ۲۰ فروری ۸۶ء کو اشتہار میں درج تھی۔ ان دونوں کے ذکر کو ایسا مخلوط کیا گیا کہ گویا ایک ہی ذکر ہے۔ ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بشیر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ یہ وہی بشیر ہے جسکا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت فرمایا وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یخلق مایشاء"

اب دیکھو بشیر اول کے بعد دوسرے فرزند کو مصلح موعود فرمایا۔ پھر اس کا لقب یوسف بتایا پھر اس دوسرے فرزند کا نام بشیر اور پھر ساتھ ہی تشریح کردی کہ یہ وہی بشیر ہے جسکا دوسرا نام محمود ہے۔

پھر اسکا نشان فرمایا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر اور یہ وہ الہام ہے جو ۱۰ جولائی کے اشتہار میں درج ہے اور جسے مبائعین وغیر مبائعین متفق اللفظ حضرت محمود کے حق میں سمجھتے ہیں۔ تو پھر تشریح مندرجہ بالا کے رُو سے دوسرا بشیر مصلح موعود اور اس اعتبار سے یوسف بھی آپ ہی قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام سے آپ کی چند مشابہتیں بھی لکھتا ہوں جو مولوی حکیم قطب الدین صاحب نے اپنے ذوقی رنگ میں لکھیں۔

پہلے انھوں نے یہ مسئلہ واضح کیا ہے کہ جو بڑے عظیم الشان مرسل اور مجدد ہوتے ہیں۔ وہ ہزار کے دور پر آتے ہیں اور پھر ان کی وفات کے بعد اتباع احباب اور اولاد کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ سے مستفاد ہے حدیث لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ۔ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آخری ہزار پر جو مجدد اعظم و مرسل و رفیع المرتبت مبعوث ہوگا۔ وہ فارسی الاصل ہوگا۔ اب اس قانون الٰہی کے ماتحت پہلے حضرت آدم آئے۔ جن کے بعد انکی اولاد سے سلسلہ تبلیغ چلا۔ پھر دوسرے دور میں حضرت نوح کا زمانہ تھا۔ جن کے بعد اتباع کا غلبہ تھا۔ اور انہی کے ذریعہ سلسلہ تبلیغ جاری رہا۔ پھر تیسرے دور میں حضرت ابراہیم پھر ان کی اولاد میں تبلیغ کرنے والے قائم ہوئے۔ مثلاً حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہم السلام اور چوتھے دور میں حضرت موسیٰ ہوئے۔ جن کے بعد انکے اتباع سے سلسلۂ خلافت چلا۔ پانچواں دور حضرت داؤد کا تھا۔ جن کی اولاد سے سلسلۂ تبلیغ جاری رہا مثلاً سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسٰے جو سب سے آخر ہوئے۔ چھٹا دور سیدنا خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد متبعین کے ذریعے سلسلہ خلافت قائم ہوا لیکن چونکہ رسول کریم پر دوسرے انبیاء سے دوہرا افضل ہوتا ہے اسلئے آپکی بعثت ثانی ضروری تھی۔ جیسا کہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم اور حدیث المہدی منی اجلی الجبھۃ وینزل اخی عیسٰے ابن مریم علی جبل افیق علیہ برنس سے ظاہر ہے۔ نیز دنیا کی عمر سات ہزار ہے اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم کو اس منبر پر دیکھا جس کے سات درجے ہیں۔ اور آپ آخری درجے پر کھڑے تھے۔ اب آپکی بعثت اول تو پانچویں ہزار میں ہوئی۔ پس ساتویں درجے پر کھڑے ہونے کی حدیث اسی طرح

صحیح ہو سکتی ہے کہ آپ ساتویں ہزار میں پھر مبعوث ہوں۔ چنانچہ آپ مبعوث ہوئے الخ۔ وہ پیشگوئیاں بھی پوری ہوئیں جو آپ نے فرمائی تھیں۔ یعنی یہ کہ میری اُمّت اگر صالحہ رہی تو ایک دن اسکو مہلت ملیگی یعنی ایک ہزار برس اور مسیح موعود و دجال علامات کبریٰ قیامت سے ہے۔ اور یہ کہ ایک ہزار کے بعد جیسے موتیوں کی لڑی ٹوٹ جائے تو موتی ایکدوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ اسطرح نشان پر نشان ظاہر ہوتا جائے گا غرض ان نشانوں کے ساتھ وہ موعود آیا۔ چونکہ اسکی مشابہت حضرت موسیٰ سے بھی تھی۔ اسلئے وفات کے بعد معاً ایک بزرگ یوشع کی مانند اٹھا اور اُس نے جماعت کو سنبھال لیا۔ پھر یہ دور چونکہ مختص بہ اولاد تھا۔ اسلئے اسی موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق خلافت کا وارث وہ ہوا جسے الہامی زبان میں مصلح موعود بھی کہا گیا ہے اور یوسف بھی چنانچہ یوسف سے آپکی مندرجہ ذیل مماثلت ہے۔

اول۔ یہ کہ یوسف علیہ السلام اولاد ابراہیم میں سے تھے ایسے ہی سیدنا محمود بھی اس مرسل کی اولاد میں سے ہیں جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں ابراہیم فرمایا۔ اور اس وحی الٰہی سے بشارت دی کہ انظر الی یوسف و اقبالہ اور لاتثریب علیکم الیوم انا کنا خاطئین۔ اور وفات سے تھوڑی مدت پہلے وحی ہوئی کہ انی لاجد ریح یوسف لولا تفندون چنانچہ وہ یوسف اپنے وقت پر صاحب اقبال ہوا۔ اور جیسا کہ مقدر تھا اسکے بھائیوں نے اس سے بگاڑ کی اور پھر بعض ان میں سے تائب بھی ہوئے۔ اور انھوں نے لاتثریب علیکم الیوم بھی سن لیا۔

دوم۔ یہ کہ حضرت یوسف کو سولہ سترہ برس کی عمر میں بلکہ اس سے بھی پہلے رؤیا صالحہ شروع ہو گئے۔ ایک رؤیا یہ تھی کہ کھیت میں میرے بھائیوں کے پولے گر گئے اور میرا پولا کھڑا رہا بھائیوں نے سن کر کہا کہ تمہیں ہم پر سرداری کا شوق ہے۔ اسی طرح حضرت میاں صاحب کو بھی رؤیا ہوئے جن میں سے بعض آپکی تقریر بر سالانہ جلسہ میں مذکور ہیں۔ ایک رؤیا یہ بھی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب سے آپکے قد کا مقابلہ کیا جا رہا ہے تو آپ ہر صورت میں اس سے بلند اور قد آور ہی رہے ہے۔

سوم۔ حضرت یوسف سے جنھوں نے حسد کیا۔ وہ ماں کی طرف سے بھائی نہ تھے بلکہ اب کی طرف سے اسی طرح حضرت اقدس کی طرف سے جو اخ ہیں۔ انہوں نے ہی اس یوسف سے حسد کیا

چہارم۔ حضرت یوسف کو حسن و جمال سے خاص حصہ دیا گیا تھا۔ اسی طرح اس یوسف کو

حضرت اقدس کا حسنِ احسان بے نظیر فرمایا گیا۔ اس امر کی پہچان بھی زیادہ تر صدق و محبت سے وابستہ ہے دیکھو حسنِ یوسف برادرانِ یوسف و شتربان سے مخفی رہا۔ نہ حضرت یعقوب و دیگر احباب سے۔ اسی طرح سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کا حسن ابوجہل وغیرہ کو ناپسند تھا جو مکہ معظمہ سے نکالنے کو تیار ہو گئے۔ مگر وہ بھی تھے جو اس حسن کی خاطر اپنے اوطان اپنے احباب اقارب چھوڑ کر آپ ہی کے ہو رہے۔

پنجم۔ حضرت یوسف نے چوبیس پچیس برس کی عمر میں اجعلنی علےٰ خزائن الارض کی درخواست کر کے بیت المال میں تصرف شروع کیا اپنے لئے نہیں بلکہ بہ نیت تربیت رعایا و مخلوقات الٰہی چنانچہ انکی خوب پرورش کی اور انکو ہلاکت قحط سے بچایا۔ اسی طرح اس ہمارے یوسف نے اس عمر ۲۵ سالہ میں بیت المال جماعت احمدیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ مبلغین کی جماعت تیار کی اشاعت اسلام کا کام اس قحط الرجال میں شروع کیا۔ اور احمدیت کی تخم ریزی شام و مصر و انگلستان و دیگر ممالک عالم میں شروع کی۔

ششم۔ ۲۶ سال کی عمر میں حضرت یوسف کے دو لڑکے تھے۔ اسی طرح اس یوسف کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں دو فرزند عطا کئے۔

ہفتم۔ حضرت یوسف کو چھبیس برس کی عمر میں نبوت ملی۔ ہمارا یوسف بھی چھبیسویں برس میں مسندِ خلافت پر بیٹھا اور اسے بھی الہام و رؤیا صالحہ و اخبار عن الغیب سے حصہ مل رہا ہے

ہشتم۔ جس طرح حضرت یوسف کے حضور میں بھائیوں نے بھی آپ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اور جو رہ گئے ان میں سے بھی کئی خرّوا لہ سجداً کے مصداق بن رہے ہیں۔ اور ہمارے یوسف کے کاموں سے آپ کے والدین کا مرتبہ و درجہ بڑھ رہا ہے اور رفع ابویہ علی العرش پورا ہو رہا ہے

نہم۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کو تاویل الاحادیث کا علم بخشا۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحب مسیح موعود کے یوسف کو اللہ تعالےٰ نے علم لدنی بخشا ہے اور آپ احسن الحدیث یعنے قرآن مجید اور احادیث نبی کریم کے وہ وہ معارف بیان کرتے ہیں۔ کہ سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ

پھر چونکہ صاحبزادہ صاحب اس دور میں ہیں جس میں سلسلہ خلافت غالباً بذریعہ اولاد قائم ہوتا ہے اسلئے آپکو حضرت سلیمان سے بھی کئی مناسبتیں ہیں مثلاً جیسے حضرت سلیمان کو علم منطق الطیر دیا گیا جس سے مراد علم وبا طاعون ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے تطیرنا بکم و طائرکم معکم

اور حدیث میں کالطیر کہ۔ اسی طرح آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کو طاعون کی وبا کا علم قبل از وقت دیا گیا اور آپنے دارالامان کے رہنے والوں کو متنبہ کیا۔ دوسرے معنے منطق الطیر کے ہیں آپ لوگوں کے کلام کا علم جو ملاء اعلیٰ میں طیران کرتے ہیں اور طیرانیت کی صفت اپنے اندر رکھتے ہیں چنانچہ اس میں بھی آپکو بہرہ وافی دیا گیا ہے آپ صحابہ کرام اور حضرت مسیح موعود اور خلیفہ اول کا کلام خوب سمجھتے ہیں۔

دوم۔ جیسے حضرت سلیمان چالیس برس سے پہلے اپنے باپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے ایسے ہی حضرت میاں صاحب بھی چالیس سال عمر پانے سے پہلے ہی مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

سوم۔ حضرت سلیمان کو خاص بنی اسرائیل کی قوم نے بہت سے معائب لگائے یہانتک کہ انکو حامی بت پرستی و شرک کہا اور بت پرستی کا مروج دیکھو سموئیل ۲۔ اور بعض جہلاء نے انکو کافر بھی کہدیا اور اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان کی بریّت کی اور ما کفر سلیمان فرمایا۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کو جماعت احمدیہ میں سے بعض نے کہا کہ یہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے یعنی کافر ہیں اور یہ کہ گدی قائم کرکے بت پرستی کی تخم ریزی کرنے والے ہیں مگر اللہ تعالےٰ نے آپکو مسندِ خلافت پر بٹھایا اور پھر خوف کو امن سے بدلا اور آپکو تسکین دی۔ اسی طرح آپکی خلافت حقہ پر مہر لگا کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ آپ خلیفہ راشد ہیں اور یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً (میرے ہی فرمانبردار رہینگے اور ذرا بھی ان میں شرک نہیں ہوگا) کے مصداق۔ نہ تو آپ کافر ہیں نہ مشرک

چہارم۔ جس طرح حضرت سلیمان نے بنا بیت المقدس کی اٹھائی اور عمارت بنائی۔ اس طرح حضرت میاں صاحب نے دینی عمارت منارۃ المسیح کی شروع کرائی ہے۔ چنانچہ ایک منزل پوری بھی ہو چکی ہے۔ اور یہ وہی منارۃ المسیح ہے جس کے بارے میں حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ اسکی تیاری کے بعد مسیحیت کے انوار خصوصیت سے نازل ہونگے۔

اسکے علاوہ اور مسلمہ خلفاء سے بھی آپکو کئی مشابہتیں اور مماثلتیں حاصل ہیں مثلاً حضرت عمر کہ حضرت مسیح موعود نے انکی حضرت سلیمان سے تشبیہ دی ہے اور سلیمان وقتہ فرمایا ہے۔ جیسے حضرت عمر کو فتوحات حاصل ہوئے ایسے ہی اس عمر ثانی کو ہو رہے ہیں اور سلسلہ تبلیغ دور دراز کے ممالک تک پہنچ چکا ہے اور انشاء اللہ جیسے کہ وہ جمالی صفت کے مظہر اتم احمد کے خلیفہ ہیں ایسے ہی اخلاق و نرمی و فروتنی و خاکساری سے آپکو روحانی فتوحات حاصل ہونگی۔

(۲) خلیفہ ہادی بھی بعمر ۲۳ سال خلیفے ہوئے اور ۲۲ سال خلافت کی

(۳) خلیفہ عمر بن عبد العزیز ۳۶ سال کی عمر میں خلیفے ہوئے۔

(۴) ایک خلیفہ حضرت داؤد کے خاندان کا حزقیاہ ہوا جو ۳۰ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا۔ اور ۳۰ سال خلافت کی۔ غرض حضرت صاحبزادہ صاحب جو

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء

کو ہمارے خلیفے ہوئے وہ اگلے خلفاء کے منہاج پر آئے ہیں اور انکے انکار سے تمام خلفاء کا انکار کرنا پڑیگا مبارک وہ جو آپکی بیعت کر کے اگلے خلفاء کی صداقت پر بھی مہر لگادیں اور حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی بھی تصدیق کردیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کا شکر کریں کہ جب ایک آدم ان سے جدا ہوا۔ تو جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ ہر چیز کی تکمیل چھ کے بعد ساتویں درجہ میں ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ آدم بھی چھٹے روز کے اخیر میں پیدا ہوا۔ چھ سال تک اس موجودہ آدم نے نور کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی۔ اور ساتویں سال کے ابتدا میں وہ مکمل انسان ہو کر خلیفہ بنا اور سلسلہ احمدیہ کے خصوصی مسائل کو محکم و استوار کیا جس پر مخلصین و مومنین پکار اٹھے ؎

چو دور خسروی آغاز کردند ✣ مسلماں را مسلماں باز کردند

اور اے وہ جو از راہ کبر و آبا اسکے مقام کو تحقیر سے دیکھتا ہے کیا تجھے یاد نہیں کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں یہ الہامی شعر ہے ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ✣ دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

پس

مقام او مبیں از راہ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

یہ ناز کیوں نہ ہو بزرگ اپنی لائق بچے پر ناز کیا ہی کرتے ہیں وہ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء اور نبی رسول کا نام پانے والا تھا اسے سزاوار ہے کہ اسکے زمانہ پر ناز کرے اور اسکو جو وہ کو اپنا فخر ہے جس نے نیکی پر اسکے کاموں کی تکمیل کرنے والا اور اسکے مقاصد کو پورا کرنیوالا ہے صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین ✣

دنیا ظہور امام موعود کے لئے بیقرار ہو رہی ہے

۱ پھلواری کے قاری شاہ سلیمان انجمن حمایت الاسلام میں تقریر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پیرزادے تو یوں سے گئے دیہاتی لوگ باہم کٹ مرے مولوی بھی جنگ گشتی میں رہے امید تھی کہ ان گریجوایٹوں میں بڑا اثر ہوگا ہمیں باہم ملادینگے مگر خدا کی قدرت اگر ہم میں کال راتھا تو ان میں پلیگ پیدا ہو گیا اب مسلمانوں کا کیا ہے مولوی الگ تباہ ہوئے تعلیمیافتہ جدا مضطرب رہے خسر الدنیا والدین کی نوبت آپہنچی"۔ پھر گھبرا کر یوں اٹھتے ہیں۔ "ہماری دعا میں بھی تو اب کچھ اثر نہیں رہا نہ معلوم کیا بات ہو گئی ہے کہ بیرنگ واپس آرہی ہے۔" پھر کہتے ہیں کہ ہماری بیماری کا علاج یورپ کے ڈاکٹر اور طبیب نہیں کر سکتے آخر سب طرفوں سے مایوس ہو کر پکار اٹھتے ہیں کہ

اے بہ سراپردہ یثرب بخواب ✤ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

میں شاہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ سراپردہ یثرب میں آرام کرنے والا اٹھا اور الٰہی وعدہ کے مطابق احمد قادیانی کی صورت میں بررنگ بروز ظاہر ہوا اسکے دامن سے وابستہ ہو کر اپنے دکھوں کا اپنے دردوں کا درمان کیجئے اگر آپکو اسکی صداقت میں شبہ ہے تو انہی معیاروں پر پرکھ لیجئے جن پر "سراپردہ یثرب بخواب" والے کی صداقت پرکھی۔

۲ پھر ایک اور صاحب ہیں وہ المنیر میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

کنوں گیتی از فسق تاریک شد ✤ رہِ راستی سخت باریک شد

ہوس آخرت را بدنیا فروخت ✤ بہ برق امل خرمنِ مسلم سوخت

ہمہ بیخود افتادہ اندر گذشت ✤ نہ بیمِ جہنّم نہ ذوقِ بہشت

بہر گوشہ وحال برپا ہر خاست ✤ جہاں گشت پُر شور مہدی کجاست

انکو بھی میں اطلاع دیتا ہوں کہ اگر پہلے نہیں سنا تو اب سن لیں کہ وہ مہدی قادیان دارالامان میں ہے فامنوا قفروہ ونوقروہ۔ یہ تو مسلمانوں کا حال ہے ہندوؤں کے پنڈت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سری کرشن کی آمد ثانی کا وعدہ پورا کرنے والا کوئی ضرور ہونا چاہیئے چنانچہ پنڈت راجا رام جی شاستری لکھتے ہیں۔

تمام مذاہب کے پیش کردہ ان باتوں کی تہ میں یہ ایک ہی اصل اصول ہے کہ پرماتما اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ الہام بھیجکر اپنی تمام پرجا کو دھرم کا سچا راستہ دکھلا دیتے ہیں اور جب وہ مکمل ہدایت بھیج چکتے ہیں تو پھر ہدایت لانے والوں کی ضرورت مٹ جاتی ہے مگر اس ہدایت کو تازہ کرنیوالوں کی ضرورت بنی رہتی ہے اور اسکے لئے وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجتے ہیں۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر سب سے پہلا الہام وید کا پاتے ہیں اور چونکہ وہ مکمل ہے اسلئے اسکے بعد نئے الہام کی ضرورت مٹ جاتی ہے۔ صرف اس میں ڈھیلا پن آنے پر اسکو تازہ کرنے کی ضرورت ہی باقی رہجاتی ہے جو تمام مذاہب میں اصولاً مانی گئی ہے اس ضرورت کو ملحوظ رکھکر سری کرشن نے ارجن کو کہا ”اے ارجن جب سچے دھرم کمزور ہوتا ہے اور ادہرم زور پکڑتا ہے تب میں پھر دنیا میں آتا ہوں نیکوں کی رکھشا اور دشٹوں کے ناس کے لئے اور دھرم کو قائم کرنے کے لئے میں یگ یگ میں جنم لیتا ہوں“

سو ہر ایک مذہب میں موجود مذکورہ اصول کے مطابق اور سری کرشن کے وعدہ کے مطابق اب جبکہ دنیا میں سے دھرم کی اصلیت گم ہو چکی تھی اور مذہب صرف رسمیات پر قائم رہ گیا تھا ایک ایسے مہاپرش کو آنا چاہئے تھا جو پھر اصلی الہام کو تازہ کرتا پرماتما کے اس مکمل دھرم کو اصلی روپ میں لوگوں کے سامنے رکھتا۔ سری کرشن جی کا وعدہ جھوٹا نہیں تھا انہوں نے یہ وعدہ صرف اپنے ہی ساتھ نہیں جکڑا۔ بلکہ اس سے آگے چلکر انہوں نے کہدیا ہے کہ ”بہت سے ایسے ہیں جو گیان کے تپ سے پوتر ہو کر میری ہدوی کو پہنچے ہوئے ہیں“۔ اس لئے سری کرشن کا یہ وعدہ اس اصول کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایک ایسے موقعہ پر دھرم کو پھر اصلیت پر لانے کے لئے مہاپرش دنیا میں آتے رہینگے یہ ایک پرماتما کا نیم ہے جس کے مطابق ایک ایسے مہاپرش کی دنیا کو ضرورت تھی جو کہ دھرم نام پر پھیلے ہوئے توہمات کے جال کو اصلیت میں تبدیل کردے“

اب اسکا مصداق کوئی اپنی خوش فہمی یا خوش اعتقادی سے سوامی دیانند بنائے تو اسکی مرضی ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو الہام کے جاری رہنے کا قائل ہی نہیں۔ جس نے خود یہ دعوے ہی نہیں کیا کہ میں وہی کرشن ہوں جو پہلے مبعوث ہوا وہ کس طرح اس وعدے کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اس وعدہ کا مصداق تو وہی ہے جس نے یہ دعوی کیا کہ میں ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں اور اس وعدہ کے مطابق آیا ہوں جو پہلی بعثت میں کیا تھا۔ پھر وہ کام بھی کر کے دکھا دیا ہو جو کہ اسکی بعثت ثانی کے متعلق تھا۔ دیکھو اس عبارت منقولۃ الصدر کے اس فقرے کو

جب وہ مکمل ہدایت بھیجتے ہیں تو پھر ہدایت لانے والوں کی ضرورت مٹ جاتی ہے۔ مگر اس ہدایت کو تازہ کرنے والوں کی ضرورت بنی رہتی ہے۔"

ہمارے عقائد سے کسقدر تطابق ہے پہلے یہ فیصلہ ہونا چاہئے کہ مکمل ہدایت وید ہے یا قرآن کریم مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ تمام دنیا کے لئے کونسی کتاب ہو سکتی ہے اور کونسی کتاب زندہ برکات اپنے اندر رکھتی ہے اور اپنی تعلیم پر چلنے والوں کو بطور نمونہ تمام مذاہب عالم پر فائق دکھا سکتی ہے پھر اس ہدایت کو تازہ کرنے والے یعنی مجددین کا سلسلہ کس دین میں جاری ہے جب آریوں میں یہ سلسلہ نہیں اور نہ اس مذہب کے حامل اس بات کے مدعی ہیں تو پھر کیوں خواہ مخواہ سری کرشن کا وعدہ پورا کرنے والا سوامی دیانند کو بتایا جائے اور اس حقیقی موعود سے انکار کیا جائے۔ جو کرشن ثانی بنکر آیا۔ اور کامیاب و کامران اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اور اسکا جانشین موجود ہے آؤ اور دیکھو+

مسافر آگرہ کا ادعاء عربی دانی

کسی آریہ اخبار نے آیت قرآنی انما نملی لھم لیزدادوا اثما پر اعتراض کیا تھا کہ خدا تعالیٰ لوگوں کو خود گناہوں میں بڑھانے کے لئے مہلت دیتا ہے اسکا جواب الفضل نے دیا کہ اول تو ما یضل بہ الا الفاسقین انکا اصل ہے یعنی اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو نافرمانی کریں۔ جو اللہ کا عہد توڑتے ہیں۔ اور ان سے میل جول رکھتے ہیں جن سے انقطاع کا حکم ہے اور زمین میں فساد کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔ دوم۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ مہلت گناہ بڑھانے کے لئے بلکہ فرمایا کہ

"ہم تو انکو مہلت دیتے ہیں، مگر اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں"

اب اسپر مسافر آگرہ نے لکھا ہے

"آپ سمجھے ہیں کہ آریہ عربی تو جانتے ہی نہیں چلو جیسا بھی سمجھ میں آئے ترجمہ گھڑ دو۔ اسی طرح سے جان لیجے۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے تو بھولے میاں جی! اس غلط خیال کو گوشۂ دل سے کافور کیجئے۔ اور جان بوجھکر اصلیت پر پردہ ڈالکر اہل علم میں ذلیل نہ ہو جئے۔ آریہ آپکی طرح کے دیدوں سے بالکل اندھی

ہو قرآن سے اُمّی نہیں ہیں بلکہ وہ عربی بھی جانتے ہیں جسکا ثبوت ابھی آپکو ملا جاتا ہے تجاہل عاشقانہ یعنی آپ عربی کی صرف و نحو سے بالکل ناواقف ہیں کہ جو ایسا غلط ترجمہ کیا ہے آپکو ابھی مضارع اور امر میں بھی تمیز نہیں ہے کسی عربی داں سے جاکر پوچھ دیکھئے۔ مگر آپ بڑی بھاری غلطی کرتے ہیں کہ لیزدادوا جو کہ امر غائب کا صیغہ ہے۔ اور اس بات کو ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ امر کے معنے ہمیشہ کام کے کرنیکی اجازت کے لئے آتے ہیں اسی لئے اسکو امر یعنی حکم کہتے ہیں مگر آپ ترجمہ کرتے ہیں نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ محض آپکے دماغ کا اختراع ہے کیا آپ اصلی عبارت میں سے ایک بھی لفظ ایسا پیش کر سکتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہو سکتا ہو ہرگز نہیں اور قیامت تک نہیں (لعنت اللہ علی الکاذبین) وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں" حضرت یہ مضارع کے معنے ہیں اسلئے چاہیئے تھا کہ "یزدادون" ہوتا کہ جسکے یہ معنے ہوتے کہ وہ بڑھ رہے ہیں یا بڑھینگے کہیئے اب تو آیا خیال شریف میں کچھ اپنی علمی لیاقت معلوم ہوئی"۔

مسافر اگرہ کو واضح ہو کہ الفضل کا ترجمہ صحیح ہے اور آپکی عربی دانی کا ادعا غلط سنو! لیزدادوا مضارع ہی کا صیغہ ہے ایک لام امر کا ہوتا ہے ایک لام تعلیل کا ایک لام عاقبت کا۔ یہ لام امر کا نہیں بلکہ عاقبت کا ہے اور اسکے معنے ہوتے ہیں انجام اور نتیجہ کے اسکی مثال قرآن مجید ہی سے لیجئے فَالْتَقَطَہٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَکُوْنَ لَہُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ط (القصص ۲۶) حضرت موسیٰ کو فرعون کے لوگوں نے اٹھایا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکا دشمن ہو اور غم کا موجب۔

دیکھو یہاں لام کے یہ معنے نہیں کہ انہوں نے اس غرض سے موسیٰ کو اٹھایا کہ وہ انکا دشمن ہو جائے۔ دشمن بنانے کے لئے تو کوئی ڈوبتے کو نہیں بچایا کرتا اسی واسطے تفسیر مدارک میں لکھا ہے لیکون لہم عدوا ای لیصیر الامر الی ذلک لا انہم اخذوہ لہٰذا یعنی اٹھایا اور اسکا نتیجہ و انجام یہ ہونے والا تھا۔ یہ مراد نہیں کہ دشمن بنانے کی غرض سے اٹھایا) پھر اسکی مثال دی ہے لقولہم للموت ما تلدہ الوالدۃ وھی لم تلد کان یموت ولدھا ولکن المصیر الی ذلک کذا قالہ الزجاج جیسے بولتے ہیں کہ موت کیلئے ماں جنتی ہے حالانکہ وہ موت کے لئے تو نہیں جنتی۔ مگر انجام یہ ہوتا ہے زجاج نحو کا امام یہی کہتا ہے اور مفسروں نے بھی اسی لئے اس لام کو عاقبت کا قرار دیا ہے (وعن ھٰذا قال المفسرون ان ھٰذا لام العاقبۃ والصیرورۃ) پھر اس لام کو تعلیل کا بھی بنا لیں تو بھی نتیجہ یہی نکلتا ہے چنانچہ مفسر اسکی مثال دیتا ہے۔ جیسے جنتا ہے

لتکرمنی" میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری تکریم کرے"۔ اب وہ اسلئے تو نہیں آیا کہ اسکی تکریم کی جائے مگر اس ملاقات کا نتیجہ یہی تھا کہ ملنے والے کی تکریم ہو چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہاں تعلیل کے معنے علیٰ طریق المجاز ہیں لان الاکرام الذی ھو نتیجۃ المجئ اکرام نتیجہ ہے اسکے آنے کا

پس لیزدادوا کا بھی عاقبت کا لام ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ علت کا بنایا جائے تو بھی معناً عاقبت کا بنجائیگا یہانتک لام کی بحث تھی۔

اب سنو! کہ یزدادون کیوں نہیں سو یہ قاعدہ ہے اور ایک ابتدائی کتاب دروس النحویہ میں بھی لکھا ہے کہ

الاصل فی نصب الفعل ان یکون بالفتحۃ

وینوب عنھا حذف النون فی الامثلۃ الخمسۃ

یعنی فعل کی نصب زبر سے ہوتی ہے اور اسکی بجائے یہ بھی ہے کہ نون حذف کر دیا جائے۔ پھر اسکی مثال دیتا ہے۔ وھی کل مضارع اتصلت بہ الف اثنین کیفعلان وتفعلان او واو جماعۃ کیفعلون وتفعلون۔ یعنی ہر مضارع جس کے ساتھ الف تثنیہ کا ہو یا واؤ جمع کی ہو جیسے یفعلون۔ یزدادون کو نصب دی جائیگی تو نون حذف ہو جائیگا اور یزدادوا رہجائیگا۔

اب نصب کے عامل بتاتا ہے۔ وھو ینصب اذا سبقہ احد الاحرف الناصبۃ وھی ان۔ لن۔ واذن۔ کہ فعل کو نصب دیجاتی ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی حرف ناصبہ اَنْ۔ لَنْ۔ اِذَنْ ہو۔ اس سے آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ فعل کو جب نصب ہو تو نون جو واؤ جمع کے بعد ہو حذف ہو جاتا ہے اور یہ کہ اَنْ نصب دیتا ہے۔ اب یہ بتانا باقی رہ گیا کہ لام تعلیل و عاقبۃ کے بعد اَنْ محذوف بھی ہوتا ہے چنانچہ یہی دروس النحویہ میں لکھا ہے تنصب ان وھی محذوفۃ ویجب ذلک فی خمسۃ مواضع۔ اَنْ نصب دیتا ہے بحالیکہ یہ محذوف ہو اور یہ پانچ مواضع میں ہے اسکے بعد وہ پانچ مواضع بتلائے ہیں اور اخیر میں لکھا ہے۔ ویجوز حذف اَنْ واثباتھا بعد لام التعلیل × × × نحو حضرت لاسمع او لان اسمع۔ لام ان کا حذف کرنا یا اسکا ثابت رکھنا لام تعلیل کے بعد جائز ہے جیسے حَضَرْتُ لِاَسْمَعَ اَوْ لِاَنْ اَسْمَعَ۔ پس اسیطرح لیزدادوا میں لام عاقبۃ کا ہے اور اَنْ مقدرہ ہے اور یزدادون مضارع جسے اَنْ نے نصب دیا۔ اور نصب کی وجہ سے نون محذوف ہوا۔ اور یزدادوا رہ گیا اور وہی معنے صحیح ہوئے جو ہم نے کئے

یعنی یہ کہ ہم انکو مہلت دے رہے ہیں اور اسکا انجام و نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں حالانکہ اس مہلت میں انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے تھی کیونکہ اللہ تعالے الفحشاء کا حکم نہیں دیتا۔ بلکہ نیکیوں کا حکم فرماتا ہے۔ (۱) قواعد سے الگ ہو کر بھی اگر کوئی منصف مزاج سوچے تو بہر صاف کھلجائیگا کہ انما نملی لہم کے بعد لیزدادوا بصیغہ امر نہیں آسکتا۔ مگر یہ بات تو اسی کو سمجھ آسکتی ہے جو کچھ تقویٰ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ ولا یمسہ الا المطہرون

صداقت کا زندہ ثبوت

"میں امید کرتا ہوں کہ شیخ عبد الخالق صاحب نومسلم کا یہ مضمون بڑی دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور ہمارے عیسائی دوست اس سے فائدہ اٹھائینگے"۔

مبارک وہ آدمی ہے جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا اور خطاکاروں کی راہ پر کھڑا نہیں رہتا ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلس میں نہیں بیٹھتا۔ بلکہ خداوند کی شریعت میں مگن رہتا اور دن رات اسکی شریعت میں سوچا کرتا ہے۔ زبور ۱-۱/۲ آیت

داؤد کا یہ الہامی کلام واقعی قابل داد ہے۔ خداوند کی شریعت میں مگن رہنا اور شب و روز اسکی شریعت میں سوچنا ایسا کام ہے جس کا نتیجہ ظلمت سے بھاگ کر نور کی طرف آنا ہی ہے مگر شریر جو خداوند کی شریعت میں کچھ نہیں سوچتا بلکہ سوچنے والے کو ٹھٹھے میں اڑاتا ہے وہ اس بھوسے کی مانند ہے جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے آیت ۴/۱

انبیاء جو خداوند کی شریعت بنی نوع انسان تک پہنچاتے ہیں خداوند کی شریعت کی صداقت کا جزو اعظم ہوتے ہیں۔ پس جو کوئی کسی نبی کے زبان و کام پر ایک غور کرنے والی نظر ڈالتا ہے۔ بیشک وہ اس نبی کی معرفت تامہ سے بہرہ ور ہو کر ثمردار درخت کی مانند پھلتا پھولتا ہے مگر شریر جو اس پر ٹھٹھا مارتے ہیں انکی راہ نیست و نابود ہو جائیگی۔ آیت ۶/۱

اسی طرح زمانہ حال کے نبی مثیل مسیح[1] کے زبان اور کام پر جو کوئی حق پسندی کی نظر سے سوچتا ہے بلاریب وہ ہلاکت سے بچ جاتا ہے یعنی اگر کوئی حق جو غور کی نظر سے مثیل مسیح کے تمام وہ نشانات جو مسیح ناصری کے نشانات سے مماثلت رکھتے ہیں دیکھتا ہوا اُنپر غور سے سوچے تو بیشک وہ خود دیکھ د

(۱) بلکہ اس سے بڑھکر ہیں ۱۲

صداقت کی طرف کھینچا چلا آئیگا بشرطیکہ تقویٰ اپنے دل میں رکھتا ہو۔ چنانچہ اگر کوئی صرف کلیسیا کی تواریخ کا ہی غور سے مطالعہ کرے تو بیشک بہت سے ایسے نشانات پڑھنے میں آئینگے جن سے مسیح ناصری کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اور پھر جب اس زمانہ میں ہی وہی علامات اور نشانات نظر آتے ہیں۔ تو بلاشبہ وہی امورات اس مسیح محمدی کی صداقت کا بیّن ثبوت ٹھہرتے ہیں چنانچہ منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے کہ کلیسیا کی تواریخ کے رسولی زمانہ کی تعریف بقول ریونڈ جیمز جی ڈی۔ ڈی یہی ہے کہ رسولی زمانہ وہ ہے جو اس زمانہ سے جس کے اخیر میں دین عیسوی نے سلطنت روم میں سارے مذہبوں پر قدر و منزلت حاصل کی پہلے تک کا ہے۔ کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۱ اب یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ۳۲۳ء سے پہلے سلطنت روم کے تمام فرمانروا مسیحیوں کو سخت ایذا اور تکلیف دیتے رہے مگر ۳۲۳ء میں ایک شہنشاہ روم نے دین عیسوی کی طرف توجہ کی اور ایذا رسانی موقوف ہوئی لہٰذا ہم عیسائی مورخین کی اس اصطلاح کو کہ رسولی زمانہ صرف ۳۰ء سے لیکر ۱۰۰ء تک ہی ہے تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ رسولی زمانہ ۳۰ء سے لیکر قریب قریب ۲۰۰ء تک شمار کیا جا سکتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ کا چوتھا حصہ ۶۱ء سے ۷۰ء تک کا ہے اور بقول عیسائی صاحبان یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنا رسول زندہ تھا۔ کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۲۹ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ پطرس رسول **خلیفہ اوّل** ۶۷ء میں شہید کیا گیا۔ اور پھر یعقوب یروشلم کی کلیسیا کا اسقف مقرر ہوا۔ پھر جب یعقوب نے وفات پائی تو اس بزرگ اسقف (یعقوب وہی رسول ہے جس نے غیر اقوام کے مسیحیوں کیواسطے پولوس رسول کو ایک شریعت سکھلائی جو پولوس رسول نے غیر قوموں کے مسیحیوں کے درمیان جاری کی دیکھو اعمال ۱۸/۲۱ وکلیسیا کی تواریخ صفحہ ۲۱) کے بعد شمعون ابن کلیوپاس یروشلم کی کلیسیا کا اسقف مقرر ہوا۔ جس نے ایک صد بیس ۱۲۰ کی عمر پاکر وفات پائی کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۲۹ تیسرا باب۔ پس اب ہم ان وجوہات و ثبوت کی رو سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسولی زمانہ قریب قریب ۲۰۰ء تک شمار کیا جا سکتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں مسیح کے پیغام رسان اور انکے شاگرد الہام سے لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

آمدم برسر مطلب۔ اسی رسولی زمانہ کا ایک وقت اس زمانہ کے مسیح کے رسولی زمانہ سے بالکل ملتا ہے اور وہ یہی زمانہ ہے کیونکہ ۱۶۱ء میں جبکہ مسیح کی تعلیم کی مخالفت میں لوگ حد سے بڑھ گئے تو خدا نے آسمان پر سے ان مخالفوں کی سرزنش کے واسطے طرح طرح کے آفات نازل کئے۔ بزرگ پادری جیمز جی ڈی۔ ڈی اس حادثہ کو بالفاظ ذیل تحریر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان ایام میں بہت سے حادثے وقوع میں آئے

بھونچال اور پانی کا سیلاب۔ کال (قحط) اور مری بہت جگہوں میں تھی۔ جن کے سبب لکھو کھا آدمی ہلاک ہوئے ایسا ہی ایک قسم کا طاعون بھی پھیلا۔ جس سے اتنی اموات ہوئیں کہ شہر اور گاؤں ویران ہو گئے۔ کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۳۸

پس اے سعید روح رکھنے والو! غور کرو اور فہمید سے کام لو۔ یہ چار آفات خدا نے اس مسیح محمدی کے رسولی زمانہ (زمانہ خلفاء) میں بھی جبکہ ہر طرف سے اس مسیح کی تعلیم کی مخالفت کیجاتی ہے آسمان سے نازل کر کے اس مسیح ناصری اور اسکے سلسلہ کی مماثلت اس مسیح محمدی اور اسکے سلسلہ کے ساتھ ظاہر فرما کر دنیا پر اتمام حجۃ کر دی۔ غور کرو۔ گورداسپور۔ کانگڑہ وغیرہ اضلاع اس سیلاب سے برباد ہو گئے اٹلی کا بھونچال اپنی نظیر آپ ہے۔ ہندوستان میں آجکل کسقدر قحط ہے طاعون آجکل بے موسم ہر جگہ نمودار ہے یہ کیوں۔ یہ اسلئے کہ خدا اپنے مسیح کے مخالفوں پر ہر طرح سے اتمام حجۃ کرتا ہے اور مومنوں کو اپنے نبی کی معرفت بخشتا ہے پس اے خدا کے برگزیدہ مسیح کے منکرو! سوچو اور غور کرو تا بچ جاؤ۔

اور اگر تم خدا کی ان حجتوں کو اپنی خام فیلسوفی اور بے رخی نکتہ چینی سے جھٹلاؤ گے۔ اور اکبر مسیح صاحب کی طرح یہی کہو گے کہ یہ سب آثار اس مسیح کی تکذیب آسمان سے کرتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ مصیبتیں پڑتی ہیں (غربتہ عیسوی آخری صفحہ) تو جان لو کہ یہ خیال صرف تمہارا خیال ہی نہیں ہے بلکہ یہی خیال ۱۶ءمیں ان بت پرست اقوام نے جن پر خدا نے ان دنوں میں حجت قائم کی تھی۔ کیا تھا اور یہی کہا تھا کہ یہ ساری مصیبتیں ہم پر مسیح اور مسیحیوں کے سبب سے پڑی ہیں پس تم انکے ہم زبان ہو کر یہ نہ کہو اور اگر ایسا ہی کہو گے تو یہ بھی ایک صداقت کا نشان ہے۔ دیکھو کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۳۸

(راقم عبد الخالق نو مسلم)

شیر علی فرشتہ

یہ ایک کشف تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کو ہوا تھا۔ اصل عبارت جو کہ حضرت صاحب نے تریاق القلوب کے صفحہ ۵ میں لکھی ہے اسطرح ہے۔

"میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اسکا نام شیر علی ہے اسنے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت انمیں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفّا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اسکو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے وہ شخص غائب ہو گیا۔ اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا میں نے اس خواب کی بہت سے لوگوں کو اطلاع دی تھی چنانچہ ان میں سے صاحبزادہ سراج الحق سرساوی اور میر ناصر نواب صاحب دہلوی ہیں۔"

دوستو! یہ ہیں اصل الفاظ کشف مذکور کے اسکے متعلق کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ پیشگوئی ہے جسکا پورا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ حضرت اقدس کی تمام پیشگوئیاں علیٰ منہاج النبوت ہیں جن میں سے بعض تو اما نرینک بعض الذی نعدھم کے مطابق آنحضور انور کی بابرکت زندگی میں ہی پوری ہو گئیں اور بعض او نتوفینک کے مطابق حضرت اقدس کے بعد وقتاً فوقتاً الی یوم القیامت پوری ہوتی رہینگی تاکہ پچھلی قوموں کے لئے بھی انکی ترقی اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوں جیسا کہ حضرت اقدس تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیشگوئیوں سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں۔"

اسلئے ضروری ہے کہ بعض نشان اب بھی پورے ہوں اور آئندہ زمانہ میں بھی پورے ہوتے رہیں۔
غرض دوم یہ ہے کہ وہ پیشگوئیاں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں یا پوری تو ہو چکیں۔ لیکن اب وہی

پیشگوئیاں کسی دوسرے پہلو سے پوری ہوتی نظر آتی ہیں تو انکے پورا کرنے کے لئے بھی مومن کو بہت کوشش کرنی چاہیئے تاکہ اس مُرسل یزدانی کی صداقت ظاہر ہو جس نے وہ پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ حضرت صاحب اپنی کتاب ایجاز احمدی طبع دوم کے صفحہ ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عیسائی کہا کرتے تھے کہ اگر آنحضرت کے لئے قرآن شریف میں فتح کی پیشگوئی کی گئی تھی تو آپ نے جنگیں کیوں کیں اور دشمنوں کو حیلوں تدبیروں سے قتل کیوں کیا۔ آج اس قسم کے اعتراض لوگ پیش کر رہے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے انکی تالیف قلوب کے لئے حیلوں سے کیوں کوشش کی گئی۔ اور کیوں احمد بیگ کی طرف اسکے خط لکھے گئے مگر افسوس کہ یہ دونوں یعنی عیسائی اور یہ نئے یہودی نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں میں جائز کوشش کو حرام نہیں کیا گیا۔ جس شخص کو خدا خبر دے کہ فلاں بیمار اچھا ہو جائیگا۔ اسکو منع نہیں ہے کہ وہ دوا بھی کرے کیونکہ شاید دوا کے ذریعہ سے اچھا ہونا مقدر ہو۔ غرض ایسی کوشش کرنا نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک ممنوع ہے نہ اسلام میں"۔

ایسا ہی حضرت نبی کریم نے جو پیشگوئی فرمائی تھی اسرعکن لحوقا بی اطولکن یداً۔ اس حدیث کے سنتے ہی تمام امہات المومنین اہلبیت کو یقین ہو گیا کہ درحقیقت لمبے ہاتھوں سے انکا لمبا ہونا ہی مراد ہے۔ یہانتک کہ آنجناب کی اس پاکدامن بیویوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کئے۔ لیکن جب سب سے پہلے زینب رضؓ نے (جسکے بظاہر چھوٹے ہاتھ تھے) وفات پائی تب انہیں سمجھ میں آیا کہ لمبے ہاتھوں سے ایثار اور سخاوت کی صفت مراد ہے جو زینب رضی اللہ عنہا پر سب کی نسبت زیادہ غالب تھی"۔ دیکھو ازالہ اوہام طبع دوم صفحہ ۴۴۳۔ پس صحابہ کرامؓ اور اہلبیت کا ظاہر سے باطن ہی کی طرف مستعد ہو کر لیجانا یعنی ظاہری ہاتھوں سے سخاوت کے لمبے ہاتھ سمجھ لینا محض اجتہاد تھا اور اس غرض سے تھا کہ جسطرح ہو سکے آنحضرت کی پیشگوئی پوری ہو جاوے۔ اور یہ اجتہاد کوئی منافی شریعت نہیں کیونکہ ہر حبیب لکل ظهر وبطن۔ ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر جو ایک دوسرے کے مؤید و ممد ہو سمجھ لینا کچھ حرج نہیں ہے۔

اب میں اصل مدعا کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ پیشگوئی مذکورہ بالا مندرجہ کتاب تریاق القلوب صفحہ ۹۵ اگرچہ باطنی معنوں کے لحاظ سے آنحضور اقدس ع کی بابرکت زندگی میں ہی پوری ہو چکی تھی۔ لیکن ظاہر معنوں کے لحاظ سے بھی خدا کا شکر ہے کہ یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔ جو بعض پہلو اپنے اندر روحانیت اور طنیت کے بھی رکھتی ہے اس طرح پر کہ موجودہ ابتلا میں جبکہ کوتہ اندیش بعض بیمار طبع لوگوں نے اپنی

بیماری اور کوتہ بینی کا فاسد مادہ حضرت اقدس علیہ السلام کی آنکھوں (چشمہ معرفت اسلام) میں ڈالکر میل کدورت سے تاریک کرنا چاہا اور اس مصفّا نور کو جس کی روشنی دور دور تک پہنچ چکی تھی بعض مواد فاسدہ کے نیچے دبانا چاہا تو فوراً ایک شخص مسمی شیر علی نے (جسکو دنیا جانتی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانہ طیبہ میں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے زمانہ مبارکہ میں بھی فرشتہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا چونکہ کشف مذکورہ میں فرشتہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اسکو شخص (آدمی) بھی کہا گیا ہے) ٹھکر کوشش کی اور اس میل وکدورت کو جو حضرتؑ کی آنکھوں میں بعض کوتہ بینوں نے ڈال رکھی تھی۔ اور بعض مواد فاسدہ کے نیچے وہ اسلام کا چشمہ دب جانے کو تھا۔ بڑی ہمت اور استقلال سے باہر پھینکدیا۔ اور اس مصفّا نور کو جو آنکھوں میں پہلے ہی سے موجود تھا ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح روشن اور نمودار کر دیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

مطلب یہ کہ وہ روشنی اسلام کی جو اس فرشتہ شیر علی کی معرفت نمودار ہوگی نئی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ نور مصفّا (اسلامی نور) پہلے ہی سے اس چشمہ میں موجود ومخفی ہوگا۔ فرشتہ کا صرف یہ کام ہوگا کہ وہ اسکو تاریکیوں اور ظلمتوں سے جو بعض کوتہ بینوں کے مواد فاسدہ کے سبب سے چھا گئی ہونگی صاف اور روشن تر کر دیگا سو الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی اور اس فرشتہ شیر علی کی معرفت موجودہ ظلمت جو سلسلہ خلافت کے پاک چشمہ پر چھا گئی تھی دور کی گئی۔

اے شیر علی تجھے مبارک ہو کہ تیرا نام پہلے سے ہی الہام الٰہی میں فرشتہ رکھا گیا اور تو نے وہی کام کر دکھایا جو کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے کشف میں تیری نسبت بیان کیا تھا اور اے جماعت احمدیہ تجھے بھی مبارک ہو کہ شیر علی جیسا فرشتہ سیرت شخص تجھے دیا گیا۔ جس نے اس پیشگوئی کو جو تیرے آقا مسیح موعودؑ کی زبان مبارک سے بیان کی گئی تھی پورا کر دکھایا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ممکن ہے کہ بعض کج طبع لوگ اس پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنیکے لئے کوشش کریں جیسا کہ بعض اور پیشگوئیوں کے جھٹلانے کے لئے کوشش کرنا انکا شیوہ ہو رہا ہے سو اسکا جواب یہی ہے جو کہ خود حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دیا ہے "اگر یہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹا تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشگوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا ..... لیکن اس تفتیش کیوقت منہاج نبوت کو معیار صدق وکذب کے لئے ٹھہرا دیں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیشگوئیاں انکے نزدیک صحیح نہیں تو انکو تمام انبیاء علیہم السلام سے انکار

کرنا پڑیگا اور آخر انکی موت کفر پر ہوگی" دیکھو اعجاز احمدی طبع دوم صفحہ ۱۱ و آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العٰلمین + خاکسار محمد عبد العزیز احمدی ولد مولوی محمد عبد اللہ صاحب ساکن موضع بھینی تحصیل و ڈاکخانہ شرقپور ضلع گوجرانوالہ

بائبل کی اصلیت

کتب عہد عتیق کی نسبت ایک عالم کی رائے ہے کہ جو الفاظ عبرانی کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت موسٰی کے زمانہ تک انکا کہیں بھی پتہ نہیں ملتا۔ جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ موجودہ تورات بنی اسرائیل کے بابل میں قید ہونے سے بعد مرتب ہوئی ہے پھر بابل کے مضافات میں قصبہ سوس سے حموربی شہریار راست گفتار کی شریعت سنگ خارا کے ایک ستون پر کھُدی ہوئی ملی ہے جو موجودہ تورات سے متفق ہے جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ تورات اہلِ بابل سے اخذ کی گئی ہے یہ وہی حموربی ہے کہ جس کا ذکر سفر تکوین کے چودہویں باب میں ہے اسی بادشاہ آشتی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی اور حضرت خلیل اللہ نے دہ یکی دی۔ پولس رسالہ العبرانیین کے باب ہفتم* میں لکھتا ہے کہ یسوع ہمارے واسطے شہریار راست گفتار کے ہمیں کاہنان کے رتبہ پر داخل ہوئے شہریار مذکور بے پدر و مادر بلا نسب تھا نہ اسکی عمر کی ابتدا تھی نہ انتہا بلکہ وہ خدا کے بیٹے (یسوع) کے مشابہ تہا۔“ تورات کئی بار گم ہو چکی ہے آخر عزرا نے لکھی“ یہ عزرا بابل سے آیا وہ مدہ باب شریعت موسٰی جو پروردگار خدائے اسرائیل نے اسے دی تھی ایک کاتب ماہر تھا“ سے یہی ثبوت ملتا ہے۔ کتاب استثناد......کے اکتیسویں باب میں یہ عبارت ہے ”پس جب موسٰی اس تورات کو ایک کتاب میں اول سے آخر تک لکھ چکے تو لادیوں کو جو حاملِ تابوت عہد پروردگار تھے موسٰی نے یہ کہکر حکم دیا کہ اس تورات کو ... پھر آگے چلکر لکھا ہے۔ ”کسی شخص نے انکی قبر اب تک* نہیں پہچانی“ ”بنی اسرائیل میں کوئی پیغمبر موسٰی کا مثیل نہیں ہوا“ یہ عبارتیں صاف دلالت کرتی ہیں کہ موجودہ تورات وہ نہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ جب تورات حسب منشائے الٰہی گم ہو گئی۔ تو عزرا نے ان احکام تورات کو مرتب کیا جو بنی اسرائیل کے تعامل سے یاد رہ گئے تھے اور کچھ بابلی شریعت مل گئی جیسا کہ اس درس سے ظاہر ہے ”اے عزرا منشائے حکمت خداوندی ہر گروہ کے مقدمے کا فیصلہ جو قریب ہے خدا اور بادشاہ کی شریعت پر عمل نہ کرے اسکو جلد سزا دے“

یہ تو سب جانتے ہیں کہ تورات کو کسی نے حفظ نہیں کیا ہاں بنی اسرائیل چونکہ اسپر عمل پیرا تھے اسلئے اسکا کچھ حصہ بیشک یاد رہ سکتا ہے جو عزرا نے لکھدیا۔
قرآن کریم سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے بلکہ ایک بڑا بھاری معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو بات اس ترقی

* دیکھو عبرانیوں باب ۷ درس ۲۶۔ * دیکھو استثناد باب ۳۴

کے زمانہ میں بڑی تحقیق و تفحص سے معلوم ہوئی وہ قرآن میں بزبانِ خداوندی پہلے مذکور ہے چنانچہ سورہ النساء
میں ایک آیت ہے الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتٰب کیا تو ان لوگوں کو نہیں دیکھتا جنہیں
کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے پھر فرمایا و جعلنا قلوبہم قاسیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا
حظا مما ذکروا بہ۔ ہم نے انکے دلوں کو سیاہ کر دیا۔ وہ کلمات کو اپنے مواضع (یا وضع لہ) سے پھیرتے ہیں
اور اس تذکرہ کا جو انکو دیا گیا کچھ حصہ بھول گئے یہ آیتیں صاف صاف پکار رہی ہیں کہ اہل کتاب کے
پاس اصل کتاب کا کچھ حصہ باقی ہے جو قرآن مجید سے بحکم مصدقا لما معکم و فیہا کتب
قیمۃ مطابق ہے پروٹسٹنٹ علماء اس بات کے مقر ہیں کہ خدائے حقیقی کی عبادت بادشاہ منسا
کے زمانہ میں منقطع ہو چکی تھی بایں وجہ کہ بخت نصر نے جب ہیکل بیت المقدس کو ویران کیا تو تابوت
کے ساتھ تورات کا رہا سہا نسخہ بھی کھویا گیا۔ پھر جب ارتخششتا ملک بابل نے انکو رہا کیا تو عزرا
نے تورات کو قلمبند کیا۔ علم آثار الاقوام و الٰہیات کے علامہ ڈیلیتش نے ایک طولانی لیکچر میں جو
ایک بادشاہ کے سامنے دیا تھا صاف صاف سنایا کہ موجودہ تورات شرائع بابل سے منقول ہے
تعجب یہ ہے کہ اسکے اس بیان سے کوئی شور نہیں اٹھا بلکہ سب نے قبول کیا حتیٰ کہ اس بادشاہ
نے لیکچرار مذکور کی بڑی عزت کی اور اس سے متاثر ہو کر اپنے ایک دوست کو لکھا کہ تورات کی تاریخ احکام
شریعت سب انسانی فعل ہے اور خدا کی وحی کو اس میں ذرا بھی دخل نہیں یہ کیوں؟ صرف اسلئے کہ نئے
اکتشافات نے ثابت کر دیا کہ موجودہ تورات وحی الٰہی نہیں بلکہ بشری فعل ہے جیسا کہ بعض
کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم شریعت کا نسخہ بابل سے فلسطین میں لائے تھے اور شریعت
مصریہ سے مل جل کر موجودہ تورات کی صورت اختیار کی اور قصبہ سوس کی حمورابی والی شریعت
سے مطابقت نے اس عقدے کو اور بھی کھول دیا ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء
ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ غرض یہ سب تحریکیں مسیح موعود کی برکت سے ہیں اور اسکے مقاصد
کی تکمیل کے لئے خدا کی طرف سے پیدا ہوئی ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت کی تصدیق ہو رہی ہے
سنریہم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق ہم انہیں اپنے نشان
آفاق میں اور خود انکے نفسوں میں دکھائینگے تاکہ خوب طرح کھل جائے کہ یہی حق ہے) پھر ایک موقعہ پر فرمایا
ولتعلمن نباءہ بعد حین (اسکی خبر کچھ مدت بعد پاؤگے) سو وہ خبریں مل رہی ہیں کاش کوئی سمجھے

کیا یہ اسلام کی دوستی ہے یا دشمنی

نظام المشائخ کچھ ایسا ویسا رسالہ نہیں بلکہ حلقہ صوفیا میں خاص شوق سے پڑھا جاتا ہے اسکے سرپرست حسن نظامی مشہور مضمون نگار ہیں۔ ملا محمدؐ الواحدی ایک جمہور دو اخبار دلی کے ایڈیٹر یا مہتمم ہیں پھر تعجب ہے کہ اس رسالہ میں بعض ایسے مضمون چھپ جائیں جو اپنی روایات کا کوئی صحیح ثبوت اپنے ساتھ نہیں رکھتے بلکہ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ غیر مسلموں میں اسلام کے استہزاء کا موجب ہو سکتے ہیں ملاحظہ فرمایئے رسول نمبر کا ایک مضمون جس کے بعض فقرات یہ ہیں۔

فقرہ اول۔ دوسرے دن جب صبح کے وقت حضرت حواؑ اپنی خوابگاہ سے نکلکر آنکھیں ملتی ہوئی باہر آئیں تو آپ کے بچے آپکو آ لپٹے اور بھولے پن سے کہنے لگے۔ اچھی بی اماں جان یہ ایسی چمکتی ہوئی دھکدگی راتوں رات آپ کے گلے میں کہاں سے آئی . . . . حضرت آدم نے جو یہ جلوہ آرائی دیکھی تو آپ بھی حیران ہوگئے اسی جبریل نے آکر کہا۔ اے آدم! نور محمدی جو تیری پیشانی میں امانت رکھا تھا۔ آج رات کو منتقل ہوکر حواؑ کی پاک کوکھ میں آگیا ہے۔

فقرہ دوم۔ فلما اتوہ موثقھا۔ بیٹوں نے بابا کو . . . . . آپ سمجھے موثق کس چیز کا کس ضمانت کس پر عمال کس گارنٹی کس عہد کس پیمان کو کہتے تھے۔ وہ ہمارے حضور کے نام مبارک کی قسم تھی۔ جب اگلی امتیں آپس میں کسی بھاری کام پر معاہدہ کرتی تھیں تو کہتی تھیں محمدؐ کی قسم۔ بس گویا رجسٹری ہوگئی اسٹامپ لکھدیا۔ بندے بیچارے کس شمار کس قطار میں ہیں۔ خدا اپنے حبیب کی قسم کھاتا ہے والنجم اذا ھوٰی اے محمدؐ مجھے تیرے پیارے منہ کی قسم جو معراج کی رات ستارے کی طرح چمکتا ہوا۔ آسمانوں سے پرے آن کی آن میں گیا . . . . اور اے محمدؐ! مجھے قسم ہے تیرے رخسار تاباں کی۔ اے محمدؐ! مجھے قسم ہے تیری اُن سیاہ زلفوں کی جو تیرے عارض پر بکھر کر اسے ڈھانک لیتی ہیں . . . . . لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد۔ اے محمدؐ میں شہر مکہ کی قسم اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ تو اپنے نازک پاؤں سے اس میں گشت کرتا ہے۔

فقرہ سوم۔ حضور پر نور ایکدن کوہ بوقبیس پر مع صحابہؓ کے کھڑے ہوئے شیر کی عجب نگی نظر سے

ملاحظہ فرما رہے تھے جو پہاڑ میں سے آواز آئی العطش العطش الغیاث الغیاث ..... ناگہاں جبرئیل امین آئے اور عرض کرنے لگے خدا فرماتا ہے۔ اے میرے حبیب اس پہاڑ پر بہت سے انبیاء اور مرسلین کے مزار ہیں.. .... لوگ تیری دید میں اپنے اپنے خاندان اور شہر و دیار کو چھوڑ کر یہاں آئے اور تیرے انتظار و ولادت میں اپنی جانیں گنوا کر آغوش لحد میں سو رہے ہیں۔ چونکہ مکہ میں پانی کی قلت آپ سے پہلے اور بھی زیادہ تھی۔ اسلئے یہ پیاسے فوت ہوئے ہیں اور اب تجھے دیکھکر تجھ سے محبت کا گلہ کر رہے ہیں۔

فقرہ چہارم جناب آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میری آنکھوں کا تارا محمدؐ میرے پیٹ میں تھا تو مجھے وہ تکلیفیں ذرا نہ ہوئیں جو پیٹ والیوں کو ہوا کرتی ہیں۔ میرے اعضاء بالکل ہلکے پھلکے تھے جب میں زمین پر چلتی اور میرے پاؤں کے نیچے کوئی اینٹ یا پتھر آجاتا تو فوراً موم کی طرح پگل کر بہ جاتا۔ یا برف کی طرح گھلکر بہجاتا۔ میں کنوئیں پر جا کھڑی ہوتی تو کنوئیں کا پانی جوش مارتا۔ اور میرے قدموں تک آجاتا پانی جو ایک عنصر بسیط بے عقل و شعور بیجان کہلاتا ہے۔ رسولؐ کی تعظیم کے لئے کنوئیں کی تہ سے ابھر کر سن تک آجائے اور انسان دانا اور عاقل ہو کر محفل میلاد کے قیام کے لئے حجتیں کرے سہ

بریں عقل و دانش بباید گریست۔

فقرہ پنجم۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں میںنے کمرہ میں قدم رکھا ہی تھا جو فرشتوں نے کواڑ بند کردئے × × × ہول کے مارے مجھے دروزہ شروع ہو گیا۔ اور میںنے جو کچھ انوکھی باتیں دیکھیں وہ کیا بیان کروں جب میرے ہوش ٹھکانے ہوئے تو میںنے دیکھا۔ پیارے محمدؐ لاڈلے محمدؐ پیدا ہوئے ہیں اور زمین پر سجدہ میں سر رکھے ہوئے امتی امتی فرما رہے ہیں۔

فقرہ ششم۔ بغداد میں دجلہ کے کنارے یہ تذکرہ چھڑ رہا تھا کہ خراسان میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوا ہے جسکے سینے کے پہلو پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پہلو پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے یعقوب صیاد نے کہا میںنے پرسوں اس دجلہ میں سے ایک مچھلی پکڑی تھی جس کے ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

فقرہ ہفتم۔ آپکا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم قرنی کے لفظ میں غور کیجئے تو ترتیب خلافت پنہاں ہے یعنی قرنی میں قاف صدیقؓ کا ر سے عمرؓ کی نون عثمانؓ کا اور یا سے معروف علیؓ کی ... اور جب تک ایک ایک امتی کو فردوس بریں میں نہ بھیج لونگا

جنت میں جاؤنگا۔ قیامت کے دن خدا فرمائے گا اے پیارے محمدؐ! تو امت کے لئے فکر نہیں جس طرح یعقوبؑ کی ملاقات کی خوشی میں یوسفؑ نے مصر کے باشندوں کو اپنی غلامی سے آزاد کر دیا تھا۔ آج میں تیری دیدار کی فرحت* میں تیری امت کے گنہگاروں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہوں +

اب خیال فرمائیے کہ یہ مزخرفات دین اسلام کی طرف اغیار کو متوجہ کرنے والے ہیں یا اس سے متنفر کرنیوالے اور کیا ہمارے پاس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہی خوارق یہی مکارم رہ گئے ہیں۔ جو ولادت کے متعلق بیان کئے جاسکتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ سب دانشمند مدعیان اسلام میرے ساتھ اتفاق کرکے فرمائینگے کہ نہیں تو پھر کیوں ایسی روایات چھاپی جاتی ہیں جو کوئی اصلیت نہیں رکھتیں غیر معتبر افسانہ ابیات میں بعض ایسی باتیں ہیں جن سے اللہ تعالےٰ اور اسکے پسندیدہ دین کی صریح ہتک ہوتی ہے۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔

معارفِ قرآن مجید

ازسیدنا محمود ایدہ اللہ تعالےٰ

۲۳-دسمبر۔ فرمایا ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ مسیح بن مریم کی وفات کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے خلت کے معنے اللہ تعالےٰ نے خود ہی کر دیئے ہیں کہ افان مات او قتل پس وہی طریقے خلاء کے ہیں طبعی موت سے مرنا یا مارا جانا الرسل میں ال استغراق کا ہے ورنہ ہمارا حریف خاتم النبیینؐ میں بھی تسلیم کرے کہ یہاں کل انبیاء مراد نہیں۔ بہر حال ایک نہ ایک صداقت تو ثابت ہوگی اور ہمارے معتقدات کی تائید۔

فرمایا۔ ایک طرف فرمایا لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (اگر یہ ہم پر افترا کرے تو ہم اپنے دہنے ہاتھ سے اسے پکڑ لیں اور اسکی رگِ جان کاٹ دیں) اور دوسری طرف فرمایا اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ (اگر محمد رسول اللہ مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنی پچھلی گمراہی پر لوٹ جاؤ گے) ان دونوں آیتوں میں توفیق کیونکر ہوا۔ توفیق یوں ہے کہ بفرض محال نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اگر قرآن مجید یا محمد رسول اللہ کے دعویٰ صداقت کی ایک دلیل صحیح بھی اترے تو بھی اس سے یہ تو ثابت نہیں ہو سکتا کہ شرک اچھا ہے

* گویا اس سے پہلے خدا دیدار سے محروم تھا (نعوذ باللہ)

یا تثلیث کا عقیدہ درست ہو یا یہود کے خیالات مذہبی درست ہیں پس فرمایا اگر محمد رسول اللہ قتل بھی ہو جائیں تو بھی کم از کم یہ تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ شرک۔ تثلیث۔ بت پرستی اور تمام وہ باتیں جن سے محمد رسول اللہ صلعم منع فرماتے رہے ہیں اور تمہیں جائز نہیں کہ پھر لوٹ کر انہی باتوں میں گرفتار ہو جاؤ۔

دوم۔ ایک کسی امر کے شرائط ہوتے ہیں اور ایک انعام قتل کیا جانا جھوٹا ہونے کی علامت نہیں اور نہ یہ شرط کہ ہر نبی ۲۳ سال یا اس سے زیادہ تک بعد دعوی نبوت زندہ رہے ورنہ لازم آئیگا کہ جب نبی فوت ہو جائے تب اسپر ایمان لایا جائے۔ پس قتل سے بچایا جانا ایک انعام ہے۔ اور ۲۳ سال بعد دعوی نبوت زندہ رہنا شرائط ذاتیات صداقت سے نہیں۔ پس اگر محمد رسول اللہ صلعم اس مدت سے پہلے قتل کئے جاتے تو یہ امر انکے جھوٹا ہونیکی دلیل نہیں۔

تاویل الاحادیث

ماخوذ از درس حضرت خلیفہ ثانی

(نوشتہ مولوی نیاز احمد نصر اللہ)

۱۔ کتاب بدء الخلق۔ باب ینسلون النسلان فی المشی۔ حدیث موسیٰ ابن اسمٰعیل مسجد اقصیٰ۔ بیت المقدس۔ اس (جامع) مسجد کو بھی خدا تعالےٰ نے مسجد اقصیٰ فرمایا ہے۔ مسجد سے مراد اگر مساجد انبیاء ہیں تو اس لحاظ سے اول مسجد کے معنے یہ ہونگے کہ جو اولاد ابراہیم کے لئے پہلے بنائی گئی۔ اور اگر اسکے معنے خاص مسجد ہی لئے جاویں تب بھی ٹھیک ہے کہ مسجد حرام پہلے بنی۔

خواب میں اگر مسجد دیکھی جاوے تو مراد سلسلہ اور جماعت ہے چونکہ حضرت اسحٰق و اسمٰعیل کے سپرد جماعت کرنی تھی اسلئے ان دونوں کے ہاتھوں سے مسجدوں کی بنیاد رکھوائی۔ اور بعد میں چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہی جماعت نے رہنا تھا اسلئے انکی مسجد کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکا (یعنی خانہ کعبہ) اور حضرت اسحٰق کی جماعت درمیان میں کئی دفعہ ٹوٹ گئی اسلئے انکی مسجد پر کئی حوادث ہوئے وہ ٹوٹ گئی (مسجد بیت المقدس) پھر اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوایا۔

۲۔ حدیث عبد اللہ ابن یوسف و حدیث قیس ابن حفص۔ الخ

نے نبی کریم سے دریافت کیا کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں سلام تو ہمیں اللہ تعالےٰ نے سکھلا دیا ہی (تشہد میں)، پھر آپ نے انکو درود سکھلایا۔ اس میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ آپ نے درود میں یہ سکھایا ہے کہ اے اللہ! تو محمد صلعم اور آپکی اولاد ازواج پر اس طرح رحمت کر جس طرح تو نے ابراہیم اور آپکی اولاد ازواج پر رحمت کی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم؏ حضرت نبی کریم سے بڑے تھے تو یہ دعا سکھلائی۔ نہیں۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم کا درجہ حضرت ابراہیم؏ سے بڑا ہے تو اس سے مراد کیا ہوگی؟ اسکا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہی۔ اسی طرح حضرت نبی کریم کی اولاد میں بھی نبوت قائم رہے صرف نبوت کی ہی خصوصیت کے لئے آپ نے یہ دعا سکھلائی چنانچہ آپکے اہلبیت میں نبوت قائم ہوئی۔

نبی کریم صلعم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ سلمان منا اھل البیت کہ سلمان اہل بیت میں سے ہے اور اسکی نسبت ایک پیشگوئی تھی کہ اسکی اولاد میں سے ایک نبی ہوگا۔ آجکل تو لوگ اپنے آپکو زور سے اہلبیت میں سے بنانا چاہتے ہیں یہی ایک بات ہے جس کی رُو سے اسکے معنی بھی ٹھیک بنتے ہیں اور نبی کریم کی رفعت ثابت ہوتی ہے ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ نبی کریم چھوٹے تھے

۳۔ حدیث عثمان بن ابی شیبہ۔ یعوذ الحسن والحسین۔ آپ حسنؓ اور حسینؓ کے لئے پناہ مانگا کرتے تھے۔ بعض لوگ ایسے حریص اور بخیل ہوتے ہیں کہ وہ اگر کسی چیز کو دیکھیں تو فوراً انکے منہ سے انکے لئے بد دعا نکلجاتی ہے اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ کسی کے پاس کوئی اچھی چیز ہو یا کوئی اچھی حالت میں ہو۔

انبیاء کا طریق دیکھو کیسا عمدہ ہوتا ہے کہ بچہ کو چھوٹی عمر میں اللہ اللہ سکھلانا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی عمر چھوٹی تھی۔ تو آنحضرت صلعم نے بچپن سے انکے دل میں ڈالنا شروع کر دیا کہ ایک خدا ہے جو بچا سکتا ہے اور انسان کی حفاظت کر سکتا ہے۔

۴۔ باب ونبئھم عن ضیف ابراھیم۔ حدیث احمد بن صالح۔ نحن احق من ابراھیم اذ قال رب ارنی کیف تحیی الموتی الخ بہت لوگوں کو اس بات پر دھوکہ لگا ہے وہ اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ ابراہیم کو شک تھا اور نبی کریم صلعم انکسار کی وجہ سے فرماتے

ہیں کہ ہم ابراہیم سے زیادہ شک کرنے کے حقدار ہیں۔ میں ایسے معنوں کو قابل تسلیم نہیں سمجھتا۔ مجھے اسکے معنے یہ سمجھائے گئے ہیں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرکے بتلایا کہ انہوں نے خدا تعالےٰ کے حضور عرض کیا کہ اے مولیٰ تو مُردوں کو کسطرح زندہ کیا کرتا ہے آپکا سوال یہ تھا کہ مردوں کو زندہ کسطرح کریگا۔ بلکہ آپکا سوال یہ تھا کہ ویران جگہ کو تو آباد کب کریگا یہ بھی سوال کرنے کا ایک طریق ہوتا ہے ایکدفعہ حضرت خلیفۃ المسیح جسکے پاس ملازم تھے اُسنے آم کھانیکے لئے اُن سے اجازت مانگی تو آپنے جواب میں کہلا بھیجا کہ آم کیسے ہوتے ہیں مطلب یہ تھا کہ مجھے بھی بھیجو اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ سے پوچھتے ہیں کہ یہ ویران جگہ جہاں میںنے اپنی اولاد کو رکھا ہے کب آباد ہوگی۔ کسی چیز کے ہونیکا یقین کسی طرح سے ہو جائے اور آدمی مان لے تو یہ ایمان ہے مگر اطمینان جبھی ہوتا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس سے آگے چار طیور لانیکے حکم کا ذکر ہے کیا اللہ تعالےٰ ایک طیر پر یہ نہیں کرسکتا تھا کہ اسکو زندہ کرکے دکھلاتے۔ چار طیر سے مراد چار ترقیاں ہیں جو بنو ابراہیم کو ملینگی۔ "بنی اسحٰق" کو اور "بنی اسمٰعیل" کو۔ موسیٰ کے وقت مسیح ناصری کے وقت۔ آنحضرت صلعم کے وقت۔ مسیح موعود کے وقت۔ تو چار پرندوں میں یہی حکمت تھی اسی لئے فرمایا کہ چار پرند لاؤ انہیں سدھاؤ اور پھر الگ الگ پہاڑی پر رکھدو تو دیکھو پھر وہ آتے ہیں یا نہیں تو کیا میں جو سارے جہان کا خالق و مالک ہوں اگر اس بستی کو آباد کرنا چاہوں تو اسکے اسباب جمع نہیں کرسکتا اور یہ بھی بتایا کہ میں تیری اولاد کو چار بار بلاؤنگا اسی وجہ سے نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ نحن احق من ابراھیم۔ میری شان بڑی ہے اسلئے میرا حق زیادہ ہے کہ میں یہ سوال کروں کہ الہیٰ تو مجھے بڑھاکر فورش کسے ویران شدہ علاقوں کو ایمان کی تازگی سے سرسبز کر۔

کلمات طیّبات مسیح کائنات علیہ الصّلوٰۃ

"یہ ڈائری مجھے اپنے پرانے کاغذات سے ملی ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضور کس طرح اپنے خاص احباب کی اصلاح فرمایا کرتے اور کیونکر انہیں اعلےٰ مدارج یقین پر پہنچانے کی سعی فرماتے"

۱۔ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب نے کہا۔ حضور یہاں کمیٹی بنے گی۔ ہماری طرف سے کوئی ممبر ہونا چاہیئے۔

فرمایا! مولوی صاحب کب تک علیحدہ کرینگے آپ موجودہ حالت کو دیکھتے ہو اور میری آئندہ پر نظر ہے

۲۔ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب نے کہا کہ حضور وہ دوائی بہت مفید ہے فلاں مریض اس سے تندرست ہوا فلاں اور فلاں۔

فرمایا! مولوی صاحب وہ دانے تو صحت نہیں بخشی خدا نے بخشی وہی دوائی کسی کے لئے مضر بھی ہوگی نفع و ضرر خدا کے اختیار میں ہے۔ شفاء کو اپنے یا کسی کی طرف منسوب کرنا ہی شرک ہے۔

۳۔ کچھ دن ہوئے حضرت مولوی صاحب نے خط پیش کیا کہ کسی نے مجھے لکھا ہے کہ فلاں راجہ کی طرف اگر اپنے دعاوی کی ایک ناگری کتاب مختصر لکھی جائے تو وہ چاہتا بھی ہے ہدایت پا جائے اور ساتھ ہی عرض کیا حضور لکھدیں بابرکت بات ہے خواہ اخصوصیت سے اسکو مخاطب فرمایا جائے۔

فرمایا۔ مولوی صاحب! اگر اس میں حق کی تڑپ ہے۔ تو وہ براہ راست کیوں نہیں لکھتا خدا کے ماموروں میں شانِ کبریائی ہوتی ہے یہ لوگ امراء کے لئے متکبّر فقراء کے لئے متواضع ہوتے ہیں۔ ہمارے اوقات ایسے معمولی نہیں۔

مناجات

خاکسار نبی بخش لاہور

اے خدا اے میرے محسن اے مرے نگرانِ حال
اے کریم و کارساز و عیب پوش و ذوالجلال

پاک بے ہمتا قدیر و واحد و فرد و بصیر
بے مثال و بے نظیر و جامعِ وصفِ کمال

تجھ سے ہے آرامِ دل اور تو میری پشت و پناہ
تیرے الطاف و کرم سے دور ہوں رنج و ملال

قدرتیں تیری عیاں ہیں اور تو از بس نہاں
عقلِ انساں غرقِ حیرت اور یہی اس کا مآل

جملہ عالم جذبِ پنہانی سے ہے شیدا ترا
جسم و جاں کا ذرّہ ذرّہ ہے بہ امیدِ وصال

زیر و بالا میں ہے جو کچھ سب پہ ہے حکمِ فنا
مالک ملکِ بقا ہے - تیری ذاتِ لایزال

نیستی کو خلعتِ ہستی سے کیا تو نے عطا
روئے خوباں پر چمکتا ہے ترا حسن و جمال

راحت ہر دو جہاں ہے تیرے منہ کا دیکھنا
تیرے بن فردوسِ اعلیٰ بھی ہے اک جاں کا وبال

تیرا ملنا سہل ہے پر جو تیرا ہو کر رہے
ہے وہی زندہ جو پیتا ہے ترا آبِ زلال

بے حجابانہ ہو دل پر تیری رحمت کا نزول
معرفت کے پھل لگیں پھولے پھلے دل کا نہال

آرزوئے دل یہی ہے جوشِ الفت تیز ہو
موردِ لطف و کرم ہوں - مہبطِ فضل و کمال

خلیفہ اور انجمن

"تصدیق خلافت احمدیہ" کے ہیڈنگ کے ماتحت دسمبر کے تشحیذ الاذہان میں ایک جامع مضمون شائع ہو چکا ہے الحمد للہ کہ قاضی محمد یوسف صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ حضرت فضل عمر رضہ کی بیعت کرلی۔ اسلئے اب وہ ہمارے بھائی واجب التعظیم ہیں۔ اللہ تعالےٰ انکو پوری استقامت عطا فرماوے۔ قاضی صاحب کے لئے خصوصاً اور تمام احمدی جماعت کے لئے عموماً آج ہم بتوفیق الٰہی خلیفہ اور انجمن کے ہیڈنگ کے ماتحت ایک عجیب مضمون حوالہ قلم کرتے ہیں اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ عام فائدہ کی چیز ہو۔

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون کی طرف توجہ کروں۔ میں خلوص نیت سے اپنے بھائی مکرمی قاضی صاحب کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" سے مخاطب کرتا ہوں۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری [illegible] باہمی محبت محض اللہ کیلئے ہو آمین یا رب العٰلمین۔ مضمون حسب ذیل ہے۔

یہ ایک مسلم امر ہے کہ حضرت مسیح موعود کو دو ۲ کے ہندسے سے ایک خاص مناسبت ہے۔ چنانچہ

...(۱) آپ کے دو نام ہیں۔ (۱) "غلام احمد" (۲) "احمد"

(۲) آپ کی دو شانیں ہیں (۱) امتی (۲) نبی

(۳) آپکی دو حیثیتیں ہیں (۱) قمر (۲) شمس

الغرض آپ کئی ایک باتوں میں دو امور میں اشتراک رکھتے ہیں۔ اگر آپ امتی ہیں تو یقیناً نبی بھی ہیں۔ اگر آپ قمر ہیں تو یقیناً شمس بھی ہیں۔ اگر آپ مریم ہیں تو ابن مریم بھی آپ ہی ہیں۔ اگر آپ آیت استخلاف کے ماتحت آنحضرت صلعم کی خلافت کے ایک خلیفہ ہیں تو ھو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ کے ماتحت خود ایک رسول اللہ اور نبی اللہ صاحب خلافت بھی ہیں۔ اگر خدا نے آپکا نام غلام احمد رکھا ہے تو احمد بھی یقیناً آپ ہی کا نام رکھا ہے۔ الغرض مسیح موعود کے نام اپنے اندر دو نام۔ مسیح موعود کی حیثیت اپنے اندر دو حیثیتیں۔ مسیح موعود کی شان نزول اپنے اندر دو شانیں رکھتی ہے۔ ایک پہلو سے آپ کل انبیاء سے خصوصیت رکھتے ہیں اور دوسرے پہلو سے آپ کل خلفاء امت محمدیہ سے خصوصیت رکھتے ہیں یعنی امتی ہونے کے پہلو میں کوئی نبی آپکا شریک نہیں بعد نبی ہونے کے پہلو میں

کوئی خلیفہ آپکا شریک نہیں ایسا کیوں ہوا۔ اسکا جواب حضرت مسیح موعود کی زبانی حسب ذیل ہے۔

"اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں اسلئے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جاوے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جاوے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاوے تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

پس حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا تحریر اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود امتی ہونے کے پہلو سے خلیفہ من خلفاء رسول اللہ تھے اور نبی ہونے کے پہلو سے آپ خود محمد رسول اللہ بھی تھے (گو بروزی صورت میں) پس دونوں باتیں اس امر کی مقتضی تھیں۔ کہ آپ کے بعد آپکی خلافت بھی دو ہی پہلوؤں سے تقسیم کیجاوے۔

مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی حیثیت اس امر کی مقتضی ہے کہ آپ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو جیسے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہوئی اور جیسے کہ حدیث وان من نبوۃ الا تبعتھا الخلافۃ سے ظاہر ہے اور مسیح موعود کی خلیفہ ہونے کی حیثیت بموجب لا خلافۃ الا بالمشورۃ اس امر کی مقتضی تھی کہ آپ کے ماتحت ایک مجلس شوریٰ یعنی انجمن ہو۔ پس مسیح موعود نے اپنی حیثیت کے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے الوصیت میں اپنی خلافت کو بھی دو ہی پہلو سے تقسیم کیا۔ نبی اللہ ہونے کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے آپ نے صفحہ ۷ میں فرمایا۔

"میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔"

اور دوسری قدرت کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رض کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔" (الوصیت صفحہ ۷)

الغرض یہ ایک نہایت ہی قابلِ غور بات ہے۔ کہ الوصیت میں جہاں آپ نے اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوت کا ذکر کیا وہاں اشارتاً یا کنایتاً ایک لفظ بھی اپنی نسبت اُمتی ہونے کی حیثیت سے نہیں لکھا۔ بلکہ صاف اور صریح لفظوں میں بار بار نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا ہے اور انبیاء کے لیے جو سنت مستمرہ پائی جاتی ہے اسکا جاری رہنا اپنے بعد لازمی قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

"اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔" (الوصیت صفحہ)

پس اگر آپ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوت نہ ہوتی تو مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا مشتبہ ہو جاتا۔ اور نیز آپکی قوت قدسیہ اور کمال فیضان پر ایک بدنما داغ لگتا تھا اور آپکا مہدی ہونا باطل ٹھہرتا تھا۔ لیکن اسکے دوسری طرف یہ بھی خرابی تھی کہ اگر خلیفہ ہونے کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے کوئی انجمن نہ ہوتی تو اس سے نہ صرف مسیح موعود کا اُمتی ہونا باطل ہوتا۔ بلکہ ختم نبوت میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ سو اللہ تعالےٰ نے ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک طرف تو قدرت ثانیہ یعنی خلافت کا وعدہ دیا۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے ہی انجمن کا انعقاد بھی کروا دیا۔

یہ ایک نہایت ہی لطیف بات ہے کہ جہاں الوصیت میں قدرت ثانیہ کا ذکر آیا۔ وہاں مسیح موعود نے اپنی نسبت کھلے لفظوں میں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن جہاں انجمن کا ذکر ہے وہاں آپ نے ہرگز اپنی نسبت نبی اور رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے کہ فرمایا

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔"

یہاں پر صریح طور سے انجمن کی جانشینی کو اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت کی طرف منسوب کیا ہے اور "ہے" کا قرینہ اس پر نص قطعی کے طور سے شہادت دے رہا ہے کہ انجمن کی خلافت محض مسیح موعود کے خلیفہ ہونے کی حیثیت میں ہے کیونکہ مشورہ کا مفہوم مقتضی ہے کہ مجلس شوریٰ مطابق کا خلافة الا بالمشورة خلیفہ کی زندگی میں ہو۔ پس اسلئے مسیح موعود نے انجمن کی خلافت کو اپنے خلیفہ ہونے کی حیثیت کی طرف منسوب کیا۔ اور "ہے" کا لفظ محکم بتا دیا کہ انجمن محض خلیفہ کی خلیفہ ہے اور اسکی خلافت خلافت در خلافت ہے۔ خلافت علیٰ منہاج النبوت نہیں۔

ہم اس خدا کا کس زبان سے شکر ادا کریں۔ جس نے اپنے برگزیدہ نبی سے کوئی ایسا کام نہیں کروایا جو اسکی رسوائی کا باعث ہو۔ بلکہ اپنے وعدہ کے مطابق

"ہم کھلے کھلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے۔" (الوصیت صفحہ)

ایسے کھلے کھلے نشان تصدیق کے پیدا کئے جنکو غور سے سوچنے والا اور ایک خدا ترس انسان یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بےشک و شبہ مسیح موعود خدا کے برگزیدہ نبی اور رسول تھے مثلاً حضرت مسیح موعود کی جانشینی کا مسئلہ آپ دیکھو کہ خدا نے مسیح موعود کے ہاتھ سے مسئلہ جانشینی کو ایسے طور سے الوصیت میں درج کروایا جس سے تا ابد الآباد ایک طرف مسیح موعود کا اُمتی ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف نبی اللہ اور رسول اللہ ہونا بھی قائم رہے۔

یہ ایک کھلی کھلی صداقت ہے جس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا کہ انجمن محض خلیفہ کی خلیفہ ہے اور یہ کہ اسکی خلافت محض خلافت در خلافت ہے ورنہ مسیح موعود کے امر نبوت کی خلافت سے انجمن کو کوئی سروکار نہیں اور جیسے کہ ہمنے پہلے بیان کیا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہونے میں دوسرے خلفاء امت محمدیہ سے خصوصیت رکھتے ہیں ورنہ امر خلافت میں ہر ایک ایسا خلیفہ جس کی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوت ہے مسیح موعود کا شریک ہے اور امر خلافت میں وہی حکم رکھتا ہے جو مسیح موعود خلیفہ ہونے کی حیثیت سے رکھتے تھے پس انجمن بموجب ارشاد مسیح موعود ہر ایک ایسے خلیفہ کی جسکی خلافت خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو اسکی خلیفہ یعنی جانشین ہے حضرت مسیح موعود کے اس فرمودہ سے کہ

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"

تین باتوں کا استنباط ہوتا ہے۔

(۱) انجمن خلیفہ کی خلیفہ ہے اور اسکی خلافت خلافت در خلافت ہے نہ کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

(۲) انجمن بموجودگی خلیفۃ النبی کے ہرگز ہرگز خود مختار نہیں ہو سکتی۔

(۳) انجمن کا وجود چونکہ واحد ہے اسلئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ صاحب انجمن یعنی خدا کا مقرر کردہ خلیفہ اپنے زمانہ میں صرف ایک ہی ہو۔

علاوہ ان تین باتوں کے یہ دو امور بھی بدیہی طور سے ثابت ہوتے ہیں۔ (اوّل) یہ کہ جب انجمن خلیفہ کی خلیفہ ہونے سے یہ اختیار رکھتی ہے کہ اسکا ہر ایک فیصلہ قطعی ہو۔ تو خلیفہ بوجہ نبی کے خلیفہ ہونے کے بدرجہ اولیٰ یہ اختیار رکھتا ہے کہ اسکا ہر ایک قول و فعل قطعی ہو (دوم) کہ انجمن بموجودگی خلیفۃ النبی ہرگز یہ اختیار نہیں رکھتی کہ خود مختارانہ طور سے قوم پر حکمرانی کرے۔ ہاں عدم موجودگی خلیفۃ النبی

میں وہ کچھ دیر کے لئے ایسا اختیار رکھ سکتی ہے جیسے کہ واقع ہوا۔ حضرت مسیح موعود جب فوت ہوئے تو ۳۶ گھنٹے تک انجمن کی حکمرانی رہی یعنی یہ نمونہ مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کی حیثیت سے خدا سے التجا کی کہ کوئی نور الدین اعظم کی شکل میں خلیفہ مقرر کیا جاوے سو خدا تعالےٰ نے حضرت نور الدین اعظم کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے نور الدین کو اسکی امر نبوت کا پہلا خلیفہ تجویز فرمایا۔ اسی طرح خدا نے حضرت فضل عمر کو مسیح موعود کی امر نبوت کا خلیفہ ثانی بنایا۔ الغرض انجمن بموجودگی خلیفۃ النبی ہرگز ہرگز اس امر کی مجاز نہیں کہ اس کی اطاعت سے منہ موڑے اور خودمختاری کا دم مارے۔ بلکہ اسکی خیر اسی میں ہے کہ وہ اپنے آپکو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشینی سے الگ کرے اور خود اپنے آپکو خلیفۃ المسیح خلیفۃ النبی کے لقب سے مخاطب کرے

یہ امر کہ انجمن محض خلیفہ کی خلیفہ ہے اور اسکی خلافت محض خلافت در خلافت ہے اور قدرت ثانیہ کے مظہر وجود یا بیعت لینے والے پاک نفس بزرگ خلفاء مسیح موعود نبی اللہ ہیں اور انکی خلافت خلافت علےٰ منہاج النبوت ہے نہ صرف مسیح موعود کے صریح الفاظ سے ہی معلوم ہوتا ہے بلکہ اسکے کاموں کی تقسیم سے بھی یہ امر نہایت بدیہی طور سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امر نبوت کے خلفاء کو یہ ہدایت ہے۔

"اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں لوگوں کے لئے نمونہ بنا دے"

لیکن انجمن جو محض امر خلافت کی خلیفہ ہے اسکی نسبت یہ ہدایت ہے۔

"پس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا چاہیئے"

اور یہ ظاہر ہے کہ جو کام انجمن کے سپرد کیا گیا وہ محض حساب کتاب کا کام ہے لیکن جو کام خلفاء کے سپرد کیا گیا وہ وہ کام ہے جسکے لئے مسیح موعود دنیا میں تشریف لائے چنانچہ فرمایا۔

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے × × کہ اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ کا مقصد تھا جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو" (الوصیت صـ)

سو تم سے مراد وہی قدرت ثانیہ کے مظہر وجود یا بیعت لینے والے پاک نفس بزرگ ہیں۔ پس اپنے اصلی کام کو خلفاء کے سپرد کیا۔ اور روپیہ پیسے کے حساب کتاب کے کام کو انجمن کے سپرد کیا اور کون نہیں جانتا کہ جو ہدایت آپ نے خلفاء کے لئے چھوڑی یعنی

"چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بنا دے"

ہو وہ ہدایت ہو جس میں انجمن کی ہدایت بھی شامل ہے کیونکہ جو کوئی دوسروں کے لئے نمونہ بنیگا لامحالہ اسکو دنیاداری کے تمام رنگوں سے بکلی پاک ہونا پڑیگا۔ لیکن یہ لازمی نہیں کہ جو دنیاداری کے رنگوں سے بچے وہ ضرور دوسروں کے لئے نمونہ بھی ہو۔ پس اس سے بھی لازم آیا کہ انجمن کی خیر بھی اسی میں ہے کہ وہ کسی "زندہ نمونہ" یعنی خلیفۃ النبی کے ماتحت ہو ورنہ عجب نہیں کہ وہ بغیر کسی صاحب نمونہ کے اپنے آپکو ہلاکت کے گڑھے میں پھینکے

اسجگہ ایک سوال کا حل کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام یا دیگر انبیاء بنی اسرائیل بھی تو آخر موسٰی علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اور نبی اور رسول تھے سو اس صورت میں انکی خلافت بھی ویسی ہی ہونی چاہیئے تھی جیسے کہ مسیح موعود کی سو اسکا جواب گو ہم پہلے بیان کرآئے ہیں لیکن مزید اطمینان کے لئے عرض کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی حضرت موسٰی کے امتی نہ تھے یعنی حضرت عیسٰی کی نبوت میں حضرت موسٰی کا کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ وہ براہ راست ذاتی طور پر نبی اور رسول تھے لیکن چونکہ وہ موسٰی علیہ السلام کے تابع تھے اور توریت پر چلتے تھے اور موسوی دین کی اشاعت اور نصرت کرتے تھے اسلئے وہ تابع ہونے کے معنوں میں موسٰی کے خلیفہ تھے لیکن وہ حضرت موسٰی کے امتی ہرگز نہ تھے یعنے وہ پہلے نبی بنکر پھر خلیفہ ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود امتی ہیں۔ لہذا انکا نبی ہونا ایک خاص معنی رکھتا ہے حضرت موسٰی کے جسقدر خلفاء ہیں وہ سب نبی ہیں لیکن حضرت نبی کریم صلعم کے جسقدر خلفاء ہیں وہ سب امتی ہیں اور سوائے مسیح موعود کے کوئی بھی نبی نہیں پس مسیح موعود نبی ہونے میں تو انبیاء سے خصوصیت رکھتے ہیں اور امتی ہونے میں خلفاء امت محمدیہ سے خصوصیت رکھتے ہیں پس یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود کے بعد مسیح موعود کی خصوصیات کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے آپکی جانشینی میں بھی ایک خصوصیت پیدا کردی۔ وہ یہ کہ ایک طرف تو خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم کی اور دوسری انجمن کا تقرر مسیح موعود کے اپنے ہاتھ سے کروایا۔

بعض لوگ امتی کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے سخت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ حالانکہ امتی کے معنے صرف اسقدر ہیں کہ ہر ایک کمال اپنا نبی متبوع سے حاصل کیا جائے پس مسیح موعود کا امتی ہونا یہ معنے نہیں رکھتا کہ مسیح موعود نعوذ باللہ ناقص یا جزوی نبی تھے بلکہ محض یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی تھے حضرت مسیح موعود کا ایک پہلو سے امتی ہونا اور ایک پہلو سے نبی ہونا مسیح موعود کے زبانی حسب ذیل معنی رکھتا ہے۔

یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا ہے
"نبی اللہ و اماکم منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے" (الوصیت ص۱۲)

پس یہاں پر حضرت مسیح موعود نے اماکم منکم کے معنے صاف امتی کے کئے ہیں یعنی حضرت مسیح موعود ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے خود ایک خلیفہ تھے اور دوسری طرف وہ صاحب خلافت نبی بھی تھے۔ خود فیض یافتہ بھی تھے اور خود ہی فیض دہندہ بھی تھے لیکن حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے فیض یافتہ نہ تھے پس وہ حضرت موسیٰ کے ان معنوں میں خلیفہ نہ تھے جن معنوں میں حضرت مسیح موعود اور دوسرے اولیاء امت تھے۔

الغرض مسیح موعود کے امتی ہونے کے پہلو میں یہ لازمی ہے کہ آپ کے بعد کوئی جدا خلافت نہ ہو جیسے کہ دوسرے خلفاء امت محمدیہ کے بعد کوئی خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم نہیں ہوئی لیکن نبی ہونے کا پہلو اس امر کا مقتضی ہے کہ آپ کے بعد لازماً اور یقیناً خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو تا آپکا بروز ی محمد رسول اللہ صلعم ہونا ثابت ہو جاوے۔ پس خدا تعالےٰ نے "امتی ہونے" اور "نبی ہونے" کے نشان کو قائم رکھنے کے لئے مسیح موعود کی خلافت کو دو طرح پر تقسیم کیا۔

(۱) خلافت علیٰ منہاج النبوت (۲) خلافت در خلافت

اور من وجہ انجمن کو خلیفۃ المسیح بنایا گیا۔ لیکن اصلی اور حقیقی طور سے قدرت ثانیہ کے مظہر وجودوں کو خلیفۃ المسیح کا خطاب دیا گیا گویا انجمن مسیح موعود کے محض امر خلافت کی خلیفہ ہے۔ لیکن قدرت ثانیہ کے مظہر وجود مسیح موعود کے امر نبوت کے خلیفہ ہیں۔ پس جیسے امتی ہونے میں اور نبی ہونے میں فرق ہے وہی فرق انجمن اور خلیفہ کی حیثیت کا ہے۔ والسلام (خاکسار "سعدی" از لاہور)

مبادی الصرف ا ر ابطال الوہیت مسیح ۵ ر تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۴ ۔ تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۵ ۔ تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۶ برسہ عمہ ۔ تفسیر ترجمۃ القرآن پ۲۷ وپ۲۸ وپ۲۹ ۸ ر فی جلد ۔ تحفہ سالانہ جلسہ ۸ ر النصح ا ر صادقوں کی نشانیاں البرق ا ر تشحیذ فروری ۱۳ء ۲ ر تشحیذ جون ۱۳ء ۵ ر تشحیذ ستمبر ۱۳ء ۷ ر نغمہ اکمل حصہ دوم ۲ ر نشان رحمت ۵ ر تشحیذ اگست ۱۲ء ۲ ر مسیح موعود ۔ اربعین ۔ نماز مترجم ۔ غلامی ۳ ر عصمت الانبیاء ترجمہ انگریزی حصہ اول ودوم ۵ ر ظہور المسیح ۳ ر امۃ الحفیظ کی آمین ۔ مجموعہ الہامات وکشوف حضرت اقدس حصہ اول ودوم وسوم عمہ آثار مبارک ۵ ر تفسیر القرآن ۸ ر فتح البلاء ا ر صراط مستقیم ا ر ہدیہ ثاقب ا ر

ریویو

جناب شرر لکھنوی کی چار کتابیں

حسن کا ڈاکو حصہ اول و دوم و اسرار دربار حرامپور نمبر اول نمبر دوم یہ چار ناول میں نے مطالعہ کئے شرر صاحب کا نام اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ ناول نہ صرف بلحاظ زبان بلکہ باعتبار اپنے اہم مطلب کے بہت مفید ہیں مگر میں کچھ زیادہ تفصیل کر دیتا ہوں۔

اس سلسلے میں مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے بعض نوابوں اور رئیسوں کی بدکاریاں ان سے سوسائٹی کی تباہی اور پھر انکا انجام نہایت عمدگی سے دکھایا گیا ہے جلد اول و دوم کے پڑھنے سے مفصلہ ذیل اخلاقی نتائج نکلتے ہیں۔ اچھے بھلے شریف آدمی بعض اوقات اخلاقی کمزوری کی وجہ سے کسی بات میں دب جاتے ہیں اور پھر انکا خطرناک خمیازہ بھگتتے ہیں (۲) عورت ذات بہت کمزور خیال کیجاتی ہے لیکن اگر وہ بھی کسی امر کا عزم بالجزم کرے تو سوسائٹی اور قوم کی بہت بڑی خدمت بجا لا سکتی ہے (۳) قرآن مجید میں غیر عورتوں سے بھی جو پردے کا حکم ہے یہ بہت ضروری اور نہایت اعلیٰ مصالح پر مبنی ہے بعض اوقات اسکے عدم تعمیل سے کئی گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں (۴) آجکل بعض مولانا یعنی ملّا بجائے مصلح قوم بننے کے مفسدیت اور برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر کے مصداق اپنے اعمال کے لحاظ سے سخت قابل نفرت اور اسلام کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہیں وہ بجائے عمل بالکتاب والسنتہ کے عملیات اور ٹوٹنے ٹوٹکے ایسی لغویات میں پڑے ہیں ان سے بچے رہنا چاہیئے (۵) وہ اسلامی تہذیب جو سید الرسل محمد مصطفےٰ خاتم النبیین نے سکھائی آجکل کے بعض مسلمان رؤسا و نواب اپنی حکومت کے زعم میں اسے بد تہذیبی اور بے ادبی سمجھتے ہیں۔ مگر اہل اللہ ذرا بھی پروا نہیں کرتے اور اسپر قائم ہیں (۶) اگر ماں بوجہ جہالت کے اپنی بات پر ضد کرے۔ تو بھی سعادتمند بیٹا اسکا مقابلہ نہیں کرتا (۷) رؤسا کے نوجوان بیٹے عدم نگرانی کی وجہ سے رنڈیوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں (۸) انسان کے بد اعمال اسکے لئے ایک جہنم ہیں زندگانی تلخ ہو جاتی ہے اور اسی دنیا میں مجرم کو سزا ملجاتی ہے جب لذت کے حصول کے لئے کسی بدی پر اصرار کیا جائے اس سے محروم کر دیا جاتا ہے (۹) ہنر جو انسان سیکھے کبھی نہ کبھی کام آجاتا ہے دستکاریاں بھی بہت مفید ہیں (۱۰) بدکاری اور بد اطواری کیوجہ سے بڑے بڑے آدمی ذلیل ہو جاتے ہیں اور ایک ریاست کے مالک کو ایک چھٹکے کا آدمی ذلیل و بے عزت کر سکتا ہے (۱۱) حاجتمندی انسان کو بے غیرت بنا دیتی ہے مگر مومن ایسا نہیں ہوتا۔ غرض اس قسم کی کئی مفید باتیں اخذ کیجا سکتی ہیں میں مولوی عبد الحلیم صاحب سے سفارش

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

جلد ۱۰ نمبر ۴

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عار

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام صاحب پبلشر قادیان نے شائع کیا

ناظرین تشحیذ الاذہان ضرور پڑھیں

احباب کرام صرف چالیس صفحے ماہوار دینے کا وعدہ ہے مگر دیکھئے رسالہ فروری کا حجم ۸۰ صفحے تھا۔ اور اب اس رسالہ اپریل کا حجم ۵۶ صفحے ہے۔ ہر صفحے میں اکیس سطروں کی بجائے تیئس سطریں کردی گئی ہیں ۴ صفحے کا مضمون یوں بھی بڑھا ہے پھر اسکے علاوہ گنجان اسقدر ہے کہ ڈیڑھ صفحے کا مضمون ایک صفحے میں چھپایا گیا ہے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ تشحیذ نے کسقدر اخراجات زائدہ اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ پھر ہر مہینے گویا ایک کتاب آپکی خدمت میں پیش کیجاتی ہے۔ اسکے مقابل میں آپکا سلوک اس رسالہ سے کیا ہے یہ آپ خود غور فرمائیں۔ جو خریدار ہیں وہ سوچیں کہ آیا انہوں نے اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کر دیا ہے اور اگر بقایا ادا کر چکے ہیں تو آیا اس سال ۱۵ء کا چندہ سالانہ دیدیا ہے اگر یہ فرض بھی آپ ادا کر چکے ہیں تو کیا یہ ضروری نہیں کہ آپ تشحیذ کی توسیع اشاعت میں جان توڑ کر کوشش کریں اور عند اللہ ماجور ہوں میں امید کرتا ہوں کہ آپ پہلے بھی اس سے غافل نہ ہونگے۔ مگر موجودہ صورت حالات میں جبکہ تشحیذ کا خرچ اسکی آمد سے زیادہ ہے بہت ضرورت ہے اس بات کی کہ کم از کم چار سو خریدار اور پیدا کئے جائیں یہ کوئی بڑا مطالبہ نہیں ہر خریدار اگر اپنے حلقۂ اثر میں ساعی ہو۔ تو دو مہینے کے اندر اندر تعداد پوری ہو سکتی ہے میں ایسے محسنین و معاونین کے نام انشاء اللہ آئندہ نمبر میں شائع کرونگا۔ جنہوں نے میری درخواست پر نظر مرحمت فرمائی۔ یہ رسالہ مولوی محمد علی صاحب کے دو مضمونوں النبوۃ فی الاسلام کی تمہید اور چند حل طلب مضمون کے جواب میں ہے وہ ہماری نسبت لکھتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کو نبی اسلئے مانتے ہیں تا دوسروں کو کافر بنائیں ہماری نیتوں کا علم تو اللہ کو ہے اور وہی علیم بذات الصدور ہے مگر المرء یقیس علی نفسہٖ کے مطابق کم از کم اس سے پتہ لگ گیا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب مسیح موعود کی نبوت کا انکار محض اسلئے کر رہے ہیں تا غیر احمدیوں سے ملے رہیں اور ان سے تولی بڑھتی جائے۔ احباب کرام سے گذارش ہے کہ وہ اس رسالہ کی متعدد کاپیاں منگوا کر تقسیم کریں تا فتنہ فرو ہو ایک روپیہ میں چھ کاپیاں۔ اور ایک جلد کی قیمت ۳ر والسلام

فروری کا تشحیذ۔ تہمت مسیح پر کامل و مکمل بحث۔ ۱روپیہ میں پانچ جلد۔ مینیجر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

النبوۃ فی الاسلام کی تمہید پر ایک نظر

مسئلہ خلافت

اگر میں گمنام ٹریکٹ اظہار الحق نمبر اول و دوم کے مصنف کی حق تلفی نہیں کرتا تو مجھے صاف لہجہ سے کہہ دینا چاہئے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جماعت کے شیرازہ اتحاد کو توڑا۔ اور جماعت احمدیہ کے کلمۂ واحدہ کو منتفرق کیا۔ اور اسکی بندھی ہوئی ہوا کو نقصان پہنچایا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت فرمائی کے بعد جس امر پر سب سے پہلے جماعت احمدیہ کا اجماع ہوا (اور یہ یقینی بات ہے کہ نبی کی وفات کے بعد معاً اسکی جماعت تمام کی تمام کبھی گمراہ نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اسکا اکثر حصہ بالضرور حق پر قائم ہوتا ہے جبھی تو فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ نہ کوئی رسول آیا ہے نہ ایسا نبی کہ شیطان نے اسکی آرزوؤں میں روک نہ ڈالی ہو مگر اللہ تعالیٰ شیطانی روکوں کو دفعہ کرتا ہے پھر اپنی آیات کو محکم کرتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے) وہ یہ تھا کہ نظام سلسلہ کو قائم رکھنے کیلئے

ایک اور صرف ایک خلیفہ ہونا چاہئیے جو تمام جماعت احمدیہ اور صدر انجمن احمدیہ (جو حسب ہدایت سلسلہ کام کرنیوالی ہے) پر حاکم ہو اور اسکی تمام احمدی بیعت اطاعت کریں۔ اب یہ ایک صراط مستقیم تھا۔ جو خدا نے ہمارے لئے پسند کیا۔ اس پر ہم سب جارہے تھے۔ اب جو اس صراط کو چھوڑ کر کسی اور رستے یا پگڈنڈی پر ہو لئے یقیناً تفرقہ کے ذمہ وار وہی ہیں دیکھئے ہم تو اسی سڑک پر جارہے ہیں۔ اب بھی ہم ایک خلیفہ کے ماتحت ہیں اور ہمارا شیرازہ اتحاد قائم مگر کچھ لوگ ہیں جو اپنے آپکو اہل الرائے اور ذمہ وار کہتے ہیں وہ اس جادۂ صراط مستقیم سے الگ ہو کر دوسرے رستے پر چلنے لگے ہیں۔ پس جس قدر بھی جماعت کے اتحاد کو نقصان پہنچا ہے اسکے ذمہ وار بھی وہی ہیں۔ اور ان سب سے زیادہ ذمہ داری اس شخص پر ہے جو اس سارے افتراق و فساد کا موجب ہوا۔

حالانکہ سیدنا محمود کی خلافت وہ خلافت عظمیٰ ہے کہ آجتک اسلام میں جتنے طریقوں سے کوئی جائز خلافت خلافت ثابت ہوئی۔ ان سب دلائل سے یہ خلافت خلافت حقہ ثابت ہو سکتی ہے

اوّل یہ کہ خلافت منصوص ہو سو اس اعتبار سے بھی ہم مسیح موعود کے کلام میں سیدنا محمود کا نام دیکھتے ہیں اور یہ امر اپنے محل پر بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت ہو چکا ہے۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہ تھی مگر مختصراً لکھدیتا ہوں۔ سبز اشتہار کے صفحہ ۱۵ پر فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں × × دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا انکی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں"۔

پھر صفحہ ۱۷ پر فرماتے ہیں۔

"دوسری قسم رحمت کی × × اس تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا × × اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللہ ما یشاء"۔

دیکھئے دوسری قسم رحمت کی جو انزال خلفاء ہے اسکی تکمیل کے لئے دوسرا بشیر (بشیر ثانی) ہے اور اسکا نام محمود بھی ہے۔ پھر اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدۂ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ

جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

اس سے مدت بھی مقرر کر دی۔ اب حقیقۃ الوحی پڑھئے جہاں آپ صفحہ ۳۶۰ پر لکھتے ہیں۔

"میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے × × × × × × یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ ۷ کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب تک بفضلہ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔"

اس میں بتا دیا کہ وہ جو خدا تعالےٰ نے ظاہر کیا تھا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہے۔ اور جو ۱۸۸۶ء سے نو سال کے اندر پیدا ہونا تھا۔ وہ مطابق پیشگوئی جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہو چکا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی کی تصنیف کے وقت سترھویں سال میں تھا اور یہی وہ ہے جس کی نسبت حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲ پر فرمایا ہے۔ کہ:-

"اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اسکی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اسکا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کریگا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

سلہ جس کی نسبت سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے۔ کہ

"مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی بھی ہے۔"

اور پھر زیادہ تعیین کے لئے حسب الہام یہ بھی فرما دیا کہ وہ بشیر اول کی وفات کے بعد معاً بلا توقف پیدا ہونے والا تھا۔ کیونکہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

"ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے × × اسکے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا"

اور یہ پیشگوئی دو لڑکوں کی ہے جیسا کہ سبز اشتہار کے صفحہ ۳۰ پر فرمایا۔

"بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے

پس خلافت اگر منصوص مانی جائے تو بھی سیدنا محمود کی خلافت ثابت ہے اگر خلافت کے ماننے کا یہ طریق ہے کہ پہلا خلیفہ اسکی نامزدگی کرے تو یہ امر بھی خدا کے فضل سے ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول مولٰنا نورالدین نے جب شدت بیماری کیوقت وصیت لکھی تو آپ ہی کا نام لکھا۔ اور یہ امر بعض معتبرین جماعت کو معلوم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب خلیفہ اول کو صحت دیدی اور ادھر وہ ہلال آسمانِ خلافت (جو اوائل میں بوجہ اپنی باریکی کے اکثر کمزور نظر والوں کو نظر نہ آنیکا احتمال تھا۔ اور اسوقت انگلی سے دکھانے کی ضرورت تھی) بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچگیا کہ جو شارٹ سائٹ نہیں اسے دیکھ سکتا ہے۔ تو پھر اس حکیم الامۃ نے صرف چند قرائن بتا دئیے۔ کہ وہ ہر دلعزیز ہے عالم باعمل متقی ہے۔ اہلبیت میں سے ہے اور باقی تعیین ہمیں شناخت کا ثواب دلانے کے لئے خدا تعالےٰ پر چھوڑ دی سو خدا نے ہماری یہ مدد کی کہ جس وجہ کی وجہ سے یہ معاملہ بفرضِ محال مشتبہ ہو بھی سکتا تھا (یعنے محمد علی) خود اس سے یہ شائع کرا دیا کہ مسیح موعود کے بعد کوئی خلیفہ ہونا ہی نہیں چاہئے۔ پس مطلع صاف ہو گیا۔ اور وہ **نبیوں کا چاند** صاف صاف نظر آنے لگا۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بیشک مولانا نے پہلے محمود ہی کا نام خلافت ثانیہ کیلئے لکھا تھا مگر بعد ازاں آپکی نظروں سے وہ گر گیا۔ اُنکا جواب میں دے چکا ہوں۔ دوم اس بیماری کے بعد آپنے ۱۰ ستمبر ۱۲ء کو جب ایک مخلص نے عرض کیا کہ پسر موعود مصلح موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کیساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ اور جب آپنے مصلح موعود مان لیا۔ تو اسے خلیفہ بطریق اولیٰ مان لیا کیونکہ مصلح موعود کے خلیفہ ہونے پر تو تمام جماعت احمدیہ کا اتفاق ہے۔ غرض جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا تھا۔ اسی طرح اس صدیق ثانی نے **فضل عمر** کو نامزد کر دیا۔

"ساتھ فضل ہے جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اسکا محمود اور تیسرا نام اسکا بشیر ثانی۔"

عبارت مندرجہ بالا میں بتا دیا کہ بشیر اول کے ساتھ معاً پیدا ہونیوالا وہ لڑکا ہے۔ جس کا نام فضل ہے اور جسکا دوسرا نام محمود و بشیر ثانی بھی ہے اور یہی مصلح موعود ہے۔ اور اس ساتھ کے معنے حضرت اقدس نے بھی یہی سمجھے ہیں جبھی سراج منیر صفحہ ۳۱ پر فرماتے ہیں۔ "سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونیکا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔"

تیسرا طریق خلافت کا شوریٰ ہے سو اس اعتبار سے بھی آپکی خلافت ثابت ہے کیونکہ اگر اہل حل و عقد ممبران صدر انجمن ہیں۔ تو ان تمام ممبروں نے (حالانکہ شرط[1] صرف کثرت کی ہے اور حضرت اقدس نے بھی کثرت رائے کو قطعی قرار دیا ہے) جو حضرت مسیح موعود کے بعد خلافت کے قائل ہیں۔ (اور قائلین خلافت یوں بھی منکرین خلافت سے کثیر ہیں۔ اور کثرت رائے کا فیصلہ ہی قطعی ہے) اس بات پر اتفاق کیا کہ خلیفہ ثانی سیدنا محمود ہو۔ مولوی محمد علی صاحب اور دیگر بعض ممبران صدر انجمن جو نو کے مقابلہ میں چھ ہیں۔ وہ تو اسبات کے قائل ہی نہیں کہ مسیح موعود کے بعد خلافت ہونی چاہئے۔ تو اب انکی رائے اس شوریٰ میں معتبر نہیں ہو سکتی کیونکہ اصولاً شوریٰ میں وہی داخل ہو سکتے ہیں جو اصولاً اس بات کے قائل ہوں جس پر مشورہ ہونے والا ہے۔ پس اس شوریٰ کے ذریعہ بھی سیدنا محمود ہی مقرر ہوئے۔ اور پھر اگر اہل حل و عقد مہاجرین ہیں اور جماعت کے بعض بزرگ جو انصار ہیں۔ تو اس اعتبار سے بھی فتح ہماری ہے اور ہمارے نام کی کیونکہ تمام مہاجرین خلافت کے قائلین نے خلافت ثانی اور خلیفہ ثانی سیدنا محمود پر اجماع کر لیا۔ اور جماعت سے ایسا ایک شخص بھی نہیں جو خلافت کا قائل ہو اور پھر اس نے یہ کہا ہو کہ خلیفہ سیدنا محمود نہیں۔ بلکہ فلاں شخص ہونا چاہیئے اور جس شخص کا اس نے نام لیا ہو۔ وہ خلافت کا قائل بھی ہو۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ تمام جماعت احمدیہ اور تمام اہل حل و عقد اور تمام مہاجرین نے آپکی خلافت پر اجماع کیا اور متفق اللفظ مان لیا کہ بس یہی خلیفہ ہونا چاہیئے ورنہ صرف کثرت کا اعتبار کافی تھا کیونکہ حضرت علیؓ امیر معاویہ کو لکھتے ہیں دیکھو نہج البلاغہ ج ۲ ص مصر

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان وعلی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلك رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین۔ ولعمری

[1] جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نور الدینؓ نے معتمدین صدر انجمن کو بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے۔ ان کو غور کرنا چاہئے کہ بانی صدر انجمن نے انجمن کی کیا پوزیشن مقرر کی ہے یہی کہ جس پر ان کی کثرت رائے ہے وہ امر قطعی ہے تو بس اب دیکھ لینا چاہئے کہ دربارہ امر خلافت اور تعین خلیفہ و نام خلیفہ کس پر کثرت رائے ہو نہ اب بلکہ عین اسوقت جبکہ مولانا واصل باللہ ہوئے۔

یا معاویہ لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن

انی کنت فی عزلۃ عنہ الا ان تتجنی فتجن ما بدا لک والسلام

میری بیعت اس قوم نے کی جس نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی اور انہی شرائط پر جن پر ان خلفاء

کی بیعت کی تھی۔ پس جو مجلس انتخاب میں موجود ہو اسکو حق نہیں کہ اپنی رائے پر اڑا رہے اور جو موجود نہ ہو اسکو

اپنی غیر حاضری کی بنا پر انتخاب عام کو رد کرنیکی اجازت نہیں۔ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے جب وہ

کسی مرد خدا پر اتفاق کرلیں اور اسے امام بنالیں تو اب کسی کے لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں

اور اگر کوئی اس اتفاق سے نکلے تو غیر سبیل المومنین ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

پس اس اصل کے مطابق بھی کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ خلافت ثانی کا انکار کرے کیونکہ مرکز میں جس

کی خلافت پر اجماع ہو گیا[۲] اسپر کسی کو طعن یا خروج کا حق حاصل نہیں۔

چوتھا طریق یہ ہے کہ کوئی پاک[*] شخص اپنی قابلیت سے مرکز پر غالب آجائے اور سلسلہ کی انسٹیٹیوشنز

اسکے قبضے میں ہوں۔ اس اعتبار سے بھی سیدنا محمود کی خلافت ثابت ہے اور منکرین خلافت کے سردار کا

مرکز کو چھوڑنے پر مجبور ہو جانا اسکی کھلی ہوئی شہادت موجود ہے اور جس قدر اشیاء سلسلہ میں اہمیت

رکھتی ہیں وہ سب کی سب اس خلافت کی تحویل میں ہیں۔ اس انجمن کا جو حضرت اقدس نے قائم کی۔ اسکا

حاکم بھی یہی ہے۔ پھر جماعت کے وہ لوگ جو جماعت میں بڑے سمجھے جاتے تھے اور جو تمام جماعت

---

[۱] یہ صحیح ہے کہ من دعی الی امارۃ من غیر مشورۃ فلا یحل ان یقبل ہم ۴۸ گھنٹے کے مشورے کے

بعد حضرت محمود نے بیعت لی اور بیعت لینے کے وقت قائلین خلافت کا آپ پر اجماع تھا۔

[۲] بعض لوگوں نے کہا کہ لیس فیکم من تقطع الیہ الاعناق مثل ابی بکر یعنی اب نورالدین کی صفات

کا انسان موجود نہیں جو مجمع خواص و عوام ہو ہم کہتے ہیں تو کیا پھر ابوبکر کی مثل نہ ہونے سے صحابہ نے حضرت عمرؓ کی

بیعت نہ کی تھی اور وہ سب نعوذ باللہ منکرین خلافت ہو گئے تھے جواب ہم نورالدین کی مثل نہ پایا جانے سے خلافت

ہی کے منکر ہو جائیں پھر ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ خلافت اولیٰ سے بڑھکر لوگ اسطرف جھکے آتے ہیں چنانچہ صرف

ایک برس میں ایکہزار آدمی نیا سلسلہ میں داخل ہوا۔ ہمنے تو اس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بارے میں خدا

نے فرمایا۔ اے فخر رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ۔ دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۴۲

خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ

[*] پاک نفس آپ کا شوریٰ بھی مان چکا ہے۔"

پر ایک اثر رکھتے تھے جو ضرورت کے وقت یہ کہنے کا حق بھی رکھتے تھے کہ ہم جو تیں سے یہ بات منوا لینگے وہ تمام کے تمام مقابلہ پر اٹھے لیکن ان پر سیدنا محمود غالب آیا اور انکی کچھ پیش نہ گئی نہ مرکز پر غلبہ پا سکے نہ جماعت کے کثیر حصہ کو اپنی طرف کر سکے نہ انجمن اپنی تحویل میں رکھ سکے غلبہ اسی کو ہوا جو حق پر تھا الا ان حزب اللہ ھم الغالبون

پانچواں طریق خلافت حقہ کے جانچنے کا یہ ہے کہ دیکھا جائے آیا جانشین میں اپنے مستخلف عنہ (جس کا وہ خلیفہ ہو) کے کمالات ظلّی طور پہ پائے جاتے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر وہ کمالات نہیں تو وہ اس کام کو نہیں چلا سکتا۔ چنانچہ شہادۃ القرآن میں حضرت اقدس نے لکھا ہے صفحہ ۵۶

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہے"

اب دیکھئے کہ منکرین خلافت میں سے وہ جو ذہین مشہور ہے اور جس کی شدت مخالفت کا یہ ثبوت کافی ہو کہ اس نے سب سے پہلے خلافت کو پوپ لکھا وہ بھی اعتراف کرتا ہے کہ اس خلیفہ میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو ہم حضرت اقدس کی صداقت کا نشان سمجھتے تھے (دیکھو پیغام ۲۱ مارچ ۱۴ء) اس نے بوجہ کم نظری کے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ معیار صداقت مشتبہ ہو گیا حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ جو مستخلف عنہ میں کمال ہے ظلّی طور پر وہ خلیفہ میں ہونا چاہئے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ سیدنا محمود اپنے متبوع کے کمالات کا وارث ہے تقریر میں تحریر میں ۔ دشمن اسکا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے اگر کوئی منکرین خلافت میں سے ہے تو وہ تفسیر قرآن مجید میں مقابلہ کرے لو نشاء لقلنا مثل ھذا کہنے والے بہت ہیں۔ اور عیب چینی و نکتہ چینی والے بھی ہر قوم میں موجود جیسا کہ مسیح موعود کی کسی کتاب کا جواب تو مخالفین سے نہیں ہو سکتا۔ مگر بعض فقرات یا بعض تفسیری اقوال پر نکتہ چینی کر دیتے تھے اور کسی میں ہمت ہے تو دعاؤں کے ذریعے مقابل آکر فیصلہ کرے۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

پھر دیکھو مسیح موعود کا دعویٰ ہے انی متوفیک وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ یعنی میرے متبع میرے کافروں پر قیامت تک غالب رہینگے۔ اب اسکے اتباع

حاشیہ: محمود پیدا ہوا اور اسکے پیدا ہونیکی میں نے اس اشتہار میں خبر دی جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہے ۔۔ اور اسکے صفحہ ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے اے فخر رسل قرب تو معلوم شد۔

کا دعوی تو منکرین خلافت کو بھی ہے مگر ہمارا خلیفہ کھلے بندوں اعلان کرتا ہے۔

"اللہ تعالی نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں۔ اور یہ کہ وہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائیگا یا تباہ کردیگا اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہینگے۔" (القول الفصل صفحہ ۷۵)

اور واقعات بھی اسکی تصدیق کر رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے روز دو ہزار بیعت کرنے والا تھا تو اب چار لاکھ کی جماعت میں سے ۹۸ بلکہ ۹۹ فیصدی ہے اور روزمرہ ترقی ہے۔ ان منکرین خلافت کی بجائے اللہ نے اتنے نئے آدمی سلسلہ میں داخل کر دئے ہیں تو ہم کیوں نہ مانیں کہ خلیفہ برحق یہی ہے برخلاف اس کے منکرین گھٹ رہے ہیں۔ اور وہ اس تحدی کے ساتھ مقابل پر دعوی نہیں کر سکتے کہ مسیح موعود کی یہ پیشگوئی ہمارے ذریعے سے پوری ہوگی۔ ایک ان میں سے اٹھا اور اس نے کہا کہ چھ سال تک خلافت کی حقیقت کھل جائیگی مگر ابھی چھ ہفتے نہ گزرنے پائے کہ اسکی خانہ ویرانی ہوگئی وہ دوسرے کا گھر ویران دیکھنا چاہتا تھا مگر اسکا اپنا ہی گھر ویران ہوگیا۔

چھٹا طریق خدا تعالے کی فعلی شہادت ہے کہ وہ کس کی تائید و نصرت فرما رہا ہے اور کس پر وہ نشان پورے ہوتے ہیں جو خلافت حقہ کے لئے مقرر ہیں۔ سورہ نور میں خلیفہ صادق کے یہ نشان بتلائے جن سے خلافت راشدہ پر ہم روافض کے مقابلہ میں استدلال کیا کرتے ہیں (۱) ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم (۲) ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ اس دین کی تمکین جو اللہ کا پسندیدہ ہے اور خوف کو امن سے بدلا گیا یا نہیں یاد کرو وہ وقت جب تمام جماعت میں ایک جھوٹے اعلان کی اشاعت سے خوف بدامنی اور فساد پھیل گیا۔ اور اب دیکھو موجودہ وقت کہ بدامنی امن سے بدل گئی۔ فساد مٹ چکا اور خلافت کو ہر طرح تمکین حاصل ہوئی۔ اور خود تمہارا زعیم پکار اٹھا کہ اب یہ خلافت تو قائم ہو چکی۔

دوسرا نشان یہ ہے کہ وقال لہم نبیہم ان اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسی و اٰل ھرون تحملہ الملئکۃ ان فی ذلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مومنین۔ قلوب میں ایک قسم کا اطمینان پیدا ہو جائے سینکڑوں شہادتیں اس بارے میں موجود ہیں کہ کئی دل ڈانواں ڈول تھے۔ بیعت خلافت کے ساتھ ہی وہ مطمئن

ہو گئے۔ کئی لوگوں نے بیعت میں توقف کیا اور اس سے قلوب میں سخت بے اطمینانی و تشویش پائی۔ آخر بیعت کرنے سے یہ نقص رفع ہوا۔ پھر نزکۂ آل موسٰی و آل ہارون کہ خواہ اس سے مراد اس نبی کے تبرکات لو۔ اور خواہ سلسلہ الہام ورؤیا کہ ہمیشہ علامت صدق اور رضا مندی باریتعالٰے رہا ہے وہ بھی مبائعین ہی کی جماعت میں ہے۔ غرض خلافت کا فیصلہ تو ہو گیا اور اسے تمکین حاصل ہوئی۔

مسئلۂ نبوت

جب حریف نے دیکھا۔ کہ اس میں مجھے سخت ناکامی ہوئی ہے۔ تو اسنے اب نبوت کا مسئلہ چھیڑا ہے کہ شاید اسی رستے سے کوئی صورت اپنے مقصد کے حصول کی نکل آئے مگر وہ یاد رکھے کہ نبوت تو اصل الاصول اور وہ امر ہے جس کی بناء سلسلہ قائم ہے۔ اللہ تعالٰے آگے سے بڑھکر حریف کو ناکام کریگا۔

اس خصوص میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک رسالہ بنام القول الفصل کی غلطی کا اظہار نکالا جس میں از خود ایک بات بنا کر اسپر ۲۰ صفحے کا رسالہ لکھ دیا یعنی ظاہر یہ کیا کہ گویا حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مرزا صاحب سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے تو جزئی نبی تھے اور ۱۹۰۲ء کے بعد کامل نبی بنائے گئے۔ اور پھر اسی غلط بات کی بنا پر کئی سوالات لکھے جو بنا و فاسد علی الفاسد کے مصداق ہیں۔ اسکے جواب میں حضرت صاحبزادہ اولوالعزم نے حقیقۃ النبوۃ تین سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے۔ جس میں اپنا عقیدہ ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

"آپ (مسیح موعود) نبی ابتداء سے تھے۔ لیکن جب تک پورے طور پر انکشاف نہ ہوا۔ آپ اس عقیدہ کو جو لوگوں میں رائج تھا مانتے رہے لیکن بعد میں جب انکشاف ہو گیا تو اسکو بدلدیا اور اب اس عقیدہ کا ماننا ضروری ہو گیا۔ اور چونکہ خدا کے نزدیک آپ شروع دعوے سے نبی تھے اسلئے مسیحیت کے دعویٰ کے ساتھ نبوت بھی لازم و ملزوم تھی اگر کہو کہ ایسی بات مسیح موعود کو پہلے کیوں نہ معلوم ہوئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی طرح معلوم نہیں ہوئی جس طرح مسیح کی حیات کا مشرکانہ عقیدہ معلوم نہ ہوا۔ اور جس طرح باوجود خدا تعالٰے کے فرمانیکے سب نبیوں کے اتفاق یہود و نصاریٰ کے اتفاق کے مسیح پر اپنی فضیلت کا علم نہ ہو سکا۔" ([illegible])

پھر صفحہ ۱۳۱ پر اور بھی کھول کر فرماتے ہیں۔

"غرضکہ اپنے دعوے کی تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے تو آپ ہمیشہ ایک ہی بیان شائع کرتے رہے ہیں اور وہ یہ ہی کہ مجھ کو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہو جو انذار و تبشیر کا رنگ رکھتے ہیں۔ اور خدا نے میرا نام نبی رکھا ہو اور اسوجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی اپنی نبوت سے انکار نہیں کیا بلکہ اپنے دعوے کی تفصیلی کیفیت جو بیان کرتے رہے ہیں اسکے صاف معنے یہ تھے کہ آپ نبی ہیں × × × جہاں جہاں آپ نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہو یا نبی بمعنے محدث لیا ہے اسکا مطلب صرف یہی ہے کہ آپ شریعت جدیدہ کے لانے یا براہ راست نبوت کے پانے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ اسوقت آپ کے نزدیک نبی کے یہی معنے تھے × × × پس یہ نہ دیکھا جائیگا کہ آپ نے لفظ نبی سے انکار کیا ہو بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ نبی کے لفظ کے کیا معنے سمجھ کر اس سے انکار کیا ہے۔" (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

یہ اقتباس آپ کا مطلب واضح کرنے کے لئے کافی ہو اسپر مولوی محمد علی صاحب نے النبوۃ فی الاسلام کی تمہید شائع کی ہو جس پر میں ایک نظر کرنی چاہتا ہوں۔ اس تمہید کو پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ فی الواقعہ جیسا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہو مولوی صاحب موصوف ان اشخاص میں سے ہیں "جو جوش و غضب سے مجبور ہو کر اپنی رائے سے اختلاف رکھنے والے کی تحریر پر کافی غور نہیں کر سکتے اور اس کے غلط معنی سمجھ کر اپنی غلط فہمی کا ازالہ شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ عادت انسان کے لئے بہت سی ٹھوکروں کا موجب ہو جاتی ہو" چنانچہ بیان مندرجہ بالا پر ایک انصاف پسند خدا ترس مومن کو کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں مگر مولوی صاحب نے شور ڈال دیا ہو کہ غضب ہو گیا ستم ہو گیا۔

"(مسیح موعود) کو اپنے دعوے کے متعلق غلطی لگے رہنا پندرہ سال تک اس غلطی کا سلسلہ چلنا اسی غلط خیال کے مطابق سینکڑوں صفحے لکھ دینا قرآن و حدیث سے اسکی تائید کرتے جانا خدا کی وحی کو بھی اسی کا مؤید بتانا میرے تو یہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔" (النبوۃ فی الاسلام ضمیمہ)

سوال یہ ہو کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کا دعویٰ کیا تھا یہی کہ

۱۔ میرے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود ہیں خدا مجھے ان سے خطاب کرتا ہو
۲۔ میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب سے سرفراز کیا گیا ہوں۔

اور صاف ظاہر ہے کہ دلائل بھی آپ اسی امر کے دیتے رہے اور سینکڑوں صفحے بھی اسی خیال کے مطابق لکھے اور قرآن و حدیث سے بھی اسی کی تائید کی اور خدا کی وحی کو بھی اسی کا مؤید بنایا۔ اب میں پوچھتا ہوں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے سے کہ آیا کہیں حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد مسیح موعود نے

۱۔ آیا اس بات سے انکار کر دیا تھا کہ میرے الہامات میں نبی و رسول کا لفظ موجود ہے اور خدا مجھے ان سے خطاب کرتا ہے۔

۲۔ آیا اس بات سے انکار کیا ہے کہ میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب سے سرافراز کیا گیا ہوں جب یہ دونوں باتیں نہیں تو پھر یہ واویلا کیوں ہے کہ حضرت میاں صاحب کے عقیدے میں مسیح موعود خدا کے حکم کے خلاف دلائل دیتا چلا گیا۔ یہ تو صرف لفظی دھوکہ ہے جو آپ دے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جس قدر دلائل قرآن و حدیث سے دیے یا اپنی وحی کو پیش کیا اس سے یہی ثبوت دیا کہ آپ کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے سرافراز ہیں اور یہی وہ نعمت ہے جس سے آپ تا یوم الوصال اول سے آخر تک سرافراز رہے اور اس میں ہم قطعاً کسی نسخ کے قائل نہیں چنانچہ میں حقیقۃ النبوۃ سے یہ حوالہ نقل کر چکا ہوں۔ کہ

"دعوے کی تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے تو آپ ہمیشہ ایک ہی بیان شائع کرتے رہے ہیں" الخ

باقی رہا یہ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبوت سے انکاری ہے۔ اس سے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی انکار ہی فرماتے رہے۔ سوال تو یہ ہے کہ کس نبوت سے آپکو انکار تھا اسکا جواب حضرت مسیح موعود خود دیتے ہیں جو یہ ہے۔

"اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶ طبع ۲)

یعنی آپ فرماتے ہیں۔ میں ایسا نبی نہیں جو شریعت لائے اور نہ ایسا نبی ہوں جو براہ راست نبوت پائے اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت صاحبزادہ صاحب نے کہیں یہ لکھا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود نے یہ سمجھا تھا کہ میں جدید شریعت لانے والا یا براہ راست نبی ہوں جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا تو پھر مولوی محمد علی صاحب کا اعتراض کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ پندرہ سال کی مصنفہ کتب پر پانی

پھر گیا۔ پانی کس طرح پھر گیا جبکہ تفصیلی کیفیت کے اظہار کے لحاظ سے آپکا دعویٰ اول سے لیکر آخر تک یکساں ہی رہا ہے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی حضرت مسیح موعود اسی امر کے دلائل دیتے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد جدید شریعت والا اور براہ راست نبی نہیں ہو سکتا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اسی امر کے دلائل دیتے رہے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی کہیں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلعم کی امت میں آپ کے اتباع فیض سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ ایسا نبی نہیں ہو سکتا۔ پس آپ کا دعویٰ تو تفصیل کے لحاظ سے ایک ہی رہا اور آپ نے خدا کے حکم کے خلاف کوئی دلیل پر دلیل نہیں دی۔ خدا نے آپکو یہی فرمایا کہ تو کثرت مکالمہ مخاطبہ سے سرافراز اور آنحضرت کے فیض اتباع سے سب انعام پانے والا ہے اور آپ نے بھی ہمیشہ یہی ظاہر کیا۔ البتہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ ۱۹۰۱ء سے پہلے کثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب کا نام محدثیت۔ جزوی نبی کیوں رکھتے تھے سو اسکے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا ہے جو میں حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۴ سے نقل کر چکا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب بتائیں۔ کہ آیا قرآن مجید کی کھلی کھلی اور متواتر وحی اور ساٹھ آیات کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود کا ایک عرصہ تک یہ عقیدہ رہا ہے یا نہیں کہ مسیح ناصری زندہ آسمان پر موجود ہے اور وہ پھر بجسدہٖ آئیگا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ جن آیات سے ایک کم علم سے کم علم احمدی بھی وفات مسیح ابن مریم سمجھ سکتا ہے وہ حضرت مسیح موعود سے کیوں مخفی رہا پھر مولوی محمد علی صاحب یہ بتائیں۔ کہ براہین احمدیہ میں ایسے الہامات موجود ہیں یا نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود ہیں مگر آپ کیوں اپنے مرتبہ و درجہ سے باوجود دلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ و الہامات متعددہ کے بے خبر رہے۔ ہاں آپ نے اپنی تمہید کے صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ براہین احمدیہ میں کوئی صریح الہام موجود ہے جس طرح پر نبوت اور رسالت کے الہامات ہیں جس میں آپکو مسیح موعود بتایا گیا ہے۔ تو اس کا ایسا دعویٰ صحیح نہیں۔

میں کہتا ہوں صریح الہام موجود ہونیکا دعویٰ خود حضرت اقدس نے فرمایا ہے دیکھو اعجاز احمدی ص۶ تا ۷

"جبتک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے مینے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے جب خدا نے مجھپر اصل حقیقت کھولدی تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا مینے بجز کمال یقین کے جو میرے دلپر محیط ہو گیا اور

مجھے نور سے بھر دیا اُس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا۔ اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کریگا۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ تاہم یہ الہام براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی مینے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا۔ حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھدیا۔ پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر مینے اس رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھدیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ مینے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھدیا۔

پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھولدی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے

× × × × × × × × اگر براہین احمدیہ میں فقط یہ ذکر ہوتا کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ اور میرے مسیح موعود ہونے کی نسبت کچھ ذکر نہ ہوتا تو البتہ ایک جلد باز کسی قدر اس کلام سے فائدہ اٹھا سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ براہین احمدیہ سے بارہ برس بعد کیوں اس پہلے عقیدے کو چھوڑ دیا گیا گو ایسا کہنا بھی فضول تھا کیونکہ انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ انکی اپنی رائے ہے نہ خدا کا کلام تاہم عوام کے آگے یہ دھوکا پیش جا سکتا تھا مگر اب تو ایسے پوچ اعتراض کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں"

اس عبارت مقتبسہ سے چند امور ثابت ہوئے۔

اول۔ یہ کہ آپکو بذریعہ الہام بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

دوم۔ یہ بھی بذریعہ الہام ہی بتایا گیا تھا کہ ھُوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ آیت کا مصداق تو (مسیح موعود) ہی ہے اور یہ الہام کھلے کھلے طور پر موجود تھا۔

سوم۔ یہ کہ براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر آپکو مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا۔

چہارم۔ یہ کہ باوجود کھلی کھلی وحی کے جو آپ کو مسیح موعود بناتی تھی۔ آپ رسمی عقیدہ پر قائم رہے یعنی مسیح کے آسمان سے نازل ہونیکے قائل۔

پنجم۔ یہ کہ باوجود متواتر الہامات کے آپ بارہ برس تک اس امر سے غافل رہے کہ خدا نے مجھے بڑی شدّومدّ سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے

ششم۔ یہ کہ یہ کہنا فضول ہے کہ بارہ برس پہلا عقیدہ کیوں چھوڑا۔ کیونکہ انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ انکی اپنی رائے ہے نہ خدا کا کلام۔ پس حضرت مسیح موعود نے نہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کبھی یہ کہا ہے کہ نبی اور رسول کا لفظ میرے الہامات میں موجود نہیں۔ اور نہ بعد میں فرمایا ہے کہ نبی اور رسول کا لفظ جو الہامات میں تھا وہ غلط ہے البتہ اپنے اجتہاد سے نبی اور رسول کے ایک معنے آپ نے کئے۔ جس کے غلط نکلنے سے آپ ذمہ وار نہیں ہو سکتے۔

اب میں عرض کرتا ہوں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی جناب میں کہ وہ ان عبارات میں مسیح موعود کی بجائے نبی کا لفظ کر لیں اور ساتھ ہی اپنے سوالات کا جواب مسیح موعود ہی کی تحریر سے پڑھ لیں۔ اگر باوجود بڑی شدّومدّ سے مسیح موعود قرار دیا جانے کے اور باوجود کھلی وحی کے بارہ برس تک آپ یہ نہ سمجھے کہ میں مسیح موعود ہوں اور اسکے خلاف لکھتے رہے کہ میں مسیح موعود نہیں اور آنیوالا مسیح آسمان سے آئیگا۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ اگر آپ دس سال تک (دیکھو تمہید النبوۃ فی الاسلام ۱۴) یہ نہ سمجھے کہ دوسرے محدثین کی نبوت جزئی ہے اور میری کامل بحالیکہ تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے آپ برابر یہ اعلان فرماتے رہے اور اسی کے متعلق دلائل بھی دیتے رہے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں اب میرا حق ہو گیا ہے کہ میں آپ ہی کی عبارت میں آپکو جواب دوں۔ پس آپکی تمہید کا صفحہ ۱۴ یوں پڑھا جائے تو آپکو اپنی غلطی واضح ہو سکتی ہے۔

تم نے تو حضرت صاحب کو ایک معمولی انسان کے مرتبے سے بھی گرا دیا کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی ہو جانا اور امر ہے مگر کسی شخص کو اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھنا اور دس سال تک یا پندرہ سال تک نہ صرف اس غلط دعویٰ کا اعلان (میں مسیح موعود نہیں ہوں) کرتے رہنا بلکہ نعوذ باللہ من ذلک جھوٹے طور پر قرآن اور حدیث سے اسکی تائید میں استدلال کرتے رہنا (جیسا کہ مسیح کے معنے براہین احمدیہ میں کئے) × × کیا یہ باتیں مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہو۔ تم اس عہدہ دار کو کیا کہو گے جس کو اسکے افسروں نے ایک عہدہ پر مامور کر کے بھیجا (مسیح موعود بنا کر) اور وہ بارہ سال تک یہ سمجھا ہی نہیں کہ میرا عہدہ کیا ہے؟ ایک تھانہ میں سب انسپکٹر (مسیح موعود) کو بھیجا۔ اور وہ خیال کرتا رہا کہ میں کانسٹبل ہوں (صرف مجدد) کیا ایسے شخص کو مجنون کہو گے یا کچھ اور پھر تم خدا کا خوف کرو کس طرح یہ لفظ تمہارے منہ سے نکل سکتے ہیں۔ کہ بارہ سال تک ایک ایسے عظیم الشان انسان کو جسے اصلاح خلق کے لئے مامور کیا گیا یہ الہام ہوتے رہے کہ تو مسیح موعود ہے مگر وہ یہ بھی نہ سمجھا کہ مسیح موعود کہتے کس کو ہیں × × عوام الناس کے خیالات باطلہ (مسیح کے آسمان سے نزول اور اسکے زندہ ہونے) کا متبع رہا جن کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا × × خدا نے بھی اچھا مسیح بنایا کہ جس کو اپنے مسیح موعود ہونے ہی کا پتہ نہیں لگتا کیا ساری دنیا میں یہی اور مسیح کا بھی پتہ بتا سکتے ہو۔ جس کو خدا تو کہتا ہے کہ تو مسیح موعود ہے مگر وہ بارہ سال تک یہی کہتا چلا جائے کہ میں مسیح موعود نہیں × × اپنے دعویٰ کو نہ سمجھنے اور باوجود وحی کی غلطی پر اسی طرح اصرار کرتے چلے جانے اور اس غلط عقیدہ (کہ میں صرف مجدد ہوں) کے دلائل پر دلائل دیتے چلے جانے کے ادنیٰ سے ادنیٰ نبی میں مجھے مثال دکھا دو تو میں اپنی ساری تحریر جلا دونگا"

میں نے مولوی محمد علی صاحب ہی کی عبارت صرف اتنے تغیر سے کہ نبی کی بجائے مسیح کر دیا ہے نقل کر کے بتایا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے دل میں کیا بھرا ہے۔ اور وہ مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور یہ جو آپ بار بار کہتے ہیں کہ آپ غلط عقیدہ کے دلائل پر دلائل دیتے چلے گئے یہ بالکل غلط ہے آپکے دلائل ہمیشہ اس بات کے دیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد باوجود حدیث (لا نبی بعدی) دروازہ وحی والہام کھلا ہے اور آپکو کثرت مکالمہ ومخاطبہ الہیہ واظہار علی الغیب سے بارگاہ

ایزدی میں سرافرازی ہے۔ اور نبی ہونے سے انکار کیا تو انہی معنوں میں کہ میں کوئی شریعت جدیدہ نہیں لایا۔ میں براہ راست نبی نہیں جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کے ازالہ مطبوعہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء میں لکھا ہے کہ جس جس جگہ میں نے نبوت و رسالت سے انکار کیا ہے تو ان معنوں میں کہ میں جدید شریعت نہیں لایا۔ اور کہ میں مستقل (براہ راست) نبی نہیں۔ پس اس خصوص میں دلائل دیتے تو اسی بارے میں کہ کوئی جدید شریعت نہیں لا سکتا کوئی براہ راست نبی نہیں ہو سکتا پھر اپنے محدث ہونے کے دلائل دیئے تو وہ بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء کے بعد یکساں مفید ہیں۔ کیونکہ ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے دیکھو توضیح مرام صفحہ ۱۹ فاعلم ارشدك الله تعالىٰ النبي محدث۔ پس لوگوں کے جذبات کو برانگیخت کرنے اور مسیح موعود کو کسی بہلانے سے گالیاں دینے کے لئے جو بار بار کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود اللہ تعالے کے احکام کی مخالفت کرتا چلا گیا۔ اور خدا بھی اِدھر وحی پر وحی کرتا جاتا تھا مگر اِدھر مسیح موعود بھی اس حکم کے خلاف دلیل پر دلیل دیتا چلا جاتا تھا یہ بالکل غلط بالکل غلط ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنے آپکو اسی حد تک نبی سمجھتے تھے یعنی جزئی یا مجازی یا ناقص طور پر[ف] جس حد تک دوسرے محدثین و اولیاء امت محمدیہ ہو گزرے ہیں۔ اور ۱۹۰۱ء کے بعد آپنے اس عقیدہ کو بدل دیا اور اسکے ہمارے پاس کھلے کھلے ثبوت موجود ہیں۔

پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ ایک غلطی کے ازالہ میں آپ نے فرمایا۔

اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اسکو پکارا جائے اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے (صفحہ ۵ ایک غلطی کا ازالہ)

دیکھئے پہلے کثرت مکالمہ اور غیب کی باتیں ظاہر ہونے کی وجہ سے اپنے آپکو محدث فرماتے تھے۔ مگر اس میں فرما دیا کہ جس پر کثرت سے اظہار غیب ہو اسے صرف محدث نہیں کہنا چاہیئے بلکہ نبی چنانچہ آپ سوال کرتے ہیں کہ اگر نبی کے نام سے نہ پکارا جائے تو پھر کس نام سے پکارا جائے اگر اس عبارت کے کچھ اور معنے ہو سکتے ہیں۔ اور اس میں حضور نے صرف یہ بتایا ہے کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس کے بعد اپنے لئے صرف محدث کا لفظ استعمال نہیں فرمایا

[ف] نفس صرف یہ سمجھا کہ براہ راست نہیں ہے!

اور اپنے آپکو نبی کے نام سے پیش کیا ہے تحفہ غزنویہ کا حوالہ ان الفاظ میں دینا کہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی چھپی ہوئی ہے بالکل خلاف واقعہ ہے کیونکہ یہ کتاب بھی تریاق القلوب کے ساتھ تیار ہوکر پڑی ہوئی تھی صرف شائع ہونے میں دیر لگی ہے اور یہ امر شہادتوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے پھر جو عبارت پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ "اگر اپنے ارادے پر کسی نبی یا رسول یا محدث کو مطلع کردے تو اس صورت میں وہی ارادہ پیشگوئی کہلاتا ہے" (تحفہ غزنویہ صفحہ ۶) اب اس سے کہاں ثابت ہوا سنئے مولوی صاحب اظہار غیب اور اظہار علی الغیب میں فرق ہے اظہار علی الغیب کے

"یعنی غیب کا ایسا دروازہ کسی پر کھولنا کہ گویا وہ غیب پر غالب اور غیب اسکے قبضے میں ہے

یہ تصرف علم غیب میں بجز خدا کے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا

کہ کیا باعتبار کیفیت اور کیا باعتبار کمیت غیب کے دروازے

اسپر کھولے جائیں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۶)

باقی غیب کی کسی بات کا ظاہر کردینا اسکے لئے تو محدث کی بھی شرط نہیں اللہ تعالے ایک معمولی مومن پر بھی کئی غیب کی خبریں ظاہر کردیتا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ اس میں تقریباً تمام مخلص احمدی صاحب تجربہ میں بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ حجت ملزمہ قائم کرنیکے لئے بعض اوقات بدکاروں اور شریروں پر بھی کسی غیب کا اظہار ہو جاتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبی ہوگئے۔ نبی اور رسول کے لئے غیب کی خبروں کے بارے میں وہ شرائط ہیں جو اوپر حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۶ سے نقل ہوئے اور یہ شرط کسی محدث میں نہیں پائی جاتی۔ پس حقیقۃ الوحی میں بھی جو یہ لکھا ہے کہ "جس بلا سے اللہ تعالے بذریعہ کسی نبی یا رسول یا محدث کے اطلاع دیتا ہے" ۳۸۹۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ محدث کو نبی کے نام سے پکارا جائے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ محدث بھی اظہار علی الغیب سے مشرف ہے کیونکہ آپنے ۳۸۹ سے آگے صفحہ ۳۹۰ پر اپنی نسبت فرمایا ہے۔

"اگر یہ تمام ذخیرہ خدا کے نشانوں اور پیشگوئیوں کا کسی پہلے اسرائیلی نبی کی کتابوں میں تلاش کیا جائے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کسی اسرائیلی نبی کے سوانح میں اسکی نظیر نہیں ملیگی"۔

پھر آپ اسی صفحہ پر ارشاد فرماتے ہیں

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ

حضرت اقدس کے لکھے ہیں -

اسپر ظاہر کیے جائیں - وہ نبی کہلاتا ہے"

اس عبارت میں آپ نے نبی کی تعریف کر کے محدث اور نبی میں فرق بتا دیا ہے اور یہ سمجھا دیا ہے کہ مکالمہ مخاطبہ تو کئی اولیاء امت محمدیہ مخصوص ہیں مگر بکثرت امور اظہار علی الغیب کے لئے صرف نبی مخصوص ہے اور اسی سے ثابت ہے کہ آپ اپنے آپکو محدث سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ جس کا مزید ثبوت دوسرے ثبوت میں پڑھئے۔

دوسرا ثبوت - اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر آپ فرماتے ہیں۔

"جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت سے گزر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ **کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔**

میں تمام جماعت احمدیہ کی خدمت میں نہایت زور سے عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس حوالہ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ کیونکر مسیح موعود نے اپنے آپکو دوسرے محدثین امت محمدیہ میں سے الگ کر لیا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ بھی انہی معنوں میں نبی اور رسول ہیں۔ جن میں دوسرے اولیاء یا مجددین امت محمدیہ۔ وہ غور فرمالیں کہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ ایک شرط جو نبوت کے لیے ضروری ہے۔ وہ ان سب میں نہیں پائی جاتی اور مجھ میں پائی جاتی ہے۔ اسلئے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ حضرت نبی کریم کی پیشگوئی بھی یہی تھی کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ اب مسیح موعود تو فرماتے ہیں۔ کہ

"دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے۔ تو وہ نبی کہلانیکے مستحق ہوجاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقعہ ہوجاتا۔ اسلئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہوجائے" (صفحہ ۳۹۱)

اور ان کے بعض مریدان رشید ہیں جو کہتے ہیں کہ ایک نہیں بہت سے ایسے اشخاص امت محمدیہ میں گزرے ہیں۔ مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ اگر دوسرے صلحاء امور غیبیہ سے اتنا حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے

مستحق ہو جاتے۔ اور اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ پڑتا اور یہ شاگردان شیخ ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح موعود بھی جزوی اور مجازی نبی تھے اور یہ نبوت دوسرے مجددین اور اولیاء میں بھی پائی جاتی تھی میں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ بیشک ہمیں مشرک کہیں گدی پرست کہیں۔ غلو کرنے والے کہیں۔ بلکہ جیسا کہ انھوں نے اپنے پمفلٹ میں فرمایا ہے وہ ہمیں نصاریٰ بھی کہہ لیں اور اپنی نماز کی ہر رکعت میں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے ہیں تو بیشک ہمارا ہی اور حضرت مسیح موعود کے فرزند دلبند گرامی وارجمند اور اپنے مرشد و آقا کے اہلبیت اور دیگر مہاجرین قادیان دارالامان ہی کا تصور کر لیا کریں اور وہ بیشک ہماری ہلاکت کی پیشگوئی کریں اور ہمارے آقا و مطاع حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کو اپنے خسر کے قول کے مطابق پوپ اور اپنے خلیل سردار عجب خان کے عقیدہ کے موافق طالب جاہ اور دنیا پرست ہی قرار دیں۔ اور اپنے اعلان کے مطابق انہیں مسلمانوں کو کافر کہنے والا یعنی کافر اور تقویٰ کی راہوں سے دور یعنی فاسق اور اپنے خلیفۃ المسیح کے لقب میں شریک خواجہ کمال الدین صاحب کے قول کے مطابق یزید کہیں۔ اور اپنی تحریروں میں لکھیں۔ غرض اپنی شمشیر زبان اور خنجر قلم سے جسقدر بھی وار کر سکتے ہیں کریں اور کھلے دل سے کریں بلکہ گالیاں دینے کے لئے اگر ہفتہ میں تین بار پرچہ رکھا ہے تو اب اسے بیشک روزانہ کر دیں۔ مگر خدا کے لئے ہاں اس خدا کے لئے جس نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا۔ جس نے قادیان کو دارالامان بنایا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا خاتم النبیین رحمۃ للعالمین بھیجا۔ اس عبارت کو سوچیں آیا اس سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں اپنے آپکو رسول اور نبی نہیں مانتے جن معنوں میں دوسرے مجددین و اولیاء امت محمدیہ گزرے ہیں۔ بلکہ آپ انہیں نبی کا نام پانے کا مستحق نہیں سمجھتے کیونکہ انمیں وہ شرط نہیں پائی جاتی جو نبوت کے لئے ضروری ہے۔ اور ان کے نبی اور رسول ہونے کو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ انداز سمجھتے ہیں۔ اور صرف اپنے آپ ہی کو "نبی" نام پانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح پر اپنے آپکو ان محدثین کی جماعت سے الگ کر کے ان نبیوں کی جماعت میں شامل کر رہے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آئے ہے کوئی تم میں سے رجل رشید جو اسپر غور کرے۔ دوسرے محدثین کو نبی کہنے والو! اور خدا کے برگزیدہ نبی مسیح موعود کو انہی محدثین کے زمرے میں شامل کرنے والو! حضور علیہ السلام کی عبارت کو غور سے پڑھو۔ کیا حقیقۃ الوحی کے یہ فقرات متشابہ ہیں یا مشتبہ ہیں

کیا صاف صاف نہیں فرمایا۔ کہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ اگر یہ عبارت متشابہ ہے تو پھر دنیا میں کوئی صاف عبارت نہیں ہو سکتی۔ ہم سے بار بار پوچھا جاتا تھا کہ اعلان تبدیلی عقیدہ یا منسوخی کتب یا دعویٰ کو غلط طور پر پیش کرنیکا دکھاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کو تمہارے سامنے معذرت کرنے یا کھلے الفاظ میں معافی مانگنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو خدا کے حکم کے تابع تھا۔ جب تک اسے علم نہ ہوا وہی کہا جو اوائل میں کہا اور جب اسے خدا کی طرف سے علم ہوا۔ تو آپ نے اسکے مخالف کہا آپ انسان تھے آپکو عالم الغیب ہونیکا دعویٰ نہیں تھا بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے دیکھو کیسی صاف بات ہے پہلے اپنے آپکو محدثین کی جماعت کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ پھر بذریعہ ایک غلطی کے ازالہ کے فرمادیا کہ ایسے شخص کو جس پر بکثرت اظہار غیب ہو محدث نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب کے نہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھکر حقیقۃ الوحی کی یہ عبارت ہے جس میں اعلان فرمادیا کہ ان محدثین میں وہ شرط نہیں پائی جاتی جو نبوت کے لئے ضروری ہے اور مجھ میں وہ شرط موجود ہے پس وہ نبی کہلانے کے مستحق نہیں اور میں ہوں اب اس سے زیادہ تبدیلی عقیدہ کا کیا اعلان ہو سکتا ہے۔ کیا آپکا یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود آپ لوگوں کی خدمت میں ایک عرضداشت لکھتا کہ میں نے جو یہ لکھا تھا کہ نبوت کو براہ راست پانا بھی نبی کہلانے کے لئے شرط ہے تو میں اس میں بھول گیا معاف فرمایا جائے۔ تب آپ میں سے کوئی بحیثیت سکرٹری اسے انجمن کے ایجنڈے پر چڑھاتا۔ اور انجمن کے کسی اجلاس میں باقاعدہ منظوری ہوتی تب یہ نسخ باقاعدہ منظور ہوتا۔ بندگان خدا عقل سے کام لو۔ تقویٰ سے کام لو سیدھی بات ہے پہلے آپ نے نبی کی تعریف یہ سمجھی کہ اس میں براہ راست نبوت کا پانا ضروری ہے یا شریعت کا لانا۔ پھر جب بار بار آپ نے اپنے الہامات میں نبی اور رسول کا لفظ پایا۔ اور آیات قرآنیہ پر غور فرمایا۔ تو اللہ نے جو سمجھایا۔ اس پر آپ قائم ہو گئے اور نبوت کے لئے صرف بکثرت مکالمہ مخاطبہ اور بکثرت اظہار غیب اور نبی کا خطاب ہی شرط سمجھی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اپنے آپکو کبھی محدث نہیں لکھا۔ کبھی جزئی نبی نہیں کہا۔ [ع۱] اور کبھی نبی کی تعریف یہ نہیں کی۔ کہ اس میں براہ راست نبوت پانا شرط ہے اور یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ نبوت کی تعریف کے بارے میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی فرمائی تھی۔ اسکی تفصیل تیسرے ثبوت میں آتی ہے

تیسرا ثبوت یہ کہ آپ نے نبوت کی جو تعریف کی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے اور دوسرے محدثین پر وہ صادق نہیں آتی جیسا کہ آپ نے لکھدیا کہ ان محدثین میں وہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اور

نوٹ ع۱ اپنے تئیں مجازی نبی کہا۔ حقیقی (شریعت لانے یا براہ راست نبوت پانے کے) مقابل ہیں اور سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کہا علاوہ مندرجہ بالا اپنے آپ کو محدث سمجھ کر۔

اپنے بارے میں لکھا ہو کہ یہ شرط میرے میں موجود ہے اور نبی کی تعریف یہ کی ہے

۱۔ "میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵-۲۶)

۲۔ "نبی اسکو کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔ مگر ہماری مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰)

۳۔ جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ (الوصیت صفحہ ۱۲ ۱۹۰۵ء)

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ تعریف حضرت مسیح موعود پر صادق آتی ہے یا نہیں جب صادق آتی ہو تو آپ نبی ہیں۔ اور یہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ دوسرے محدثین امت محمدیہ پر یہ تعریف صادق نہیں آتی۔ پس وہ نبی نہیں ہیں۔ اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ پہلے جو نبی کی تعریف سمجھتے تھے۔ اسکے اعتبار سے اپنے آپکو صرف جزئی نبی یا ناقص طور پر نبی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے محدثین بھی ہیں۔ مگر اب جو تعریف سمجھی ہو اسکے رُو سے آپ ویسے ہی نبی ہیں۔ جیسے انبیاء سابقین علیہم السلام اور یہی تعریفیں اس بات کو ثابت کرنیکے لئے کافی ہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد نبی کی تعریف کے بارے میں آپنے اپنا عقیدہ بدل دیا تھا۔ اور اسی بنا پر آپنے مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہونے کا دعویٰ کیا۔

چوتھا ثبوت۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ جو امر فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ اسے جزوی فضیلت قرار دیتے اور اسکی وجہ یہ فرماتے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت نہیں ہو سکتی۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپکو مسیح موعود مستقل نبی سے تمام شان میں بڑھکر پیش کیا۔ چنانچہ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹

"اوائل میں[دو سطر] میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔

ط یہ امر حقیقۃ النبوۃ میں بوضاحت ثابت کیا جا چکا ہو کہ لفظ اوائل میں تریاق القلوب سنہ ۱۹۰۱ء کا بھی زمانہ شامل ہو ۱۲

تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"۔

اس عبارت کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ آپ باوجود فضیلت کے الہام کے مسیح بن مریم سے کلی فضیلت کا دعویٰ اسلئے نہ کرتے تھے کہ وہ نبی ہے اور میں نبی نہیں۔ صرف جزئی فضیلت کا دعویٰ کرتے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے (دیکھو تریاق القلوب ص ۱۵۷)

"اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"۔

مگر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ آپ ویسے ہی نبی ہیں جیسے انبیائے سابقین اور نبی ہونے کے لئے براہ راست نبوت پانا شرط نہیں تو پھر آپنے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ یہ بھی ایک بڑا بھاری ثبوت ہے اس بات کا کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد آپنے نبی کی تعریف کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے تھے اس میں تغیر کر لیا تھا۔

پانچواں ثبوت۔ آپنے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے لئے جزئی یا ناقص نبی کا استعمال نہیں فرمایا۔ اور نہ اپنے آپکو صرف محدث کہا۔ پس ان الفاظ کو چھوڑ دینا باوجود اسکے کہ تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے اپنا دعویٰ بدستور رکھا۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ آپنے نبی کی تعریف کے بارے میں اپنے عقیدہ میں تغیر کر لیا تھا۔ اور دوسرے محدثین کو ان تعریف کا مصداق نہیں سمجھتے تھے۔ جبھی تو انہیں جزئی یا ناقص نبی فرماتے تھے مگر اپنے آپکو کبھی ایسا نہ فرمایا۔ یہ سوال کہ پہلے آپ پر یہ نبی کی تعریف کیوں نہ کھل گئی اور کیوں معلوم نہ ہو گیا کہ براہِ راست نبوت پانا نبی ہونے میں شرط نہیں ایسا ہی ہے جیسے یہ کہیں کہ۔ . . . .

. . . .

. . . . . . کیوں تمام مجددین تمام اولیاء امت محمدیہ پر اور خود حضرت مسیح موعود پر بارہ برس تک یہ بات نہ کھل گئی کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ امر تیس آیات قرآنی سے ثابت ہے اور یہ ایسی کھلی کھلی بات ہے کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جس پر سب سے پہلا اجماع کیا وہ یہی ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو گئے۔ مگر ایسی کھلی کھلی بات کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوئی اور کسی نے اسپر زور نہ دیا۔ حالانکہ غیر محسوس طریق پر بعض نے مسیح ناصری کی وفات

کا اقرار بھی کیا۔ اسی طرح نبی کی تعریف یہودیوں نے بھی یہی کی کہ النبی انسان بعثہ اللہ لاصلاح الخلق مگر ساتھ یہ بھی خیال کرتے رہے کہ یہ نبوت براہ راست ملتی ہے خاتم النبیین کے فیض سے نبی کامل نہیں بن سکتا۔ اسی طرح حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا قرآن مجید کی آیات متعددہ و احادیث صحیحہ و اقوال ائمہ و الہامات کثیرہ سے ثابت ہے اور ہم اسکا ثبوت اب پیش کرتے ہیں اور خود حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں کھلے کھلے طور پر مسیح موعود کا ذکر ہے (دیکھو حقیقۃ الوحی کا تتمہ صفحہ ۶۵) مگر پھر بھی یہ امر (باوجود اس صراحت کے اور باوجود آپکو بڑی شد و مد سے بذریعہ وحی الٰہی مسیح موعود ٹھہرایا جانیکے) آپ پر بارہ برس تک نہ کھلا نہ دوسرے بڑے بڑے فضلاء پر۔ پھر اسکی ایک اور مثال بھی تفضیلات کا مسئلہ ہے کہ مسیح موعود لکھتے ہیں۔

"جبکہ خدا نے اور اسکے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اسکے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح بن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

مگر ایک مدت تک آپ باوجود خدا اور اسکے رسول کے فرمانے اور تمام نبیوں کے اتفاق کے اسے صرف جزوی فضیلت پر محمول کرتے رہے بلکہ ھو افضل من بعض الانبیاء کی بھی تاویل ہی کردی اور حدیث میں جو نبی اللہ آیا ہے اسے بھی فرمادیا کہ یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ لیکن جب وقت آگیا کہ اس امر کا انکشاف ہو جائے اور لوگوں کے طبائع میں اتنی برداشت ہو گئی کہ وہ آپکے دعوے کو برداشت کر سکیں تو پھر صاف صاف نبوت کا دعویٰ پیش کر دیا گیا۔ کیونکہ اب وہ وقت نہیں رہا تھا جس کے بارے میں سراج منیر صفحہ ۴ پر آپنے فرمایا تھا۔

"میرے پاس خدا کے فضل سے اس سے بھی بڑھکر باتیں ہیں مگر تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔" (سراج منیر صفحہ ۴)

چنانچہ اسوقت آپنے یہ فرمایا کہ :۔

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸)

اور یہ اس سوال کا جواب ہے کہ :-

"اگرچہ یہ سچ ہو کہ صحیح بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اسکا نام نبی اللہ رکھا ہے پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا"

دیکھو یہاں سائل کا یہ مطلب ہے کہ آنے والا تو نبی اللہ ہے اور امتی تو نبی نہیں ہو سکتا۔ اسپر آپ فرماتے ہیں کیوں نہیں ہو سکتا نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی وہ معنے تو ایک امتی میں پائے جا سکتے ہیں گویا دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ نبی اور رسول کا لفظ جو میرے الہامات میں ہے وہ حقیقی معنوں پر محمول ہی کیونکہ جب آپ اپنے کو حقیقی معنوں کے رُو سے نبی بنا رہے ہیں تو اسکے یہی معنے ہیں۔ کہ **میں فی الواقع نبی ہوں**۔ اور الہامات میں جو مجھے نبی یا رسول سے مخاطب کیا جاتا ہو تو اس میں کوئی تاویل نہیں ہونی چاہیئے۔

چھٹا ثبوت۔ چنانچہ یہی وجہ ہے اور یہی حوالہ مندرجہ بالا بڑا بھاری ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ ازالہ اوہام میں تو لکھتے تھے کہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے (صفحہ ۵۷۵) اور یہاں فرمارہے ہیں کہ رسول کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔ ازالہ اوہام میں تو فرماتے ہیں کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ اور صرف اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے (صفحہ ۵۷۶) مگر یہاں فرماتے ہیں کہ رسول ہونے کے لئے صرف وحی سے خبر پانا شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونا ضروری ہے نہ کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہونا کیا یہ دونوں حوالے یہ نہیں ظاہر کرتے کہ نبوت کی تعریف کے متعلق آپنے اپنے عقیدہ کو بدل دیا تھا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد امتی ہونے کو آپ رسالت کے منافی ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ اور نہ رسالت و نبوت کو اس سے ناقص جانتے تھے۔ چنانچہ جہاں آپنے امتی کا لفظ اپنے لئے لکھا ساتھ ہی تشریح فرمائی کہ یہ صرف اسلئے ہے تا ظاہر ہو کہ ہر کمال مینے آنحضرت کی وساطت سے پایا دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ

"میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپکے ذریعہ سے ملا ہے"

ایسا ہی تجلیات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

"کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک کہ اسکو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست"
(صفحہ ۹ حاشیہ)

دیکھو اس میں آپنے کھولکر بتا دیا ہے کہ اب آپکے مذہب میں امتی ہونا رسالت کے مفہوم سے متبائن نہیں اور نہ امتی ہونے سے نبوت ناقص ہو جاتی ہے بلکہ اس سے تو شان اور بھی بڑھتی ہے ایسا ہی فرمایا۔

"شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا بغیر شریعت کے آسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو" (صفحہ ۵)

جس سے ثابت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد بھی بغیر شریعت کے رسول اور نبی آسکتا ہے اور وہ امتی ہونا چاہیئے۔ یہ حوالے آپکے مذہب کو واضح کر رہے ہیں اور نبی کی تعریف کے بارے میں جو تبدیلی آپنے اپنے خیالات میں فرمائی اسکو بتا رہے ہیں۔ اور یہ دکھا رہے ہیں کہ امتی ہونے سے نبوت میں کوئی نقص نہیں ہوتا جبھی تو پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی کے اس اعتراض کا جواب کہ اگر کوئی اس آیت کو الہامًا سنکے رسول کہلانے کا مستحق بنے تو پھر انہی معنوں کے مطابق رسول ہنیگا جو معنے خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں مراد لئے ہیں۔ آپنے نفی میں نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک از قبیل اضغاث احلام اور حدیث النفس نہیں ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہے۔ اگر اس وحی کے ساتھ معجزات اور پیشگوئیاں بھی ہیں تو اسجگہ گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ (نزول المسیح صفحہ ۲۰)

الغرض وحی نبوت کے لئے جس قدر بھی نشانات ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ امر میرے دعوے کی قوی دلیل ہے۔

ساتواں ثبوت یہ ہے کہ آپنے ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ میں تحریر فرمایا کہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسکو کہتے ہیں۔ جس نے احکام و عقائد دین جبریل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اسوقت ٹوٹ جائیگی اور پھر ۷۶۱ پر فرمایا کہ باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

اسکا جواب تو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اول دیکھنا چاہیئے کہ یہ تمام عبارت مسیح ابن مریم کے بنفسہ واپس آنے کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اور اسی نبوت کو ذہن میں رکھکر آپ فرما رہے ہیں۔ جو کچھ فرما رہے

(۱) خوب غور کر کے دیکھو جہاں کہیں بھی حضرت اقدس نے خاتم النبیین کے بعد نیا یا پرانا رسول آنے سے انکار کیا ہے وہ اس خیال کا رد ہے کہ وہ مسیح بن مریم رسول اللہ بنفسہ واپس نہیں آسکتا اور اسی واسطے فرمایا کہ صاحب نبوت تامہ ...

ہیں چنانچہ ۲۴۳ کی محولہ عبارت کے ساتھ ہی لکھا ہے اگر کہو کہ مسیح ابن مریم نبوت تامہ سے معزول کر کے بھیجا جائیگا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اس نبوت کو جس کے ساتھ شریعت جدیدہ ہو یا جو براہ راست ہو۔ نبوت تامہ فرماتے ہیں۔ اور ایسے ہی رسول کی تعریف حسب تصریح قرآن مجید یہ کی ہے کہ جس نے احکام و عقائد دین جبریل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں چنانچہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہلے جہاں نبوت یا رسالت نبی یا رسول آیا ہے اسکے معنی کرنے کے لئے آپ نے ہمیں ایک اصل **غلطی کا ازالہ** میں بتا دیا ہے۔ کہ جس جس جگہ مینے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے وہاں مراد شریعت جدیدہ یا مستقل یعنی براہ راست نبی ہونا ہے۔ پس جہاں کہیں بھی یہ لفظ آپ کے کلام میں ۱۹۰۱ء سے پہلے آئیگا۔ ہم یہی مراد لینگے۔ ایسا ہی توضیح مرام سے ظاہر ہے کہ آپ **نبوت تامہ کاملہ** سے مراد وحی شریعت والی نبوت لیتے ہیں چنانچہ آپ نے صفحہ ۱۹ پر فرمایا ہے۔ بل الحدیث یدل علی ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت ولکن النبوۃ التی لیس فیہا الا المبشرات فہی باقیۃ الی یوم القیٰمۃ لا انقطاع لہا ابداً۔ یعنی حدیث دلالت کرتی ہے کہ **نبوت کاملہ تامہ** جو وحی شریعت کی **حامل ہوتی** ہے وہ منقطع ہوگئی۔ البتہ مبشرات قیامت تک باقی ہیں۔ پس جس وحی نبوت پر مہر لگ چکی ہے۔ اسکی تفصیل بھی آپ نے خود ہی فرمادی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ براہ راست بغیر اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا وہ جدید شریعت کا حاملہ ہو۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اسپر مہر لگ چکی ہے۔ اور اب ایسا رسول قیامت تک نہیں آسکتا۔ جس نے احکام و عقائد دین محض جبریل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں اور وہ نبوت تامہ کاملہ رکھتا ہو یعنے وحی شریعت والی نبوت مگر مبشرات تو باقی ہیں۔ اور وحی نبوت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دو ہی چیزیں[1] ہوتی ہیں۔ ایک شریعت و احکام دین۔ دوم رسول اور اسکے متبعین کے لئے مبشرات جو معاندین کے لئے منذرات ہوتے ہیں اور حضرت اقدس نے شہادۃ القرآن میں بصراحت تام لکھدیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے نبی بھی ہوتے ہیں۔ جنکا کام صرف

---

[1] حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے معنے حضرت اقدس نے کئے ہیں لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وھی المبشرات یعنی نبوت کی کئی قسمیں ہیں۔ حامل وحی شریعت اور ایک بغیر شریعت کے براہ راست اور بغیر شریعت کے بوساطت فیض اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس فرمایا شریعت والی تو ختم ہوگئی بے شریعت کے رہ گئی اسپر یہ کہنا کہ لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ حضرت مسیح موعود پر اعتراض کرنا ہے ۱۲

صرف توریت کے احکام کی تعمیل کراناتھا چنانچہ فرماتے ہیں :-

"حضرت موسیٰ سے حضرت مسیح تک ہزارہا نبی اور محدث ان میں پیدا ہوئے جو خادموں کی طرح کمربستہ ہو کر توریت کی خدمت میں مصروف رہے × × × اور بائبل شہادت دے رہی ہے اور وہ نبی کوئی نئی کتاب نہیں لاتے تھے کوئی نیا دین نہیں سکھلاتے تھے صرف توریت کے خادم تھے" (شہادۃ القرآن صفحہ ۴۲)

اور

"اس کے بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب انکے ساتھ نہیں تھی - بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ × × × × × پھر انکو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں" (صفحہ ۴۴)

پس جس پر کثرت سے مبشرات نازل ہوں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اسے نبی نہ کہیں جبکہ انبیاء بنی اسرائیل کو اسی وجہ سے ہم نبی کہتے اور مانتے ہیں۔ دیکھو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ "منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں - جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے ہے" اور چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵ "خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا ہے" اور چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ "نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں (اب مولوی محمد علی صاحب قائل ہیں) لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے"

اب اگر کہو کہ حضرت اقدس نے انکا نام محدث اور جزئی نبی رکھا ہے تو میں کہتا ہوں یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اپنا نام آپنے پہلے محدث رکھا یا جزئی[۱] نبی تو ۱۹۰۱ء کے بعد نبی[۵۲] رکھا - اور اسی واسطے مینے عبارات ازالہ اوہام کو نقل کیا تھا تا آپ پر منکشف ہو کہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت اقدس نے نبی کی تعریف کے بارے میں اپنے عقیدہ کو بدل دیا تھا - اگر اسوقت آپ اپنے کو محدث

ا؎ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جزوی کا لفظ اس کاملہ تامہ کے مقابل ہے جس میں آپنے شریعت کی شرط رکھی ہے

۵۲؎ جزئی یا ناقص کو چھوڑ کر نبی کہنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ اپنے آپکو کامل نبی سمجھتے تھے لفظ کامل ساتھ ملانیکی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ لفظ وضع ہی کامل کے لئے ہی ہم اگلے انبیاء میں کسی کا نام لیکر مثلاً حضرت ابراہیم یا حضرت یونس یا حضرت عیسے) کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے تو کیا جبتک یہ نہ کہا جائیگا کہ وہ کامل نبی تھے یہ ثابت ہوگا کہ وہ ناقص نبی تھے ؟ فتدبر ۱۲

یا من وجہ نبی یا شعبہ قویہ نبوت رکھنے والا (بوجہ اس خیال کے کہ نبی بننے کے لئے شریعت جدیدہ یا براہ راست نبوت پانا شرط ہے) کہتے تھے تو بعد میں آپ نے اس عقیدہ کو بدل لیا۔ اور صرف بکثرت مکالمات مخاطبات و اظہار علی الغیب کو نبی ہونے کے لئے کافی سمجھنے لگے۔ اگر کہو کہ پھر دوسرے محدثوں کو بھی نبی کہو تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے خود فرما دیا ہے کہ ان میں وہ شرط نہیں پائی جاتی۔ جو نبوت کے لئے ضروری ہے یعنی کثرت جس کا اندازہ اللہ تعالیٰ ہی لگا سکتا ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ تم ابھی کہہ چکے ہو کہ مبشرات کا نام نبوت ہے اور توضیح مرام سے دکھا چکے ہو کہ اسکا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو میں کہتا ہوں کہ مطلق مبشرات کا نام نبوت نہیں۔ بلکہ نبوت کا مفہوم تو تبھی صادق آئیگا۔ جب وہ اس حد تک پہنچ جائے جہاں تک پہنچنا نبوت کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ چشمہ معرفت میں حضور انور نے فرمایا ہے۔ "اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنے اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو (صفحہ ۱۸۰) اور مبشرات کا سلسلہ بیشک قیامت تک جاری ہے اس سے سب کا نبی ہونا لازم نہیں آتا حضرت اقدس فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰

اور صفحہ ۲۸ پر فرمایا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔"

پس مبشرات کا سلسلہ تو ہے اور جیسا کہ آپ نے توضیح مرام میں لکھا ہے ان ابواب النبوۃ الجزئیۃ مفتوحۃ ابدًا ولیس فی ھٰذہ النوع الا المبشرات والمنذرات من الامور المغیبیۃ او اللطائف القرآنیۃ والعلوم اللدنیۃ۔ جزئی نبوت کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں اور اس نبوت جزئی میں مبشرات اور منذرات اور امور مغیبہ اور لطائف قرآنیہ اور علوم لدنیہ ہی ہیں مگر جیسا کہ میں حوالے اوپر نقل کر آیا ہوں۔ جس مبارک وجود پر بکثرت ان کا اظہار ہوگا کہ زمانہ میں اسکی نظیر نہ پائی جائے۔ وہ نبی کہلائیگا۔ یعنی یوں تو ہزارہا اولیاء ہونگے

مگر ایک وہ بھی ہونا چاہیئے جو اسی امت میں سے ہونیکی وجہ سے اُمتی مگر نبی بھی ہوگا۔ اگر یہ نبی بھی تھا ان معنوں میں جو مولوی محمد علی صاحب کے ذہن میں ہیں یعنے ناقص نہ ان معنوں میں جو کاملہ تامہ کے مقابل جزوی کے معنے ہو سکتے ہیں۔ تو آپ یہ نہ فرماتے کہ ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا۔ کیونکہ جزئی اور ناقص طور پر نبی یا محدث تو ہزارہا ہوئے۔ اسی نکتہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے آپ بار بار ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ عبارت پیش کرو جس میں حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا ہو کہ میری نبوت جزئی نہیں یا مجھے نبوت کاملہ دیگئی حالانکہ ہم حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ دے چکے ہیں۔ جس میں آپنے تمام ان لوگوں سے جنکو نبوت جزئی دیگئی اپنے آپکو الگ کر لیا ہے اور فرمایا کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ اور چند حوالے اوپر بھی دئے جا چکے ہیں۔ پھر حضرت اقدس کا بار بار یہ کہنا کہ میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (مکتوب آخری) اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ آپ نے دعوٰی کیا کہ مجھے نبوت کاملہ[1] دی گئی۔ کیونکہ جو کہے میں نبی ہوں۔ اس سے یہی مراد ہے کہ وہ کامل نبی ہے۔ اگر کوئی یہ نہ مانے اور کہے کہ ضرور کامل کا لفظ ہونا چاہیئے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ جب تک محمد کامل رسول اللہ نہ کہا جائے۔ کیا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ناقص سمجھی جائیگی۔ اور اسی نکتہ کے نہ سمجھنے سے آپ ایک غلطی کے ازالہ کا حاشیہ (یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پاوے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے) اپنی تائید میں پیش کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہاں ایسی نبوت و رسالت کا ذکر ہے جو سب امت کو مل سکتی ہے پس ایک فرد نبی نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ساری امت کے لئے کسی دروازے کے کھلے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب نبی ہوں۔ کیونکہ یہ تو آپ بھی نہیں مانتے۔ کہ امت محمدیہ کے تمام افراد جزوی نبی یا محدث ہیں۔ پس جس قاعدے سے ان سب میں سے چند وجود خاص ہیں۔ اسی قاعدے سے ان چند میں سے ایک وجود غیر ناقص نبوت[2] کے لئے مختص ہوگا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس نے آیت انعمت علیھم سے یہ استدلال کیا ہے اور منعم علیہم گروہ میں نبی رسول صدیق۔ شہداء۔ صالحین شامل ہیں۔ پس یہ تو ٹھیک ہے۔ کہ اس موہبت کے لئے

[1] یہ بھی یاد رہے کہ نبوت کاملہ کے معنے توضیح مرام میں وحی شریعت کے حامل نبوت کے فرمائے ہیں۔ پس نظر بریں تشریح میں کہتا ہوں آپ صاحب شریعت نبی نہیں تھے جو آپ دعوٰی فرماتے مجھے نبوت کاملہ دی گئی ۱۲

[2] میں منعم علیہ گروہ سے فرد اکمل بنایا گیا ہوں (خطبہ الہامیہ) حضرت اقدس کا یہ ارشاد قابل غور ہے منعم علیہم کا فرد اکمل ہی نبی ہوگا

بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے (حاشیہ صفحہ ۱۲ غلطی کا ازالہ) مگر فیض بقدر استعداد فطری ہی ہوگا۔لہ پس بعض امت محمدیہ میں سے صدیق بعض صالحین بعض شہداء اور بعض جزوی نبی اور ایک نبی بھی۔ کیونکہ نبی تو وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے کوئی پردہ مغائرت کا باقی نہ رہے اور ایسا گم ہو۔ کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو (صفحہ ۴ ایک غلطی کا ازالہ)

اور ایسا شخص حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ابتک ایک ہی ہوا۔ پس یہ اعتراض ہے تو حضرت اقدس پر ہے نہ کہ ہم پر وہی فرماتے ہیں کہ اگر ایسا شخص ایک نہ ہوتا تو نبی کریم کی پیشگوئی میں رخنہ پڑتا اور یہ جو پیش کیا جاتا ہے کہ فلا والذی خلق السمآء لاجلہ۔ لہ مثلنا ولد الی یوم یحشر. تو اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود ہی صرف ایک نبی امت محمدیہ میں نہیں ہو سکتے بلکہ بہت سے ہونے چاہئیں کیونکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ انعمت علیہم کے گروہ کی کوئی بھی نعمت اب بجز وساطت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مل سکتی۔ پس جسقدر بھی صدیق۔ محدث۔ جزوی نبی۔ شہداء۔ صالحین اور اولیاء امت محمدیہ میں ہونگے آپ ہی کے روحانی بیٹے ہونگے اور اس طرح پر بیٹا ہونے کی حیثیت میں مسیح موعود انکے ساتھ شامل ہیں۔ مگر جیسا حضرت مرزا صاحب کے لہ مثلنا ولد کہنے سے یہ لازم نہیں آیا کہ دوسرے مجددین بھی مسیح موعود ہوں اسی طرح یہ بھی لازم نہیں آسکتا کہ دوسرے بھی نبی ہوں۔ دیکھو بادشاہ کے کئی بیٹے ہیں مگر ولیعہد تو ایک ہی ہوگا۔ اب ایک کے ولیعہد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے بیٹے نہیں رہے اور نہ یہ لازم آئیگا کہ ولیعہد ہو جانیکی وجہ سے وہ دوسروں کی طرح بیٹا نہیں رہا۔ اور اب وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری مثل اور بھی بادشاہ کے بیٹے ہیں کیونکہ باوجود ولیعہد ہونے کے بیٹا ہونے

لہ دیکھو تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳ ”حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو بعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ مرتبہ انکو نہ دیا جائے × × × پھر آخری یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائیگا اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ کمالات محمدیہ سے جتنا جتنا کسی کو انعام ملا اسی کے مطابق انعام پایا حتیٰ کہ بعض نے یہ بھی کہا کہ میں محمد یا احمد ہوں مگر تمام شرائط کے ساتھ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ ایک ہی وجود ہوا کیونکہ اگر کسی دوسرے میں بھی محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہوتا تو وہ بھی نبی کے نام سے پکارا جاتا مگر واقعات بتلاتے ہیں اور حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اور کوئی ایسا نہیں ہوا “ اسلئے بموجب آیت وآخرین منہم ایک ہی بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔“ (ایک غلطی کا ازالہ)

میں تو دوسرے بیٹوں کی مانند ہے پھر دیکھو نبی کریم صلعم نے فرمایا انما انا بشر مثلکم تو کیا صرف اسلئے
کہ نبی کریم نے فرمادیا۔ کہ میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں۔ دوسروں کا نبی ہونا بھی ضروری ہوگیا۔ اگر یہ غلط ہے
تو پھر یہ بھی غلط ہے کہ لہ مثلنا ولد کہنے سے دوسرے اولیاء امت محمدیہ کا بھی نبی ہونا لازم آگیا۔
بات دور چلی گئی۔ میں ثبوت یہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ مسیح موعود نے پہلے رسول ہونے کے لئے
ایک شرط رکھی اور وہ شرط اپنے اندر نہ پا کر اپنے آپکو محدث ہی کہا۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھکر کہ اب نبوت
تو ہو نہیں سکتی یہ فرمایا کہ وحی نبوت پر مہر لگ چکی اور نزول جبرئیل بھی بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود فرمایا
مگر جب آپ پر یہ امر کھل گیا۔ تو پھر وحی نبوت کا دعویٰ بھی کیا۔ اور نزول جبریل کو بھی تسلیم کیا۔ اور
یہ بھی فرمادیا۔ کہ میری وحی میں احکام دین ہیں۔ ان سب باتوں کے ثبوت میں دیتا ہوں۔

اول نزول جبریل ۔ وقالوا انی لک ھٰذا قل ھو اللہ عجیب جاء نی
ائیل واختار وادار اصبعہ واشار (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳) حاشیہ پر ہے کہ اسجگہ آئیل خدا تعالیٰ
نے جبریل کا نام رکھا ہے۔ کہ بار بار رجوع کرتا ہے اگر کہو کہ یہ صرف ایکبار جبریل کے آنیکا ثبوت ہے تو میں کہتا
ہوں کہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷ میں فرمایا۔ کہ صرف ایکبار بھی جبریل کے آنے سے وحی رسالت کی مہر
ٹوٹ جاتی ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہاں مراد شریعت کی وحی ہے یا وہ وحی جو بغیر وساطت نبی کریم
آئے۔ (زیادہ تفصیل دیکھو چند حل طلب امور کے جواب میں)

دوم وحی نبوت کا دعویٰ ۔ سو دیکھو اربعین کہ اس میں آپنے آیت لو تقول علینا بعض
الاقاویل اپنے صدق دعویٰ کی دلیل پیش کی ہے اور اخیر میں ضمیمہ اربعین ۳ و ۴ صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں۔
"تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے انکا دعویٰ ثابت کرنا چاہیئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے
جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ
میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ
انکی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث
وحی نبوت میں ہے ۔ جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کرکے یہ
کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے"۔
اس حوالہ میں دیکھو اپنے صدق دعوے کا تمام دار و مدار اس آیت پر رکھا ہے اور فرمایا کہ ہماری تمام گفتگو

وحی نبوت ہی ہے اب بتاؤ اگر حضرت اقدس پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی تو پھر تمام اربعین اور اس کے دلائل اکارت گئے۔ یہ زبردست ثبوت اس بات کا کہ آپ اپنی وحی کو وحی نبوت فرماتے ہیں اور اربعین ۱۵ر دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کی چھپی ہوئی ہے اسی لئے آپ نے ایک غلطی کے ازالہ میں اس شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلایل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ کیونکہ اربعین[1] میں آپ نے وحی نبوت کا دعویٰ فرما دیا تھا۔ جس سے بخوبی واضح ہے کہ اب آپ نبوت کے لئے براہ راست یا شریعت کی شرط غیر منفک اور لازمی نہیں سمجھتے تھے دوم۔ کتابوں کے بغور مطالعہ کے ساتھ صحبت میں معقول مدت تک رہنے کی شرط لگائی ہے مولوی محمد علی صاحب نے اسپر بہت ہنسی اڑائی ہے۔ کہ اگر ایک غلطی کا ازالہ اپنا عقیدہ بدلنے کا اعلان تھا تو اس میں بجائے اس شخص کو ڈانٹنے کے یوں فرمانا چاہیئے تھا کہ جو کچھ ہمنے آجتک اپنی کتابوں میں اپنا دعویٰ نبوت کے متعلق لکھا وہ محض ایک اجتہاد تھا۔ جس میں ہم سے غلطی ہوتی رہی۔ اب آئندہ کے لئے ہمارا دعویٰ یہ ہے × × اور اس اعلان سے پہلی کتابیں دعویٰ نبوت کے متعلق منسوخ ہو گئیں (صفحہ ۱۰ تمہید) مگر افسوس ہنسی اڑانے والے ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو غور سے کسی بات کو نہیں سنتے اور تحریر کو نہیں پڑھتے۔ اول تو کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ صحبت کی شرط لگی ہوئی ہے۔ دوم۔ اربعین پہلے ایک کتاب موجود ہے۔ سوم اسی غلطی کے ازالہ میں آپ نے اپنی کتابوں کے چند ایسے فقرات کے معنے صاف صاف کر دیئے ہیں جو صحبت میں رہنے والے اس اشتہار کے اعلان سے بہت پہلے ہی سمجھ چکے تھے جبھی تو مولانا عبدالکریم رض نے خطبوں میں اسپر زور دینا شروع کر دیا تھا۔ اور پھر جن عبارتوں سے یہ واضح ہوتا تھا۔ کہ آپ نے دعوے نبوت سے انکار کیا۔ ان کے معنے آپ نے کر کے دکھائے مثلاً فرمایا کہ جس جس جگہ میں نے نبوت و رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ محدث کے لئے بتایا۔ کہ وہ لفظ اپنے لئے استعمال تو کرتا رہا۔ مگر اس میں اظہار غیب کے معنے نہیں اور مجھ پر بکثرت اظہار غیب ہوتا ہے اسلئے یہ لفظ میرے مرتبہ کے اظہار کے لئے کافی نہیں۔ اور یہ جو خاتم النبیین و لانبی بعدی کے معنے صرف حضرت مسیح ابن مریم کی

[1] ایک غلطی کا ازالہ نومبر ۱۹۰۱ء میں شایع ہوا۔

(براہ راست) رسالت کو مدنظر رکھکر فرمایا کرتے تھے۔ اسکے لئے کہا کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ اب آنحضرت صلعم کے فیض اتباع سے بھی کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اس میں ہو کر اور اسکے نام محمدؐ اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ اور اس طرح پر خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہتی ہے اور من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب کے معنے صرف اسقدر ہیں کہ میں صاحب شریعت[ف۱] نہیں یہ نہ سمجھنا کہ رسول بھی نہیں۔ غرض آپنے بتادیا کہ میری پچھلی کتابیں اور ان کے دلائل بالکل منسوخ نہیں ہیں۔ کیونکہ تفصیلی کیفیت کے لحاظ سے میرا دعوٰی ایک ہی ہے صرف چند الفاظ و عبارات کے معانی دریافت کرنے کے لئے آپ نے قواعد بتادیئے اور اس طرح پر جو کچھ پہلے لکھا تھا۔ وہ بھی بالکل ٹھیک رہا۔ اور کسی عدو اللہ کو یہ کہنے یا ہنسی اڑانے کا موقعہ نہ رہا۔ کہ خدا نے اچھا نبی بنایا جس کو اپنی نبوت کا ہی پتہ نہیں لگتا۔

سوم احکام دین۔ سو اسکے لئے بھی یہ اربعین پڑھ لیجیئے صفحہ ۶

"ماسوا اسکے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف (مولوی احمد علی صاحب بھی) ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی"۔

اور اسی بنا پر آپنے فرمایا۔ کہ خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اسکو مدار نجات ٹھہرایا ہے اگر کسی ولی کی تعلیم یا وحی اور بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے تو اسکا نام پیش کرو۔ اور اگر کسی اور محدث یا مجدد نے یہ کہا ہے کہ میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں تو اسکا نام لو۔

آٹھواں ثبوت۔ پہلے آپنے ازالہ اوہام میں فرمایا صفحہ ۴۲۱ نبوت کا دعوٰی نہیں بلکہ محدثیت کا دعوٰی ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور توضیح مرام میں فرمایا صفحہ ۱۷ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔

ف۱ ۱۷ مئی کے بدر کی ڈائری کا بھی یہی جواب ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے ہم نے ان معنوں میں کوئی دعوی رسالت نہیں کیا جیسا کہ ملاں لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ ملاں لوگوں کو بھی کہتے تھے یہ نیا دین نیا کلمہ لایا ہے اسلام کا بیخکن ہے چنانچہ مکتوب آخری میں آپ نے اسکی تشریح کی ہے اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کہیں بتادیا کہ میں تمام انبیاء کے کمالات اپنے اندر رکھنے والا ہوں اور آپ ابتدا سے ہی یہ فرماتے چلے آئے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں اسی کا نام نبوت ہے اور جو کچھ میں نے پایا آنحضرت کی متابعت سے پایا۔

مگر دیکھو پھر آپ ہی فرماتے ہیں۔ خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ اور فرماتے ہیں :۔

(۲) پس اس بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) ایسا ہی خدا نے اور اسکے رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۴) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے × × کہ اسنے میرا نام نبی رکھا ہے۔

(۵) جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اسپر قائم ہوں۔ اسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں (آخری خط)

(۶) ان اللہ سمّانی نبیا بوحیہ (اللہ نے میرا نام اپنی وحی میں نبی رکھا ہے) الاستفتاء صفحہ ۱۶

(۷) اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (آخری مکتوب)

(۸) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء × × × بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اسکے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے)

ان آٹھ حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اگر محدثیت کا دعویٰ خدا کے حکم سے تھا تو نبوت کا دعویٰ بھی خدا ہی کے حکم کے موافق ہی پس ہم تو ایمان لانے والے ہیں اگر وہ خدا کا حکم تھا تو یہ بھی اسی خدا کا حکم ہے۔ ہم مسیح موعود کو مفتری نہیں سمجھتے۔ اور اصول کی کتابوں میں یہ مشرّح ہے کہ آخری قول پر عملدرآمد ہوتا ہے پس یہ نبوت کا دعویٰ خدا کے حکم سے آخری قول ہے۔ اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اور دوسرے حوالے جو ہم دے آئے ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ آپ اپنے آپکو دوسرے محدثوں میں شامل نہیں سمجھتے پس ان دونوں میں یوں توفیق نہیں ہو سکتی کہ نبی سے مراد جزوی نبی ہے بلکہ یوں ہو سکتی ہے کہ پہلے آپ کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اظہار علی الغیب کے صاحب کا نام محدث رکھتے تھے مگر جب یہ بات کھل گئی کہ نبوت کے لئے راہ راست وحی پانے کی شرط نہیں تو اسی کو نبوت فرمانے لگے اور ضرورت الامام میں جو فرمایا کہ امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں تو یہ اپنی نسبت ہی فرمایا چنانچہ آگے چلکر فرماتے ہیں امام الزمان میں ہوں۔

دوم۔ پہلے فرمایا مسیح کے لئے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی مگر بعد میں آپ ہی فرمایا

۱- دیکھو تذکرۃ الشہادتین "پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جائے × × × پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے"۔

۲- براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸- "بعض یہ کہتے ہیں × × × × صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اسکا نام نبی اللہ رکھا ہے پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا- اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی- نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو- اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو- شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو- پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے محذور لازم نہیں آتا"۔

دیکھئے یہاں یہ جواب نہیں دیا کہ مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں بلکہ نبوت ثابت کی ہے۔

۳- "آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی"۔

۴- اور پڑھو وہ آٹھ حوالے جو اوپر دیے گئے۔

۵- میں وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

۶- میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں"۔ (غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

۷- دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی **شانِ نبوت** کے ساتھ آوے- تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو (نزول المسیح صفحہ ۳) شانِ نبوت کا لفظ ملحوظ خاطر ہو۔ آیا اس سے ثابت ہوا یا نہیں کہ آنے والے مسیح کیلئے نبوت شرط ہے

۸- احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنا عقیدہ درباره تعریف نبوت بدل دیا تھا اور جس بات کو مدنظر رکھکر آپنے فرمایا تھا کہ نبوت شرط نہیں۔ جب وہ بات نبی نام پانے کے لئے ضروری نہ ٹھہری تو پھر آپ نے

کھلے الفاظ میں لکھدیا کہ مسیح موعود کو شان نبوت کے ساتھ نبی ہو کر آنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

۱۔ "اسوقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے × × × خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے۔" (صفحہ ۴۶ تتمہ حقیقۃ الوحی)

۲۔ "آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے" (ص۶۵ تتمہ)

۳۔ "اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں × × × بہر حال یہ آیت آخری زمانے میں ایک نبی کے ظاہر ہونیکی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے (تتمہ صفحہ ۶۷)

اگر اسپر بھی کوئی یہی کہتا چلا جائے کہ آنے والے مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں تو اس سے خدا سمجھے کیونکہ مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ تتمہ)

میں خدا کے فضل سے مولوی محمد علی صاحب کی تمہید پر کافی نظر کر چکا ہوں اور ایک طالب حق کیلئے بہ وافی ہی ماں الجیات رہ گئی۔ مولوی صاحب کے خیال میں ہم مسیح موعود کو نبی صرف اسلئے کہتے ہیں۔ کہ دوسروں کو کافر بنائیں یہ ہماری نیتوں پر حملہ ہے میں خدا کی قسم کھا کر ہاں اس خدا کی قسم کھا کر جو علیم بذات الصدور ہے اعلان کرتا ہوں کہ ہمنے مسیح موعود کو نبی اسلئے فی الواقعہ نبی ہونے کی وجہ سے مانا ہے اور انہی وجوہات پر مانا ہے جن پر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو خدا کا سچا رسول مانا ہے کیا مولوی محمد علی صاحب نے حضرت محمد مصطفےٰ کو اسلئے خدا کا رسول مانا ہے کہ دوسرے لوگوں کو کافر سمجھیں اور خدا پر اسی لیئے ایمان لائے ہیں کہ تا دوسروں کو کافر کہہ سکیں واللہ باللہ میں تو اس نیت سے ایمان نہیں لایا بلکہ اسلئے کہ خدا کے فرستادہ کو اس حیثیت اور مرتبے میں ماننا فرض ہے جس میں وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا۔ مولوی محمد علی صاحب اگر دوسروں کا اتنا پاس رکھتے ہیں کہ جس مرتبہ کے ماننے سے دوسروں کا کافر ہونا لازم آئے وہ نہیں ماننا چاہیئے۔ تو پھر وہ حضرت محمد مصطفےٰ کی رسالت سے بھی انکار کر دیں اور لوگوں کو وعظ کریں کہ کیا اتنا کافی نہیں۔ کہ

حضرت محمد مصطفےٰ کو سب سے بڑا مقنن سب سے بڑا مصلح و ریفارمر مانیں حضرت مسیح ابن مریم سے افضل جانیں نبوت کاملہ آپکی طرف منسوب کرکے سوا اسکے کچھ تمہارے ہاتھ نہیں آئیگا کہ آپکی بیعت (امت) میں جو لوگ شامل نہیں وہ کافر بنجاینگے (صفحہ ۴۳ تمہید النبوۃ فی الاسلام)

آخر میں اپنے ایک معزز و مکرم کی ایک بات بیان کر دیتا ہوں جو اس مضمون کے لکھتے ہوئے انہوں نے مجھ سے بیان کی۔ کہ صاحب ہدایہ نے شاہی دربار میں کسی مولوی کے سوالوں کے چالیس جواب دئے وہ ۳۹ کو تو کھا گیا اور صرف ایک جواب کو کمزور دیکھکر اس پر جرح کردی اور عوام الناس کو غلطی میں ڈالدیا۔ یہی حال ہمارے مولوی محمد علی صاحبکا ہی کہ القول الفصل میں کتنی باتیں تھیں سب کو چھوڑ کر ایک بات از خود گھڑ لی۔ کہ گویا ہمارا مذہب ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے آپ جزئی نبی تھے۔ بعد ازاں نبوت کاملہ دیگئی پھر آپنے اس پر جرح شروع کردی اور عجیب عجیب سوالات کئے گویا اپنی تمام قابلیت قانون دانی کو ان سوالات جرح پر جو انہی کی خود ساختہ بات پر ہو سکتے ہیں خرچ کردیا۔ جب اسکا جواب حقیقۃ النبوۃ کی صورت میں شائع ہوا تو اب یہ شور مچا دیا ہے کہ حضرت اقدس کے پندرہ سال کے عقائد و دلائل و کتب پر پانی پھیر دیا حالانکہ حقیقۃ النبوۃ میں کئی بار لکھا گیا کہ بلحاظ تفصیلی کیفیات و تشریحات کے آپکا دعویٰ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور دلائل اول سے آخر تک برابر قائم ہیں۔ اور ان میں کچھ بھی منسوخ نہیں۔ صرف نبی کی تعریف کے عقیدے میں تغیر کیا ہی سو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپنے کوئی دلیل نہیں دی کہ آنحضرت صلعم کے فیض اتباع سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد یہ نہیں کہا کہ مسیح موعود کے لئے جدید شریعت یا براہ راست نبوت لانا ضروری ہے اور یہ بات میرے میں پائی جاتی ہے۔

ایک اور مطالبہ مولوی محمد علی صاحبکا ہے کہ سنہ ۱۸۹۹ء سے پہلے بیعت کرنے والا قسم کھا جائے کہ حضرت اقدس کی زندگی میں ایک غلطی کے ازالہ سے یہ سمجھا گیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ بدل گیا آج انکی سابقہ تحریریں منسوخ ہوگئیں۔ آج انکے قرآن و حدیث کے دلائل جن سے سینکڑوں صفحے پر ہیں۔ ردی کی طرح ہوگئے۔ اسکے جواب میں عرض ہے کہ میں ثابت کرچکا ہوں نہ مسیح موعود کی سابقہ تحریریں منسوخ ہو گئیں نہ قرآن و حدیث کے دلائل کے سینکڑوں صفحے ردی ہوئے اور نہ کسی امر کی صداقت کے لئے یہ ضروری ہے کہ نبی کی زندگی ہی میں اسکو سمجھ لیا جائے۔ مگر میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ایک غلطی کے ازالہ سے میںنے سمجھا تھا کہ حضرت اقدس نے کھلا کھلا نبوت کا دعویٰ کردیا ہے اور میں اسی وقت سے حضرت مسیح کو رسول اللہ۔ نبی اللہ کہنے لگ گیا تھا۔ اور یہی حق تھا اور یہی حق ہی و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

چند حل طلب معموں کا حل

میں اس مضمون کو ختم کر کے کاتب کے حوالہ کر چکا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کا مضمون چند حل طلب معمے دیکھکر میں بہت خوش ہوا کیونکہ اس میں میرے مضمون کے بعض کلمات کی مکرر تصدیق ہوتی ہے ایک تو یہ کہ انکار خلافت کے بعد آپکی عادت ہو گئی ہے کہ خود ہی ایک غلط فہمی پیدا کریں اور پھر اسپر سوالات مرتب کریں۔ دوم یہ کہ جب کسی دلیل کا جواب نہ آئے تو اس سے قطع نظر کر کے چند نئے سوالات پیدا کر دیتے تاکہ اصل بحث میں خلط ہو جائے چنانچہ اب آپنے تیس سوالات کئے ہیں اور اس طرح پر پبلک کی توجہ اس بات سے ہٹانا چاہتے ہیں کہ حقیقۃ النبوۃ کا جواب میرے ذمے ہے

اول۔ آپنے القول الفصل صفحہ ۲۴ و ۲۵ سے چند فقرات کو اتوڑ کاٹ میں سے کر یہ خیال پیدا کرنا چاہا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے دربارہ نبوت اپنا عقیدہ بدلنا افتراءً حضرت مسیح موعود کے ذمہ لگا دیا۔ حالانکہ حضرت صاحبزادہ اولوالعزم حضرت مسیح موعود کی عبارت کو بتمامہ نقل فرما چکے ہیں اور اب اسکا حاصل مطلب بیان کرنے میں لفظ بہ لفظ نقل کی ضرورت نہ تھی (دیا) پھر آپ ”بعد میں متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا“ کی بنا پر کہتے ہیں کہ ان الہامات کا پتہ بتاؤ۔ کیونکہ تمپر ذمہ واری ہے کہ اس وحی کا پتہ دو جن کے رو سے مسیح موعود نبی بنے۔

یہ اعتراض مولوی محمد علی صاحب نے دراصل مسیح موعود پر کیا ہے کیونکہ حضور مغفور حقیقۃ الوحی ۱۴۹۔۱۵۰ پر اس سوال کے جواب میں (کہ پہلے آپ کہتے تھے مجھے مسیح پر جزوی فضیلت ہے اور اب آپ کہتے ہیں کہ تمام شان میں بڑھکر ہوں) فرماتے ہیں۔ ”اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے × × × مگر بعد میں[1] جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا“

اب جبتک آپ زبان سے حضرت مرزا صاحب کو صادق مانتے ہیں آپکا بھی فرض ہے کہ وہ بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی بتائیں جس میں کم از کم آپ ہی کے خیال کے مطابق یہ ذکر تو ہو کہ تو مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہے۔ اگر آپ ایسے الہامات پیش نہیں کر سکتے تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ گویا حضرت

[1] خوب غور کر کے دیکھ لو مولوی محمد علی صاحب نے جس فقرہ پر اعتراض کیا ہے وہ دراصل حضرت اقدس کا ہے۔ نہ کہ صاحبزادہ صاحب کا پس جسقدر بھی مطالبہ ہے وہ دراصل مسیح موعود سے ہے اور تعجب ہے کہ آج انکی وفات کے بعد یہ شوخی کیا ہے پہلے یہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی

مسیح موعود کے صادق القول ہونے پر حملہ کر رہے ہیں کیونکہ ایک طرف آپکا یہ اعتقاد ہے کہ تمام الہامات کا اظہار نبی کیلئے ضروری ہے دوسری طرف وہ وحی جو بعد میں (اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ "اوائل کے مفہوم میں تریاق القلوب کی طبع کا زمانہ بھی شامل ہے") بارش کی طرح نازل ہوئی (یقیناً ایسی وحیوں کی تعداد بہت زیادہ ہونی چاہیئے) اس میں سے ایک وحی بھی آپ پیش نہیں کر سکتے۔ جو ان الفاظ میں ہو کہ تو مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہے ہمارے عقیدہ پر تو کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ ہم تو نہ نبی کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ تمام الہامات کو ظاہر کرے اور نہ ہمیں مسیح موعود کے صادق القول ہونے میں شبہ ہے جب وہ فرماتے ہیں کہ بارش کی طرح وحی نازل ہوئی تو ہم کہتے ہیں آمنّا کچھ ضرورت نہیں کہ ہم اپنے آقا و ہادی سے مطالبہ کریں کہ اصل الفاظ میں وہ وحی الگ الگ شائع کرو۔

دوم۔ آپ نے حقیقۃ النبوۃ کو غور سے نہیں پڑھا۔ آپکے اس خدشہ کا ازالہ کیا جا چکا ہے دیکھو صفحہ ۱۲۷

"لیکن بعد میں جب بار بار مجھ پر وحی نازل ہوئی اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا تو مجھے اپنا عقیدہ بدلنا پڑا۔ اب یہ بات تو ظاہر ہے کہ نبی کے نام سے تو حضرت مسیح موعود کو براہین کے زمانہ سے یاد کیا جاتا تھا پس صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ آپکو پہلے نبی کا خطاب دیا گیا بعد میں دیا گیا اسلئے فضیلت کا عقیدہ بدل دیا۔ بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے بھی نبی کے نام سے آپکو پکارا تو جاتا تھا لیکن آپ اسکی تاویل کرتے رہتے تھے لیکن جب بار بار الہامات میں آپکو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول کے نام سے پکارا تو آپکو معلوم ہوا کہ آپ واقعہ میں نبی ہیں غیر نبی نہیں جیسا کہ پہلے سمجھتے تھے اور نبی کا لفظ جو آپکے الہامات میں آتا ہے صریح ہے قابلِ تاویل نہیں۔ پس اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپکو نبی کا خطاب نہ دیا گیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ بار بار کی وحی نے آپکی توجہ کو اسطرف پھیر دیا کہ تیئیس سال سے جو مجھکو نبی کہا جا رہا ہے تو یہ محدث کا دوسرا نام نہیں بلکہ اس سے نبی ہی مراد ہے"۔

کیوں اب تسلی ہوئی یا نہیں اور کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ کافی غور کرنے سے پہلے ہی آپ دوسروں کی تحریروں کا جواب شروع کر دیتے ہیں۔

اب **دوسرے سوال** کو لیجئے جس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس شبہ کہ حضرت مسیح موعود نے نزول جبریل کو نبوت کے لئے شرط ٹھہرایا ہے کا ازالہ بھی ان الفاظ میں کر دیا کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳ پر ایک الہام درج ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکے پاس جبریل بھی آیا کرتا تھا۔ اب اس پر مولوی محمد علی صاحب خود بخود ایک غلط فہمی پیدا کرتے ہیں اور پھر اسکی بنا پر مرتب کردہ سوالات کا جواب حضرت صاحبزادہ صاحب سے چاہتے ہیں۔

اوّل یہ کہ ازالۂ اوہام صفحہ ۵۳۴ پر نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبریل ہیں اس سے مسیح موعود نے انکار کیا ہے پس ۱۹۰۱ء تک تو کم از کم آپ پر جبریل نازل نہ ہوا۔ **دوم** یہ کہ اس سے ثابت ہوا باوجود مسیح موعود ہونیکے قطعاً اور یقیناً آپکی وحی وحی ولایت تھی نہ وحی نبوت۔ **سوم** یہ کہ اسکے بعد وحی رسالت کب شروع ہوئی اسکا بتانا آپکا فرض ہے **چہارم** یہ کہ اس وحی رسالت کو ۱۹۰۶ء سے شروع کرنا پڑیگا۔ اور نبوت کے دعوے کی میعاد صرف دو سال کے قریب رہ گئی **پنجم** یہ معلوم ہوا کہ اس امت کے اولیاء پر نزول جبریل نہ ہوتا تھا۔

جوابات۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ جب انسان حق کی مخالفت کرتا ہے تو ایک فہیم سے ذہین شخص کی عقل ماری جاتی ہے ناظرین غور فرمائیں خود ہی ایک بات فرض کر لی ہے[ل] اور اسپر ایک عمارت کھڑی کر کے ساری ذمہ داری ہم پر ڈالی جاتی ہے۔

مولوی صاحب! اسلئے حضرت مسیح موعود ابتداء دعوے سے نبی اور بلحاظ نفس نبوت ایسے ہی نبی تھے جیسے انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام۔ پس نزول جبریل بھی آپ پر ابتداء دعویٰ ہی سے ہوتا تھا۔ ۱۹۰۱ء کے بعد یا ۱۹۰۱ء کے بعد یا ۱۹۰۶ء کے بعد شروع نہیں ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک الہام پیش کر کے صرف یہ بتایا تھا کہ خدا کی وحی میں یہ ثبوت و اقرار موجود ہے کہ آپ پر جبریل نازل ہوتا ہے اس وحی میں یہ نہیں لکھا کہ آج ہی جبریل آیا اور اس سے پہلے کبھی جبریل نہیں آیا بلکہ اس میں تو ایک امر واقعہ کا اظہار ہے اور شاید ایسے ہی منکران نبوت کے لئے اس بات کو ظاہر کیا گیا ورنہ یہ الہام وحی میں نہ بھی موجود ہوتا تو بھی نزول جبریل کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت اقدس کا تو یہ مذہب ہے کہ ولیوں پر بھی نزول جبریل ہی ہوتا ہے پھر رسولوں پر تو بالضرور ہونا چاہیئے۔ چنانچہ دیکھو توضیح مرام صفحہ ۷۰ تا ۷۱

مثلاً جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے۔ اسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں انہیں خدمات کے موافق نیّر سے لیجاتی ہیں سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک

[ل] پہلے آپنے یہ بات بنائی تھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا گویا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۲ء تک جزوی نبی تھے اور اسکے بعد کامل نبی بنائے گئے لیکن جب دلائل قاہرہ ثابت کیا گیا کہ آپکا یہ عقیدہ نہیں اور ایسا آپنے ہرگز نہیں لکھا کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۲ء تک جزوی نبی تھے بلکہ یہ لکھا تھا کہ مسیح موعود کو جب اللہ تعالیٰ نبی فرماتا تو آپ پرانے عقیدہ کی بنا پر اپنے آپکو نبی قرار دینے کی بجائے یہ معنی کر لیتے کہ نبی سے مراد صرف جزوی نبوت ہے (دیکھو القول الفصل صفحہ ۱۹) ندامت کیساتھ مولوی محمد علی صاحب کو اقرار کرنا پڑا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہی مراد تھی مگر صاف اقرار تو طریق صلحاء ہے اسلئے آپ لکھتے ہیں تو چلئے میں وہی لے لیتا ہوں جو آپ کہتے ہیں اسی طرح اب نزول جبریل کے بارے میں ایک نئی بات ہمارے ذمہ لگا دی ہے ۱۲

ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیئے)

لیکن اُسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت بڑا دائرہ اسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے متعلق ہے × × × کہ ہر یک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے × × × پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد تیاری وجود کے اس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے کمالات ممکنہ تک پہنچانے کے لئے کام کرتی ہے اس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو۔ وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے × × × ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر جبرئیل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وہی جبرئیل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا ہے لیکن ان دونوں وحیوں میں وہی فرق مذکورہ بالا آرسی کے شیشے اور بڑے آئینہ کا ہے یعنے اگرچہ بظاہر صورت جبرئیل وہی ہے اور اُسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر یک جگہ مادہ قابلہ ایک ہی وسعت اور صفائی کی حالت پر نہیں اور یہ جو اسجگہ میں نے صفائی کا لفظ بھی لکھدیا تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جبرئیلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت کے ہی متعلق نہیں بلکہ کیفیت کے بھی متعلق ہے یعنی صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے تمام افراد ملہمین کی ایک ہی مرتبہ پر کبھی نہیں ہوتی جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہیں رکھتے"

اس میں بتا دیا کہ نزول جبرئیل تو ادنےٰ سے ادنےٰ ولی پر بھی ہوتا ہے اور نبی پر بھی فرق تکدر و صفائی کیفیت و کمیت کا ہے چنانچہ اسی مفہوم کو ایک دوسرے مقام پر بھی ادا فرمایا ہے۔

"اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳۳)

پس جب مسیح موعود۔ ادنیٰ سے ادنیٰ ولی پر بھی نزول جبرئیل مانتے ہیں تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ اس امت کے اولیاء پر نزول جبرئیل نہ ہوتا تھا۔ یا یہ کہ آپ اپنے پر نزول جبرئیل سے کیونکر انکار فرما سکتے ہیں۔

لا محالہ جہاں انکار فرمایا ہے وہاں اسکے ساتھ کوئی اور شرط ہے اور وہ یقیناً وحی شریعت کی شرط ہے۔ یعنی آپنے جس وحی ونزول جبریل سے انکار فرمایا ہے وہ ایسی وحی ہے جس میں شریعت جدیدہ ہو چنانچہ اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۸/۵۷۹ پہ فرماتے ہیں۔ "پھر وہ بغیر وحی نبوت کے تفصیلات مسائل دینیہ × × × × × × کیونکہ قرآن شریف سے استنباط کرینگے اور یہ تو ظاہر ہو چکا کہ وہ حدیثوں کی طرف رجوع بھی نہیں کرینگے × × × یہ تمام تفصیلات انکو معلوم ہونگی جو بوجہ وحی رسالت ہونیکے کتاب اللہ کہلائینگے۔" اور نیز ایسی وحی ہے جو براہ راست حاصل کردہ نبوت پر نازل ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱۔ "اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے" دیکھو یہاں آپنے جس قسم کا نزول جبریل ممتنع ہے اسکو بہ پیرایہ وحی رسالت سے مختص کر دیا۔ اور رسالت سے مراد یہاں مسیح موعود کی وہی لیجائیگی جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ لیتے تھے۔ کیونکہ ایک غلطی کے ازالہ میں آپ فرما چکے ہیں۔ جس جس جگہ مینے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے وہاں مراد شریعت یا براہ راست[1] نبوت ہے پس یہ عبارت ازالہ اوہام یوں پڑھی جائیگی کہ **باب نزول جبریل اس پیرایہ میں کہ وحی شریعت لائے یا براہ راست نبوت (جو قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہ رکھتا ہو) کے مدعی پر مسدود ہے**

یہ بھی یاد رہے کہ نبوت تامہ کے معنے صفحہ ۱۹ توضیح مرام پر الحاملۃ لوحی الشریعۃ کے کئے ہیں۔ پس ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ کی عبارت۔ "نبی کی نبوت تامہ کے لوازم وحی و نزول جبریل مان لیا ہے"[2] اسلئے آپکی وحی وحی رسالت ثابت ہو گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کی یہ خوشی ایک عارضی خوشی ہے کیونکہ مسیح موعود نے اپنی وحی کو رسولوں کی وحی کی قسم میں داخل کیا ہے اور انہی کی وحی کی طرح اسے مصفی اور اضغاث سے پاک قرار دیا ہے دیکھو نزول المسیح صفحہ ۸۱۔ "جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک از قبیل اضغاث احلام وحدیث النفس نہیں ہے ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے۔" پھر دیکھو اربعین ۴ صفحہ ۱۱۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے اور دیکھو حقیقۃ الوحی ۳۹۱ جس میں آپنے اپنے آپکو دوسرے صلحاء امت محمدیہ سے ممتاز کر لیا ہے اور دیکھو الوصیۃ صفحہ ۱۲۔ اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے × × پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم × × × ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا × × × پس اس

[1] مستقل نبوت کے یہی معنے ہیں۔ دیکھو اخبار عام ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء

پر بعض افراد نے یہ بات کامل طور سے ثابت کی جاچکی ہے کہ یہاں بعض افراد سے مراد صرف حضرت مسیح موعود ہیں۔

دیکھو حقیقۃ النبوۃ (۲۳۹ تا ۲۴۳) باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونیکا خطاب پایا۔

یہ تمام حوالے زبردست ثبوت ہیں اس بات کا کہ آپ علیہ السلام اپنی وحی کو وحی ولایت نہیں بلکہ وحی رسالت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جو تمام نبیوں کے اتفاق سے نبوت کے نام سے موسوم ہے اسکی تعریف آپ پر صادق آتی ہے۔ اسی کیفیت و کمیت کا فرق آپنے وحی ولایت و وحی رسالت میں بتایا ہے۔ جیسا کہ توضیح مرام اور آئینہ کمالات اسلام سے نقل کیا گیا۔ پس یہ غلط ہے کہ ۱۸۹۱ء تک آپ پر جبریل نازل نہیں ہوا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ آپکی وحی وحیٔ رسالت نہ تھی اور یہ بتانا ہمارا فرض نہیں کہ وحی رسالت اسکے بعد کب شروع ہوئی۔ کیونکہ ابتداء دعوی سے یہی وحیٔ رسالت آتی تھی۔ اس سے آپ علیہ السلام نے انکار نہیں کیا اور جس عبارت سے ایسا نتیجہ نکالا جاتا ہے وہاں شریعت یا نبی کی وہ تعریف مراد ہے جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ فرماتے تھے اور یہ بھی غلط ہے کہ وحی رسالت کو سنہ ۱۹۰۱ء سے شروع کرنا پڑیگا اور یہ بھی غلط ہے کہ اس امت کے اولیاء پر نزول جبریل نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ نبوت کی میعاد صرف دو سال ہی ہے دوسرے الفاظ میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود مفتری تھے (نعوذ باللہ منہ) اور یہ بھی غلط ہے کہ جاءنی ائل کا الہام سنہ ۱۹۰۶ء سے ہے بلکہ یہ الہام ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء البدر جلد ۱۱ نمبر ۱۱ پر درج ہے اور حقیقۃ الوحی میں سب سے پہلے نہیں شائع ہوا جیسا کہ آپکو اسوقت معلوم ہوا ہے

تیسرا سوال آپکا یہ ہے کہ نبی کی تعریف صاحبزادہ صاحب نے یہ کی ہے جسے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جائے پس (۱) کثرت کی کوئی تعیین کیجئے مثلاً تین سو زیادہ اہم امور پر اطلاع ملجائے (۲) یہ ضروری ہے کہ جب پہلے نبی کو الہام شروع ہوں تو کچھ مدت تک اسکو مرتبہ ولایت ہی کا ہے۔ کیونکہ ایک آن میں کثرت مہیّا ہو نہیں سکتی۔ بلکہ کچھ وقت لے گی (۳) دوسری طرف ہر ولی الہام پاتا یا تا اگر عمر بیوفائی نہ کرے تو نبی ہو سکتا ہے (۴) جب ولی خاص اس حد تک پہنچیگا جہاں نبوت شروع ہو جاتی ہے جیسے مثلاً ۹۹ الہام ہو گئے۔ اور سو۱۰۰ الہاموں پر نبوت کا منصب عطا ہو جاتا ہے تو اب یا تو خدا تعالیٰ الہام کا دروازہ بند کر دے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ نبی نہ ہو جائے یا اسے فی الفور وفات دے ورنہ زبردستی نبی بن جائیگا۔

جواب معززنا ظرین! یہ تو آپکو معلوم ہے کہ نبی کی تعریف حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی تحریر نقل کی ہے مثلاً دیکھئے القول الفصل صفحہ ۵۔ "سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا ہے (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵)

کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے پس یہ اعتراض جن کی توقع کسی دشمن عنید سے ہو سکتی تھی آہ! آج ہم دیکھتے ہیں کہ ان اعتراضات   اعتراضات نہیں بلکہ تمسخرات کا کرنیوالا محمد علی ہے میں تمام جماعت احمدیہ کو اسطرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ خدارا اس قلب و دماغ کی نسبت اپنی رائے قائم کریں۔ جس سے یہ تمسخر اور یہ استہزاء نکلا ہے کیا اس میں ذرا بھی عزت مسیح موعود اور اسکے کلام کی ہے اور کسی احمدی سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کے کلام پر یوں تمسخر اڑائے۔ مولوی محمد علی صاحب سے مخفی نہ رہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب حقیقۃ النبوۃ میں ان سوالات کا جواب دے چکے ہیں دیکھو صفحہ ۵۶

"جس میں یہ بات پائی جاوے کہ وہ عظیم الشان واقعات کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پا کر لوگوں تک پہنچائے اور اسکا نام اللہ تعالیٰ نبی بھی رکھے تو وہ نبی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کی شرط اسلئے ہے کہ **اس امر کا فیصلہ کہ اخبار غیبیہ جو کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ بتائے۔ انکی اہمیت اور کثرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے**۔ علاوہ ازیں × × × اگر انسان آپ ہی اس بات کا فیصلہ کر لیا کریں کہ کس پر اسقدر اظہار غیب ہوتا ہے کہ وہ نبی کہلا سکے تو بہت سے لوگ چند خوابوں یا چند الہامات کی بنا پر اپنے آپکو نبی قرار دیکر ان خصوصیات کے وارث بنجائیں اور ایک خطرناک تباہی آجائے × × × اگر نبی کا نام خدا تعالیٰ نہ رکھے تو بہت سے لوگ جنکو چند رؤیا ہو چکی ہوں اپنے آپکو نبی قرار دے کر دنیا پر اپنے قول کو حجت قرار دیں × × × نبوت ایک موہبت الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے کہ کسی شخص کو جو امور غیبیہ پر اسقدر اطلاع دی ہے یا نہیں کہ وہ نبی کہلا سکے۔ اور یہ کہ ایک خبر دینے والے کی اخبار ایسی مہتم بالشان ہیں یا نہیں کہ انکی وجہ سے اسے نبی کہہ سکیں × × × نبی وہی ہوتا ہے اور وہی ہو سکتا ہے جو ایسے امور غیبیہ پر کثرت سے مطلع کیا جائے جو خاص **اہمیت اور عظمت** رکھتے ہوں"۔ (۵۶-۵۷)

پھر دیکھو صفحہ ۷۰ جس میں آپنے بتایا ہے کہ درحقیقت آیت لا یظہر علیٰ غیبہٖ میں ان تینوں شرائط کا مفہوم آجاتا ہے × × × اور نبی کا نام خدا کی طرف سے رکھا جانا بھی اسی آیت سے ثابت ہے × × × اور جب کہ اللہ تعالیٰ رسول کو رسلہ میں اپنی طرف نسبت دیتا ہے تو یہ بات ثابت ہے کہ نام بھی وہ خود ہی رکھتا ہے ورنہ دوسرے اشخاص کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص اب اس درجہ کو پہنچ گیا ہے پس کثرت سے اظہار امور غیبیہ

کا ہونا ایک ایسی شرط ہی جو درحقیقت ایک ہی شرط نبوت ہے اور دوسری دونوں شرطیں اسی کی تشریح ہیں۔

ان دونوں حوالوں سے آپکے تمام اعتراضوں کا جو آپنے حضرت اقدس مسیح موعود کے کلام پر کئے قلع قمع ہو گیا ہے آپ کہتے ہیں کثرت کی تعیین کرو ہم کہتے ہیں اسکی تعیین وہی جانتا ہی جو نبوت عطا فرماتا ہی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ پس وہ جسے نبی کا خطاب دیگا برحق و برمحل دیگا۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنی اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں (۲) اور پہلے مرتبہ ولایت کا رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خوب جانتا ہی کہ یہ نبوت کا اہل ہی اسلئے کثرت مکالمہ مخاطبہ کا مستحق (۳) ہر ولی نبی نہیں کیونکہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کے ساتھ دوسری شرطیں بھی ہیں (۴) الہام کرنیوالا اگر الگ خدا ہو اور نبوت دینے والا الگ تو یہ ڈر ہو سکتا ہی ۹۹ کی بجائے ۱۰۰ الہام ہو گئے تو یہ نبوت پا جائیگا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کی نعمت دیگا ہی اسے جو نبوت پانے کا مستحق ہو گا۔ نبوت کا نتیجہ کثرت مکالمہ مخاطبہ ہی نہ کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نتیجہ نبوت۔ بادشاہ اپنے خاص مقربین ہی سے زیادہ باتیں کیا کرتے ہیں نہ کہ ادنے سے کیا بادشاہ بعض ملازمین سے اس خوف سے زیادہ باتیں نہیں کیا کرتے کہ پھر یہ وزیر اعظم بنجائیگا ہرگز نہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ تعلق ہی نہیں کہ زیادہ مکالمہ ہو پس ولیوں سے جو مکالمہ مخاطبہ کم ہوتا ہی تو یہ اس خوف سے نہیں کہ پھر خدا کو ضرور انہیں نبی بنانا پڑجائیگا بلکہ وہ جتنے انعامات کے قابل و مستحق ہوتے ہیں اتنے انہیں دئیے جاتے ہیں اور یہ جو آپنے از خود بنالیا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے نزدیک وحی ولایت اور وحی رسالت میں کوئی فرق **کیفیت** کے رنگ میں نہیں، بالکل غلط ہی جو حوالے مینے حقیقۃ النبوۃ سے دئے ہیں ان میں اہمیت اور عظمت کے الفاظ کو مینے موٹا کر دیا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمیت کے علاوہ کیفیت کا فرق بھی ہی اگر کوئی کہے کہ بحث القول الفصل میں ہی تو مخفی نہ رہے کہ اسکے صفحہ ۵ پر جو تعریفیں نبوت کی حضرت مسیح موعود کی طرف سے نقل کیگئی ہیں ان میں یہ لفظ ہی دیکھو سطر ۱۴-۱۵۔ وہ تعریف جو الوصیت سے نقل کی گئی ہی پس یہ افتراء ہے کہ ہم کثرت کے علاوہ کیفیت کا فرق نہیں کرتے۔ اور اسی سے آپکا یہ اعتراض بھی حل ہو جاتا ہے کہ جب تک کثرت نہ ہو مورد وحی ولی ہی رہیگا۔ کیونکہ کیفیت وحی۔ وحی ولایت اور وحی رسالت میں فرق کر دیگی گو اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ جو نبی ہوتا ہے آخر وہ پہلے ولی ہی ہوتا ہی۔ انسان صالح صالح شہید۔ صدیق۔ یہ سب مراتب طے کر کے ہی نبی ہوتا ہے اور مبشرات سے رؤیا صادقہ بھی ہی۔ اسی واسطے اسے چالیسواں حصہ نبوت کا لکھا ہے اور ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں کہ وہ پہلے ولی رہا یا نہیں

(۱) حقیقۃ النبوۃ میں سمجھا دیا گیا ہی کہ نبی ایک درجہ تقرب کا نام ہی جب وہ نبی مرسل بنیگا تو اللہ تعالیٰ اس سے بکثرت مکالمہ مخاطبہ فرمائیگا

کیونکہ پھر اسکا ماننا اسی وقت فرض ہوگا اور اسی وقت اسکے انکار (اعاذ باللہ منہ) سے کفر کا فتویٰ لگیگا جبکہ وہ یہ دعویٰ کریگا کہ مجھو خدا نے نبی کا خطاب دیا۔ اور جسے اللہ تعالیٰ یہ خطاب دیگا۔ اسکے ساتھ ضرور کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہوگا ومن اصدق من اللہ قیلا۔ پس یہ علامت ہے اسکی نبوت کی کہ خدا اسکے ذریعہ بہت سی آئندہ کی خبریں دیتا ہو اور خدا کی طرف سے دعوت الایمان اسی وقت دلائی جائیگی جب ۵ وہ نبوت کا نام پانیکا مستحق ہوگا۔

اسی ضمن میں

مناسب معلوم ہوتا ہی کہ آپکے دوسرے سوالات کا جواب بھی ہو جائے جنکا تعلق حضرت صاحبزادہ صاحب کی ذات سے ہے مثلاً آپ نبوت کی تعریف کا ایک فقرہ "کثرت مکالمہ مخاطبہ" لے کر اسپر مکتوب محمود مندرجہ الفضل ۱۱ر جون ۱۹۱۴ء سے یہ عبارت پیش کرکے کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہی اور کثرت سے اللہ تعالیٰ مجھے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہی۔

طرح طرح سے ہنسی اڑاتے ہیں (۱) پس آپ پر نبی کی تعریف صادق آتی ہی کیا آپ درحقیقت نبی ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو خدا نے اطلاع کیوں نہیں دی۔ اگر نہیں تو آپکی اصطلاح درست نہ ہوئی (۲) آپ تو مصلح موعود بھی کہلوتے ہیں سنا گیا ہی کہ بعض مریدین آپکو نبی کہتے ہیں (۳) اگر خدا اسے باوجود کثرت امور غیبیہ پر اطلاع کے نبی نہیں کہتا تو معلوم ہوا۔ اسکے سوا اور کچھ بھی ہی یا ملہم نے جھوٹ بولا (۴) القول الفصل میں آپنے لکھا ہی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بار بار بتایا ہی کہ میں خلیفہ ہوں۔ اور دوسری طرف آپکو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانیکا دعویٰ ہی اور خلیفہ کے معنے نبی بھی آپ مانتے ہیں پس آپ نبی کیوں نہیں کہلاتے شاید آپ (صاحبزادہ) کو بھی حضرت مسیح موعود کی طرح غلطی لگ رہی ہو اور جب اللہ آپکو بار بار خلیفہ کہہ چکا ہی تو ہمیں کافر کیوں نہیں کہتے۔

اما الجواب۔ نبی کی تعریف صرف یہی نہیں کہ مطلق کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف (یہ بات تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے محدثوں میں بھی مانی ہی دیکھو حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۳

صدیق اسے کہتے ہیں جو شہید سے بڑھکر صداقت پر اپنے آپکو قائم کرے اور ایسا صدق ظاہر کرے کہ اللہ تعالےٰ کے کلام سننے کا بہت زیادہ مستحق ہو جائے اور ایسے آدمی پر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی بارش نازل کرتا ہی اور یہ محدث کا آخری درجہ ہوتا ہی اور یہ درجہ امت محمدیہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے پایا ہی۔

بلکہ اسکے پانے کے بہت سے شرائط ہیں حقیقۃ النبوۃ کا صفحہ ۸۱

نبی لغت عرب اور قرآن کریم کے رُو سے اسے کہتے ہیں جو (۱) اللہ تعالےٰ سے کثرت سے امور غیبیہ کی اطلاع پائے (۲) جن غیب کی خبروں کی اطلاع اسے دیجائے وہ نہایت عظیم الشان قومی تباہیوں اور ترقیوں

۵ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس مدعی نبوت کی راستبازی کے اور بہت سے نشان دکھدیتا ہی جن سے وہ صادق اور کونوا مع الصادقین کے امر کی تعمیل کا مورد ثابت ہوتا ہی ۱۲

پر مشتمل ہوں (۳) یہ کہ خدا تعالیٰ نے اسکا نام نبی رکھا ہو"

پس حضرت صاحبزادہ صاحب کو نبوت کا مدعی یا نبوت کی تعریف کے مطابق نبی نام پانیکا مستحق ثابت کرنے کے لئے صرف کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع کا دعویٰ دکھانا کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی کہ وہ کثرت عند اللہ کثرت ہے دوم یہ کہ وہ امور غیبیہ عظیم الشان قومی تباہیوں یا ترقیوں پر مشتمل ہیں۔ سوم یہ کہ خدا نے نبی کا خطاب آپکو دیا ہے جب یہ باتیں ثابت نہیں نہ انکا دعویٰ ہے تو پھر اعتراض ھبآءً منثوراً ہوئے اور یہ اصطلاح بالکل درست نکلی اور یہ قول آپکا بالکل جھوٹ نکلا کہ نبی کی تعریف صاحبزادہ صاحب پر صادق آتی ہے کیونکہ نشان فضل کا جواب ابھی تک آپسے یا آپکے کسی مداح سے نہیں ہو سکا۔ دوم آپکو ثابت کرنا چاہیئے کہ ہمارے نزدیک مصلح موعود کیلئے نبی ہونا بلکہ مامور ہونا بھی شرط ہے (۳) باوجود کثرت امور غیبیہ جب اور شرائط بھی ہیں تو ملہم کے یہ کہنے سے کہ وہ کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیا جاتا ہے اور نبی نام نہ پانے سے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ کثرت کا لفظ تو اپنے خیال کے مطابق ہے جو چند الہامات پر بھی اطلاق پا سکتا ہے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی اتنے امور غیبیہ پر اطلاع کا نام کثرت ہی رکھتا ہے۔ نبی کی تعریف میں تو وہ کثرت معتبر ہے جسے خدا کثرت کہے اور اپنے طور پر کسی چیز کو کثیر کہہ لینا کوئی شرعی جرم نہیں ہر ایک کا اپنا خیال اور اپنا محاورہ ہے۔[1] سوال کے چوتھے حصہ کو حل کرنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مامور عام ہے اور نبی خاص۔ مامور کا لفظ نبی اور مجدد دونوں کو شامل ہے اور خلیفہ بھی عام ہے خلیفہ نبی بھی ہوتا ہے جیسے حضرت موسیٰ کا خلیفہ مسیح بن مریم مامور مگر غیر نبی بھی جیسے مجددین امت محمدیہ اور غیر مامور بھی جیسے حضرت ابوبکر یہ تقسیم میں نے آپکے مسلمات کی بنا پر کی ہے اسلئے حضرت مسیح موعود یا قرآن و حدیث کے حوالے دینے کی ضرورت نہیں آپ مجددین کو مامور سمجھتے ہیں اور دوسرے انبیاء پر مامور کا لفظ بولتے ہیں آپ حضرت عیسیٰ کو حضرت موسیٰ کا خلیفہ اور پھر نبی بھی سمجھتے ہیں۔ آپ حضرت ابوبکر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ مانتے ہیں اور انہیں مامور نہیں سمجھتے۔ پس اب حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے تین فقرات کا مطلب سمجھنا آسان ہے اور جو معنے وہ اپنے فقرے کے خود کرتے ہیں اور سیاق و سباق بھی اسی کا مؤید ہے اسکے خلاف کسی کو حق نہیں کہ کوئی معنے کرے۔

اپریل ۱۱ ۱۹۱۱ء کو فرمایا "مسلمان وہ ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے" یہاں ماموروں سے مراد انبیاء ہیں کیونکہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ مذہب اسی مضمون اور دیگر مضمونوں سے ثابت ہے کہ وہ انبیاء کے منکروں پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں کسی مجدد و مامور کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔

[1] اسی الہام دوسرے موقع پر اس کثرت کو چند فرمایا ۱۲

(۳) مصلح موعود کا ذکر تو انکی زبان پر نہیں آنا چاہیئے

۱۴ لار جون ۱۹ئہ کو فرمایا:۔ "اگر مجھے وحی ہو تو میرا منکر کافر ہو۔ نہ کہ فاسق" یہاں خلیفہ اور وحی پانے سے مراد نبی ہے کیونکہ آپ نبیوں ہی کے منکر کو کافر کہتے ہیں اور مولوی محمد علی صاحب النبوۃ فی الاسلام کی تمہید میں خود لکھ چکے ہیں کہ تم حضرت مسیح موعود کو کامل نبی اسی لئے بناتے ہو کہ لوگوں کو کافر بناؤ۔ اگر ہمارا یا حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ مذہب ہوتا کہ مامور غیر نبی کا منکر بھی کافر ہوتا ہے تو آپ کے خیال کے مطابق ہمیں ضرورت نہ تھی کہ مسیح موعود کو کامل نبی کہیں پھر دیکھو خود حضرت صاحبزادہ صاحب نے ۱۷ر جنوری ۱۵ء کے خط میں اسکی تشریح کر دی ہے۔

"یہ یاد رہے کہ ہر رسول اور نبی مامور ہے ہر مامور رسول یا نبی نہیں اسی لئے حضرت صاحب اپنے آپکو مامور بھی کہتے تھے۔ میرا اب تک یہی مذہب ہے کہ صرف انبیاء و رسل کا منکر کافر ہوتا ہے غیر مامور خلیفہ یا مامور خلیفہ کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہوتا ہے × × × اور یہ جو میں نے کہا کہ اگر میں مامور ہوتا تو میرے منکر کافر ہوتے یہ مامور و خلیفہ نبی سے مراد تھی کیونکہ مامور اور خلیفہ سے مراد نبی بھی ہوتی ہے اور یہ لفظ عام ہیں"

دیکھئے کیسی صاف تشریح ہے اب اسے لغو وہی کہہ سکتا ہے جس کا دل سیاہ ہو کیونکہ آپ نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی فرمائی جو سب اہل حق کے نزدیک مسلم ہے بلکہ جن کی طبیعت میں زیغ ہے وہ بھی اسکے ماننے پر مجبور ہیں کیونکہ واقعات ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی مامور نبی یا مامور غیر نبی۔ مامور خلیفہ۔ غیر مامور خلیفہ نبی خلیفہ سب اقسام مانتے ہیں۔

اب آپ اپنے سوال پر نظر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بار بار بتایا ہے کہ تو خلیفہ ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ آپ نبی بھی ہوں کیونکہ خلیفہ غیر مامور بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ آپ مامور خلیفہ ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو بار بار بتانا کہ تو خلیفہ ہے اس بات کا مستلزم نہیں کہ نہ مامور ہے کیونکہ الہامات تو غیر ماموروں کو بھی ہوتے ہیں اس امت محمدیہ کے کئی ایسے اولیا ہیں۔ جو مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تھے مگر مامور نہ تھے صرف کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانا بھی نبی کا مستحق نہیں بنا دیتا۔ اور صرف اس بات سے کہ خلیفہ کے معنے نبی بھی ہیں آپ نبی نہیں ہو سکتے جیسے کہ حضرت عمر محدث تھے مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مشرف خلیفہ بھی تھے مگر نبی نہ تھے خود اپنے نفس پر غور کر لو کہ خلیفہ تو بنتے ہو مگر نبی نہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کو کیوں شوق ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نبی ہوں۔ آپ نے تو بہر حال

انکار ہی کرنا ہے بما کذبوا من قبل پس یہ فرض تو آپ اب بھی ادا کر رہے ہیں۔ جن گالیوں کی ابتدا آپ کے مبارک
ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اسے بھی آپ کے قابل و پر جوش دوستوں نے کمال تک پہنچا دیا ہمیں بائیکاٹ کر دینے
کے لئے بھی آپکی چھٹی ۶ ر فروری والی شائع ہو چکی ہے سختی کرنیکا ریزولیوشن بھی پاس ہو چکا ہے آپ کے مخلص آپکی
سنت پر حرامزادہ اور بے ایمان کہنے سے بھی نہیں ٹلتے اب اور کونسا پہلو تکذیب اور تشدد اور ایذا دہی
کا باقی ہے جو آپ اختیار کرنا چاہتے ہیں اور سوائے اسکے کہ سیدنا محمود نبی ہو جائیں منصۂ شہود پر نہیں آ سکتا
اگر آپکو صرف کافر بننے کا ہی شوق ہے تو حضرت محمود کے نبی بننے پر ہی موقوف نہیں یہ مطلب و مقصد دیگر
آپکا اور طرح سے بھی حاصل ہو سکتا ہے مثلاً کافروں کے کفر کی نفی بھی وجہ کفر ہے کسی مسلمان کو مسلمان کو
کافر کہنے والا کہکر کافر بنانا بھی وجہ کفر ہو سکتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کا بتانا اور اللہ کی وحی میں بھی عموم و خصوص کی نسبت ہے بتانا تو یوں ہے
کہ مثلاً کسی آیت قرآنی سے آپکی خلافت کا ثبوت ہو کسی الہام مسیح موعود سے یہ ثابت ہو کہ آپ خلیفہ
ہیں رؤیا میں آپ پر منکشف کیا جائے کہ آپ خلیفہ ہیں یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا گیا کہ سیدنا محمود
پر خدا کی وحی نازل ہوئی کہ اے محمود تو خلیفہ ہے اور یہ تو میں کہہ چکا ہوں اگر ایسا ہو بھی تو بھی آپ کا اس سے
نبی ہونا لازم نہیں آتا یہ آپکا کہنا کہ سنا گیا ہے مرید آپکو نبی کہتے ہیں افسوسناک ہے کیونکہ کفیٰ بالمرء کذبا
ان یحدث بکل ما سمع کے نیچے لاتا ہے القول الفصل میں اسکی تردید کی گئی اور ثبوت طلب کیا گیا۔ مگر
اعتراض سے باز نہیں آئے کیا یہ تقویٰ ہے۔ ان تین سوالوں کے جواب میں آپ کے بہت سے سوالوں کے جواب آگئے باقی
چند متفرق باتیں ہیں۔ (۱) صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے کہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ
لائیگا یا تباہ کر دیگا اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہینگے اسپر مولوی محمد علی صاحب لکھتے
ہیں جب منکر کوئی رہیگا ہی نہیں تو پھر دوسرا الہام کیونکر سچ ہو سکتا ہے دیکھئے آپنے اس میں دو غلط فہمیاں
ڈالی ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب تو فرماتے ہیں میرے مخالف اور خود آپنے پیغام اخبار میں لکھا ہے کہ اس سے ان
سے مراد ایذا دینے والے کافر کہنے والے اور واجب القتل سمجھنے والے ہیں اور اب آپ اسے صرف منکر کے معنی
میں لیتے ہیں۔ حالانکہ عذاب شوخی و شرارت پر آتا ہے۔ اختلاف مذہب سے نہیں آتا۔ (۲) تباہ کے معنی
مطلق نیست کر دینے کے آپنے لئے حالانکہ جب کوئی کہے کہ فلاں ساہوکار تباہ ہو گیا یا فلاں سلطنت تباہ
ہو گئی تو اس سے آپ ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود بھی مر گیا یا اس سلطنت کے تمام باشندے مر گئے

اور کوئی بھی زندہ نہیں رہا پھر یہ مان کر کہ تباہ کے معنے مرجانیکے بھی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگلا فقرہ جو اسی کے ساتھ ہے اور جو ایک ہی وقت میں ایک ہی عبارت[۱] میں کہا گیا ہے یعنی متبعین کا مخالفوں پر غلبہ۔ وہ تباہ کے دو معنوں میں سے ایک معنی کو متعین کر رہا ہے یعنی ایسا کمزور ہو جانا کہ قابلِ ذکر نہ رہیں پھر حضرت اقدس نے بھی اپنے مخالفوں کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور انکو بھی یہ الہام ہے کہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا۔ اسپر بھی آپکا اعتراض وارد ہوگا چنانچہ فرمایا الاشتہار مستقیناً یوحی اللہ القہار میں اسکے زمانے میں تمام ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام۔ تو کیا اسکے یہ معنے ہیں کہ اور کوئی دین رہیگا ہی نہیں پھر فرمایا۔ عیسے کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دینگے اور دنیا میں ایک مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ تو کیا فوق الذین کفروا کے مطابق کافروں کا وجود ہی نہ پایا جائیگا۔ (۲) آپ یہودیوں اور عیسائیوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں واضح ہو کہ پیشگوئی ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ایذائیں دیتے کاموں میں روکیں ڈالتے ہیں واجب القتل سمجھتے ہیں اور ہر وقت درپے آزار ہیں۔ اس میں کسی مذہب کی خصوصیت نہیں اور نہ فرد خاص کی جس میں ایسی اوصاف ہوں وہ اللہ کے نزدیک عذاب کا مستوجب ہوگا کیونکہ یہ کچھ آسمانی ہاتھوں سے ہونے والا ہے (۳) ان لوگوں سے بیعت لینا جو مسیح موعود کے منکر تھے پالیسی تھی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا نام پیش کریں۔ دوم۔ نواب محمد علیخان صاحب کی بیعت حضرت مسیح موعود نے باوجود اختلاف عقائد کے جو لی تھی تو یہ پالیسی تھی یا کیا ہے؟ (۴) ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود حقیقی نبی کا لفظ مسلمانوں کے عام اصطلاح کے مطابق استعمال کرتے تھے یا نہیں۔ جواب۔ عام لوگوں کو سمجھانیکے لئے ایسا فرماتے تھے تاکہ جب مجھے نبی کہا جائے تو معاً سمجھیں کہ اس میں شریعت نہیں براہ راست نہیں اور اسی بنا پر اپنے حقیقی نبی ہونے سے انکار بھی کیا۔ آپنے یہ بھی پوچھا ہے کہ جب حقیقی نبی کے معنے صرف صاحب شریعت کے ہیں۔ تو کیا بغیر صاحب شریعت نبیوں کو غیر حقیقی۔ مجازی کہہ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ حقیقی نبی آپ نے براہ راست نبوت پانیوالوں کو ہی فرمایا ہے دیکھو انجام آتھم صفحہ ۲۷۔۲۸ حاشیہ اسلئے ایسا کہنا جائز نہیں۔ (۵) تحفۃ الملوک میں تبلیغ شروع کی گئی ہے اور اس میں صاف بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے فرستادہ تھے

نوٹ[۱] اگر دو متفرق اوقات میں فرماتے تو پھر بھی اعتراض جائز نہ تھا کیونکہ اگر دو کلاموں کو ملا کر معنے نہ کئے جائیں تو یضل بہ من یشاء سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مضل بھی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ دوسرے موقعہ پر وما یضل بہ الا الفاسقین آیا ہے

دوم۔ کسی دعوے کو خاص ترتیب سے پیش کرنا اور بات ہی اور بالکل خواجہ صاحب کی طرح دعویٰ پیش ہی نہ کرنا بلکہ اسکا ذکر تک قابل سمجھنا اور بات (ب) ہمیشہ گفتگو مخاطب کے مسلمات سے شروع کی جاتی ہی **سوم**۔ یہ بالکل غلط ہی کہ صرف بطور مجدد پیش کیا ہی بلکہ صاف اور موٹے الفاظ میں مسیح موعود لکھا ہی دیکھو صفحہ ۱۳ اور صفحہ ۶۲ جس میں لکھا ہی ایک عظیم الشان انسان مبعوث کیا ہی جو اپنی شان میں مثل دافع ہی اور یہ وہ مسیح موعود ہیں جو مسیح موعود مانیگا لامحالہ نبی بھی مانیگا کیونکہ صحیح مسلم میں آنیوالے مسیح کا یہ وصف آیا ہی پھر دیکھو صفحہ ۶۵ تحفۃ الملوک وہاں حضرت کو آنحضرت صلعم ٹھہرایا ہی اور صاف لکھا ہی کہ ایک دفعہ صحابہ کرام میں آئی تو ایک دفعہ آنحضرت صلعم آخری زمانہ میں آئینگے اب اس سے زیادہ نبی اور رسول کس طرح کہا جائی جامع جمیع کمالات محمدیہ تو کہدیا صفحہ ۷۰ پر کامل بروز لکھا ہے صفحہ ۷۵ پر لکھا ہی معمولی مجدد نہیں (۴) حضرت صاحبزادہ صاحب کی رؤیا (اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مسیح موعود نبی ہے) کی بابت لکھا ہی کہ وہ حدیث النفس کیوں نہیں کیا قرآن مجید و حدیث آنحضرت پر عرض کرکے دیکھ لیا اسکا جواب یہ ہی کہ ہاں دیکھ لیا حضرت مسیح موعود نے قرآن مجید واحادیث صحیحہ کی بنا پر ہی لکھا ہی کہ یہ آیت (واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم) آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونیکی نسبت ایک پیشگوئی ہی (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷) وماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہی اور وہی مسیح موعود ہی (تتمہ صفحہ ۶۵) پھر دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱ خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلعم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی مشابہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی وہی مسیح موعود کہلائیگا۔ یہ عبارت ظاہر کرتی ہی کہ وہ مسیح موعود صرف نبیوں سے مشابہ نہیں ہوگا بلکہ وہ امتی ہونیکے باوجود نبی ہوگا اسی میں آپکے اٹھائیسویں سوال کا جواب ہے جس کی بنا پر آپ لکھتے ہیں کہ ایک اصطلاح دنیا میں اگر ایک انسان کے لئے ہی تو متوفیک کے معنے حضرت مسیح ناصری کے لئے آسمان پر اٹھا لینے کیوں نہیں؟ مولوی صاحب! غالباً ایسے اعتراضات غیر احمدیوں سے میل جول کی وجہ سے آپکے دل میں کھٹکتے رہتے ہیں جنہیں کسی نہ کسی پیرایہ میں آپ ظاہر کرکے اپنے دل کا حال بتلانے پر مجبور ہو جاتے ہیں یہی سوال آپ کو خاتم النبیین کی اصطلاح صرف حضرت محمد مصطفےٰ کے لئے ہونے پر پیدا ہو سکتا تھا۔ دوم یہ اصطلاح عام ہی مصداق ایک شخص ابتک ہوا یہ اور بات ہی۔ آپنے یہ بھی لکھا ہی کہ مسیح موعود کے سوا حدیثیں میں اور کسی کا نام نبی اللہ آیا نہیں اور نہ کوئی آپکے سوا خاتم الولایت ہوگا تو کیا اس صورت میں یہ کہنا جائز ہوگا کہ آنحضرت صلعم صرف تشریعی نبیوں کے خاتم ہیں اور مسیح موعود کل کا خاتم۔

مولوی صاحب! غور فرمائیں کہ یہ اعتراض سیدنا محمود پر ہے یا حضرت مسیح موعود پر کیا اس میں کچھ شک ہے

کہ حدیث میں مسیح موعود کے سوا کسی اور کا نام نبی اللہ نہیں آیا اور کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ مسیح موعود خاتم الخلفاء خاتم الاولیاء ہیں پس سوچو کہ یہ اعتراض احمدی کہلا کر احمد پر کون کر رہا ہے سنو! الوصیت میں حضرت اقدس نے فرمایا ہے

اس نبوت (نبوت محمدیہ) پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے × × × لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں × × × اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے × × × × ×

اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ × × × کمال درجہ تک پہنچ جائے × × نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے (صفحہ ۱۲) پس شریعت والی نبوت کا خاتمہ بھی ہے اور بغیر شریعت کے اس نبوت کا بھی خاتمہ ہے جو براہ راست ملے صرف آپ کے اتباع سے ملنے والی نبوت باقی ہے اور یہی وہ فیض نبی کریم ہے جو اب مسیح موعود کے ذریعے قیامت تک جاری ہے۔ اس نبوت کا دروازہ تو کھلا ہے اب کامل نبوت پانا یا جزوی۔ یہ نبوت پانے والے کی استعداد نفسیہ پر موقوف ہے نبی کریم خاتم الاولیاء ہیں مگر ان معنوں کے رو سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷-۲۸) مسیح موعود فرماتے ہیں۔ میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا (خطبہ الہامیہ) مسیح موعود نے جو کچھ پایا۔ آنحضرت صلعم سے پایا پس اصل چشمہ جسکی مہر سے قیامت تک یہ فیض جاری ہے نبی کریم ہی ہیں اور جس قسم کی نبوت بند ہے وہ بھی آنحضرت صلعم ہی کے اعزاز میں پس ہر پہلو سے نبی کریم ہی خاتم ہیں۔ (۷) آپ کہتے ہیں کیا قسم کھا سکتے ہو کہ کامل اتباع نبی کریم کا درجہ تیرہ سو برس تک کسی کو نہیں مل سکا۔ افسوس ہے کہ آپ کامل اتباع اور نبوت کو لازم ملزوم سمجھ رہے ہیں۔ نبوت تو موہبت الٰہی ہے صرف کامل اتباع اسکے حصول کا ذریعہ ہے۔ اب جسے وہ جل شانہ چاہے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل کر دے۔ اور وہ آئینہ بنا دے جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہو لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ (۸) آپ ہماری کثرت پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ مگر ہمنے کبھی مطلق کثرت کو دلیل صدق نہیں ٹھہرایا بلکہ یہ کہا ہے کہ نبی کی وفات کے بعد معاً ایک بڑا حصہ قوم کا گمراہ نہیں ہوتا حق پر قائم رہتا ہے ہم کوئی مدت مقرر نہیں کرینگے جبتک اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ترقی دینی چاہتا ہے اس میں زیادہ حصہ نیک لوگوں کا رکھتا ہے اور اگر کثرت کا اعتبار نہیں تو انجمن کا مسلمہ اصول کثرت رائے کا فیصلہ قطعی ہے غلط ٹھہرتا ہے پھر محاکمہ میں حضرت اقدس نے حنفی فقہ کے خدا کی مرضی کے مطابق ہونے پر جو دلیل دی ہے کہ کثرت اس طرف ہے وہ بھی باطل جاتی ہے باقی رہا یہ سوال کہ تین لاکھ نام لو جو تمہارے ساتھ ہے در اصل مسیح موعود پر حملہ ہے۔ کیونکہ ایک مدت

سے آپ کے دل میں یہ اعتراض کھٹک رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کی تعداد حضرت اقدس نے نعوذ باللہ غلط بتائی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جتنی بھی جماعت ہے اسکا کثیر حصہ ہمارے ساتھ ہے آپ زیادہ سے زیادہ تعداد اپنے ہمجولیوں کی پیش کریں ہم اس سے زیادہ ہم اپنی جماعت کی تعداد پیش کر دینگے اور یہ بھی غلط ہے کہ آپنے کبھی کثرت کو معیار نہیں ٹھہرایا الحکم میں آپکا خط چھپا

ہے جس میں آپ لکھتے ہیں۔ جب کوئی ایسا تنازعہ ہوگا × × میں یقین رکھتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا

اس سلسلہ کو ترقی دینے کا ہے اسلئے وہ ایسے موقعہ پر بڑے حصے قوم کو ناحق اور غلطی پہ نہ چھوڑیگا اور کیا آپ وہ اعلان بھول گیا جو آپ چھ ممبروں کے دستخط سے شائع ہوا تھا کہ ۹۵؍ حصہ قوم کا ہمارے ساتھ ہے (۹) مولوی محمد علی صاحب کے دل کو اس سے سخت صدمہ پہنچا ہے کہ حضرت صاحب کے الہامات کیوں زیادہ ہیں اسلئے آپ فرماتے ہیں کہ شائع شدہ الہامات کی تعداد اڑہائی تین سو سے زیادہ نہ ہوگی گو بعد میں کسی نے لکھا ہے کہ یہ حقیقۃ الوحی تک کے ہیں مگر پھر بھی یہ قول غلط ہے البشریٰ میں جو الہامات درج ہیں انکے نمبر بھی چھ سو سے متجاوز ہیں اور ہر نمبر میں چھ چھ بلکہ دس دس سے زیادہ الہامات ہیں اور اس طرح کئی ہزار الہامات بنتے ہیں اور کئی الہامات ہیں جو شائع نہیں ہوئے اور جس احمدی میں ذرا بھی تقویٰ باقی ہے وہ اس بات پر ہرگز قسم نہیں کھا سکتا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے تمام الہامات شائع ہوئے ہیں خود مولوی محمد علی صاحب بھی ناواقف نہیں ہونگے کہ بعض الہامات کے شائع نہیں ہوئے جو بعض احباب کو معلوم ہیں۔ پھر ایک ایک الہام بعض اوقات کئی کئی بار ہوا ہے۔ اس اعتبار سے بھی ہزاروں ایسے الہامات ہو سکتے ہیں جو شائع نہیں ہوئے۔ (۱۰) آپنے یہ بھی پوچھا ہے کہ حضرت صاحب کی وحی کو کیا درجہ حاصل ہے واضح ہو کہ وہی جو انبیاء علیہم السلام کی وحی کو ملنا چاہیئے البتہ شریعت محمدیہ میں کسی قسم کی ترمیم اور تنسیخ جائز نہیں اور نہ ان الہامات کے ایسے معنے جائز ہیں جن سے شریعت محمدیہ کا خلاف لازم آئے۔

ایسا نبی کہ جیسے محمدؐ خدایگاں

ماہ دسمبر کے تشحیذ الاذہان میں ایک شعر چھپا ہے ؎ پس جو نبی رسول نہیں مانتا اسے + ایسا نبیؐ کہ جیسے محمدؐ خدایگاں + اسکے معنی حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے نے یہ بنا کر کہ گویا مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدمقابل ٹھہرایا۔ مندرجہ ذیل زبردست دلائل سے اسکی تردید فرمائی ہے۔ ۱۔ گندے اور بیہودہ شعر ۲۔ اندھا مقلد اور پیرو۔ ۳۔ نابکار کذاب اشرؔ شاعر ۴ خبیث شاعر ۵۔ کروڑ لعنت ہے ۶۔ شیطان مرید۔ ۷۔ شتر بے مہار مرید اور جعلی و نقلی پیر (سیدنا محمود) اور اسی ضمن میں

مسیح موعود کی بھی دل کھول کر ہتک کرلی ہے اور انکی توہین کا جسقدر جوش دل میں تھا اسکے اظہار کا بھی کافی موقعہ پالیا ہے واقعی یہ ایسے زبردست دلائل ہیں کہ میں ان کے جواب سے عاجز ہوں لہذا اپنی اس کمزوری کو علی الاعلان تسلیم کرتا ہوا میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آیا اس شعر سے میرا یہی مطلب تھا کہ میں مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کا ہمسر اور مد مقابل اور ہم درجہ ثابت کروں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ میرے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی بلکہ مینے صرف لا نفرق بین احد من رسلہ کا ترجمہ کرنا چاہا اور مینے صرف اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ نفس نبوت کے اعتبار سے تمام انبیاء برابر ہیں اور مسیح موعود بھی انہی انبیاء کی جماعت میں شامل ہیں۔ اگر اس عقیدہ پر کوئی مجھے گالیاں دے کر اپنی شرافت نفس کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو بسم اللہ ع شوق سے تیر لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے۔ نفس نبوت کے اعتبار سے تمام انبیاء برابر ہیں اور سب پر ایمان لانا فرض ہے یہ تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ ہے بلکہ رسالہ مہدی المنتظر کے صفحہ ۶۶ پر بھی یہی الفاظ موجود ہیں کہ آنحضرت صلعم کی نبوت اور پہلے نبیوں کی نبوت میں بلحاظ نبوت کوئی فرق نہ تھا پس جو اس شعر سے میری مراد تھی اسکے اعتبار سے (مسیح موعود کو نبی تسلیم کرنے کے بعد) تو اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ہتک نہیں کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ انبیاء بنی اسرائیل بھی ایسے ہی نبی تھے جیسے محمد رسول اللہ صلعم) اور اس سے کوئی ہتک نہ ہو تو مسیح موعود کو نبی تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ مسیح موعود بھی ایسے ہی نبی تھے جیسے آنحضرت صلعم) بھی موجب ہتک نہیں ہو سکتا۔ البتہ جو معنے حکیم محمد حسین صاحب نے اپنی روشنی طبع سے پیدا کرلئے ہیں کہ گویا میں مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کا ہمسر اور مد مقابل ٹھہراتا ہوں یہ مجھ پر ایک اتہام ناروا ہی بہتان ہے اور افترا ہے۔ ان معنوں کی سیدی و مولائی مصلح موعود نے بھی حقیقۃ النبوۃ میں تردید فرمائی اور یقین دلایا کہ اس شعر کا یہ مطلب نہیں مگر پھر بھی حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یہی مطلب تھا۔ اب اس بدگمانی کا کیا علاج ہو۔ خود رسالہ المہدی کے صفحہ ۵۱ و ۵۳ پر اس شعر کے وہی معنے لئے گئے ہیں جو ہم کرتے ہیں اور جو ہمارے مراد تھے چنانچہ لکھا ہے (صفحہ ۵۱) پھر تم کیوں اسکے کامل پیرو حضرت غلام احمد کو نبی کہکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہو (صفحہ ۵۳) مسیح موعود کو اگلے انبیاء کی طرح کا نبی مان کر قرآن کی تکذیب کروگے یا تصدیق (صفحہ ۵۳) حضرت صاحب ایسے نبی ہو سکتے ہیں جیسے کہ محمد مصطفےٰ تھے یا جیسے کہ پہلے انبیاء تھے (صفحہ ۵۴) میرے تو وہم میں بھی کبھی نہیں آسکتا کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح موعود بھی نبی ہو کر آئے ہیں (صفحہ ۵۵) تو اس سے یہی لازم آیا کہ آپ (مسیح موعود) واقعہ میں نبی نہیں۔ ان عبارتوں کے نقل کرنے سے میرا منشا

یہ دکھانا سکا ہی کہ حکیم صاحب نے بھی میرے شعر کا یہی مطلب سمجھا تھا۔ کہ میں مسیح موعود کو نفس نبوت کے اعتبار سے آنحضرت صلعم جیسا نبی کہہ رہا ہوں۔ اور حکیم صاحب نبوت محمدیہ کی ہتک یہی سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود اسکے فیض سے ویسا ہی نبی بنجائے جیسے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام تھے۔ حالانکہ حضرت اقدس کو مسیح بن مریم رسول اللہ سے تمام شان میں بڑھکر ہونیکا دعویٰ ہے مگر حکیم صاحب تو ویسا نبی کہنے کی بجائے اپنی بچوں کو آنکھوں کے سامنے قتل کرالینا زیادہ آسان سمجھتے ہیں الوصیۃ میں مسیح موعود نے فرمایا ہی کہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہی مگر حکیم صاحب کو یہ مسلم نہیں خیر اس سے کچھ بحث نہیں مقصد تو یہ ہی کہ میرے شعر کے وہ معنے نہیں کرنے چاہئیں جو میرے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں اور خود آپ نے بھی وہ معنے نہ کئے ہوں۔ اور با وجود ان معنوں کی تردید کے پھر بھی یہی کہا جائے کہ نہیں تم نے انہی معنوں میں یہ شعر لکھا پھر میں پوچھتا ہوں کہ آیا کبھی حکیم صاحب یا انکے ہمنواؤں نے مقصد ذیل تحریر حضرت مسیح موعود کی پڑھی ہے۔

(۱) محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا (غلطی کا ازالہ)

(۲) میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ (غلطی کا ازالہ)

(۳) اور اسی نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہانتک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا۔ اب جو مجھ میں اور مصطفےٰ میں فرق کرے اس نے مجھے پہچانا نہیں (خطبہ الہامیہ)

(۴) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ .... رسول سے اسجگہ آنحضرت صلعم ہی مراد ہیں اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔

(۵) مہدی معہود اور مسیح موعود پر آنحضرت صلعم کا بعث دوم موقوف ہے۔

(۶) میں اسم احمد میں آنحضرت صلعم کا شریک ہوں (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

(۷) اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اسکے مشابہ تھا۔ × × × × × گویا اسکا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔

(۸) میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں (صفحہ ۷)

مندرجہ ذیل کتب دفتر تشحیذ الاذہان سے طلب کرو

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
ظہور المہدی	عا/	عہ/	یہ ۲۶×۲۰ تقطیع کے ۳۵۲ صفحوں کی کتاب جسمیں بوجہ گنجان تحریر ہونیکے پانسو صفحے کا مضمون ہی حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں احمدی مذاہب کو آمنت باللہ سے لیکر الیوم الآخر تک اور حضرت مسیح موعود کے تمام دعاوی کا ثبوت مندرج ہے مخالفوں پر اتمام حجت اور برادران طریقت کے وسعت معلومات کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰/	۵/	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک
سچ بیان نظم پنجابی	۲/	۱/	مسیح موعود کی تائید میں
احسن القصص	۲/	۱۰/	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل
در ثمین فارسی	۶/	۴/	حضرت اقدس کی فارسی نظمیں
در ثمین اردو نوٹو والی	۸/		″ ″ ″ ″
مبادی الصرف	۲/	۱/	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح
درس قرآن شریف کے نوٹ	صہ/	للعہ	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے فرمودہ
ابطال الوہیت مسیح	ا/	۔/	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۷	عہ/		کون نہیں جانتا کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت ہے
″ ″ ″ پ ۲۸	عہ/		جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو اور ان دلائل
″ ″ ″ پ ۲۹	عہ/		کو کھولکر لکھا گیا ہو جو قرآن مجید ہر آیت میں اپنے
			دعوے کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور جو دوسری
			الہامی کتابوں سے منجملہ امتیازی نشانات کے ہے

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
حقیقت نماز	عہ	۸ر	۳۰۴ صفحے کی کتاب نماز کے متعلق ضروری احکام اور انکی فلاسفی
النصیح	۲ر	۲ر	تائید سلسلہ
ادعیۃ الاحادیث	۱ر		احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات وحالات کے مناسب رسول کریمؐ نے فرمائی ہیں۔
صادقوں کی روشنی	۴ر	۴ر	حضرت صاحب کی وفات پر جو اعتراض ہیں۔ انکا مفصّل جواب
البرق	۲ر	۱ر	ردّ شیعہ
طبیب روحانی	۱ر		بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے بچوں کے پڑھانیکے لئے
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ر	۰ر	تمام اعتراض کا دندان شکن جواب سلطان محمد کے دستی خط کا عکس جس میں اسنے اپنی عقیدت کا اظہار کیا
القاء ربانی	عہ	۳ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اور آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پر مدلل ومفصل بحث اور تمام اعتراضوں کے دندان شکن جواب
البلاغ المبین	۱ر		حضرت اقدس کی آخری تقریر جس میں تمام دعاوی کے دلائل موجود ہیں اور حضرت خلیفہ اولؓ کی پہلی تقریر
خصوصیات مسیح موعود	۱ر	۰ر	وہ دس بارہ خصوصیات جو ہمارے امام کو دوسرے اولیاء اللہ سے ممتاز کرتی ہیں۔
ادعیۃ القرآن	۲ر		قرآن کریم کی تمام دعائیں نثر ونظم ترجمہ کیساتھ چھاپی گئی ہیں اخیر میں ایک دعا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا نہایت لطیف مضمون ہے۔
نشان رحمت	۱ر		حضرت صاحبزادہ صاحب کے مصلح موعود ہونیکا ثبوت اور اعتراضوں کے جواب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
اربعین	۴ر		حضرت اقدس کی تصنیف
نماز مترجم	۰ر		ترجمہ زیادہ تر حضرت اقدس کا دیا گیا ہے
غلامی	۵ر	۳ر	اسلام میں غلام کی کیا حیثیت ہے۔
عصمت الانبیاء	۱۰ر	۷ر	تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت قرآن مجید سے اور اعتراضوں کا جواب
ترجمہ انگریزی حصہ اول	۲ر	۵ر	ترجمہ سیکھنے کے آسان قاعدے مصنفہ ماسٹر عبد الرحمن
" دوم	[illegible]		"
ظہور المسیح	۶ر	۳ر	دعاوی حضرت مسیح موعود پر نہایت مدلل و جامع کتاب
امۃ الحفیظ کی آمین	۰ر	–ر	منظومہ حضرت صاحبزادہ صاحب
مجموعہ الہامات حصہ اول وکشوف حضرت اقدس	۴ر	[illegible]	حضرت اقدس کو تا یوم وصال جو الہامات وکشوف ہوئے
" " دوم	عہ		" " "
" " سوم	۴ر		" " "
آثار مبارکہ	۱ر		پرانی ڈائری حضرت اقدس کی
تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب	عہ	۸ر	پہلے پارہ کی مکمل تفسیر
دافع البلاء	۲ر	۱ر	حضرت اقدس کی تصنیف دربارہ طاعون
صراط مستقیم	۲ر	۱ر	وفات مسیح کے متعلق مدلل رسالہ
ہدیہ ثاقب	۲ر	۱ر	کشتی نوح کے حصہ تعلیم کی سلیس نظم
مخمس سلیم	۴ر	۲ر	بر ترکیب بند حالی
سر الشہادتین	۱ر	۰ر	صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی
ہدایات دربارہ معاملات	۲ر	۱ر	معاملات کے بارے میں احادیث نبوی سے ثبوت
کلام محمود	۴ر	۴ر	صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب کا عارفانہ کلام جس کا ایک ایک مصرعہ نثر پانے والا ہے ۲۸ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت خوشخط بڑے اہتمام سے چھپوایا گیا ہے

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۰ نمبر ۵

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء

جمادی الثانی

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عار

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام صاحب ... قادیان نے شائع کیا

"ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ نہیں ملتا"

کہتے ہیں کہ بیمار کو عیسیٰ نہیں ملتا
ڈھونڈے اگر انسان تو پھر کیا نہیں ملتا

عیسیٰ تو بہت دیر ہوئی آ بھی چکا ہے
ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ نہیں ملتا

یہ کیا ہے کہ برات آپکی موجود ہے لیکن
احبابِ صفا کیش میں دولہا نہیں ملتا

پہلے کسی موسیٰ پہ وہ ایمان تو لائیں
پھر ہم سے تقاضا ہو کہ سلویٰ نہیں ملتا

وہ مال دل و جاں اسی خریدار ہوں جس کا
ہر چند کہ ملے اسے ڈھونڈا نہیں ملتا

اس گلشنِ ہستی میں بہت پھول کھلے ہیں
لیکن مجھے وہ نرگسِ شہلا نہیں ملتا

محنت ہی سے ملتا ہی جو ملتا ہی جہاں میں
سونے سے تو اے جاں کبھی سونا نہیں ملتا

مذہب ہی سچا ہی کہ جو آج دلائے
ہے کون جسے وعدۂ فردا نہیں ملتا

دل دے کے خریدا یہ غم و رنج و الم ہوں
لیکن کسی دکاں سے یہ سودا نہیں ملتا

وہ چشمہ ہدایت کا جو پھوٹا ہے یہاں سے
کیا کوثر و تسنیم سے سوتا نہیں ملتا

وہ آئیں ادھر نور میری چاند کا دیکھیں
تاریکی میں جن کو کوئی رستہ نہیں ملتا

اس وقت بشر اور بھی گذرے ہیں نظر سے
لیکن کوئی محمود سا پیارا نہیں ملتا

ہیں علم و فضیلت میں نظیر آپ ہی اپنی
واللہ اولوالعزم بھی اُن سا نہیں ملتا

اس خاک کے ہر ذرہ میں ہی طور کا جلوہ
غیروں کو مگر دیدۂ بینا نہیں ملتا

صادق سے یہ کہدو کہ ترا صدق ہے روشن
کاذب کو نتیجہ کبھی اچھا نہیں ملتا

تھے موجبِ تسکین دلِ مضطر اکمل
اب کچھ بھی پتہ ان رفقاء کا نہیں ملتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ
تشحیذ الاذہان
بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام
ایک عیسائی کو دعوت الی الخیر

۱۲؍ مارچ کو ایک عیسائی جنٹلمین یہاں آیا جس نے اپنی نسبت بیان کیا کہ وہ چھ سات سو لوگوں کو بپتسمہ بھی دے چکا ہے اور مسیحیت کا سرگرم واعظ ہے اسکی باتوں سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھا ہوشیار آدمی ہے۔ ۱۳؍ مارچ سے اس نے حضرت خلیفہ ثانی سے گفتگو شروع کی پہلے دو روز تو کچھ بحث کا رنگ رہا مگر پھر اسے معلوم ہو گیا کہ میں اس طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے پھر وہ صرف حضور کی تقریر سنتا رہا۔ سات روز متواتر دو دو تین تین گھنٹے اسکو وقت دیا جاتا رہا۔ اگر یہ تقریریں لفظ بلفظ لکھی جائیں تو ہر تقریر کے لیے ایک رسالہ بشکل کافی ہوتا میں نے صرف نوٹ لئے وہ بھی ایسی حالت میں کہ بعض اوقات مجھے ایسی جگہ بیٹھنا پڑا کہ آواز بھی ٹھیک نہ پہنچ سکتی یا لکھنے میں بعض اور دقتیں پیش آئیں۔ میری طبیعت بھی علیل تھی تاہم جو کچھ میں لکھ سکا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے ناظرین تشحیذ بھی پڑھکر فائدہ اٹھائیں اور جان لیں کہ غیر مذاہب کے

لوگوں کے سامنے اسلام کیونکر پیش کرنا چاہیئے۔ ان تقاریر میں اگر کوئی بے ربطی ہو تو یہ نقص میری طرف منسوب ہونا چاہئے۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کے ارشادات کو بکمال میں کوٹ نہیں کرسکا۔ اس خصوص میں بھی جتنے نقص پائے جائیں وہ بھی میری ہی تحریر میں ہیں نہ کہ اصل تقریر میں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی کسی بات کو میں سمجھ نہ سکا ہوں یا نوٹ لکھ کر کچھ بھول گیا ہوں کہ اصل بات کیا تھی اسلئے یہ ذمہ داری بھی میرے سر پر ہے"۔

سب سے اول عیسائی جنٹلمین نے یہ بات پیش کی کہ دنیا میں قانون ارتقاء رائج ہے۔ انجیل کا عہد نامہ جدید اور اسکی تعلیم اسی ارتقاء کے ماتحت ہو۔ مذہب کو آہستہ آہستہ جسمانیات سے روحانیات کی طرف لایا گیا ہے۔ حضرت محمد اگر خداوند یسوع مسیح سے بڑھکر تعلیم دیتے تو قابل تسلیم ہوسکتی تھی۔ وہ تو خدا کی بابت وہی تعلیم دیتے ہیں جو آدم کے وقت تھی۔ گویا بی اے کو پھر اے۔ بی شروع کرادی۔

جواب از حضرت خلیفہ ثانی:۔ ارتقاء کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ہی قسم میں تمام قسموں کو بند کردینے سے بہت سی صداقتوں کا انکار لازم آتا ہے۔

ایک صداقتیں ترقی کرنیوالی ہوتی ہیں۔ دوسری ایک ہی حالت پر رہنے والی مثلاً سچ بولنا یہ آدم کیوقت میں جائز نہ تھا۔ تو اب اسکا ارتقاء یہ نہیں۔ کہ اب جائز ہوگیا بلکہ یہ صداقت ہمیشہ برقرار رہنے والی ہے۔ اسی طرح واقعات اور ان کے بیان میں ارتقاء نہیں ہوتا۔ مثلاً زید مرگیا یہ ایک واقعہ ہے اب اسکا ارتقاء یہ نہیں کہ زید زندہ ہے البتہ کیفیت میں ترقی ہوسکتی ہے۔ ....

.... مثلاً ایک شخص بیان کرے کہ زید مرگیا اور دوسرا بعد میں آکے اسکی موت کا مفصل حال بیان کردے مگر یاد رہے کہ زائد علم پچھلے علم کو غلط قرار نہیں دیتا۔

بعض واقعات تغیر پکڑنے والے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک نے بیان کیا کہ گنے کھیت میں موجود تھے دوسرا آکے بیان کرے کہ گنے کٹے ہوئے تھے تیسرا بیان کرے کہ گنوں کا رس نکالا جا رہا تھا۔ تو اب یہ واقعات گو بظاہر ایک دوسرے کے متضاد ہیں مگر پھر بھی اپنی اپنی جگہ

سب درست ہیں۔ غرض ہر جگہ ارتقاء کا اصول نہیں چلیگا بلکہ جو صداقتیں بدلنے والی ہیں ان میں ارتقاء ہوتا ہے اور جو بدلنے والی نہیں۔ ان میں ارتقاء نہیں۔ اب اس اصل کو مدنظر رکھکر ہم مسئلہ ذات الٰہی میں غور کرتے ہیں۔ خدا کی ہستی بدلنے والی نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ تغیر پذیر ہے۔ کیونکہ تغیر فانی میں ہو سکتا ہے جس چیز میں بیرونی چیز ملتی ہے اس میں ارتقاء ہوتا ہے مثلاً درخت۔ جو ذات کامل ہو اس میں ارتقاء نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیرونی چیزوں کا اس میں دخل نہیں۔ درخت بڑھتا ہے۔ ہاں علم انسانی میں ارتقاء ہو سکتا ہے کیونکہ وہ معلومات کے جاننے کا نام ہے۔

غرض ارتقاء اس میں ہوگا جو اپنی ترقی میں دوسروں کا محتاج ہو۔ ذات الٰہی صمد ہے دوسروں کی محتاج نہیں اسلئے اس میں ارتقاء نہیں۔ ذات باری کے ارتقاء کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے قیام میں دوسروں کا محتاج ہے مگر اللہ تو قیوم قائم بالذات ہے۔ ذات الٰہی میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی پس یہ ایسی صداقت ہے جو نہ بدلنے والی ہو اسکے متعلق دو بیان ہونگے تو ایک بیان ان میں سے ضرور جھوٹا ہوگا۔

اب صفات الٰہی کا مسئلہ لیجئے جب ذات میں تغیر نہیں تو ذاتی صفات بھی نہیں بدل سکینگی پس غلط ہے یہ کہنا کہ خدا پہلے علیم تھا اب علیم نہیں۔ اب ان دونوں میں سے ایک بات ضرور جھوٹی ہوگی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے ایک زمانے میں شامی خاندانوں کا علم دیا جائے دوسرے میں کسی اور خاندان کا پس یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ بنی اسرائیل کے نبیوں ہی کا ذکر ہو ہندوستان کے لئے ہندوستان کی مثالیں دینے سے کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مقصود ہسٹری بیان کرنا ہے ایک بیان دوسرے کو غلط نہیں قرار دیتا۔

اسکے بعد میں احکام کے تغیر اور ان کی فلاسفی سمجھاتا ہوں۔ ایک قسم ایسے امور کی ہے جو ہمیشہ مضر ہیں مثلاً جھوٹ۔ چوری۔ زنا۔ سو یہ ہر زمانے میں ممنوع و حرام رہینگے۔ ان کے متعلق یہ ارتقاء نہیں کہ ایک نبی تو اگر انہیں حرام کرے اور دوسرا انہیں حلال ٹھہرائے۔

(ب) بعض امور ایسے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں میں استعداد نہیں ہوتی کہ انکو چھوڑ سکیں انکے بارے میں بہ تغیر حالت تغیر حکم ہوتا ہے۔

(ج) لوگ سخت رسوم کے پابند ہوتے ہیں۔ اب رسوم بعض بری بھی ہیں۔ مگر صرف انسانوں

کی مجبوری کی وجہ سے ایک حد تک انکی رعایت کی اجازت دیجاتی ہے۔ پس جب نسل انسانی میں یہ استعداد ہو جائے کہ وہ ان سے بکلی منقطع ہو سکیں تو پھر انکی پابندی چھڑا دی جاتی ہے۔

غرض ایک احکام ایسے ہیں۔ جو کبھی نہیں بدل سکتے (۲) ایک ایسے کہ حالات کے بدلنے کے ساتھ بدل جاتے ہیں (۳) ایک ایسے کہ ان کے بارے میں انسانوں کی مجبوری کی وجہ سے اجازت دی جاتی ہے مگر بعد میں اُٹھا دیجاتی ہے۔

فرعونیوں کی حکومت کے ماتحت غیرت مرچکی تھی۔ ان کے لئے عفو مضر ہو گئی تھی اسلئے انہیں حکم دیا گیا کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ جب عمل کرتے کرتے انتقامی سپرٹ بڑھ گئی تو مسیح کے ذریعے یہ حکم دیا گیا کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری بھی کر دو۔ غرض نرمی اور ملائمت پیدا کرنے والے حکم دئیے گئے یہ تبدیلی احکام صداقت کا انکار نہیں۔ بلکہ بہ تغیر حالات صداقت بدل گئی۔ موسیٰ نے ضرورت زمانہ کے مطابق انتقام پر زور دیا اور عیسےٰ نے عفو پر۔

اب اسکے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ بدلنے والے حالات میں ارتقاء ایک حد تک ہوتا ہے مثلاً انسان کے قد میں ارتقاء ہے انسان لمبا ہوتا ہے مگر ایک حد تک۔ پھر ارتقاء ایک حد تک پہنچکر یا تو قائم ہوگا یا پھر تنزل شروع ہوگا۔ مثلاً علم انسانی ترقی کرتا ہے مگر ذہن پر ایک زمانہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نام تک بھول جاتا ہے لکیلا یعلم بعد علم شیئاً۔ اسی طرح انسان بچے سے جوان ہوتا ہے پھر جوان سے بوڑھا۔ اور اسکی طاقت کم ہوتی ہے ننکسہ فی الخلق۔ پس پہلے ارتقاء کو خوب سمجھ لیجئے پھر شریعت پر نظر کیجئے۔

سو پہلے یہ دیکھنا چاہئیے کہ آیا یہ ان احکام میں سے ہے جن میں ارتقاء ہو سکتا ہے یا ان احکام میں سے جن میں نہیں ہو سکتا۔ یا ہو کر ایک حد تک ٹھہر جاتا ہے موسیٰ نے انتقام کے لئے کہا اور عیسیٰ نے عفو کے لئے یہ دونوں تعلیمیں بہ تغیر حالات بدل سکتی ہیں۔ اگر صرف عفو سے گزارہ ہو سکتا تو موسیٰؑ کے زمانے میں انتقام پر زور دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور اگر صرف انتقام سے انتظام چل سکتا تو عیسےٰؑ کے زمانہ میں عفو پر زور دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ پس کامل تعلیم وہ ہو سکتی ہے جو دونوں ضرورتوں میں کام دے۔ اور پھر ہر ضرورت کے مطابق حکم کی وجہ بیان کرے۔

اسپر غور کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ عفو اور سزا کی ضرورت کیا ہے۔ سزا دیتے ہیں

کہ سزا پا بندہ پھر گناہ نہ کرے اور عفو اسلئے کرتے ہیں کہ بعض طبائع کو وہ گناہ سے روک دیتا ہے پس کامل تعلیم وہ ہے جو یہ حکم دے۔

"اگر سزا میں اصلاح ہو تو سزا دو۔ اگر عفو سے اصلاح ہو تو عفو کرو۔ اور اس حکم کی تعمیل میں جو نقصان ہو اسکا ذمہ وار اللہ تعالیٰ خود ہو"

چنانچہ اسلام میں یہ تعلیم ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنی اگر سزا میں اصلاح ہو۔ تو ضرور اس بدی کے اندازہ پر سزا دو۔ اور اگر عفو میں اصلاح ہو تو عفو کرو۔ اور اس میں جو بظاہر تمہیں نقصان نظر آوے تو فکر نہ کرو۔ کہ اسکا معاوضہ دینا ہمارے ذمے ہے۔ یہ تعلیم ارتقاء کی آخری تعلیم ہے جس طرح قد انسانی ایک حد تک پہنچکر پھر ختم ہو جاتا ہے پس اس سے آگے اب کوئی صورت نہیں جس کا انکشاف ہو اور یہ تعلیم اسلام نے سکھائی۔ پس اسلام ہی دنیا کا آخری مذہب ہوگا۔

عیسائی جنٹلمین۔ معاف فرمائیے لکھنؤ میں کوئی صاحب پلاؤ کھا رہے تھے۔ ایک شخص آیا۔ جیب سے ایک لیموں نکالا اور اسپر نچوڑ کر کہنے لگا۔ کہ دیکھئے صاحب! اب پلاؤ کیا لطف دیتا ہے۔ اور جھٹ سے ساتھ کھانے لگ گیا (مطلب یہ تھا کہ انتقام اور عفو دو تو تعلیمیں تورات اور انجیل میں موجود ہیں اسلام نے نئی بات کیا کی؟)

حضرت صاحبزادہ صاحب! بعض قومیں ایسی ہیں کہ کوئی بھی کتاب نہیں مانتیں۔ ان میں بھی لوگ بدلہ لیتے ہیں۔ اور معاف بھی کرتے ہیں۔ پس تورات اور انجیل نے کونسی نئی بات پیش کی۔

عیسائی جنٹلمین۔ ہمنے مردم خوری کو روکا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! سنیئے ایک وقت بت پرستوں نے بھی عدل سے کام لیا اور نہایت انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس سے انکے مذہب کی صداقت پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ عیسائیت کی تاریخ میں اسکے خلاف واقعات بھی پائے جاتے ہیں اور اپنے ساتھ ایسے ثبوت رکھتے ہیں کہ آپکو ماننا پڑیگا۔ پس ایسی بات کے پیش کرنے سے کیا حاصل ہے؟ اسوقت بحث تو تعلیم میں ہے نہ کہ تعلیم پر چلنے والوں کے کیریکٹر پر (اور آپ بھی ہم کسی سے ہٹے نہیں۔ مگر یہ بات

اپنے وقت پر آئیگی یہ موقعہ نہیں) میں تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہیرا تو بے شک کان میں موجود ہے مگر اسکی قدر وقیمت اسکی تراش وخراش پر مبنی ہے۔ بدلہ لینا اور معاف کرنا۔ یہ دونوں باتیں انسان کی فطرت میں داخل ہیں اور شریعت کا تو کام ہی یہی ہے کہ وہ انسانی فطرت کی بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلائے۔ اسی واسطے قرآن مجید کو ذکر کہا گیا مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ اس انتقام اور عفو کو اپنے اپنے موقعہ ومحل پر چلانے کی تعلیم کس مذہب میں موجود ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ گوشت بھی پہلے موجود تھا (انتقام) اور چاول بھی (عفو) مگر جب تک یہ معدہ کے مناسب حال پکا کر تیار نہ کئے جائیں کسی کام کے نہیں۔ پس اصل کام تو پلاؤ تیار کر کے مع لوازمات کے سامنے رکھنے والے کا ہے اسلام پر چوری کا الزام یا چالاکی سے قبضہ کر لینے یا شریک ہو جانے کا الزام آپ اس صورت میں دے سکتے ہیں کہ پہلے یہ ثابت کر لیں کہ انتقام اور عفو کی تعلیم توریت اور انجیل سے پہلے موجود تھی۔ اگر پہلے موجود تھی تو آپ پر بھی وہی فتوے لگیگا۔ جو آپ ہم پر لگانا چاہتے ہیں۔

عیسائی جنٹلمین۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ قرآن کی ضرورت کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یہی تو میں بتا رہا ہوں اور بتا چکا ہوں دنیا میں عفو اور انتقام پہلے سے انسانی فطرت میں موجود ہیں۔ قوموں کا اس پر عملدرآمد بھی ہی اب ضرورت تو یہ ہے کہ کوئی مذہب بتائے۔ عفو اور انتقام کیوں کرنا چاہیئے۔ کہاں کہاں کرنا چاہیئے اور پھر اس حکم کے مطابق عمل کرنے میں اگر نقصان ہو تو اسکی ذمہ واری کون لیتا ہے یہ تعلیم اسلام میں موجود ہے اور میں آیت قرآنی سے بتا چکا ہوں اگر آپکے مذہب میں انجیل میں ان سوالوں کا جواب ہے۔ تو آپ پیش کریں۔

عیسائی جنٹلمین! آپ تمام کھڑکیاں بند کر رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! اور اسلام انکو کھولنے والا موجود ہے دیکھیئے کہ خالق فطرت نے ہماری فطرت میں مادۂ انتقام بھی رکھا۔ عفو بھی رکھا۔ تلوار بھی موجود۔ بندوق بھی موجود مگر یہ موجودگی کسی کام کی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں خطرناک ہے ضرورت ہے ایک استاد کی جو بتائے کہ بندوق یوں چلانی چاہیئے۔ تلوار یوں چلانی چاہیئے۔

عیسائی جنٹلمین - آپ کے پاس نہ گوشت نہ چاول نہ بندوق نہ تلوار

حضرت صاحبزادہ صاحب - کیا بائبل سے پہلے لوگ بدلہ نہ لیتے تھے - کیا بائبل سے پہلے لوگ عفو نہ کرتے تھے - بس ان چیزوں کے مالک آپ کسطرح بنتے ہیں - خالق نے یہ چیزیں سب کے لئے پیدا کیں اب ایک کامل فن اُستاد کی ضرورت البتہ ہے جو انکو اپنے لئے مفید بنانا سکھلائے

عیسائی جنٹلمین - اسوقت بحث کتابوں میں ہے -

حضرت صاحبزادہ صاحب - کیا کسی چیز کے لکھدینے سے اسکی قیمت بڑھ جاتی ہے مثلاً یہ ناک ہے اب اسے کاغذ پر لکھدیں تو یہ کچھ اور ہو جائے گی -

عیسائی جنٹلمین ! سوال یہ ہے کہ تفوق ظاہر ہو -

حضرت صاحبزادہ صاحب ! یہ تفوق تو میں ثابت کر چکا ہوں - لوگوں میں ایسے بھی تھے جو انتقام لیتے تھے ایسے بھی جو عفو کرتے - تورات نے ایک شق پر زور دیا انجیل نے دوسری پر - قرآن مجید نے بتایا کہ موقعہ و محل پر اصلاح کے خیال سے دونوں میں سے ایک کو استعمال کرو اور اس عملدرآمد میں نقصان کی تلافی اپنے ذمے لی - پس قرآن کا تفوق ظاہر ہے صرف بدلہ یا عفو کے ذکر سے بائبل کا تفوق ثابت نہیں ہو سکتا - آپ یہ بتائیں کہ بدلہ بائبل سے پہلے بھی لیا جاتا تھا یا نہیں اسی طرح بعض لوگ پہلے بھی عفو کرتے تھے یا نہیں ؟

عیسائی جنٹلمین اسوقت کتابوں کا مقابلہ ہو رہا ہے

حضرت صاحبزادہ صاحب - آپ اپنے اصول کو دیکھیں اس سے تو کتابوں کی ضرورت ہی نہیں رہتی - آپ بائبل کے اوپر قرآن مجید کی فوقیت جس طریق سے معلوم کرنی چاہتے ہیں - اس طریق سے بائبل کی فوقیت ثابت کریں (یعنے یہ ثابت کریں کہ بائبل سے پہلے انتقام یا عفو کا نام تک نہ تھا نہ رواج بائبل ہی نے یہ راز سربستہ کھولا)

عیسائی جنٹلمین - تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس معاملہ میں کتابوں کی ضرورت نہیں

حضرت صاحبزادہ صاحب - آپ یہ مان لیں کہ اس انتقام یا عفو کی تعلیم کے لئے بائبل کی ضرورت نہ تھی - پھر میں قرآن مجید کی ضرورت ثابت کرونگا -

عیسائی جنٹلمین۔ انجیل کو بلحاظ کتاب مقدم تو آپ بھی مانتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ قرآن مجید میں فیھا کتب قیمۃ آیا ہے پس کسی مقدم کتاب کی ہمیں ضرورت نہیں۔

عیسائی جنٹلمین۔ از روئے قرآن آپ مجبور ہیں کہ انجیل کو مانیں

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپ ماننے کے معنے نہیں سمجھے دیکھئے قرآن مجید کے ابتداء ہی میں ہے یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک یہاں بما انزل الیک کو مقدم رکھا ہے جس سے ثابت ہوا کہ سب سے مقدم قرآن مجید ہے نہ کہ بائبل دوم ما انزل من قبلک میں صرف بائبل ہی نہیں بلکہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کے مطابق ہر قوم میں نبی مبعوث ہوئے۔ اسلئے سب تعلیموں پر جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہوئیں ہمیں ایمان لانے کا حکم ہے اب اگر اسکے یہ معنے ہیں کہ اس پر عمل بھی کریں تو کئی تعلیمیں مٹ چکیں کئی بدل چکیں۔ ان متضاد باتوں کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ پس ماننے کے یہ معنے ہیں کہ ہم تسلیم کریں کہ پہلے نبیوں پر جو کچھ کلام نازل ہوا تھا وہ حق تھا باقی عمل کے لئے قرآن مجید کافی ہے اور یہی مقدم کتاب ہے۔

عیسائی جنٹلمین۔ قرآن میں تورات اور انجیل کا نام موجود ہے

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ نام تو فرعون کا بھی موجود ہے (اپنی تمام تقریر کو تفصیل سے دُہرا کر) ان کتابوں کے ماننے کے صرف یہ معنے ہیں کہ ان نبیوں پر جو الہام ہوتے وہ سچے تھے اور بس باقی عمل کے لئے قرآن مجید ہے کیونکہ اگلی تمام تعلیمیں اسمیں آچکی ہیں۔ آپکے دل میں چند اور آیات بھی کھٹک رہی ہونگی وہ میں خود ہی پڑھ دیتا ہوں۔ چنانچہ آپنے پڑھ کر ان کے معنی بتائے اور اسی ضمن میں سمجھایا کہ مصدقاً لما معکم کے یہ معنے ہیں کہ انکی بعض پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہے۔ صدق بہ اور صدق لہ میں فرق ہے۔

پہلے دن کا اجلاس ختم ہُوا

دوسرا روز

حضرت صاحبزادہ صاحب! شریعت کی ضرورت اسلئے ہے کہ ہمارے اندر جو طاقتیں ہیں۔ اسکو کسی انتظام کے ماتحت چلایا جائے بس سزا دو یا عفو کرو صرف اتنا کہنے کی ضرورت نہیں یہ تو فطرت انسانی میں پہلے ہی سے موجود ہے اور لوگوں کا معمول بہا ہے شریعت کا کام یہ بتانا ہے کہ کہاں سزا دے کہاں عفو کرے اور کس غرض کو مدنظر رکھکر ایسا کرے۔

عیسائی جنٹلمین! دنیا کا رجحان ظلم کی طرف ہے اسلئے عفو پر زور چاہیئے تھا سزا غلطی سے دی جا سکتی ہے اسلئے بھی عفو پر زور کی ضرورت تھی۔ چنانچہ انجیل نے عفو پر زور دیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! کیا آپکا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ عفو کر دینا چاہیئے اور یہ انجیل کا حکم ہے؟

عیسائی جنٹلمین۔ ہاں! انجیل کا یہی حکم ہے کہ ہمیشہ عفو کر دینا چاہیئے کیونکہ خداوند کہتا ہے کہ انتقام لینا میرا کام ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یہ حکم آپ انجیل سے دکھائیں اصل کلام جس میں یہ درج ہو کہ انتقام لینا میرا کام ہے تم مت لو اور پھر یہ بھی دکھائیے کہ تمام مرافعے حکام سے چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ جو حاکم سے سزا دلواتا ہے وہ گویا خود ہی سزا دیتا ہے۔

عیسائی جنٹلمین۔ یہ الفاظ تو اصل کلام الٰہی میں میں نہیں دکھا سکتا۔ باقی عدالتوں کے متعلق الگ بات ہے یہاں کلیسیا کے قانون پر گفتگو ہو رہی ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! عدالتوں میں جانے والے جب کلیسیا کے قانون کے ماتحت ہیں تو ان کا عدالت میں جانا انہیں ازروئے تعلیم انجیل ملزم بنائیگا کیونکہ جو عدالت میں جاتا ہے وہ انجیلی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ انتقام لینا چاہتا ہے عفو نہیں کرتا پھر عفو کا جو قانون ہے اسپر غور کرو کیا یہ تعلیم ہمیشہ کے لئے سکھ کا موجب ہے اور اسپر عمل ممکن ہے۔ اور کیا یہ تعلیم اس تقاضائے فطرت کو پورا کرنے والی ہے جس میں سزا اور عفو دونوں چیزیں ہیں یاد رکھو کہ جو مذہب ایک شق پر زور دیتا ہے وہ فطرت انسانی کے خلاف حکم دیتا ہے کیونکہ

وہ ایک طاقت کو ضائع کرتا ہے۔ اگر انتقامی طاقت کسی کام کی نہ تھی تو کیا خدا نے اس طاقت کو یونہی پیدا کیا۔

عیسائی جنٹلمین۔ انتقام کے بارے میں فرمایا کہ میں خود لے لونگا

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپنے یہ فقرہ جسے کلام الٰہی کہتے ہو۔ اس سے دکھایا ہی نہیں۔ دوم اسکے یہ معنے ہوتے کہ تلوار ہاتھ میں دیدی اور پھر کہا کہ تلوار میں ہی چلاؤنگا یہ تلوار دینی نہ دینے سے بھی بدتر ہے۔

عیسائی جنٹلمین۔ نوٹ پر دستخط گورنمنٹ ہی کے ہوتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ انتقام کی طاقت ہم میں خدا نے رکھی ہے گویا نوٹ تو دیدیا۔ اب اسکا چلانا تو ہمارا ہی کام ہے۔

عیسائی جنٹلمین بہت خوب۔ تو چلانے کا طریق بتادیا کہ پھر میرے (خدا کے) حوالے کرو یا عدالت میں مقدمہ لیجاؤ۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ انجیل میں تو یہ ہے کہ عدالت میں کیوں جاؤ۔ جو تمہارا کرتہ اتارے تم اسے چوغہ بھی دیدو۔ جو ایک کوس بیگار لے جانا چاہے اسکے ساتھ دو کوس چلے جاؤ۔ وہاں تو عدالت میں جانے کی گنجائش ہی نہیں۔ میںنے تو آپ سے پوچھا تھا کہ عدالت میں مقدمہ لے جانے کا حکم انجیل سے دکھائیے۔ انجیل میں تو بددعا بھی ناجائز ہے گویا خدا کے پاس بھی انتقام کے لئے جانا جائز ہے اب بتائیے کہ فطرت کی ایک طاقت ماری گئی یا نہیں۔ کیونکہ انتقام کی فطرت انسان میں ہے اور ضرور ہے مگر اس سے کام لینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

عیسائی جنٹلمین۔ میں اس کمزوری کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے پاس اس بارے میں کوئی آیت نہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جو طاقت ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ جو شریعت اسکا مصرف نہیں بتاتی وہ ناقص ہے نیز یہ کہ اگر انتقام کسی موقعہ پر بھی نہ لیا جائے۔ تو قطعاً امن نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسی لئے دنیا کا انجیل کے حکم پر چلنا نہیں ہے حتی کہ انجیل ماننے والا ان کا بھی نہیں گیا ہو سکتا ہے کہ جو آئے اور آپ پر اپنے

مذہب کے مطابق اپنی چابیاں بھی اسکے حوالے کردیں کہ جس پر چور قبضہ نہیں پا سکا وہ بھی لے جائے۔

عیسائی جنٹلمین۔ تو کیا ہم ایسے نادان ہیں کہ مثلاً کوئی میری بیوی مجھ سے مانگے تو میں اسکے حوالے کردوں۔ انجیل اس چور یا ڈاکو کے لئے بھی تو ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ ہم تو انجیل کے احکام کے نتائج عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس جو لوگ احکام کی تعمیل نہیں کرتے انکے لئے انجیل نے کیا انتظام کیا ہے۔ یہ میں مانتا ہوں کہ بعض دفعہ عفو سے اصلاح ہو جاتی ہے مگر جہاں عفو سے بگاڑ ہو۔ اسکا علاج انجیل میں کیا ہے؟

عیسائی جنٹلمین۔ انتقام لینا خدا کا کام ہے ہمارا کام نہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ عفو کرنا خدا کا کام ہے یا نہیں؟ اور انتقام سے عفو اچھا ہے یا نہیں؟ جب اچھا ہے تو انجیلی تعلیم کے مطابق ہم خدا سے اچھے ٹھہرے کہ عفو کرنا تو ہمارے متعلق رہا اور انتقام خدا کے متعلق۔

عیسائی جنٹلمین۔ معلوم نہیں اسلام سزا دلوا کر جہنم میں پہنچا کر کیوں خوش ہوتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ اسلام بعض حالات میں سزا دلوا کر جہنم سے بچاتا ہے ہاں انجیل کہتی ہے کہ سزا دے کر اصلاح نہ کرو۔ بلکہ اسے جہنم ہی میں پڑا رہنے دو۔

عیسائی جنٹلمین۔ تمام گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام فطرت کے دو تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یوں کہئیے کہ اسلام انسان کی فطرت میں جو دو باتیں رکھی ہیں۔ انہیں اس رنگ میں چلاتا ہے کہ جس سے اصلاح اور امن ہو۔ اور انجیل انسان کی فطرت میں مرکوز دو باتوں میں سے ایک پر چلاتی ہے خواہ اس سے اصلاح ہو یا بد امنی پھیلے۔

عیسائی جنٹلمین! آپ یہ فرمائیں کہ پہلے کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ عفو

عیسائی جنٹلمین۔ تو بس مطلب حل ہو گیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ لیکن اگر دوسری بار ایسا کرے تو اسکے لئے انجیل کیا کہتی ہے؟

عیسائی جنٹلمین۔ یہ پھر دیکھا جائیگا اگر والی بات تو کمزور ہوتی ہی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ یہ بھی آپنے بجا فرمایا اگر پھوڑا اچھا نہ ہو تو سرجن کے پاس لیجائیں۔ اب چونکہ **اگر** والی بات کمزور ہوتی ہے اسلئے ثابت ہوا کہ سرجری غلط ہے (۲) آپ کل بیان کر رہے تھے کہ مسیح نے کہا **اگر** میں چاہوں تو بارہ ہزار فرشتے میری مدد کو آسکتے ہیں تو یہ بھی کمزور بات ہوئی۔

یاد رہے کہ عفو مقدم اس صورت میں ہے کہ جب پہلی بار گناہ صادر ہو۔ اور اسکے چھوڑنے میں یقیناً اصلاح ہو یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ اوّلاً عفو ہی کرے۔

عیسائی جنٹلمین۔ انجیل فطرت سے بالا تعلیم دیتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ تعلیم تو انسانوں کیلئے ہے اب چار مارس پاور انجن سے چھ مارس پاور انجن کا کام لینے کی امید حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

عیسائی جنٹلمین۔ خدا لا محدود اسکی شریعت لا محدود۔ انسان کے علم میں جو محدود ہے لا محدود کس طرح آسکے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ انسان اسی حد تک مکلّف ہے جس حد تک اسکی سمجھ میں آسکے اور انہی باتوں کا حکم اسے دیا گیا ہے جو اسکی طاقت اور علم میں آسکتے ہیں (اسکو بہت تفصیل سے سمجھایا)

عیسائی جنٹلمین۔ میں سمجھ گیا میں حضور سے مباحثہ نہیں کرتا۔ میں شبہات دور کرنے آیا تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ جو بات میں مان لوں اسکا علی الاعلان اقرار بھی کروں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب۔ آپ ہرگز ہرگز اس بات کا وہم بھی نہ کریں کہ ہم زبردستی کوئی بات منوانا چاہتے ہیں یا گفتگو ہار جیت کے خیال سے ہے جب آپکا سوال حل ہو جائے۔ تو آپ اتنا کہدیا کریں کہ جو کچھ میں نے آپ سے سننا تھا سن چکا اور بس باقی آپ اپنی جگہ غور کریں اور کسی نتیجہ پر پہنچیں

دوسرا اجلاس ختم ہوا

تیسرا روز

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر شروع کی

مذہب کے معنے وہ سڑک جو اللہ تعالےٰ تک پہنچاتی ہے اطاعت فرمانبرداری کا وہ رستہ جس کے ذریعے خدا تعالیٰ کا انسان فرمانبردار ہو جائے۔

دین کے معنے جزا و سزا جو انسان کو ایسے کاموں پر چلائے جس پر نیک بدلے ملیں۔ اور سزا سے بچ جائیں۔

مذہب کی غرض اصل میں ایک ہی ہے اللہ تک پہنچاوے کیونکہ اسکا دوسرا منشا انسانوں کے آپس کے تعلقات کو پاکیزہ بنانے یہ پہلے کے اندر ہی آجاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کا تعلق باپ کے ساتھ اچھا ہو بیٹے سے بھی اچھا ہوگا کیونکہ جس چیز سے محبت ہو اسکی متعلقہ چیزوں سے بھی محبت ہوگی۔ پس جو اللہ کا مطیع ہوگا وہ مخلوق سے بھی محبت کریگا۔ اور جو مذہب اللہ اور اسکی مخلوق سے حسب مراتب بہترین تعلقات قائم رکھے وہ سچا مذہب ہے۔

اسی طرح کتاب کونسی پوری مل ہوگی جو انسان کو خدا سے ملاوے مخلوق میں امن و آشتی پھیلائے۔ سوال ہوسکتا ہے کہ کوئی مذہب ایسا ہے ہی نہیں جو کہے میں اللہ تعالےٰ سے تعلق توڑنے آیا ہوں یا مخلوق میں بدامنی پھیلانے۔ اسی طرح اخلاقی تعلیموں کے اعتبار سے مذاہب بلحاظ اصول تقریباً ایک ہیں یہ تو ممکن ہے کہ بعض احکام ایسے ہوں جن سے ظلم ہو ایذا ہو مگر لفظوں میں سب مذاہب کا یہ حکم ہوگا کہ ظلم نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ ایذا نہ دو۔ اس خصوص میں بابی مذہب سے زیادہ دھوکہ دینے والا ہے کیونکہ اسکے پیرو وہ باتیں پیش کرتے ہیں جن میں سب مذاہب اصولاً مشترک ہیں مگر ان اصول کے فروعات پیش نہیں کرتے۔ نہ اپنے مذہبی احکام پیش کرتے ہیں تا معلوم ہوسکے کہ یہ مذہب کیسا ہے۔ پھر اس مذہبی تعلیم کے متعلق یہ دیکھنا ہے کہ وہ عملی رنگ میں آسکتی ہے یا نہیں اور اس پر عمل کرنے سے انسان سکھ حاصل کرتا ہے یا نہیں۔ دنیا میں امن پھیلتا ہے یا بدامنی۔ پھر اس مذہب کے متعلق یہ قابل غور بات ہے کہ اصل غرض

کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔ مرنیکے بعد نجات ہوگی یہ صحیح ہے لیکن اگر مرنیکے بعد نجات نہ ہوئی تو پھر کون دنیا میں آئے گا پس ثبوت تو دم نقد چاہیئے اور دلیل ایسی کہ اسی دنیا میں معلوم ہو جائے کہ ہم نجات یافتہ ہیں اور جس مذہب پر چل رہے ہیں وہ خدا کا پسندیدہ ہے غرض مذہب میں مفصلہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

۱۔ اسکی غرض کیا ہے ۲۔ مشترک تعلیمات کی تفصیلات کیا ہیں ؟ ۳۔ مذہب پریکٹیکل ہے یا نہیں ۴۔ اصل غرض کو پورا کرتا ہے یا نہیں ۵۔ اسکے ذریعے سے خدا کو ملنے کا یقینی ثبوت اسی دنیا میں ملتا ہے یا نہیں ۶۔ مرنے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ اللہ خوش ہو گیا پس سچا مذہب وہ ہے جو یہ مطالبات پورے کرے۔ لیکن ایک ایسا بین نشان ہونا چاہیئے جو ہر طبقے ہر استعداد کے آدمی پر ظاہر کردے کہ یہ مذہب خدا کا پسندیدہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکومت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہی مذہب خدا کی طرف سے ہے مگر سکندر بہت بڑا فاتح تھا۔ پھر اٹالین فتحمند تھے۔ مصریوں کی حکومت رہی بابلیوں کا غلبہ رہا پھر ایرانیوں کا۔ اب عیسائی تمام اکناف عالم پر حکمران ہیں۔ تو کیا اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ انکا مذہب سچا ہے۔ اگر اس دلیل سے عیسائیوں کا مذہب سچا ثابت ہوتا ہے تو پھر بابلیوں کا مذہب بھی سچا تھا کیونکہ انہوں نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا۔ بعض لوگ مذہب کے صادق ہونے کا یہ معیار پیش کرتے ہیں کہ تعلیم اچھی ہو مگر یہ بھی ایک ظن غالب ہے اس پر بھی یقین نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ تعلیم کا جو حصہ پیش کیا جائے وہ اچھا ہو مگر اسکے علاوہ کوئی گند بھی ہو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہو کہ وہ تمام خوبیاں اس مذہب کے اندر ہیں جن سے خدا راضی ہو پس سمجھنا یہ ہے کہ

"خدا نے اس یقین پر قائم کرنے کے لئے کیا طریق اختیار کیا"

جب تواریخ مذاہب پر ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اول حضرت موسیٰ کی طرف سے دعوے ہوتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ اور اسکا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ وہ مجھ سے بکثرت کلام کرتا ہے اور کثرت سے امور غیبیہ پر مجھے اطلاع دیتا ہے چنانچہ ایسے کئی نشانات پورے ہوتے ہیں جن سے روز روشن کی طرح یہ امر مبرہن ہو جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ ان سے راضی ہے پس وہ مذہب

جو حضرت موسیٰ نے پیش کیا۔ وہ درست ہے۔ پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم پر چلنے والوں سے خدا نے کلام کیا اور یوں سینکڑوں شاہد اس بات کے پیدا ہوتے ہیں کہ تورات پر عمل کر کے انسان خدا تک پہنچتا ہے پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اسی سلسلے میں مسیح آتے ہیں۔ مگر انکے بعد یہودیوں میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوتا۔ جس سے خدا کلام کرے۔ پس اس بات کو سوچنا چاہیئے کہ کیا سبب ہے کہ پھر مسیح کے منکروں میں یحییٰ اور ذکریا پیدا نہیں ہوتے اور وہ جو مسیح پر ایمان نہ لائے ان سے خدا کلام نہیں کرتا۔ اسی طرح ابتدا سے دیکھو۔ حضرت ابراہیم نے دعویٰ کیا کہ مجھے خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہے پھر انکی نسل و اتباع سے حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحٰق مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے۔ پھر کچھ مدت تک حضرت اسمٰعیل کی نسل سے تو کوئی پیدا نہیں ہوتا مگر حضرت اسحٰق کی نسل میں پے در پے ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جن سے خدا نے کلام کیا۔ پھر آخر مسیح پر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور نسل اسمٰعیل سے وہ نبی پیدا ہوتا ہے۔ جو سارے نبیوں کے کمالات کا جامع اور ان سے بڑھکر ہے اب دیکھو فطرت انسانی بھی وہی۔ خواہش بھی وہی۔ خدا بھی وہی مگر مسیح کے منکروں کے ساتھ کلام الٰہی بند ہو جاتا ہے اور مسیح کے ماننے والوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ جو خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے اور اسکے انکار کے بعد مسیح کے ماننے والوں میں سلسلہ الہام بند ہو جاتا ہے کیا یہ ثبوت نہیں اس بات کا کہ اب خدا کی مرضی عرب کے اس نبی کی تعلیم کے ساتھ وابستہ ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ جو خدا چودہ سو برس میں اتنی بار بولا وہ انیس سو سال سے کلام نہیں کرتا۔ کیا لوگ بدل گئے یا صفات الٰہی معطّل ہو گئیں اگر کہو کہ اب بدوں حکم الٰہی گزارہ ہو سکتا ہے تو پھر موسیٰ تک کیوں نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم تک یہ سلسلہ کیوں ختم نہ ہو گیا۔ حضرت آدم یا حضرت نوح کے وقت تک ہی مکالمہ مخاطبہ کیوں بند نہ کر دیا گیا اگر کوئی کہے کہ شریعت ختم ہو گئی اسلئے اسکی ضرورت نہیں تو واضح ہو کہ نبی صرف شریعت جدیدہ کے لیے نہیں آتے۔ بلکہ بائبل ہی میں کئی ایسے نبیوں کا ذکر ہے جو شریعت نہیں لائے۔ پھر انکو نبوت کیوں دی گئی۔ خود مسیح کہتا ہے کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ اور یہ کہ جو فقیھ اور فریسی کہتے ہیں۔ اسپر عمل کرو۔ پس خدا کا کلام شریعت کے لیے نہیں بلکہ یہ یقین دلانے

کے لئے نازل ہوتا ہے کہ جس رستہ پر ہم اس شخص کی اتباع میں جا رہے ہیں وہ ٹھیک رستہ ہے اور قصے کہانیوں پر نہیں بلکہ واقعات پر ہمارا ایمان ہے قرآن مجید نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے حل کیا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں اس فطرت انسانی کی خواہش کو دعا کے رنگ میں ظاہر کیا اور آگے چلکر اس امر کی تشریح کر دی کہ انعام کیا ہے؟ اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین یعنی نبی ہونا شہید ہونا۔ صدیق ہونا۔ صالح ہونا۔ شہید وہ جو خدا کو دیکھ لے۔ صدیق وہ ہے جس کا ہر فعل اسکے ایمان پر شہادت دے۔ نبی وہ جس سے خدا بکثرت مکالمہ مخاطبہ کرے اور اپنے امور غیبیہ پر اطلاع دے۔ پس خدا تعالے فرماتا ہے کہ اس فطرت انسانی کی خواہش کو ہم پورا کرینگے اور تعلیم قرآنی پر چلنے والوںکو شہید و صدیق و صالح بلکہ نبی بنا دینگے۔ نادان کہتا ہے کہ مع الذین انعم اللہ علیھم ہے معیت سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ نبی بنجائیگا مگر اسے معلوم نہیں کہ یہ قرآن مجید کا محاورہ ہے جیسے توفنا مع الابرار اب اسکے یہ معنی تو نہیں کہ جب کوئی نیک مرنے لگے تو اسکے ساتھ ہی میری جان بھی نکال لو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس گروہ میں شامل کر لو۔ پس جیسے خود بانی سلسلہ اپنے صادق و ممتاز ہونے کا ثبوت مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے دیتا ہے ایسے ہی اسکے متبعین میں اسی انعام کا اجرا ثابت کرتا ہے کہ خدا کے پسندیدہ دین پر یہ گروہ قائم ہے اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو فریق کسی مامور من اللہ کا انکار کرتا ہے۔ اس میں سلسلہ الہام بند ہو جاتا ہے تو ضرور ہے کہ مسیح کے بعد بھی یہی سلسلہ چلے جیسا کہ اس سے پہلے تمام سلسلوں میں جاری رہا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی معیار سے صادق ثابت ہوں اور پھر قرآن مجید کی تعلیم پر چلنے والوں کے لئے بھی یہی معیار صدق ہے چنانچہ قرآن مجید نے ایسا دعوے کیا ہے اول فطرت انسانی کی خواہش کو دعا کے رنگ میں بتایا پھر اسکا جواب دیا اور طریق بتایا۔

الٓمّٓ انا اللہ اعلم یعنے سوال ہوتا ہے کہ آپکی طرف کیوں آئیں جواب ملتا ہے اسلئے کہ میں اللہ اعلم ہوں۔ بعض اوقات طبیب تو اچھا ہوتا ہے مگر وہ علاج نہیں کرتا فرمایا ذٰلک الکتٰب یہ نسخہ بھی موجود ہے پھر نسخہ کے متعلق خطرہ ہوتا ہے کہ مشتبہ نہ ہو

نہ ہو فرمایا لاریب فیہ۔ اسمیں کوئی ہلاکت کی بات نہیں پھر فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اس میں نقصان کوئی نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے اور مذاہب تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ انسان کو متقی بنا دیں مگر اس کتاب کے ذریعے متقیوں سے بھی اوپر ہدایت ملتی ہے متقی تو وہ درجہ ہے جس تک انسان اپنی کوشش سے پہنچتا ہے مگر اسکے آگے وہ رتبہ کہ خدا اوپر سے نیچے اترے اور اس انسان کو دلائل سے شہود تک پہنچا دے یہ صرف خدا ہی کا کام ہے اور یہ کام دل قرآن مجید کے ذریعے حاصل ہوگا کیونکہ وہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور انہیں نہ صرف اگلوں پہ نازل شدہ کلام کا پڑھنے والا بلکہ خود انہیں مہبط کلام الٰہی بنا دیتا ہے۔ ہاں سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ساری دنیا کے مسلمانوں کو کیوں نہیں بنا دیتا سو اسکا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کے دربار میں ہر ایک نہیں جا سکتا۔ بلکہ درباری وہی ہوتے ہیں جو خاص پیار کے مستحق ہوں اور اپنے اعمال سے اس قابل ہو جائیں کہ وہ خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کرلیں اور ایسے لوگوں کا اس جماعت میں پایا جانا ضروری ہے سب کا ہونا ضروری نہیں اگر مسیح تک شریعت کا کمال ہو گیا تھا اور خدا جو اپنی مرضی ظاہر کرنی چاہتا تھا کر چکا تھا تو پھر حواریوں پر روح القدس کیوں نازل ہوا۔ اور کیوں ایک تسلّی دہندہ کا وعدہ کیا گیا اور کیوں کہا گیا کہ ابھی میری کچھ اور بھی تعلیم ہے جس کی تم برداشت نہیں رکھتے اسی طرح اگر نبی کریم کے بعد یہ سلسلہ بند تھا تو یہ دعا نہ سکھائی جاتی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور نہ پھر یہ معیار مذہب ہوتا۔ جو تواریخ سے ثابت ہے کہ تمام ان مذہبوں میں موجود ہے جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب تک خدا کی مرضی ان سے متعلق رہے ضرور ان میں یہ سلسلہ الہام موجود رہتا ہے اور جونہی کہ اس مذہب کے ماننے والے کسی نبی کا انکار کرتے ہیں انمیں یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ یہ سلسلۂ الہام اسلام میں جاری ہے اور یہی وہ فضیلت ہے جو معیار صدق ہے اور جس کا مدعی اسوقت سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں پس وہی مذہب قابل توجہ ہے جو کہے کہ آج بھی وہی سلسلہ کھلا ہے جو پہلے تھا ہو تو ممکن ہے کہ کوئی اور مذہب بھی اپنی تعلیم کا کوئی حصّہ خوشنما کر کے دکھلا دے مگر خدا کی زندہ شہادت کسی مذہب کے اختیار میں نہیں وہ جس مذہب میں پائی جائیگی وہی درستی پر ہوگا۔

تیسرا اجلاس ختم ہوا

چوتھا روز

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر

کل میں نے بتایا تھا کہ کوئی ایسی شہادت ہونی چاہیئے۔ جس سے اسی دنیا میں معلوم ہو کہ خدا ہم پر راضی ہے اور وہ شہادت سلسلۂ الہام و وحی ہے پھر میں نے دکھایا تھا کہ جب کبھی کوئی سچا نبی ہوا تو اسکے منکروں میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ پچھلے تجربہ و تاریخی حالات پر نظر کرتے ہوئے مسیحیوں میں پہلے اس سلسلہ کا اجرا اور روح القدس کا نزول اور پھر نبی کریم صلعم کی بعثت کے بعد اس سلسلہ کا ان میں بند ہو جانا بتاتا ہے کہ انھوں نے بھی کسی بڑی صداقت کا انکار کیا ہے۔

اب چند اور سوالات غور طلب ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ وہ مدعی الہام صادق بھی ہے یا نہیں

دوم۔ یہ کہ یہ سلسلہ اسلام میں جاری ہے یا نہیں

یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے متبعین کو بعض رؤیا ہو جانا صداقت کی دلیل نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات سچے رؤیا تو بدکاروں کو بھی آجاتے ہیں۔ پس لامحالہ ایسے شرائط لگانے پڑینگے جس سے خواب کے سچے ہونے اور جس کو خواب آئے اسکے سچے ہونے میں فرق ہو سکے۔

سو اسکا اصل قرآن مجید نے فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سو کیا ہی کہ غیب پر غلبہ سوائے رسولوں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ پس کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع اور انکا پورا نکلنا اسکے سچے ہونیکی علامت ہے۔

اسکی مثال یوں ہی کہ مثلاً کسی نے سڑک پر بادشاہ کو جاتے ہوئے دیکھ لیا یا کسی سے بادشاہ نے ایک دو باتیں کرلیں تو اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ بادشاہ کا مقرب ہے۔ بلکہ جسے بادشاہ سے اکثر مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہو۔ وہی مقرب ہی کیونکہ دوست کہتے ہی ایسے ہیں جسے ہر وقت ملاقات و مقالات کا موقعہ حاصل ہو۔ پس جو خدا کی طرف سے نبی ہو اسکے رؤیا عام لوگوں کی طرح معمولی واقعات کے متعلق نہیں ہوتے اور نہ چند کشوف یا الہامات ہوتے ہیں بلکہ ایسے ایسی عظیم الشان خبریں کثرت سے دیجاتی ہیں جو قوموں کی تباہی اور ترقی کے متعلق ہوتی ہیں۔ ہاں دوسرے لوگوں کو کبھی کبھی رؤیا اور الہام

اسلئے ہوجاتے ہیں تا وہ جانیں کہ سچے نبیوں کے دعوے جھوٹے نہیں۔

غرض عام وخاص میں فرق ہے پھر منجم اور نبی کی خبروں میں بھی ایک فرق ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ مرسلانِ الہٰی کی خبریں ماننے والوں کے لئے بشارت اور منکروں کے لئے نذارت ہوتی ہیں منجم میں یہ بات نہیں کہ انکے معتقدوں کے لئے بشارت اور مخالفوں کے لئے عذاب کی خبریں ہوں۔ پھر نبی کی خبروں میں ایک قوت ایک شوکت ایک قدرت پائی جاتی ہے منجم بتاتا ہے کہ مری پڑے گی تو ممکن بلکہ اغلب ہے کہ وہ خود بھی اسی مری کا شکار ہوجائے مگر نبی مری کی خبر دیگا تو خاص اپنی اور اسکے متبعین کی نسبتاً حفاظت کا وعدہ بھی ہوگا۔ غرض دیکھنا چاہیئے کہ کثرت سے امور غیبیہ کس پر ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ان سے خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے یا نہیں

اب اس اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کو دیکھنا چاہیئے وحی نازل ہوتی ہے یا ایھا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر۔ ایک یتیم کھڑا ہوتا ہے خونخوار قوم میں اپنے ساتھ نہ فوج رکھتا ہے نہ سامان حرب پھر وہ مسلمہ امور پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ باتیں پیش کرتا ہے جن کے ماننے سے اس قوم کی ظاہری وجاہت بھی بظاہر جانیکا احتمال ہو۔ اور پھر اصل مذہب کا بطلان بھی ظاہر ہو۔ عرب پر مشرکوں کی حکومت ہی اس خیال سے تھی کہ وہ بتوں کے پجاری اور بتخانوں کے خدمتگذار ہیں۔ پس بت پرستی چھوڑنے میں انکی حکومت اُن کے ذریعہ آمد پر اثر پڑتا تھا۔ پھر وہ ایسی آزاد قوم کہ کسی کی سرداری ماننے والی نہیں تھی۔ وہ یہ تو گوارا کرسکتی تھی کہ کوئی انہیں مدد کے لئے بلائے اور یہ کہے کہ بس سب کچھ انکی طفیل ہے لیکن یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی انہیں محکوم سمجھے اور کہے (اس پر آپنے عمر بن ہند اور عمرو بن کلثوم کی ماں کا قصہ سنایا جو اتنی سی بات کی تاب نہ لاسکی کہ ایک برتن اٹھا کر دیدے۔

حالات تو یہ ہیں مگر وہی یتیم خبر دیتا ہے کہ سیھزم الجمع ویولون الدبر اسمیں کئی پیشگوئیاں ہیں۔ اول یہ کہ ... ہی مخالف نہیں ہونگے کیونکہ اکٹھے ہوکر لوگ جبھی آئینگے* دوم یہ کہ وہ حملہ کریں گے سوم یہ کہ وہ بھاگ جائینگے۔ پھر اسکے بعد آپ پر طرح طرح کی مشکلات گزرتی ہیں مخالفت کا اتنا زور ہے کہ کوئی نام لیتا ہے تو دو اونٹوں سے باندھ کر چیر دیا جاتا ہے شرمگاہوں میں نیزے مارے جاتے ہیں جلتی ریت پر لٹایا جاتا ہے۔ ایک شعب میں پناہ گزین ہونا پڑتا ہے مگر آخر خدا کا وعدہ

* جب باہر سے آئینگے ۱۲

مقدس کلام ایک جلال و جبروت کے ساتھ پورا ہوتا ہے کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہو کہ آپ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف اور خدا کے خاص مقرب تھے۔

پھر دوسرا دعویٰ ہر اسی آزاد اکھڑ قوم کے سامنے کہ واللہ یعصمک من الناس اس اشتعال وہ تبلیغ کے باوجود اور اس بے سروسامانی کے باوجود مجھے کوئی قتل نہیں کر سکے گا۔ پھر وہ بار بار انکو غیرت دلاتا ہے کہ میری سچائی کی علامت ہی یہی ہے کہ تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے مگر پھر بھی کوئی آپ پر قابو نہیں پا سکتا وہ مقدس وجود مدینہ میں جاتا ہے دس ہزار کا لشکر اسپر حملہ کرتا ہے یہودی بھی ساتھ مچاتے ہیں۔ منافق ہنسی اڑاتے ہیں کہ پاخانے کے لئے جگہ نہیں مگر دعویٰ یہ ہے کہ قیصر و کسریٰ کے ملکوں پر حاکم ہونگے آخر آپ اس دعوے میں صادق نکلتے ہیں اور وہی ہوتا ہے جسکی پہلے خبر دی گئی۔ خندق کھودتے ہوئے جس خزانہ کی کنجیاں پانے کی اطلاع دیتے ہیں وہ بھی ملتی ہیں۔

پھر تیسرا دعویٰ ہے کہ نہر سویز نکالی جائے گی اور بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ احمر آپس میں ملائے جائینگے چنانچہ فرمایا مرج البحرین یلتقیٰن پھر ان سمندروں کا پتہ دیا فیھما اللؤلؤ والمرجان یعنے وہ سمندر لولو والمرجان کے سبب ممتاز ہیں چنانچہ قلزم میں مرجان اور احمر میں بڑا موتی غیر معمولی طور پر نہایت اعلیٰ نکلتا ہے

تیرہ سو برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہو اور اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جس نے یہ خبر دی وہ خدا کا راستباز تھا۔

پھر انگلستان کی موجودہ ترقی کا ذکر سورہ کہف میں ہو کہ وہ تجارت والی قوم ہے۔ کتنے بھی ساتھ ہونگے خدا کی طرف سے خاص رُعب دیئے گئے۔

پھر اسی مقدس نبی کی پیشگوئی ہے کہ میری امت میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو تمام رسولوں کے نام پانے والا جری اللہ فی حلل الانبیاء ہوگا چنانچہ وہ رجل من ابناء فارس وہ اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم کا مزکّی و معلّم آیا۔ اس نے بھی اسی معیار صدق پر اپنے آپکو راستباز ثابت کیا جو ہمیشہ سے خدا کے مقبولوں کا مابہ الامتیاز رہا ہے یعنے بکثرت مکالمہ و مخاطبہ و اظہار علی الغیب چنانچہ اس نے بتایا کہ فرشتے پودے لگا رہے ہیں اور یہ طاعون کے ہیں توبہ کرو تا بچ جاؤ

پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون حیرت انگیز سرعت کے ساتھ بڑھی اور کوئی دنیوی تدبیر اسکے روکنے کے لئے کارگر نہ ثابت ہو سکی۔ (۲) پھر یہ بتایا کہ خون کی ندیاں بہینگی کشتیاں چلینگی تا کشتیاں ہوں چنانچہ آپ آجکل اخباروں میں اسکی تصدیق دیکھ رہے ہیں (۳) کانگڑہ اور اٹلی شرک کے مرکزوں میں ہولناک زلزلوں کی خبر اور اسکے لئے موسم بہار۔ پھر غیر معمولی زلزلوں کا آنا (۴) پھر یہ کہ جو میرے مقابلہ پر اٹھیگا۔ اگر وہ اس معیار سے مقابلہ چاہے گا کہ کاذب صادق سے پہلے مرے۔ تو وہ ضرور ہلاک ہوگا (۵) امریکہ کے ایک شخص ڈوئی نے الہام کا دعویٰ کر کے اس خصوصیت کو مٹانا چاہا تھا کہ کلام الہی صرف اسی فریق پر نازل ہوتا ہے جو تمام ماموران الہی کا ماننے والا ہو۔ اس لئے وہ باایںہمہ شان و شوکت آپکی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا (۶) اسی طرح آتھم ایک صاحب تھے ان سے مباحثہ ہوا۔ آپنے پیشگوئی کی کہ ۱۵ ماہ تک وہ فریق جو عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ بشرطیکہ رجوع الی الحق نہ کرے۔ اس طرح آپکے ذریعے سے دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں پہلے ۱۵ ماہ میں وہ بچایا گیا کیونکہ اسنے رجوع تو اسی مجلس میں کر لیا تھا اس بات سے کہ میںنے آنحضرت صلعم کو دجال کہا پھر جب رجوع کا معاملہ اسنے مشتبہ کر دیا اور اسپر قسم کھانے سے انکار کیا (حالانکہ قسم کھانے کی ممانعت عیسائیوں میں ہوتی تو بادشاہ اور ویسرائے اور بڑے بڑے لوگ عہدہ سے پہلے قسم نہ کھاتے اور نہ عدالت میں حلف لیا جاتا) تو اسی میعاد میں مر گیا (۷) پھر ایک بلا شرط پیشگوئی لیکھرام کے متعلق تھی اسکے لئے دن بھی مقرر کر دیا کہ عید سے دوسرے دن بلکہ وقت بھی بتا دیا۔ بعد میں کامل تحقیقات کے بعد اس بدظنی کا کامل دفعیہ بھی ہوگیا کہ اس میں انسانی ہاتھوں کا کچھ دخل تھا (۸) پھر قادیان کی رونق کے متعلق یاتون من کل فج عمیق کی پیشگوئی ہے جب اس ملہم کو بھی گاؤں سے باہر کوئی جانتا نہ تھا۔ ادنیٰ سے اعلیٰ حالت تک پہنچنے کی مثالیں نادر شاہ۔ نپولین۔ تیمور کی زندگیوں میں موجود ہیں مگر انہوں نے پہلے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی نہیں کی پھر انکی قومیں انکے ساتھ تھیں اور انکی مدد سے ہوا جو کچھ ہوا۔ مگر یہاں اس صادق کا نہ اپنی قوم سے اتحاد تھا نہ غیر اقوام سے مسلمانوں سے بھی مقابلہ آریوں سے بھی مقابلہ عیسائیوں سے بھی مقابلہ غرض سب سے مقابلہ۔ اور باوجود انکی سخت مخالفتوں کے آپنے یہ شان یہ غلبہ پایا۔ ایک وقت آپنے کتاب شائع کی جسمیں آپ نے

تمام پیروؤں کے نام درج کئے اور وہ بمشکل ۳۱۳ ہو سکے۔ لیکن اب دیکھئے اتنے لوگ تو اسی مسجد میں موجود ہیں۔ پس یہ حالت صرف نبیوں سے خاص ہے کہ ان کے متبعین جلد سے چار لاکھ بنتے ہیں دوسرے بعض لوگ بھی بیشک ترقی کرتے ہیں مگر نہ تو وہ خدا کی طرف سے ہونیکے مدعی نہ خدا کی جانب سے خبر پاکر پہلے اطلاع دینے والے نہ وہ اپنی قوم کے خلاف اٹھتے بلکہ قوم تو انکے ساتھ ہوتی ہے اور نہ وہ ان اسباب وحالات کے خلاف چلتے ہیں جو اسوقت موجود ہوں اور یہ وہ موعود ہے جس کا انتظار تمام قوموں میں ہے ہندوؤں میں کرشن کا انتظار ہے عیسائیوں میں مسیح کی آمد ثانی کا مسلمانوں میں مہدی کا پارسیوں اور بدھوں میں بھی انتظار ہے اور سارے مذاہب اسے حَکَم مانتے ہیں۔ پس سب مذہبوں پر فرض ہے کہ اسکا فیصلہ مانیں اسنے تو یہی فیصلہ کیا کہ اسلام برحق مذہب ہے اور اسوقت بھی مذہب خدا کا پسندیدہ مذہب ہے اور خود سلسلہ الہام کہ نشان صدق ہے وہ بھی اسی مذہب کے پیروؤں میں پایا جاتا ہے۔

پھر اسلام کے مختلف فرقوں میں سے اب ایک ہی گروہ حق پر ہے۔ جو مسیح موعود نے تیار کیا کیونکہ مکالمہ مخاطبہ کا سلسلہ اسی مسیح کے پیروؤں میں اب جاری ہے۔ غیر احمدی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اسلئے مکالمہ مخاطبہ بند۔ مگر بڑے آدمی کا یہ نشان نہیں کہ انعام بند ہو جائے بلکہ بڑے آدمی کے ذریعے تو بیش از بیش انعام ملتا ہے جب یونیورسٹی عمدہ ہو کالج کا پرنسپل لائق ہو تو زیادہ قابل طالبعلم پیدا ہونگے نہ یہ کہ سب ہی نالائق پیدا ہوتے جائیں سو اب ہم خدا کی برگزیدہ جماعت ہیں کیونکہ اسکا مکالمہ ہم سے ہے نہ کہ روئے زمین پر کسی اور سے۔ اگر کوئی اور مدعی ہے تو ہمارے مقابلہ پر آئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کا چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی اگر صدق و راستی پر عمل پیرا ہوگا۔ تو وہ اس مدعی کاذب کے مقابل پر فتح پائے گا۔

پس وہ امر جو ہمیشہ سے صدق کا معیار ہے اور جو خود ہر ربانی سلسلہ کے صدق کا نشان ہوتا رہا ہے اسی سے ہم اپنی صداقت ثابت کرتے ہیں تعلیم کے متعلق میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے دو درخت ایک ہی شکل کے ہوں اسلئے بادی النظر میں امتیاز نہ ہو سکے مگر دکھایا جائے گا۔ کہ ان درختوں میں سے کونسا درخت موسم پر پھل دینے والا ہے پس جس کے پھل میٹھے ہونگے

وہی درخت کام کا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب پر ازروئے تعلیم فوقیت نہیں دکھا سکتا وہ فوقیت تو میں دکھا چکا ہوں اور انشاء اللہ دکھاؤنگا مگر مینے ایک ایسی عملی شہادت کی طرف آپکو متوجہ کیا ہے جو ایک غیر مشکک ثبوت اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ (چوتھا اجلاس ختم ہوا)

پانچواں روز

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر

مینے کل بتایا تھا کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کے خلاف یہ بات ہے کہ یہ درخت ثمردار ہے یہودیوں میں کوئی ملہم پیدا نہیں ہوتا۔ مسیحیوں کی کتابوں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب ان میں کوئی ملہم ہے البتہ قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ اسپر عمل کرنے والوں میں سلسلہ وحی والہام ہے اور صرف دعوٰی ہی نہیں بلکہ ملہم ہوتے بھی ہیں۔ سلسلہ الہام ہونا چاہیئے اس میں تو سب مذہب متفق ہو سکتے ہیں مگر ایسے ملہم ہیں بھی یہ عملی شہادت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے۔ اب اگرچہ باوجود تساوی اشکال ایک کو پھل لگنا ہی اسکی فضیلت کا ثبوت ہے اور اس صورت میں تعلیموں کے مقابلہ کی ضرورت نہ تھی۔ مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ اسلام کی تعلیم بہترین تعلیم نہیں اسلئے میں موٹی موٹی باتیں بیان کرتا ہوں۔

ذات باری دیگر مذاہب میں اللہ کو ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہے جس سے جسمانیت کے ساتھ تعلق زیادہ معلوم ہوتا ہے ہندوؤں نے تو نام ہی ایسے رکھدیئے مثلاً اگنی وایو۔ اندر۔ اور ابتدائی حالت ہی انسان کی ایسی تھی کہ مثال سے ذات باری کا مسئلہ سمجھایا جا سکتا تھا مثلاً کہا گیا کہ وہ ایک آگ ہے جو بھسم کر دیتا ہے بعد میں اسکی نسبت غلط فہمی ہوئی اور آگ ہی کو پرمیشور سمجھ کر پوجا ہونے لگی۔ اسی طرح اسکے رحم کو بتانے کے لئے ماں یا باپ کا لفظ رکھا گیا۔ بائبل میں بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً خدا سے کشتی لڑنا اور نس چڑھ جانا۔ پھر ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ خدا پچھتایا۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ لفظ اسکے رجوع بہ رحمت بتانے کے لئے اختیار کیا گیا پھر جوں جوں نسل انسانی ترقی کرتی گئی شریعت کے الفاظ بھی صاف ہوتے گئے پہلے یہ بتانے کے لئے کہ اللہ تعالےٰ ایک زمانہ میں قوم کو بلند کرتا ہے اور پھر ایک زمانہ اس ترقی کو پورا کرنے کے لئے انہیں انکی حالت پر چھوڑ دیتا اور اسباب سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیتا ہے یہ فقرہ بولا گیا کہ خدا نے آرام کیا مگر جب نسل انسانی نے ترقی

کرلی اور وہ بغیر اس قسم کے الفاظ کے اصل مطلب سمجھنے کے قابل ہو گئے تو لیس کمثلہ شیئ کی آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا لقد خلقنا السموات والارض فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب ہم نے چھ وقتوں میں آسمان اور زمین بنائے اللہ تمام چیزیں چھ مراتب طے کرکے ہی کامل ہوتی ہیں مگر ہم اس سے تھک نہیں گئے نہ آرام کی ضرورت ہوئی۔

بیٹا۔ خاص پیار کے اظہار کے لئے تھا قرآن مجید نے صاف الفاظ میں اس تعلق کو واضح کیا اللہ فرمایا وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون پہلے کامل محبت کامل تعلق بتانے کے لئے بیٹے کے لفظ کو استعمال کرنے کی ضرورت تھی مگر بعد میں عباد مکرمون سے اس حقیقت کو واضح کیا گیا۔ غرض قرآن مجید نے استعارہ کا کوئی لفظ استعمال بھی کیا تو ساتھ ہی تشریح بھی کر دی اور اسلام نے خدا کو ایسے الفاظ میں پیش کیا کہ جس سے اسکی ذات کے متعلق کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ یہ پہلی برتری ہے اسلام کی تعلیم کو دوسرے مذاہب کی تعلیم پر۔

عبادۃ۔ پھر عبادت کو لیجئے پہلے مذاہب چونکہ ایک ایک قوم کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اسلئے انکی عبادت کے طریقے بھی اسی قوم کے طرز ادب سے مخصوص تھے مگر اسلام کل دنیا کیلئے آیا اسلئے اسنے تمام اقوام کے طریق اظہار عزت وعبودیت کو جمع کر لیا۔ محبت اور عزت کے اظہار کے کئی طریقے ہیں زبان سے بولنا اور کچھ حرکات جسمانی ہیں مثلاً بعض قومیں جذبہ تعظیم کے لئے ماتھے کے بل گر جاتی ہیں بعض سینے پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں بعض ہاتھ چھوڑ کر کھڑی ہوتی ہیں بعض تیل ڈوون گھٹنوں کے بل گر پڑتی ہیں۔ ہر قوم کی ایک رسم ہے اور اظہار ادب کا ایک طریق اور ہر قوم نے اپنی رسم کے مطابق خدا کی عبادت کیلئے ایک طریق اختیار کیا مگر اسلام چونکہ تمام دنیا کے لئے تھا اسلئے اسنے تمام فطرتوں کے تقاضا کو جمع کر لیا اور ہر فطرت کا جواب دیدیا۔ اسپر بعض نادانوں نے اعتراض کیا ہے کہ ظاہری باتوں کی طرف جانیکی کیا ضرورت ہے حالانکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جسم کا اثر روح پر اور روح کا جسم پر پڑتا ہے مثلاً انسان کے دل میں ایک جذبہ محبت اٹھتا ہی تو ساتھ اسکا اثر چہرہ پر دکھائی دیتا ہے پھر وہی جذبہ حرکات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر زبان سے الفاظ کے ذریعے بھی اس سے ثابت ہو کہ جسم کا اثر روح پر اور روح کا جسم پر ہے مسیح نے بھی کہا ہو کہ روح تو تیار ہو مگر جسم کمزوری کرتا ہے۔

یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عبادت میں روح کے ساتھ جسم بھی چاہیئے۔ پس نماز جو اظہار عبودیت اور اظہار اطاعت کے لئے ہے اس میں زبانی الفاظ بھی چاہئیں۔ اور اپنے تمام جسم سے بھی یہ دکھانا کہ عاید عبودیت و اطاعت و تعظیم میں دل و جان سے مشغول ہے۔ اسلام نے روح اور جسم دونوں کے لئے سامان رکھا ہے ایک طرف تو وہ پابندیاں جو مشقت ڈالنے والی تھیں۔ وہ چھڑا دیں مثلاً برتن یا خاص ٹمپل میں جانا یا خاص گنگا کے پانی سے نہانا۔ یا خاص امام کے ساتھ پڑھنا اسکی بجائے فرمایا کہ الماء طہور ہر ایک پاک پانی وضو کے لئے کافی ہے اور ہر پاک زمین کا حصہ مسجد ہے اور ہر شخص جو مسایل دینیہ سے واقف ہو۔ پادری ہے اور دوسری طرف کچھ جسم کا تعلق بھی رکھا۔ دل ہی کی نماز نہ رکھی بلکہ زبان کے الفاظ اور بعض تعظیمی حرکات جسمانی ساتھ رکھیں اور یہ ضروری تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جہاں روح پر احسان ہے وہاں جسم پر بھی ہے۔ پس ضرور ہے کہ روح کیساتھ جسم بھی ہو غرض بہت سی قیود کو مٹا کر حد بندی کر دی ایسے الفاظ رکھے جس سے قرب الٰہی کی طرف توجہ ہو۔ اور ایسی حالتیں رکھیں جنکا اثر روح پر ہو نماز کی یہ حالتیں گاڑی کی مثال ہیں۔ جو اٹھا کر خدا کے پاس پہنچا دیتی ہیں۔ جو کسی سے ملنے جاتا ہے اسکا اکہ بھی ساتھ ہی نہیں ملا کرتا۔ کیونکہ وہ تو صرف ایک ذریعہ ہے وہاں تک پہنچانے کا۔ اسی طرح جسمانی حرکات ممد و معاون ہیں وصول الی اللہ میں وہ جس حد تک ضروری تھیں۔ لے لی گئیں۔

اسلام نے پانچ اوقات نماز کے لئے مقرر کئے پہلا وقت ہے تاریکیوں کے جانے اور روشنی کے آنے کا اسوقت مسلم ظاہری تغیر سے روحانی تغیر کی طرف متوجہ ہوتا اور دعا مانگتا ہے کہ جیسے یہ جسمانی سورج چڑھ رہا ہے اسی طرح مجھ پر روحانی سورج چڑھا دو۔ پھر جب زوال کا وقت آتا ہے تو مسلم گھبرا کر خدا کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے کہ میری روحانی روشنی میں زوال نہ ہو۔ پھر جب ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو مسلم خدا کے حضور گرتا ہے کہ یہ تو ڈوبنے لگا مگر میرے مولیٰ ہم نہ ڈوبیں پھر جب سورج ڈوب جاتا ہے تو مسلم کی دعا ہوتی ہے کہ دنیا میں بڑی بڑی مشکلات ہیں الٰہی تاریکی تو قانون قدرت کے ماتحت ہے مگر تاریکی میں تیرا ساتھ نہ جدا ہو۔ سورج کے پرستار کی عبادت اسوقت ختم ہو گئی ہے مگر میری عبادت ختم نہیں ہوتی۔ کیونکہ میرا خدا تو غروب نہیں ہوتا وہ تو ہر وقت اپنے انوار برساتا رہتا ہے۔ پھر جب دنیا سونے لگتی ہے تو مسلم کے لئے

ضروری ہو کہ اسوقت بھی خدا کے حضور جُھکے اور ایکبار خدا کا نام لے دیکھئے اسلام کی اعلیٰ تعلیم کہ ہر ترقی کے لئے خدا کی مدد۔ اور ہر تنزّل کے لئے خدا کی پناہ۔ ہر مُصیبت کے کمال میں خدا ہی یاد دلایا جاتا ہی پھر دنیا چھوڑنے کے وقت بھی خدا ہی کا نام پھر ہر حالت میں نماز کا حکم برقرار رکھا جب دین کی ابتدائی حالت تھی اسوقت بھی نماز۔ اور جب حضرت عمر کے زمانے میں اسلامی شوکت کا وقت تھا تب بھی نماز صلح میں بھی نماز۔ جنگوں میں بھی نماز کہ خدا پر بھی بھروسہ ہے اور اسی کے ساتھ ایک طرف جو پابندیاں تھیں۔ وہ مٹادیں اور دوسری طرف جسم کی ایسی باتیں رکھ لیں جو روحانی ترقی میں ممدّ و معاون ہوں۔ ظاہری پاکیزگی چونکہ غفلت دُور کرنے اور چُستی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اسلئے اسے وضو کی حد تک رکھ لیا اور غسل کی پابندی جو تکلیف مالایطاق ہے وہ چھوڑ دی۔ نماز میں جو دعا سب سے پہلے پڑھی جاتی ہو وہ سورہ فاتحہ ہے اسکا بھی دوسرے مذاہب کی دعاؤں سے مقابلہ کیجئے۔

دعاؤں کا فرق الحمد للہ رب العٰلمین۔ ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہی کیوں ہو کہ وہ ربّ العالمین ہے جسم کے لئے ربوبیت کی ضرورت ہو تو روح کے لئے بھی پھر وہ نہ صرف مومنوں کا بلکہ تمام مذاہب کے افراد کا۔ دہریوں کا بھی اور یہ تو انسان ہیں حیوانوں کا پرندوں کا نباتات کا رب ہے میں نے دیکھا ہی کہ ہر کھانے کی چیز میں اس نے حیوانات کا حصّہ بھی رکھدیا۔ غلّہ پیدا کیا تو ایک حصّہ بھوسہ بھی رکھا تا چارپائیوں کے کام آئے ورنہ انسان ایسا حریص تھا کہ بہت کم حصّہ انکو دیتا۔ آم میں رس رکھا مگر کچھ نہ کچھ اسکا چیونٹیوں کے لئے رہ ہی جاتا ہے گوشت میں ہڈیاں ہیں انسان انہیں پھینکتا ہے اور وہ کتوں کی مرغوب غذا ہے (آپنے ربوبیت کا بیان ایسا مفصّل کیا کہ سامعین وجد میں آگئے) غرض عالمین میں اپنے سوا سب کچھ لے لیا پھر فرمایا الرحمٰن الرحیم نہ صرف پیدا کر کے تربیت کرتا ہے بلکہ بلا کسی محنت کے انعامات دیتا ہے مثلاً پانی سورج اور یہ عدل کے خلاف نہیں پھر وہ محنت کرنے والوں کو بہتر سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ مٰلک یوم الدّین۔ جزا و سزا کا مالک ہے جج نہیں جج اور مالک میں فرق ہے مالک کسی چیز کو معاف کر سکتا ہی اور اسمیں وہ ظلم یا حق تلفی نہیں کرتا۔ مثلاً زید ایک سزا کا مستحق ہے اور جس بارے میں وہ سزا کا مستوجب ہُوا وہ چیز تو خدا ہی کی ملکیّت ہو پس اگر وہ چھوڑ دے تو کسی کا اسمیں حرج نہیں۔ تحصیلدار سے کوئی خزانہ لے جائے اور گورنمنٹ معاف کر دے تو اب تحصیلدار پر کوئی الزام نہیں۔ عادل کے معنے اتنے ہی ہیں کہ کسی کا حق دبا نہیں لیا۔ کسی پر وہ انعام کرے تو یہ ظلم یا عدل

کے خلاف نہیں ایسے محسن اور ہمہ اوصاف موصوف رب کے لئے بے اختیار منہ سے نکلتا ہی ایاک نعبد وایاک نستعین اور پھر جوش محبت میں مومن پکار اٹھتا ہے کہ مولی مجھے نزدیک سے نزدیک رستہ اپنے حضور میں آنیکا دکھائیو اور ہر قسم کے دکھ سے بچائے۔ غرض اس دعا میں وہ تمام الفاظ جمع ہیں۔ جو انسان کی طرف سے جذبہ شوق و محبت کے اظہار کے لئے ہو سکتے ہیں اور اس دعا کا مقابلہ دنیا کے کسی مذہب کی کوئی دعا نہیں کر سکتی (الحمد کی تفسیر بہت طویل تھی اور اسمیں عجیب و غریب معارف ہیں مینے مختصر بعض باتیں لکھی ہیں) (پانچواں اجلاس ختم ہوا)

چھٹا روز

تقریر حضرت صاحبزادہ صاحب

کل تعلیمی فضیلت کے متعلق وہ باتیں بیان کی تھیں۔ ذات باری کے متعلق۔ عبادت کے متعلق اب یہ بتا ہوں کہ بندوں کے ساتھ خدا کے کیسے تعلق ہیں۔

یہ مسئلہ صرف قرآن نے حل کیا ہے دوسرے مذاہب نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے بیان ہی نہیں کیا۔ یا امتداد زمانہ سے وہ تعلیمیں مٹ گئیں اسلام نے بتایا ہے کہ شریعت ایک امتحانی کورس ہے ایک دوست دوسرے دوست کی رضامندی کی راہیں معلوم نہیں کر سکتا جبتک کہ وہ خود اسے نہ بتائے تو خدا جو وراءالورا ہستی ہے۔ اسکی خوشنودی کی راہ بغیر اسی کے بتائے کیونکر معلوم ہو سکتی پس ضروری تھا کہ خدا تعالے نے وہ باتیں بتاتا جن میں اس خالق و مالک کی رضامندی ہے۔ اور یہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ قرآن کریم کوئی ایسا حکم نہیں دیگا۔ جس سے بندے کا نقصان ہو۔ کیونکہ شریعت کی غرض یہ ہے کہ انسان کو آرام کی زندگی حاصل ہو۔ خود خدا کی ذات کا اسمیں فائدہ نہیں۔ اب شریعت کے جو احکام ہیں۔ انہیں انسان کسی نہ کسی طرح توڑ دیتا ہے اور یہ توڑنا اس کے اپنے اختیار سے ہے کیونکہ شریعت کے احکام ہی ان امور کے بارے میں ہیں جو انسان کی مقدرت میں ہیں مگر پھر بھی اس نقص کو دیکھکر (کہ انسان تمام شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتا) بعض مذاہب نے تناسخ کا مسئلہ مقرر کر لیا۔ اور بعض نے کفارہ کا۔ بعض نے خاموشی اختیار کر لی جیسے یہود

مسیحیت نے کفارہ نکالا۔ ہندوؤں نے تناسخ۔ مگر اسلام نے فرمایا ما انزلنا علیک القرآن
لتشقیٰ الا تذکرۃ لمن یخشیٰ یعنے شریعت کی یہ غرض نہیں کہ تمہیں دکھ میں ڈالدیا جائے
بلکہ یہ تو تمہارے نفع کے لئے اور تمہارے آرام کے لئے ہے اور جس قدر سزائیں ہیں۔ وہ بھی
اصلاح ہی کے لئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون
العذاب الاکبر لعلھم یرجعون یعنے عذاب رجوع الی الحق اور اصلاح کے لئے ہے پھر فرماتا
ہے امہ ھاویہ یعنے سزا اصلاح کے لئے ہی جیسے ماں کے پیٹ اور گود میں بچہ کی تربیت
ہوتی ہے۔ خدا بدلہ نہیں لیتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ گند دور ہو کر وہ علیین میں آنے کے قابل ہو۔
سونے کو آگ میں اسی لئے ڈالا جاتا ہے کہ میل علیحدہ ہو۔ شریعت لعنت نہیں بلکہ مثل ایک امتحانی
کورس کے ہے۔ حشر یوم الامتحان ہے اور اعمال پرچے اور اسمیں پاس ہونا اسی طریق سے سمجھ لو۔
جیسے آجکل یونیورسٹیوں میں بعض سوالوں کا جواب نہ دینے پر بھی پاس کر دیتے ہیں چنانچہ اسی
لئے فرمایا الوزن یومئذ الحق اور فرمایا فامامن ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ
راضیۃ۔ یعنی جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو۔ وہ راحت والی زندگی پائے گا۔ شریعت
بیشک تمام ہی عمل کے لئے ہے جیسے یونیورسٹی کا تمام کورس پڑھنے اور جواب دینے کے لئے ہوتا ہے
مگر کورس بذاتہ کوئی مقصود چیز نہیں۔ بلکہ استعداد پیدا کرنیکے لئے ہوتا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اس کے
ذریعے انسان ایک خاص درجہ تک جو نجات دلانے والا ہے پہنچ جائے جیسے بی اے کورس کی غرض
متعدد کتب کا یاد کرنا نہیں بلکہ خاص استعداد پیدا کرنا ایسے ہی نماز کی غرض اٹھنا بیٹھنا نہیں۔
بلکہ وہ استعداد پیدا کرنا جس سے انسان خدا کے حضور حاضر ہونیکے قابل ہو سکے اور وہ ادب پیدا
کرنا جو اپنے مالک و محسن کے حضور ہونا چاہیئے۔ پس امتحان کے وقت یہ دیکھا جائیگا کہ اس میں وہ
استعداد آگئی ہے یا نہیں جو اسکی کامیابی کے لئے کافی ہے۔ تمام دنیا میں کثرت پر کل کا حکم دیا
جاتا ہے۔ جب بیماری کے اجزاء کم ہوں اور صحت کے زیادہ تو کہتے ہیں یہ شخص تندرست ہے۔ اسی
طرح کسی کی بدیاں کم ہوں اور نیکیاں زیادہ تو اسے نیک ہی کہا جائیگا۔ بدیاں زیادہ ہوں اور نیکیاں
کم تو برا کہا جائیگا۔ بڑے سے بڑے بدکار میں بھی کوئی نہ کوئی نیکی ہوتی ہے مگر چونکہ کم ہے اس لئے
جس چیز کی کثرت ہے اسپر حکم دیا جاتا ہے۔ ہاں ایک اور بات ہے کہ بعض پرچے ایسے ہوتے ہیں۔

کہ ان کا جواب نہ دینے سے امتحان دینے والا فیل سمجھا جاتا ہے اسی طرح شریعت کے بعض احکام کا حال ہے کہ انکے خلاف کرنے سے انسان نجات نہیں پا سکتا اور وہ اصول ہیں مثلاً خدا کا انکار ملائکہ کا انکار۔ انبیاء کا انکار۔ کتب کا انکار۔ الیوم الآخر کا انکار۔ قدر خیر و شر کا انکار۔ بعث بعد الموت کا انکار۔ اور بعض احکام ایسے ہیں۔ کہ ان میں ثقلات موازینہ کا قانون چلتا ہے۔ اگر شریعت کا ایک حکم توڑنے سے نیک۔ بد ہو جاتا ہے۔ تو پھر برائی کے لئے بھی یہ شرط ہونی چاہئیے۔ کہ کل نیکیاں چھوڑے۔ تب بد کہلائے۔ حالانکہ جس میں برائیاں زیادہ اور نیکیاں کم ہوں اسے نیک کہتے ہیں۔ باقی اس حد کا موازنہ جس سے انسان نجات کا مستحق ہوتا ہے۔ اللہ کے اختیار میں ہے

ایک اور بھٹو کر بعض مذاہب خصوصاً مسیحیت کو لگی ہو کہ ان کے نزدیک خدا تعالے نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے بدکاروں کو بھی بھیج دیتا ہے مگر اسلام کہتا ہے کہ خدا پاک نفسوں کو بھیجتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں انبیاء کے نام لیکر فرمایا۔ کل من الصّٰلحین۔ جو لوگ انکی ہدایت کے لئے بطور نمونہ بھیجے جائیں وہ برے نہیں ہو سکتے۔ ڈپٹی کمشنر ضلع کا قانون توڑنیوالا نہیں ہوتا۔ بلکہ قانون پر چلانے والا ہوتا ہے۔ اگر نبی بدکار بھی آسکتے تھے تو موسیٰ کی کیا ضرورت تھی یہ فرعون ہی کام چلا دیتا۔ ضرورت تو یہ ہوتی ہے۔ کہ دنیا میں خدا کے بندے آئیں۔ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے اسکے حکموں پر چل کر دکھائیں نہ یہ کہ وہ خود قانون توڑیں اور دوسروں کو کہیں کہ قانون پر چلو۔ قرآن مجید نے کہا ہے کہ خدا کے فرستادے سب نیک ہوتے ہیں۔ مگر بائبل نے اسکے فرستادوں کو بدکار دکھایا۔ اصل میں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو ذلیل کرنے ہی سے اپنی عزت ثابت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ بہادری یہ ہے کہ دوسروں کو بزرگ ثابت کر کے پھر اپنی فضیلت ان پر ثابت کی جائے۔ مسیحیت نے سب نبیوں کو بدکار کہا تا مسیح کی فضیلت کا نقش بیٹھے مگر اسلام نے پہلے تمام نبیوں کی تعریف کی۔ اور پھر اپنے نبی کی فضیلت ان پر بتائی جاہلوں میں عالم کہلانا کوئی فخر کی بات نہیں۔ عالموں میں اعلم ہونا فخر کی بات ہے ہسپتال کے مریضوں میں کسی کا جا کر کہنا ہے کوئی تندرست بیہودہ بات ہے۔ تندرستوں میں کھڑے ہو کر اپنی اعلیٰ تندرستی کا ثبوت دو۔ مذاہب نے ایکدوسرے کی عیب چینی ہی میں اپنی برتری دیکھی مگر قرآن مجید نے انکی صداقتوں کی قدر کی۔ اور اپنے آپکو کل صداقتوں کا مجموعہ ثابت کیا قالت الیھود لیست

النصاریٰ علیٰ شیئ الآیۃ یہود کہتے ہیں نصاریٰ کے پاس کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کے پاس کچھ نہیں حالانکہ ایک کتاب کو دونوں مانتے ہیں۔ یہ خوبی تو تھی جو دونوں کو ایک دوسرے میں تسلیم کر لینی چاہیئے تھی۔ بائبل نے سلیمان پر شرک کا الزام لگایا۔ قرآن مجید نے ماکفر سلیمان سے ہٹایا اصل میں حضرت سلیمان کے خلاف ایک کوشش ہو رہی تھی۔ اور یہود کو انکے خلاف اکسانے کے لئے اکسانے والوں کے پاس اور کوئی وجہ نہ تھی۔ سوائے اسکے کہ انہیں (حضرت سلیمان کو) بت پرست قرار دے کر بغاوت کروادی جائے۔ وہ حضرت سلیمان کے عہد میں تو کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر اسکے بیٹے کے عہد میں ہو گئے قرآن مجید نے ان تمام الزامات کی تردید کی۔ اور فریبیوں کا ذکر بھی کیا۔

میں جانتا ہوں کہ اسوقت آپکے دل میں قرآن مجید کی بعض آیات کھٹک رہی ہیں۔ سو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق ایسی آیات کو لیتا ہوں۔ ان کے متعلق اصول کے طور پر یہ بات یاد رکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی تھے آپکو معلوم ہے کہ مجسٹریٹ جب فیصلہ لکھواتا ہے کہ تمہیں چھ سال قید۔ تو لکھنے والا پیچ نہیں اٹھا کرتا۔ کہ حضور میرا کیا قصور ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مجرم کے لئے ہے۔ اسی طرح نبی کو خطاب کر کے جو حکم ایسا دیا جائے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اسکی زیر تبلیغ ہیں۔ اسکی مثال قرآن مجید سے بیان کرتا ہوں۔ فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما۔ کہ تو ماں باپ کو اف تک بھی نہ کہہ اور نہ ان دونوں کو جھڑک۔ حالانکہ اس امر کا مسیحیوں کو بھی اقرار ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اس آیت کے نزول تو کیا۔ نبوت ملنے سے بھی بہت پہلے فوت ہو چکے تھے۔ پس یہ حکم نبی کی معرفت امت کو دیا گیا

اسی طرح وجدک ضالا اگر ایک طرف فرمایا ہے تو یہ بھی فرمایا کہ ماضل صاحبکم وما غویٰ۔ اب ضال کے بہت سے معنوں میں سے وہ معنی ہم لینگے۔ جس سے ان دونو آیات میں اختلاف لازم نہ آئے۔ کیونکہ یہ تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک طرف تو فرمائے کہ تو گمراہ تھا۔ اور دوسری طرف فرمائے تو کبھی گمراہ ہوا ہی نہیں۔ بلکہ گمراہی کی بات کی خواہش بھی نہیں ہوئی۔ سو ہم لغت میں دیکھتے ہیں کہ ضال کے معنے کمال درجہ کی محبت کرنیوالے کے بھی ہیں پس معنے یہ ہوئے کہ ہمنے تجھے محبت میں بڑھنے والا پایا۔ اور جوں جوں تو محبت میں بڑھتا گیا۔ ہم تمہیں عرفان پر عرفان دیتے گئے۔ یہ جس سورۃ میں ہے وہی سورۃ اسکو حل کر دیتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ الم یجدک یتیماً فاویٰ (کیا تجھے یتیم نہیں پایا پھر تمہیں پناہ دی) اب اسکے مقابلہ میں فرماتا ہے فاما الیتیم فلا تقہر پہلے فرمایا ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ اسکے مقابلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ فاما السائل فلا تنھر یہ بتایا کہ جیسے تم ہمارے دیدار کے سائل ہماری محبت میں بیتاب تھے اور ہم نے تمہیں اپنے وصل کی راہ بتا دی ایسے ہی تو بھی کسی سائل کو جھڑکنا نہیں۔ ضال کے مقابلہ میں سائل رکھکر اسکے معنے حل کر دئے پہلے فرمایا ووجدک عائلاً فاغنیٰ اسکے مقابلہ میں فاما بنعمۃ ربک فحدث فرمایا۔ ایک اور ترتیب بھی اس طرح کی ہے یتیم کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا۔ اسلئے اسکی تربیت ایسے طور پر کر جس سے وہ مقہور نہ ہو۔ حد سے زیادہ پیار سے بھی یتیم بگڑ جاتا ہے پھر جو سائل آئے اسے بھی دے۔ اور نہ صرف یتیم کی خبرگیری اور سائل کی خبرگیری کر بلکہ لوگوں میں اعلان کر کہ آؤ میں تمہیں دیتا ہوں بلکہ وہ خزانہ جو اسکے پاس ہے وہ لیکر خود لوگوں کے گھروں تک پہنچے (یہ تفسیر بہت لمبی تھی اور عیسائی جنٹلمین پکار اٹھا۔ کہ یہ تفسیر تو ایک معجزہ ہے)

ذنب کے متعلق بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسکے کئی معنے ہیں۔ اب جس کے بارے میں فرمایا (ولکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ) کہ وہ بہترین نمونہ ہے۔ پیروی کیلئے اور جسے ماڈل قرار دیا ہے اسکے لئے اگر ذنب کا لفظ آئے تو اسکے وہ معنے نہیں لئے جاتے۔ جو عام مجرموں کے لئے کئے جاتے ہیں یعنے گناہ کے کیونکہ خدا تعالےٰ تو بایدی سفرۃ کرام بررۃ فرماکر رسول اللّٰہ کے صحابہ کو بھی معزز اور نیکوکار اور مصلح قرار دیتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ یعنی جو اس رسول کی اتباع کرے اسے میں اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ جسکی پیروی خدا کا محبوب بنا دیتی ہے وہ گنہگار اور نافرمان بھی ہو۔ خدا تو ان اللّٰہ لا یحب الظّٰلمین سے فرماتا ہے کہ وہ ظالموں کو محبوب نہیں بناتا پس جس کے متبع بھی محبوب الٰہی بنجائیں۔ وہ خود ظالم یا گنہگار کیونکر ہوگا۔

چھٹا اجلاس ختم ہوا

ساتواں روز

کل ذنب واستغفار پر گفتگو تھی۔ اور میںنے بتایا تھا۔ کہ گناہ کے لئے مختلف الفاظ ہیں۔ عدوان جناح۔ اثم۔ عصیان۔ اور یہ کسی نبی کے لئے استعمال نہیں ہوتے۔ پس ذنب اور جناح میں فرق ہے۔ ذنب زائد بات کو کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ ذنب واستغفار کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں ہے جہاں فتوحات کا ذکر ہے۔ پس اس مناسبت کو سمجھنے سے ذنب و استغفار کے معنے حل ہو جائینگے۔ اگر یہاں معنے گناہ اور گناہ سے معافی طلب کرنے کے ہیں تو بتائیے اس کے ساتھ فتوحات کا کیوں ذکر کیا ہی گیا فتح وظفر کا انعام گناہ پر ملا کرتا ہے یا فتح ہو جانیسے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر یہ بات نہیں اور فی الواقع نہیں۔ تو پھر ان آیات کے معنے پر غور چاہیئے۔

(۱) انا فتحنا لك فتحًا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطًا مستقيمًا۔

(۲) اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجًا فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابًا۔

(۳) فهل ينظرون الا الساعة[۱] ان تاتيهم بغتة فقد جاء اشراطها فانى لهم اذا جاءتهم ذكرهم فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنت والله يعلم متقلبكم ومثوٰكم (سورہ محمدؐ)

(۴) فاصبر ان وعد الله[۲] حق واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔

ان ہر چہار آیات میں دیکھئے جہاں ذنب سے استغفار کا حکم ہے ساتھ ہی فتوحات کی بشارت ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ معلم جب تعلیم دینے لگتا ہی تو کم تعداد کو تو وہ سنبھال سکتا ہے۔ مگر جب

---

۱ یہاں ساعت سے مراد فتح مکہ کا وقت ہے ۲ وہی یوم الفرقان فتح مکہ کا وعدہ

شاگردوں کی تعداد بڑھ جائے تو کنٹرول نہیں رکھ سکتا۔ اور اس سے تعلیم کے اثر میں ایک نقص پیدا ہو جاتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے بھی فتوحات کے بعد بہت سے نئے پیرو آنے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت میں بوجہ کثرت ایک قسم کا نقص پیدا ہونا تھا۔ اس نقص کے بد اثر سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا سکھائی گئی۔ کیونکہ وہ نومسلم جو مرکز سے دور دراز علاقوں میں تھے۔ وہ ایسی تعلیم و تربیت کہاں پا سکتے تھے۔ جو پاس رہنے والے یا بار بار حاضر ہونے والے پا سکتے تھے۔ پھر نہ صرف عرب کے لوگ بلکہ عجم میں بھی اسلام کا سلسلہ بڑھنا تھا۔ اور مختلف المذاق۔ مختلف الاحوال۔ مختلف الطبائع لوگوں کے ملنے سے قوم پر اور ہی اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ دو چار سو سال کے بعد جب کثرت سے عیسائی لوگ مسلمانوں میں آئے تو اپنے ساتھ حیات مسیح کا عقیدہ لائے جو بڑھتے بڑھتے تمام مسلمانوں میں پھیل گیا اور اس غلط فہمی کی وجہ سے کئی لوگ مسیح موعود کے ماننے سے محروم ہے۔ اسی طرح یہود اپنی روایات کو ساتھ لائے اور اس سے لوگوں پر نبیوں کی پہچان مشکل ہو گئی۔ لیکن پھر بھی یہ خرابی ایسی نہیں پھیلی۔ جیسی دوسری اقوام میں کیونکہ امت محمدیہ کا کوئی نہ کوئی گروہ حق پر قائم رہا۔ اور اصل دین بگڑا نہیں۔ اور یہ سب اسی دعا کا اثر تھا۔ جو نبی کریم کو فتوحات کی آمد سے پہلے مانگنے کا حکم ہوا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں فتح مبین دی ہے یعنی صرف فتح جسمانی ہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ فتح روحانی بھی دی۔

(بندوں سے بندوں کے ساتھ تعلق کیسے ہوں)

اب اسکے بعد میں آپکو یہ بتاتا ہوں کہ بندوں کے بندوں سے کیا تعلق رکھنے چاہئیں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے فرماتا ہے ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (سورہ نحل) انسان دنیا میں جیسا سلوک اپنے ساتھ چاہتا ہے۔ ایسا ہی وہ دوسروں کے ساتھ کرے۔ لوگوں کے حقوق پورے ادا کرے اگر وہ ملازم ہے تو آقا کی خدمت معاوضہ کے مطابق بجا لائے اگر آقا ہے تو غلام کو اسکی خدمت کا پورا حق دے اگر سوداگر ہے تو کم نہ تولے نہ ماپے نہ دھوکہ کرے۔ غرض کسی کی حق تلفی نہ کرے یہ تو عدل ہے اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ حق سے زیادہ دے یا نیک سلوک سے بڑھکر نیک سلوک کرے۔ پھر اس سے بھی عمدہ یہ بات ہے کہ احسان والے کو تو پھر خیال ہوتا ہے کہ اگر میں احسان کرتا ہوں تو یہ میرے ساتھ احسان کریگا۔ مگر یہ سلوک کو محض سلوک کی خاطر کرے

اور نیکی کو صرف نیکی سمجھ کر بجالائے اور طبعی جوش سے کسی کو راحت پہنچائے جیسے ماں بچہ کی خدمت کرتی ہے اور محبت سے اسکی خبرگیری بغیر خیال اسکے کہ بیٹا بھی میرے ساتھ احسان کرے گا۔

اب ان تین سے باہر کوئی تعلیم نہیں ہوسکتی۔ دوسری طرف فحشاء و منکر و بغی سے روکا۔ فحشاء سے رُکنا یہ کہ نفس میں بھی بدی پیدا نہ ہو۔ اور مُنکر یہ کہ ان بدیوں سے رُکے جو لوگوں کو ناپسندیدہ ہوں البغی حد درجے کی بدیاں۔ اب اس سے بڑھکر کوئی اور تعلیم نہیں جو بدی سے روکے۔ عدل کے مقابلہ میں فحشاء سے روکا۔ احسان کے مقابلہ میں منکر سے روکا۔ ایتاء ذی القربیٰ سے البغی سے روکا۔ عدل کریگا بغی سے چھٹ جائیگا۔ گویا پہلی نیکی آخری بدی چھڑائیگی۔ درمیانی نیکی درمیانی بدی سے روک دیگی اور نیکی کی ذاتی محبت منکر و بغی و فحشاء سب سے رکوا دیگی۔ یہ تو اجمالی حکم ہے۔ اب تمام احکام شریعت اسی اصول کے ماتحت ہیں۔

زکوٰۃ:۔ اوّل زکوٰۃ کا مسئلہ لو۔ صدقہ تو بائبل میں بھی موجود ہے مگر صدقہ میں ایک شرط ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر احسان نہ جتائیں اسلئے بہترین طریق یہ تھا کہ مال جو صدقہ دیا جائے۔ وہ کسی تیسرے کے ذریعے مستحق کو ملے تا احسان نہ جتایا جاسکے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جن پر کسی کا احسان ہو۔ وہ اسکے سامنے آنکھ اٹھا نہیں سکتے اور اس طرح پر رفتہ رفتہ قوم کے ایک حصہ میں جبن اور بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہے پس اسلام نے یہ انتظام کیا کہ ایک فنڈ قائم کیا۔ جس میں صدقات جمع ہوں۔ اور پھر اپنے طور پر غرباء میں تقسیم ہوں۔ تا کوئی غنی کسی فقیر یا مسکین کو یہ نہ کہہ سکے کہ تو میرا زکوٰۃ خوار ہے اسلام اپنے ماننے والوں میں جرأت اور مردانگی پیدا کرنا چاہتا ہے اس نے امام کو حکم دیا کہ خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها اور ادھر اسکی وجہ رسول اللہ نے بتادی کہ یؤخذ من اغنیائهم ویرد الی فقرائهم۔ یورپ میں دو قسم کے خیالات والے ہیں۔ اکانومسٹ اور سوشلسٹ۔ ایک کہتے ہیں کہ سرمایہ دار و نکی مدد کرنی چاہیئے کیونکہ انہوں نے مال کو خطرہ میں ڈالا ہے ایک کہتے ہیں کہ مالداروں سے چھین کر غریبوں کو دینا چاہیئے۔ دونوں خیالات ناقص ہیں۔ اسلام نے اپنے حکم سے لیول برابر کردیا۔ ایک طرف مالداروں کو کہا کہ یہ ٹیکس دینے سے غلطیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے دوسری طرف غرباء کو ان کا حق دلایا۔ پھر وہ لینے والا حریف کے مقابل میں شرمندہ بھی نہیں کیونکہ وہ تو گورنمنٹ سے وظیفہ پاتا ہے نہ کہ کسی خاص دولتمند سے۔

پردہ :۔ آپ نے ارتقاء کے بیان میں یہ بھی کہا تھا کہ پہلے زنا کا حکم تھا۔ مسیح نے کہا شہوت کی نظر سے نہ دیکھ مگر اسلام کہتا ہے تو دیکھ ہی نہیں بلکہ نیچی نظروں سے چلنے پھرنے کی عادت ڈال لے کیونکہ شہوت تو پیدا ہوتی ہی دیکھنے سے۔ پس دیکھنے کی اجازت اور کہنا شہوت کی نظر نہ ہو۔ ایک ایسا حکم ہے جو عملی رنگ میں نہیں آسکتا۔ اسلام میں مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو غض بصر کا حکم ہے۔ اسلام عورتوں کو اندر بند نہیں کرتا۔ ہندوستان میں جو پردہ رائج ہے۔ یہ اسلامی پردہ نہیں۔ بلکہ احتیاطی پردہ ہے اور جن حالات میں ہم رہتے ہیں اسکے لئے ضروری اور بامر مجبوری ہے کیونکہ اسلام میں جو زنا کی یا کسی عورت کی ہتک کی سزا ہے وہ تو دی نہیں جا سکتی۔ پس اپنی حفظ آبرو کے لئے احتیاطی پردہ ضروری ہو گیا۔

نکاح پھر اسلام نے نکاح و طلاق کے متعلق جو قواعد رکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ کوئی مذہب ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ کل دنیا والے ناچار انہی قواعد پر عمل کرتے ہیں۔ اسلام زندگی سدھارنے اور اسکو باآرام بنانے کے لئے آیا ہے زنا کے سوا بھی ایسے اسباب ہیں۔ جن سے میاں بی بی بعض اوقات اکٹھے نہیں رہ سکتے ان حالات کے لئے طلاق کی اجازت ہے اب ایک طرف تو فرمایا فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (اگر تم کسی وجہ سے ان سے نفرت رکھو تو خدا کی خاطر محبت سے گزارہ کرو۔ اللہ خیر کثیر کا ذمہ وار ہے) اور یہ کہ ابغض الحلال عند اللہ الطلاق اور دوسری طرف طلاق کی اجازت بھی دیدی۔ مگر اسکے لئے اور شرائط رکھیں (۱) حیض میں طلاق نہ دے۔ کیونکہ بعض لوگ کسی نفسانی جوش سے مغلوب ہو کر طلاق دے بیٹھتے ہیں۔ پس وہ دن ہوں کہ میاں بی بی کو ملنے کی اجازت ہو (۲) پھر تین بار مختلف طہروں میں طلاق ہو (۳) جھگڑا ہو تو طرفین سے حکم مقرر ہوں۔ غرض ایسی شرائط ہیں کہ انکو پورا کرکے انسان اسی وقت طلاق دے سکتا ہے کہ آپس میں تعلقات کا قائم رکھنا ناممکن ہو جائے۔

(بعد از نماز مغرب)

ابتک میں نے انسان کے انسان کے ساتھ تعلق بتلائے ہیں۔ عام تعلقات کے لحاظ سے زکوٰۃ کا مسئلہ اور گھر کے تعلقات میں بی بی کے حقوق۔ اب اور سنئے کہ اسلام نے عورت کو اسکے مال کا مالک بنایا ہے۔ انجیل میں کوئی ایسی آیت نہیں جو عملی طور پر اس خصوص میں کام آنے والی ہو۔ پھر عورت

کو مال وراثت (ترکہ میت) میں بھی حصہ دار رکھا ہی ماں عورت کا حصہ نصف ہے کیونکہ مرد پر دوہری ذمہ داری ہے ایک اپنا خرچ دوسرا بیوی بچوں کا نان ونفقہ۔ اسلئے اسکا حصہ ڈبل کر دیا۔ تورات میں والدین کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ مگر قرآن مجید میں ماں باپ کو بھی حصہ ملتا ہی۔

تجارت۔ اب معاملات کو لیجئے پچھلی کتابوں میں اگر کسی حکم کی کمی تھی تو اسے پورا کر دیا اور اگر پورا حکم تھا تو اسے لے لیا۔ غرض تمام خوبیاں جو اور مذاہب میں تھیں وہ اسمیں موجود ہیں۔ تمام ضروریات وفوائد انسانی کو شریعت اسلامیہ کے احکام حاوی ہیں۔ تورات کہتی ہے اپنے بھائی سے سود نہ لے قرآن مجید نے کہا نہ غیر سے لے نہ اپنوں سے کیونکہ ظلم اپنے پر بھی جائز نہیں اور غیر پر بھی جائز نہیں

حلت وحرمت کا مسئلہ تورات نے بعض جانداروں کو حرام ٹھیرایا۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہیں بتائی اسلام جو تمام جہان کے لئے تہا۔ اس نے وجہ بھی بتائی اور قواعد بتا دیئے تا ہر جگہ رہنے والے اپنے اپنے علاقوں کے حالات کے مطابق فیصلہ کر سکیں۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ نقصان دہ چیزیں نہ کھاؤ۔ جو خواہ جسم کے لئے نقصان دہ ہوں یا روح کے لئے یا اخلاق کے لئے۔ المیتۃ۔ الدم۔ لحم الخنزیر۔ ما اھل بہ لغیر اللہ سب حرام ہیں۔ مردار خواروں کی عقل موٹی اور کبھی الٰہیات کو کما حقہا نہیں سمجھ سکتے۔ خون میں زہروں کا مجموعہ ہوتا ہے یہ طب کی مسلم بات ہے۔ خنزیر کا گوشت اخلاق پر اثر انداز ہی کیونکہ اسمیں ایک ایسی بات ہے جو دوسرے جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ ترکاز پر چڑھنا جو چیز غیر اللہ کی طرف منسوب ہوگی اس سے نفرت نہ رکھی جائے گی تو غیرت ماری جائے گی۔

پھر اثمھما اکبر من نفعھما سے یہ بتا دیا۔ کہ ہر مضر چیزیں میں بھی کچھ نہ کچھ فوائد ہوتے ہیں ان سے انکار نہیں مگر غالب نقصان ہے اسلئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور جہاں حالتوں کے بدلنے سے احکام بدلتے ہیں۔ وہاں دونوں احکام رکھے۔

اسلام کی اور خوبیاں اس تعلیمی مقابلہ کے بعد یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید جو بات کہتا ہی اسکی دلیل دیتا ہے دوسرے مذاہب کی کتب میں دلیل نہیں۔

پھر یہ کہ اسلام جب کسی جرم کو مٹاتا ہی تو جتنی چیزوں سے وہ جرم پیدا ہو جن راہوں سے وہ پھیل سکے وہ سب راہیں روک دیتا ہے اور بدی کے مٹانے کا قاعدہ ہی یہی ہے کہ اسے جڑ

سے کاٹا جائے مثلاً زنا سے بچانا ہے تو اب جن جن راہوں سے یہ گناہ پیدا ہوتا ہے سب کی پیشبندی کردی یہانتک کہ آنکھیں نیچی رکھنے کا حکمدیا۔ اور غیر محرم عورتوں سے خفیہ بات کرنے سے بھی روکا۔ تاکہ کوئی ایسی صورت ہی نہ پیدا ہو جس سے انسان ابتلا میں پڑے پھر دیکھئے جھگڑا ہے یہ کہنا تو آسان ہے کہ جھگڑا نہ کرو۔ مگر اسلام تو اس بدی کو روکنا چاہتا ہے اسلئے اسنے تمام اسباب کو لیا۔ جن سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے اور اسکے لئے سورہ حجرات کو دیکھئے پہلے فرمایا فاصلحوا بین اخویکم باہم صلح رکھو۔ پھر جن باتوں سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے ان سے روکا۔

۱۔ لا یسخر قوم من قوم۔ تمسخر نہ کرو کیونکہ اسکا نتیجہ عیب چینی ہے۔

۲۔ ولا تلمزوا انفسکم۔ پس ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ عیب لگا کر نام دھروگے

۳۔ ولا تنابزوا بالالقاب۔ نام دھرا برے لقب دینے یہ ایک فسق ہے اور اس سے بدظنیاں پیدا ہونگی۔

۴۔ اجتنبوا کثیراً من الظن۔ پس تم بدظنیوں سے بچو۔ بدظنی کا نتیجہ غیبت ہے

۵۔ ولا یغتب بعضکم بعضاً۔ غیبت اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس جائز نہیں کیونکہ کسی کے عیبوں کے پھیلانے سے لڑائی پیدا ہوتی ہے۔

دیکھئے کیسی حکیمانہ تعلیم ہے۔ اس طرح پر خدا کے فضل سے میں دو مہینے بھی اگر آپ چاہیں تو اسلام کی خوبیوں پر تقریر کر سکتا ہوں۔ موٹی موٹی باتیں تو میںنے سمجھا دی ہیں۔ ان پر آپ غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت کرے کیونکہ ہدایت دینا تو اسی کا کام ہے ہمارا فرض تو پہنچا دینا ہے۔

سعد بن عبادہ

ما نگوئیم بد و میل بناحق نکنیم
جامہ کس سیہ و دلق خود ازرق نکنیم

القول الفصل کے صفحہ ۶۱ پر میاں نذر علی صاحب پشاوری نے ضمیمہ پیغام ۲۵ ر فروری ۱۹۱۵ء میں ایک اعتراض شائع کیا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی راستبازی اور حقانیت پر بکمال ظلم اور تعدی سے حملے کئے ہیں۔ جنکا جواب وہی قادر اچھی طرح دیگا۔ جس نے اپنے سلسلہ کو انکے ہاتھ میں دیا ہے۔ لیکن میں معترض کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو آپنے یہ اعتراض کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی کو منافق و مرتد لکھا ہے اور صحابہ کرام پر افترا باندھا ہے کہ انہوں نے بھی انکو ایسا ہی لکھا تھا اسمیں آپنے حضرت خلیفۃ المسیح کو مفتری نہیں کہا۔ بلکہ تمام راستبازوں اور نقلۃ الاحادیث اور ائمہ سیر کو کہا ہے کیونکہ ہم اچھا یا برا کسی شخص کو گزشتہ میں سے اسی صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ جس کے متعلق کسی ثقہ ناقل نے مناقب یا مثالب کا ذکر کیا ہو پس ابو جہل کو برا ہم اسلئے کہتے ہیں کہ اسنے نبی کریم کو بہت ستایا تھا اور آخر ناکام ہو کر ہلاک ہوا۔ اور اسکے بیٹے عکرمہ کے حق میں رضی اللہ عنہ کی دعا اسلئے کرتے ہیں کہ اہل سیر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ اسلام کی مدد میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے اور اسی طرح نبی کریم صلعم کی رحلت کے بعد جن لوگوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ اس وعدے پر قائم نہیں رہے جو نبی کریم صلعم سے باندھا تھا انکے متعلق رضی اللہ عنہم کی دعا اسوقت تک نہیں کر سکتے جبتک انکے حق میں کوئی عذر قوی نملے پس حضرت خلیفۃ المسیح نے قول فصل میں جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن شریف اور ائمہ دین کے اقوال کے ماتحت لکھا ہے محققین اسلام نے بالاتفاق سورہ نور آیت استخلاف کے ماتحت حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کو ماننا فرض قرار دیا ہے اور حدیث صحیح میں نبی کریم کا یہ فرمودہ موجود ہے ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیہم احد الا کبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا الدین فتح الباری ص ۳۶۹ پ ترجمہ۔ کہ یہ امر خلافت قریش میں رہیگا جو بھی انکی مخالفت کریگا۔ خدا انکو منہ کے بل گرا دیگا جبتک خلفاء دین کو قائم رکھیں۔ نبی کریم کے اس صریح حکم کے ہوتے ہوئے تم خود ہی بتلاؤ حضرت صدیق سے برسر پرخاش ہونے والے کو کیا کہو گے اور انصار سے تو اسکے

متعلق یہ وعدہ لیا تھا۔ ستکون علیکم اثرۃ شدیدۃ فاصبروا حتی تلقوا اللہ ورسولہ
ترجمہ (تمپر دوسرونکو فضیلت دیجائیگی۔ تم صبر سے کام لینا یہانتک کہ اللہ ورسول سے ملو) اور انصار نے
جواب میں یہ عرض کی تھی۔ سنصبر یعنی ہم ضرور ہی صبر کرینگے ہمنے سعد بن عبادہ کے متعلق اپنے خیال سے کچھ
نہیں لکھا صرف آپ لوگوں کے سمجھانیکے لئے ایک واقعہ نقل کیا تھا کیونکہ گذشتہ لوگوں کی مثالیں پچھلوں
کے واسطے خدا نے عبرت کا مقام بنائی ہیں۔ جس حدیث کو نقل کر کے سعد کی خوبی اور خصوصیت کا حوالہ دیا ہے
اس حدیث میں سعد کی کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ صرف نبی کریم صلعم نے انصار کے قبائل کی افضلیت اسلامیت
کا ذکر کیا تھا اور سعد کی شکایت کے متعلق آنحضرت نے یہ جواب دیا ہے اولیس بحسبکم ان تکونوا من الخیار
ترجمہ۔ کیا تمہارے لئے اخیار میں سے ہونا کافی نہیں۔ اس فقرہ سے سعد کی تو کوئی فضیلت نہیں۔ تمام قوم
کی طرف اشارہ ہے اور انصار میں سے تمام کے تمام نیک نہیں تھے۔ بلکہ منافق بھی تھے جو نبی کریم کو تکلیف دیتے
رہے۔ تھے چنانچہ جنگ تبوک میں عبد اللہ بن ابی کے ساتھیوں کے علاوہ ۹۰ کے قریب انصار میں سے منافق
پیچھے رہے تھے جنکی طرف سورۃ توبہ میں بار بار اشارات فرمائے گئے ہیں سعد بن عبادہ کا صحیح بخاری میں جہاں ذکر
کیا گیا ہے وہاں بخاری صاحب نے حضرت عائشہ کا قول دہرا کر اپنے اعتقاد بھی انکے متعلق ظاہر فرما دیا ہے اور وہ
یہ ہے وکان قبل ذلک رجلا صالحا (ترجمہ) اور یہ کہ اس سے پہلے اچھے آدمی تھے۔ اور اگر نبی کریم نے
کسی موقع پر انکے فضائل کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصور پر بھی انکو قصور وار نہ ٹھہرایا جائے
صفت یا مذمت کسی شخص کی اسکے موجودہ اعمال پر ہوتی ہے دیکھو کعب بن مالک انصاری نے مکہ میں
قبل ہجرت عقبہ کی رات میں نبی کریم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن جب ان سے غزوہ تبوک میں تساہل اور سستی
ظاہر ہوئی تو انکو رسول کریم نے پچاس دن تک کیسی سخت سزا دی تھی اور اسی طرح مرارہ بن ربیع اور ہلال بن
امیہ انصاری دونوں بدری صحابہ ہیں۔ اور انکے حق میں خدا نے یہ خوشنودی ظاہر کی تھی۔ اعملوا ما شئتم
فقد وجبت لکم الجنۃ او فقد غفرت لکم بخاری ص۵ (ترجمہ) جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب
ہو چکی۔ اسی طرح اور بھی بدر میں حاضر ہونے والے ہیں۔ جنکو قصور پر سزائیں دی گئیں اور ایک موقعہ پر آنحضرت
نے مسیلمہ کذاب کی تعریف فرمائی تھی اور اسی بات کو مسیلمہ نے اپنی قوم کے آگے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ اور
ایک رجال (سورۃ بقر کا حافظ) نام شخص تھا جو صحابہ میں سے مرتد ہو گیا تھا۔ اسنے مسیلمہ کی قوم کے سامنے
اس بات کی قسم کھائی تھی کہ نبی کریم نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کیا تھا۔ خالد بن ولید کو یمامہ

یہی جاکر معلوم ہوتا تھا۔ کہ اہل یمامہ کے حق میں مسیلمہ سے بھی رجال کا فتنہ زیادہ ہے دیکھو عینی جلد ۸ صہ
فکان اعظم علی اہل الیمامۃ فتنۃ من مسیلمۃ (ترجمہ) اہل یمامہ کے لئے مسیلمہ کے فتنہ سے
اسکا فتنہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور عینی جلد ۸ صفحہ ۲۸۹ واخذ منہ جائزتہ وانہ قال انہ لیس بشرکم
وان مسیلمۃ لما ادعی انہ اشرک النبوۃ مع رسول اللہ صلعم احتج بھذہ المقالۃ
(ترجمہ) نبی کریم صلعم سے مسیلمہ کے بیٹے بھی انعام لیا گیا تو آپ نے مسیلمہ کی قوم کو فرمایا کہ یہ شریر آدمی نہیں۔ اسکے
بعد جب مسیلمہ نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھے نبی کریم کے ساتھ نبوت میں شریک بنایا گیا ہے تو آنحضرت کے مندرجہ
بالا قول سے اسنے حجت پیش کی۔

پس نبی کریم کی بشارت اور رضی اللہ عنہم کی دعا کے مستحق وہی لوگ ہیں۔ جنکی صفات سورہ حشر
اور باقی سورتوں میں بیان شدہ ہیں اور جو دنیا سے رحلت کر گئے ایسی حالت میں کہ نبی کریم سے جو وعدہ
کیا تھا۔ اسمیں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی اور حدیث ایۃ المنافق بغض الانصار کی تشریح میں عینی جلد ۸
میں یوں لکھا ہے من ابغض بعضھم لسبب غولہ المبغض فلیس داخلا فی ذلک (ترجمہ) انصار
میں سے جو کسی جائز وجہ سے بغض کرے وہ اس حدیث کے وعید میں داخل نہیں۔ حضرت صدیق نے سعد
بن عبادہ کو اسوقت تک نہیں چھوڑا۔ جب تک آپکو یقین نہیں دلایا گیا کہ سعد آپ سے ہرگز مخالفت
نہیں کریگا۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل وترک ایاما ثم بعث الیہ ان اقبل فبایع فقد بایع الناس
وبایع قومک (ترجمہ) کچھ دن اس سے چشم پوشی کی گئی پھر اسکو حکم بھیجا کہ آکر بیعت کرے کیونکہ لوگوں
نے بھی اور تیری قوم نے بیعت کرلی۔ تو سعد نے اسکا جواب یوں دیا ہے وایم اللہ لو ان الجن
اجتمعت لکم مع الانس ما بایعتکم حتی اعرض علی ربی واعلم ماحسابی (ترجمہ)
سعد نے کہا بخدا اگر جن بھی انسانوں کے ساتھ ملکر تمہاری بیعت کرینگے تو میں تمہاری بیعت
نہیں کرونگا یہانتک کہ میں اپنے رب کے حضور پیش کیا جاؤں اور اپنا حساب سامنے دیکھ لوں
جب یہ جواب حضرت ابو بکر کو ملا تو حضرت عمر نے عرض کی لا تدعہ حتی یبایعک فقال
بشیر بن سعد انہ قد لج وابی ولیس بمبایعکم ۔ ۔ ۔ فلیس ترکہ بضارکم انما
ھو رجل واحد فترکوہ وقبلوا مشورۃ بشیر بن سعد (ترجمہ) آپ اسے نہ چھوڑیں
جب تک بیعت نہ کرے بشیر بن سعد نے کہا کہ وہ چڑ گیا ہے اور انکار کر بیٹھا ہے بیعت تو

کرتا نہیں اسکو چھوڑ دینا آپکے لئے مضر نہیں وہ اکیلا آدمی ہے اسپر اسکا خیال چھوڑ دیا گیا اور بشیر بن سعد کا مشورہ قبول ہوا۔ اور بیعت ابی بکر کے ایام میں سعد بن عبادہ یا ان لوگوں کے حق میں جو لفظ بولے گئے ہیں جنہوں نے مہاجرین سے خلافت میں نزاع کیا۔ وہ عبرت کے لئے ذیل میں درج ہیں۔ قول عمرؓ۔ فقال عمر قتلہ اللہ بخاری حضرت عمرؓ نے فرمایا سعد پر خدا لعنت کرے۔ قال لسعد اقتلوہ قتلہ اللہ ثم قام علی راسہ فقال لقد ھممت ان اطاک حتی یندر عضوک یعنی حضرت عمرؓ نے سعد کے حق میں فرمایا اسکو مار ڈالو خدا اسپر لعنت کرے۔ اور پھر آپ اسکے سر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے ضرور یہ ارادہ کیا تھا کہ تجھے پاؤں کے نیچے ایسا روندڈالوں کہ تیرا گوشت جسم سے الگ ہو جائے۔ تاریخ کامل و طبری

قول عمرؓ۔ قتلہ اللہ انہ منافق۔ خدا اسپر لعنت کرے ضرور ہی وہ منافق ہے۔ طبری

قول سعید بن زید۔ کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ قال او خالف علیہ احد قال لا الا مرتد او من کاد ان یرتد لولا اللہ عز و جل ینقذ ھم من الانصار۔ یعنی امام کے لئے رہنے کو صحابہ نے تھوڑی دیر کے لئے بھی گوارا نہیں فرمایا۔ اور راوی نے آپ سے پوچھا کیا اس پر کسی نے مخالفت بھی کی تھی۔ تو حضرت سعید نے فرمایا نہیں۔ ہاں کسی مرتد نے یا انصار میں سے ان لوگوں نے کی تھی جو مرتد ہونے کے قریب تھے اگر خدا انکو نہ بچاتا۔ تاریخ طبری

قول ابوبکرؓ۔ ا۔ لئن نزعت یدا من طاعۃ او فرقت جماعۃ لنضربن الذی فیہ عیناک (ترجمہ) اگر تم میری فرمانبرداری سے ہاتھ اٹھا لوگے یا جماعت میں تفرقہ ڈالوگے تو ہم تمہیں تباہ کر دینگے ۲۔ فھم اول من عبد اللہ و امن باللہ و بالرسول و ھم اولیاءہ و عشیرتہ و احق الناس بھذا الامر من بعدہ ولا ینازعھم الا ظالم (ترجمہ) مہاجر مقدم ہیں اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسپر اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نبی کریم کے دوست اور رشتہ دار ہیں۔ وہ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان سے صرف ظالم ہی جھگڑا کرتا ہے۔

پس معترض صاحب! اب باز آجاؤ۔ ان معنوں کے خلفاء کا انکار ہلاکت صریح ہے اور سعادت انکی پیروی کرنے میں ہی۔ اور دیکھو حضرت عمرؓ نے جمعہ کے خطبہ میں صحابہ کے روبرو اپنا حق کس طرح بیان فرمایا ہے اور جو آپکے کام میں طعن کرے اسکے حق میں کیسا وعید فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ انی لقد علمت اقواما یطعنون فی ھذا الامر انا ضربتھم بیدی ھذہ علی الاسلام فان فعلوا ذلک فاولئک اعداء اللہ الکفرۃ

استدلال صحیح مسلم صفحہ ۱۵۷ (ترجمہ) میں جانتا ہوں کہ کچھ گروہ ان باتوں میں طعن کرتے ہیں جن میں میں نے انکو اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اگر وہ میری مخالفت سے باز نہ آئے تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہیں۔

پس سعد بن عبادہ کا انجام بھی سن لو کہ انکی لاش گھر کے غسلخانہ میں پڑی ہوئی پائی گئی وجد میتا علی مغتسلہ، وقد اخضر جسدہ ولم یشعروا بالمدینۃ حتی سمعوا قائلا من البئر (ترجمہ) اپنے غسلخانہ میں مردہ پایا گیا جسم سبز ہو چکا تھا اسکی موت کی خبر مدینہ میں کسی کو معلوم نہ ہوئی یہاں تک کہ ایک ندا سنی کہ ہمنے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہمنے اسے جگر دوز بیخطا تیر سے مار ڈالا

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ۞ فرمیناہ بسہم فلم نخط فؤادہ

چند سوالات دربارۂ نبوت مسیح موعود کا جواب

سوال اول۔ خدا تعالیٰ کا مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کہکر مخاطب کرنا آپکے اثبات کی دلیل گردانا ہے کہ ان کی نبوت تامہ ہی تھی۔ ورنہ خدا تعالیٰ انکو نبی جزئی کہکر پکارتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ حدیث لا نبی بعدی کو صحیح مانتے ہیں یا نہیں اگر آپ اسکو صحیح مانکر اس کے یہ معنی کریں کہ اس سے مراد نبوت براہ راست ہے تو سوال یہ ہے کہ کیوں مسیح موعود کے نبی پکارا جانے سے بھی یہ مراد نہ لیجائے کہ یہاں نبوت سے مراد نبوت جزئی ہے۔

سوال دوم۔ مانا کہ نبوت دہندہ یونیورسٹی قائم ہو گی مگر اس یونیورسٹی کی عظمت و شوکت نظروں سے بالکل گر جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ رسول کریم جیسے عظیم الشان انسان کی سرپرستی میں قائم ہو کر ایک دراز مدت میں بلکہ آپکے خیال کے مطابق قیامت تک اس امت میں صرف ایک ہی ڈگری دے سکی۔

سوال سوم۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گزشتہ صلحائے امت (خواہ ان میں سے صحابہ ہوں اولیں یا مجددین) نے رسول کریم علیہ السلام کی متابعت میں کونسی کسر اٹھا رکھی جس سبب سے انکو نبوت کا عہدہ نہ ملا۔ درآنحالیکہ انکو خدائے ذوالجلال کی طرف سے رضیت لکم الاسلام دینا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے سرٹیفکیٹ مل چکے تھے۔

سوال چہارم اگر بذریعہ متابعہ بکمال رسول کریم علیہ السلام کے بعد بھی نبوت مل سکتی ہے تو حدیث النبی نبی ولو کان فی بطن امہ سے کیا مراد ہے؟

سوال پنجم۔ کیا مجھے یا میرے کسی ہمعصر کو رسول اکرم کی بکمال اتباع کرنے سے عہدہ نبوت مل سکتا ہے اگر نہیں

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ورمیناہ بسہم فلم نخط فؤادہ

ملسکتا تو یہی کہنا پڑیگا واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء پس متابعت کا سوال اٹھگیا نبوت براہ راست ہی ہو تو ہو جسکا دروازہ مسدود ہے۔

جواب

(از فاضل جلیل مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب)

(۱) خاکسار نے کتاب حقیقۃ النبوۃ حصہ اول کو بہت غور سے پڑھا ہو لیکن مجھ اسمیں حضرت مسیح موعودؑ کے پورا نبی ہونیکی دلیل یہ کہیں نہیں ملی کہ آپکو جزئی نبی نہیں کہا گیا۔ بلکہ نبی کہکر مخاطب کیا گیا ہی ہاں مجھے اس میں جا بجا یہ لکھا ہوا ملا ہے نبی کیلئے تین شرائط ہیں جس شخص میں وہ تینوں شرطیں موجود ہوں وہ نبی ہے اور اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط بھی اسمیں مفقود ہوگی تو اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ وہ شخص نبی نہیں ہی گو اس میں ان شرائط میں سے کوئی شرط ہی کیوں نہ ہو مثلاً یہ کہ اسے خدا نے نبی کے نام سے کسی الہام میں کبھی پکارا ہو۔ مگر کثرت مکالمہ مخاطبہ کی شرط اور امور مہمہ کے متعلق پیشگوئیوں کی شرط اسمیں موجود نہ ہو۔ یا یہ کہ کثرت الہام کا شرف تو رکھتا ہو۔ مگر نہ اسکا نام خدا نے نبی رکھا ہو۔ اور نہ اسے امور مہمہ غیبیہ پر اطلاع دیجاتی ہو۔ یا یہ کہ ایسے بعض امور مہمہ پر تو اطلاع دی گئی ہو مگر پہلی دونوں شرطیں اس میں متحقق نہ ہوں۔ یا یہ کہ پچھلی دونوں شرطیں تو اس میں پائی جاتی ہوں مگر تیسری شرط موجود نہ ہو۔ یا یہ کہ پہلی اور تیسری شرط پائی جاتی ہو۔ اور دوسری شرط موجود نہ ہو۔ یا یہ کہ پہلی شرط موجود نہ ہو اور دوسری اور تیسری شرطیں پائی جاتی ہوں۔ یا یہ کہ تینوں شرطوں میں سے کوئی شرط بھی اسمیں نہ پائی جاتی ہو پس ان ساتوں صورتوں میں نبی ہونا متحقق نہیں ہوگا اور صرف ایک صورت میں منصب متحقق ہوگا یعنے یہ کہ تینوں شرطیں موجود ہوں پس اس صورت میں ایسے شخص کو لامحالہ نبی ماننا پڑیگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ مذکورہ بالا سات صورتوں میں سے دو صورتوں میں نبی کے لفظ سے مخاطب کیا جانے کی شرط موجود ہے ایسے شخص کا نبی ہونا غیر متحقق ہے۔

غرض کسی شخص کا نبی کے نام سے مخاطب کیا جانا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ شخص نبی ہے ہاں جس صورت میں ان تین شرائط میں سے بعض موجود ہوں۔ اور بعض غیر موجود تو ایسی صورت میں چونکہ مفہوم نبی کے اجزا دیں سے بعض اجزا موجود ہیں اسلئے اس بنا پر ایسے شخص کو جزوی نبی کہنا جائز ہوگا۔ یعنے ناقص نبی لیکن ایسا شخص نبی نہیں ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ جزوی نبی کہلانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ الہام میں جزوی کا لفظ موجود ہو ہاں یہ ضروری ہے کہ ایسے شخص میں نبوت کی ایک یا دو شرطیں پائی جاتی ہوں۔

اور جس طرح مجھے اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے پورا نبی ہونیکی یہ دلیل کہیں نہیں ملی کہ آپکو جزئی نبی کہکر نہیں پکارا گیا۔ بلکہ نبی کہکر پکارا گیا ہے اسی طرح مجھے اسمیں آپ کے جزئی نبی نہ ہونے کی یہ دلیل بھی کہیں نہیں ملی کہ اگر آپ جزدی نبی ہوتے تو بجائے لفظ نبی کے آپکو جزوی نبی کے نام سے پکارا جاتا۔

لاثانی یعنی کا جواب اول تو یہ ہو کہ جہاں حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ نے حقیقۃ النبوۃ میں جزوی نبی کے متعلق مذکورہ بالا بحث فرمائی ہو وہیں ساتھ ہی بالکل متصل یعنی اس سے بعد کی عبارت میں خود ہی ایک رنگ میں اسی سوال کو اٹھا کر اسکا جواب دہیں دیدیا ہے کیونکہ وہاں تصریح کے ساتھ اس حدیث پر بحث نہیں کی گئی۔ اور نہ وہاں اس بحث کی کوئی ضرورت تھی اسلئے میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس جواب کو اسی جگہ دہراتا ہوں سو واضح ہو کہ اس حدیث کو ہم صحیح تسلیم کرنیکے بعد کہتے ہیں کہ اسکے معنے خود ہی حدیث حل کر رہی ہو اور ایک اور حدیث سے ان معنوں کی زیادہ توضیح ہو جاتی ہو تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ اس حدیث میں نفی نبوت کو ایک خاص زمانہ کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جو بعدی کے لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے یعنے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ یہ کہ میرے زمانہ میں بھی کوئی نہیں آئیگا اب ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قیامت تک ہے جس کو حدیث میں ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہو کہ انا والساعۃ کہا تین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ اور وسطی دونوں انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میں اور قیامت ہم دونوں اسطرح باہم متصل اور ملے ہوئے ہیں جس طرح کہ یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں اور درمیان میں تیسری کوئی چیز نہیں یعنے میرا زمانہ اسوقت تک ہے کہ قیامت آجائے اور جب میرا زمانہ منقطع ہو گا تو اسکا انقطاع کسی اور نبی کے آنیکے ساتھ نہیں ہو گا۔ بلکہ قیامت کے آنیکے ساتھ ہو گا غرض میرے بعد قیامت ہی آئیگی اور کوئی زمانہ حائل نہیں ہو گا۔ پس یہ حدیث مطلقاً کسی نبی کے آنے کی نفی نہیں کرتی بلکہ حقیقۃً یعنے آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جسکا آنا انقطاع زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستلزم ہو اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا گیا ہے آپکی امت ان تمام انعاموں کی وارث ہو گی اور ان انعامات میں سے نبوت بھی ہو اور ان تمام انعامات کے حصول کا ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو بتایا گیا ہے اسلئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکے بعد کوئی شخص کوئی ایسا انعام ان انعامات موعودہ اربعہ میں سے پا وے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے اور اسکے ذریعہ سے اور اسکی برکت سے اسے نہ ملا ہو۔ بلکہ اس واسطہ اور ذریعہ کے بغیر ملجائے یا کوئی شخص کوئی نئی شریعت لے کر آجائے تو ان دونوں صورتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا انقطاع لازم آئیگا کیونکہ پہلی صورت میں

یہ نتیجہ نکلیگا کہ جو انعام کہ بلاواسطہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملنے کا دروازہ آپکے آنیکے ساتھ بند کیا گیا وہ کھل گیا جس کے یہ معنے ہونگے کہ آپکا زمانہ منقطع ہو چکا اور دوسری صورت تو اظہر من الشمس ہی ہیں جو قیود اس حدیث میں نبی کے معنے کو مخصوص کرتی ہیں وہ خود اس حدیث میں مذکور ہیں ہم اپنی طرف سے نہیں بڑھاتے۔

اور ثانیاً یہ کہ ہم نہیں کہتے کہ اس حدیث میں نبی کا لفظ کسی بیرونی قید کا محتاج ہی اسجگہ بھی نبی کے وہی معنے مراد ہیں جو اسکے اصلی معنی ہیں لیکن دوسری طرف چونکہ حدیث میں ایک نبی اللہ کے آنیکا وعدہ بھی دیا گیا ہے اسلئے دونوں کی تطبیق ضروری ہوئی جسکی یہ صورت ہی کہ نبیوں کی کئی قسمیں ہیں جنمیں سے کسی ایک قسم کی نفی لا نبی بعدی میں کیگئی ہے اور دوسری قسم کے نبی کا وعدہ دوسری حدیث میں دیا گیا ہی پس اس صورت میں معنی بھی برحال رہتے ہیں اور تطبیق بھی ہو جاتی ہی

اور ثالثاً یہ کہ نبی کے ساتھ شرعی یا غیر شرعی یا بلاواسطہ یا بالواسطہ کی قید لگانا اور جزئی کی قید لگانا ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہی کیونکہ شریعت کا پانا نہ پانا اور اسی طرح نبوت بالواسطہ پانا یا بلاواسطہ پانا نبوت کے اصل مفہوم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ اور یہ قیود صرف نبی کی قسم کو ظاہر کرتے ہیں لیکن جزئی کا لفظ نبی کے مفہوم کو بدلا دیتا ہے کیونکہ جزئی نبی کے یہ معنے ہیں کہ وہ ادھورا نبی جس میں تمام ضروریات و شرائط نبوت موجود نہیں ہیں۔ برخلاف اسکے شریعت کے لانے یا نہ لانے نبوت بالواسطہ پانے یا بلاواسطہ پانے سے نبوت کا اصل مفہوم نہیں باطل ہوتا پس ایسی قیود لگانے میں تو کوئی حرج نہیں جو اصل مفہوم کو نہ بدلاتی ہوں بلکہ تفصیل کرتی ہوں لیکن کسی ایسی قید کا لگانا جو باوجود تمام شرائط نبوت کے موجود ہونیکے ایک شخص کے نبی ہونیکی نفی کرتی ہو موجب حرج ہے

دوسرے سوال کا جواب۔ سید مکرم اگر یہ باتیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی فرمائی ہوئی نہ ہوتیں تو انپر کسی احمدی کا جرح قدح کرنا چنداں بعید نہ تھا لیکن جبکہ ہم لوگ یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ پیش کرتے ہیں تو اس صورت میں کسی احمدی کا حق نہیں ہی کہ انکو حقارت کی نظر سے دیکھے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہی کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونیکے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول سے ظاہر ہے پس مصفا غیب پانیکے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفے غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہی اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے

کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے" ایک غلطی کا ازالہ" اور کیا یہ الفاظ حضرت اقدس کے اپنے نہیں ہیں "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانیکے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی"۔

ممکن ہے کہ اسجگہ کسی شخص کو یہ وہم گذرے کہ قرآن کریم و حدیث شریف سے اس بات کو ثابت نہ کرنا اور صرف حضرت کا کلام پیش کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اسکی کچھ اصلیت موجود نہیں ہے سو اگرچہ ایک احمدی کی شان سے یہ بالکل بعید ہے کہ وہ حضرت اقدس کی نسبت ایسی بدظنی دل میں رکھتا ہو بلکہ کوئی غیر احمدی بھی جو تعصب کی وجہ سے اندھا نہ ہو رہا ہو ایسا وہم نہیں کر سکتا۔ لیکن میں حضرت اقدس کے کلام طیب ہی میں سے اسکے دلائل قرآنیہ و حدیثیہ پیش کرتا ہوں تاکہ اس شبہ کا بھی ازالہ ہو جاوے سو واضح ہو کہ نہ تو احادیث میں مسیح موعود کے سوائے اس امت میں کسی نبی کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے یوم بعثت سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے یوم بعثت تک کوئی ایسا مدعی نبوت ملتا ہے جسے آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین دعوئے نبوت میں سچا ثابت ہونے دیتی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی بابت احادیث میں بھی پیشگوئی موجود ہے اور آیت مذکورہ بھی آپکی تصدیق کرتی ہے چنانچہ حدیث کے متعلق حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ "خود حدیثیں پڑھتے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی طرح کے مشابہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی وہی مسیح موعود کہلائیگا"۔ حقیقۃ الوحی صفحہ

اب اگر کسی کی طاقت ہے تو احادیث میں مسیح موعود کے سوا کسی اور نبی اللہ کی پیشگوئی پیش کرے اب رہا یہ کہ اگرچہ احادیث میں مسیح موعود کے سوا اس امت میں سے کسی کو نبی نہیں کہا گیا مگر کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ بغیر پیشگوئی کے وعدہ کے کوئی نبی آگیا ہو۔ سو یاد رہے کہ اس وہم باطل کا ابطال قرآن کریم کی آیت لو تقول علینا کر رہی ہے اور اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آجتک سوائے حضرت مسیح موعود کے کسی کا دعویٰ نبوت ثابت نہیں ہونے دیا چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اشتہار کے ذریعہ سے اس بات کا اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مدعی نبوت کو پیش کر کے ثابت کر دے کہ آیت مذکورہ نے اسکی تصدیق کی۔ تو

اسے پانسو روپیہ انعام دیا جائیگا تو کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی اسکی ایک مثال بھی پیش کرتا۔ میں اسجگہ اسکے متعلق حضرت اقدس کے چند فقرے نقل کر دیتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔ "ممکن نہیں کہ ہمارے سید و مولی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی پانے کی مدت اس شخص کو مل سکے جسکو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے ہاں اس بات کا قطعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ درحقیقت اس نے وحی اللہ پانے کے دعوی میں تئیس برس کی مدت حاصل کر لی اور اس مدت میں آخر تک کبھی خاموش نہیں رہا اور وہ اس دعوے سے دست بردار ہوا سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جسکو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دیگئی اور تئیس برس تک وحی کا سلسلہ جاری رہا۔" (اربعین ۴ صفحہ ۲۲) بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور تئیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے انکا دعویٰ ثابت کرنا چاہئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے کہ جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنے یہ کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں اصل لفظ انکی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے جسکی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا (تتمہ اربعین صفحہ ۱۱) پس یہ ممکن نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لیکر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک کے عرصہ میں کوئی ایسا شخص مل سکے جو مطابق شرائط مذکورہ بالا مدعی نبوت ثابت ہو اور پھر آیت لو تقول اسکی تصدیق کرے

تیسرے سوال کا جواب - جناب سید صاحب تقویٰ و صلاح کا نہ تو گزوں یا فٹوں یا جریبوں کے ساتھ اندازہ کیا جاتا ہے نہ ترازو پر تولا جاتا ہے اسکی کمی بیشی کا جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ آپ یا میں یا کوئی اور انسان کس طرح یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ فلاں شخص کا تقویٰ اس درجہ کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ مقام نبوت کا مستحق ہے پس یہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ فلاں زمانہ کے لوگ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نقطہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے مگر انہیں نبوت نہ ملی ہاں یہ سچ ہے کہ بموجب آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یہ منصب اسی کو عطا ہوتا ہے جو تقویٰ میں ارفع الشان ہو مگر انسان اندازہ نہیں لگا سکتا کہ کون شخص ارفع الشان ہے اور کون نہیں ہے اسی طرح پر کسی شخص کو یہ اندازہ لگانے کا حق نہیں ہے کہ چونکہ ایسے لوگ گذر گئے ہیں جو تقویٰ میں نقطہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور باوجود اسکے انہیں یہ منصب نہ ملا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ بواسطہ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ منصب کسی کو نہیں مل سکتا کہاں لکھا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مقام پانے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایسے لوگ تمام مراتب تقویٰ طے کر چکے ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ مقام اصطفےٰ پانے والوں کے

بھی متعدد مراتب ہیں جنہیں سے ظالم لنفسہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رضا اور اصطفاء میں تلازم ہے پس یہ معیار صحیح نہیں ہے۔

چوتھے سوال کا جواب بعد از تسلیم اسکے معنی سنئے بڑ کے بیج میں وہ استعداد تو موجود ہوتی ہے جس سے وہ ایک بڑا عظیم الشان درخت بن سکے۔ اور اس بنا پر اسے بالقوہ بڑ کہہ سکتے ہیں مگر اسے فضیلت کے رنگ میں بڑ کا درخت اسیوقت کہینگے جب وہ درخت بنجاویگا بات یہ ہے کہ ہر نبی واجب الاطاعت ہوتا ہے مگر فی البطن اسے یا فی المہد کیجیانتین اسکی اطاعت کسیکا پر فرض نہیں ہوتی ہاں جب بلغ اشدہ کا مصداق بنتا ہے اور کمال احسان کے مرتبہ پہنچ جاتا ہے تو اس سن کو اللہ تعالیٰ جس مقام پر جاہتا ہے کھڑا کر دیتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی عدم شرطیت کیونکر ثابت ہوئی۔

پانچویں سوال کا جواب - امکان سے کسکو انکار ہے مگر اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور اس سے بڑھکر کون ہے عدو نکا پورا کرنیوالا ہے اوفوا بعہدی اوف بعہدکم مگر قلیل ماہم یاد رکھئے کہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء آیت قل ان کنتم تحبون اللہ کی منسوخ نہیں ہے میرا خیال ہے کہ بلہ راستکے معنے سمجھنے میں کسی قدر غلط فہمی ہوتی ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ منصب عطا کرتا ہے انہیں اجر عمل کے طور پر ملتا ہے علیہ ضروری ہو کہ ہر کس عامل کو مل سکے بلکہ اسکے لئے ایک یہ بھی شرط ہے کہ یہ منصب صرف ذی النسب لوگوں کو ملتا ہے۔ حالانکہ اجر اعمال کے لئے یہ شرط نہیں ہے پس یہ ہے تو موہبت رحمانیت مگر اسکا حصول اکمل اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل اتباع کے بعد تابع کا دل تمام زنگاروں سے مصقول ہو کر ایک آئینہ تجلی بن جاتا ہے۔ جس پر نبوت کے شعبوں کا فوٹو کا اثر اتنا آتا ہے اسی روحانی صفائی کو عام اصطلاح میں نبوت ظلی کہتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ظلی نبوت کے کچھ اور معنی بیان فرماتے ہیں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ظلی نبی وہ تمام کمالات پورے طور پر رکھتا ہے جنکی وجہ سے پہلے انبیاء نبی کہلاتے رہے اور کہ ہمدری تصویر پوری نہیں ہو سکتی جبتک کہ ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمالات اپنے اندر نہ رکھتی ہو اور کہ تمام نبی وسیاسات کو دلتے چلے آئے ہیں کہ جو بروزی نبی اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے اور کہیں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جسمیں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اگر خواب بینی کا نام ہی ظلی نبوت ہے تو کیا وہ تمام کمالات جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور جنکے ساتھ انبیاء مخصوص ہوتے ہیں ایسے خواب مومنوں میں پائے جاتے ہیں۔

میں اوپر مفصل بتا چکا ہوں کہ جزوی نبوت اور چیز ہے اور کہ نفس نبوت جنکی قسمیں میں سے ایک قسم ظلی نبوت ہے اور چیز ہے یہ نہیں کہ جہاں لفظ نبی کے ساتھ کوئی قید آجاوے وہ سب ایک ہی میں داخل کر دی جاوے ایسی صورت میں تو اندیشہ ہے کہ کل کوئی شخص لفظ نبی کے ساتھ کا ذبی قید لگا کر اسے بھی ظلی نبی کا مرادف قرار دیدیگے اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔ خاکسار محمد اسمٰعیل

اصول فقہ مختصر الاصول فقہ کی کتابیں تو اردو میں بھی بہت ہیں اسلئے ناظرین تشحیذ عام طور پر ان سے آگاہ ہونگے یہ کتاب جس کا عنوان اوپر درج ہے اور جس کو میں نے بڑے شوق سے منگوایا۔ اور پڑھا اور پڑھکر فائدہ اٹھایا۔ اصول فقہ میں ہے اصول فقہ ایسا علم ہے جسکی وجہ سے دلائل اجمالیہ سے احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور اسکی غرض یہ ہے کہ احکام شرعیہ فرعیہ کو انکے ادلہ کتاب و سنت سے استنباط کرنیکا موقعہ حاصل ہو جائے۔ عربی میں تو ایسی کتابیں بہت ہیں جو درس و تدریس میں داخل ہیں لیکن اردو میں جو ایسی کتاب کی ضرورت تھی تا ہر طبقہ کے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اسے علامہ محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے پورا کر دیا ہے۔ زبان ایسی شستہ اور سلیس ہے کہ ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ اصول فقہ کے متعلق یہ کتاب کافی و وافی ہے۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ احباب اسے خریدیں قیمت عہ ملنے کا پتہ ایس ابن علی اخبار نیر اعظم مراد آباد حجم قریباً چار سو صفحہ

مسیح موعود یہ رسالہ تبلیغ کے لئے اور وفات مسیح موعود کے ثبوت میں بہترین رسالہ ہے برادر سراج الدین صاحب نے مختلف کتب سلسلہ سے اقتباس کر کے انجمن احمدیہ ہمبڑیاں کی طرف سے مفت شائع کروایا ہے احباب محصول ڈاک بھیجکر منگوائیں اور حظ اٹھائیں۔

اسرار روایات منشی خادم حسین صاحب خادم ایک مشہور مضمون نگار ہیں اور شیعہ کے متعلق انکی واقفیت بہت اعلیٰ ہے یہ ۲۰ صفحے کا رسالہ انہوں نے اس موضوع پر لکھا ہے کہ مرثیہ خواں جو روایات کربلا سنا کر رویا رلایا کرتے ہیں وہ از روئے شیعہ کتب معتبرہ ناقابل اعتبار ہے ۱؎ کے ٹکٹ آنے پر یہ رسالہ دفتر تشحیذ سے بھیجا جا سکتا ہے جہاں شیعوں کا زور ہے یا جنہیں ان سے بحث کرنی پڑتی ہے یا جن کے رشتہ دار احباب شیعہ ہوں وہ ضرور متعدد کاپیاں منگا کر مفت تقسیم کریں۔

القمر دہلی یہ رسالہ دہلی سے ماہوار شائع ہوتا ہے محمد عبد العزیز جنیدی اسکے ایڈیٹر ہیں اس رسالہ میں ممتاز علماء و مشاہیر اہل قلم کے مضمون شائع ہوتے ہیں چندہ سالانہ عہ نمونہ منگوا کر دیکھئے

کلمۃ الفصل القول الفصل تو آپ نے پڑھ لیا۔ اب ہمارے مکرم معظم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب خلف ثانی مسیح موعود کا یہ مضمون بھی مسئلہ کفر و اسلام پر پڑھئے جو ریویو آف ریلیجنز ماہ مارچ و اپریل میں شائع ہوا ہے حق یہ ہے کہ اپریل ۱۹۱۱ء کا تشحیذ (مسلمان وہی ہے جو تمام ماموروں کو مانے) اگر متن ہے تو یہ اسکی بہترین شرح ہے میں امید کرتا ہوں کہ یہ بہت دلچسپی سے پڑھا جائیگا اسلئے خدا کے برگزیدہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۲

نبی کے فرزند تجھ پر سلام کہ تو نے نعرۂ اسلام کی حقیقت سمجھا کر امن و سلامتی پھیلائی۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے نقشے

یہ نقشے اپنی حیثیت میں پہلی دفعہ طبع ہوئے ہیں ہر چیز پیمائش کے ساتھ اور باصول انجینئری صحیح پیمانہ میں ہیں انکے بلاک خاص اہتمام کے ساتھ بنوا کر تھیکر اسپنک کمپنی کلکتہ سے جو ہندوستان میں سب سے بہتر پرنٹر ہے نہایت اعلیٰ قسم کے کاغذ پر چھپوائے گئے ہیں صحت اصلیت اور عمدگی کا تصفیہ ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔

ہدیہ فی سٹ { قسم اول پانچ روپیہ / قسم دوم دو روپیہ } محصول بذمہ خریدار

(۱) پلین حرم شریف مکہ معظمہ (۲) ایلی ویشن (۳) شہر مکہ معظمہ

(۴) پلین مسجد نبوی مدینہ طیبہ (۵) ایلی ویشن (۶) شہر مدینہ طیبہ (۷) پلین و ایلی ویشن قبہ اہلبیت جنت البقیع مدینہ طیبہ (۸) مسجد قبا (۹) جبل احد و مزار حضرت حمزہؓ (۱۰) قبہ سیدنا عثمان غنیؓ (۱۱) حلیمہ سعدیہ رضہ

ملنے کا پتہ:۔ **محمد معین الدین انجینیر کسرول مراد آباد (یو پی)**

دوائے مقوی

جو نزلہ۔ زکام۔ ضعف اعضائے رئیسہ و اصلاح قلب کو دور کرتی ہے اور یہ وہی کشتہ جیہا ہے جو اس سے پہلے تین روپیہ تولہ کثرت سے فروخت ہوتا رہا ہو۔ برادر بدرالدین صاحب نے اسے ایسے طریق پر بنایا ہے کہ ڈیڑھ روپیہ تولہ میں فروخت کر سکیں ضرورت مند معرفت تشحیذ قادیان منگوالیں

نکسروں کی دوائی

قریشی امیر احمد صاحب کی اس دوائی کو بعض احباب نے استعمال کر کے مفید پایا ہے قیمت ایک شیشی ایک پیسہ ملنے کا پتہ مینجر دفتر تشحیذ قادیان

وی پی واپس کرنے والے

جن صاحبان نے تشحیذ کے وی پی بابت سنہ ۱۹۱۲ء واپس کئے ہیں وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت بھیجکر مشکور فرمائیں اور جنہوں نے ابھی تک سنہ ۱۹۱۳ء کی قیمت بھی نہیں دی۔ وہ اپنی رائے سے مطلع کریں کہ آیا آئندہ خریدار رہنا چاہتے ہیں یا نہیں اور جو قیمت دے چکے ہیں انکا شکریہ توسیع اشاعت کی طرف توجہ ضروری ہے۔ مینیجر

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۰ نمبر ۶

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ — قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ جون ۱۹۱۵ء

رجب ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۲ طلباء سے ۱ غیر ممالک سے ۳

باہتمام ... عبد الرحمن صاحب ... ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام ... پبلشر قادیان نے شائع کیا

آخری زمانے کا موعود

حضرت مسیح موعود حجۃ اللہ علی الارض امام آخر الزمان نے (جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے) تمام اقوام عالم پر حجت قائم کردی اور وہ فرض تبلیغ سے سُبکدوش ہو کر واصل باللہ ہوئے۔ ان کے بعد ہمارے احمدیہ لٹریچر میں یہ ایک کمی تھی کہ شیعہ کتب کے رُو سے شیعہ پر حجت نہیں قائم کی گئی تھی۔ مگر ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے یہ سعادت میرے نہایت ہی مہربان منشی خادم حسین صاحب بھیروی کے حصے میں تھی۔ ایسا ہُوا کہ چند خطوط بعض شیعہ کی طرف سے بغیر کسی ظاہری تحریک کے گالیوں سے بھرے ہوئے جناب خلافت مآب کے حضور پہنچے جس سے کم از کم یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مسیح الزمان کے معالجہ کے حاجتمند ہیں۔ دوسری طرف ایک دوست کی طرف سے ایک معزز شیعہ کا سوال پہنچا کہ امام غائب کی وفات شیعہ کتب کے رُو سے ثابت ہو جائے تو میں حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح و مہدی مان لونگا۔ حضور نے منشی صاحب موصوف کو ایما فرمایا۔ اور انہوں نے امتثالاً لامر الامیر صرف دو روز میں مضمون تیار کر کے بھیجدیا۔ اور پھر اسکے بعد اس مضمون کا دوسرا حصہ بھیجا۔ جس میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو شیعہ مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ جس متانت اور ثقاہت سے منشی صاحب نے یہ مضامین لکھے ہیں وہ مذہبی دنیا میں خاص عزت کی نظر سے دیکھے جائینگے بلکہ مناظرین کو چاہئے کہ انہیں بطور نمونہ اختیار کریں دوسرے مذہب اور اسکے علماء کی پوری پوری عزت کو مدِ نظر رکھکر نہایت ہی مدلل طور پر اپنا مذہب اپنا مسلک پیش کرنا احمدیت ہی کا حصہ تھا اور ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا آپ دونوں مضامین پڑھیں اور منشی صاحب موصوف کے حق میں دعا فرمائیں کیونکہ عرصہ سے آپکی طبیعت علیل چلی آتی ہے۔ اور اس حالت میں بھی (جبکہ لکھنا پڑھنا انکے لئے بظاہر حالات مفید نہیں مُضر ہے) انہوں نے محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے یہ محنت کی ہے خدا تعالیٰ اسکا بہتر سے بہتر اجر دینے والا۔ میں امید کرتا ہوں کہ شیعہ حضرات اس مضمون کو محض اللہ کے لئے بنظرِ تحقیق حق پڑھینگے اور فائدہ اٹھائینگے اور نیز اپنے رسالہ اصلاح کے مضمون متعلقہ انساب کو بھی دیکھیں کہ کسقدر دلآزاری اہلسنت کی روا رکھی گئی ہے۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے حلقہ واقفیت [illegible] اس رسالہ کی متعدد کاپیاں اشاعت کریں۔ اور [illegible]

دفتر ترقی اسلام قادیان سے منگوائیں [illegible]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۵؁ ۱۹ء

تحقیق امام آخر الزمان

مابین احمدی و شیعہ اثنا عشری

سوال منجانب شیعہ اثنا عشری: - اگر کتب شیعہ سے امام غائب یعنی بارہویں امام محمد بن الحسن العسکری کی وفات ثابت ہو جائے تو میں حضرت مرزا صاحب کو امام آخر الزمان مان کر بیعت کو تیار ہوں۔

جواب منجانب احمدی بعونہ و تعالیٰ (۱) واضح ہو کہ امام غائب کی پیدائش ۲۵۵؁ھ میں ہے اور غیبت کبریٰ کا زمانہ ۳۳۰؁ھ سے شروع ہوتا ہے۔ نوع انسان میں ایک بشر جس کو پیدا ہوئے ایک ہزار اٹھتر (۱۰۷۸) برس ہو چکے اور جو کہ ہزار برس سے غائب ہے۔ اسکی وفات سے پہلے تو اسکی حیات ثابت کرنا ضروری ہے۔ بالفرض اگر اسکی وفات کا کسی کو علم نہ ہو۔ تو اس عدم علم کو عدم وقوع وفات کہاں مستلزم ہے۔

(۲) کتب شیعہ میں امام صاحب العصر کو صرف امام غائب ہی نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ اس سے

پہلے حاضر بھی کہا گیا ہے چنانچہ محقق ابن بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں :-

جہاں بعد رسول صلعم بارہ اماموں کا نام بنام ذکر فرمایا۔ آخر میں لکھا ہے ثم محمد بن الحسن الحجۃ القائم بامر اللہ صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمان فی ارضہ الحاضر فی الامصار والغائب عن الانظار" ارشادیہ شرح اعتقادیہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۹

اور پھر یہ لکھا ہے۔ ولا جنس اشھر من جنس القائم لانہ مذکور فی المشرق والمغرب۔ اکمال الدین محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۹۳

یعنی کوئی جنس جنس قائم سے زیادہ مشہور نہیں ہے کیونکہ مشرق و مغرب میں اسی کا چرچا ہے علی بن عیسیٰ اردبیلی نے کشف الغمۃ میں امام کی نسبت لکھا ہے۔ انہ حیٌ موجود یحل و یرتحل ویطوف فی الارض ببیوت وخدم وحشم وابل وخیل وغیر ذلک منقول از کتاب غایت المرام مطبوعہ ایران صفحہ ۷۱۳۔ یعنے وہ زندہ اور موجود ہیں۔ کوچ و مقام کرتے۔ زمین میں اپنے نوکر چاکر اونٹ گھوڑوں وغیرہ کے ساتھ پھرتے ہیں۔

پس جو امام کہ حاضر فی الامصار اور جنس اشہر اور مذکور فی المشرق والمغرب اور پورے سازو سامان و امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زندہ ہے۔ اسکو غائب کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ اسکو غائب کہنا کیا اسکی حیات کے ثابت کرنے کے بار ثبوت سے اپنے کو بچانا نہیں ہے؟ مگر میں تو ضرور پوچھوں گا۔ کہ اگر امام فوت نہیں ہو چکے تو اس تمام شہرت کے مقابلہ میں غیبت کلی کا اثر کیوں عالمگیر ہے۔

(۳) خود شیعہ کے کئی فرقے جو بعض تو اماموں اور بعض امام زادوں کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اپنے اپنے اماموں کو غائب اور حی و قائم مانتے اور بعض صدہا برس اس عقیدہ پر قائم رہے ہیں مثلاً

(۱) کیسانیہ — محمد بن حنفیہ کو زندہ اور غائب مانتے

(۲) مغیریہ — یعنی اصحاب مغیرہ بن سعید بعد وفات امام محمد باقر محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی علیہم السلام کو

(۳) ناووسیہ — منکرِ فوت حضرت امام صادق ہو کر انہی کو مہدی موعود مانتے ہیں

(۴) اسمٰعیلیہ — منکرِ فوت اسمٰعیل پسر امام صادق اور انہی کو امام حی و مہدی قائم جانتے ہیں۔

(۵) مبارکیہ — بعد رسول صلعم کے صرف سات امام ضروری جانتے اور محمد بن اسمٰعیل بن امام صادق کو امام عالم و پیغمبر و مہدی مانتے ہیں

(۶) واقفیہ — حضرت موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کو قائم و مہدی موعود مانتے ہیں

(۷) محمدیہ — امام علی نقی علیہ السلام کے بعد آپکے بیٹے محمد کو امام مانتے ہیں اور باوجودیکہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گئے کہتے ہیں کہ نہیں فوت ہوئے اور انہی کو قائم مہدی مانتے ہیں۔

(۸) عسکریہ — یہ فرقہ امام غائب کے باپ حسن عسکری علیہ السلام کو غائب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نہیں فوت ہوئے۔

ملاحظہ ہو کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی مطبوعہ طہران صفحہ ۸۱ و ۸۲

اور اسمٰعیلیہ تو اب بھی موجود ہیں۔

اگر اسی طرح اثنا عشری بھی کسی شخص کو امام حی و قائم و غائب مانیں تو کیا عجب ہے پس جس طرح ان سب فرقوں کے اماموں کی حیات کا اثبات خود ان ہی فرقہ والوں کے ذمہ ہے اسطرح اول تو اثنا عشریوں کے ہی ذمہ ہے اپنے امام غائب کو زندہ ثابت کرنا۔ لیکن اگر وہ یہ تکلیف اپنے ذمہ نہ لیں تو ہم بطور شاہد ان سب فرقوں کو اور ان کے علاوہ زیدیہ شیعہ کو بھی جو لکوک کی تعداد میں آج بھی یمن میں آباد ہیں پیش کر سکتے ہیں۔ جو سرے سے امام غائب کی امامت کے ہی قائل نہیں ہیں اور اس بنا پر اسکی حیات کے بھی قائل نہیں۔ پھر اگر یہ فرقے اثنا عشریوں سے اسی طرح دریافت کریں کہ ہمارے امام غائب کی وفات ثابت کرو تو ہم تمہارے امام کو مان لینگے۔ پس جو جواب اثنا عشری انکو دینگے وہی ہماری طرف سے بھی سمجھنا چاہیئے۔

(۴) اثنا عشری شیعہ کے متاخرین فرقوں میں سے ہیں۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اپنے سے سابق فرقوں پر عموماً اور شیعہ عسکریہ پر خصوصاً امام غائب کا وجود ثابت کر کے اتمام حجت کر دیتے

ان بیچاروں کی بعد وفات امام حسن عسکری کے جو حالت تھی وہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہو سکتی ہے
پس در ہماں سال (۲۶۰ھ) آنحضرت (حسن عسکری) وفات فرمودند۔ شیعہ ویاران او متفرق
گردیدند۔ پس پارہ ایشاں خود ساں را بہ جعفر منسوب کردند (جعفر برادر حسن عسکری) و پارہ بہ شک
وریب افتادند و پارہ دیگر در حیرت ماندند الخ بحار الانوار جلد ۱۳ مطبوعہ ایران ترجمہ فارسی صفحہ ۶۹
پس اسوقت بعض شیعوں کا رجوع بطرف جعفر اور بعض قائلین کا منکرین و متحیرین پر جو خود
امام کے والد بزرگوار کے مخلص شیعوں میں سے تھے۔ اپنے امام غائب کے وجود مسعود کو ثابت کر سکتا
امام کی وفات تو درکنار کیا کسے امام کی ولادت کو ہی ظنی نہیں بنا دیتا؟ جب ولادت
امام مظنون ہی تو حیات بوجہ اولیٰ مظنون ٹھہری۔

(۵) عام شیعہ تو درکنار خود آل ابوطالب کی ایک جماعت جو مدینہ میں رہتی تھی۔ امامؑ
کی ولادت کی منکر ہے۔ چنانچہ ملا خلیل ایک حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:۔

جمعے کہ از آل مدینہ از آل ابوطالب قائل بودند بہ مذہب حق پس وظائف دادہ میشد
برایشاں از سامرہ (مولد امام غائب نواح بغداد) و در موعد معین ہر سالے پس چوں
رفت از دنیا امام حسن عسکری علیہ السلام برگشتند جمعے از ایشاں از قائل شدن
بفرزند یعنے برگشتند از مذہب امامیہ کہ زمانے خالی از امام معصوم نمے باشد
بسبب قائل نہ شدن بوجود فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام پس وار دشد آں وظائف
بر ہر کہ باقی ماند از ایشاں بر مذہب حق بقائل شدن بفرزند و بریدہ شد از جماعت
دیگر پس مذکور نمی شوند آں جماعت دیگر در مجالس شیعہ" دیکھو صافی شرح اصول کافی
کتاب الحجۃ صفحہ ۳۰۸ ترجمہ حدیث ہفتم باب مولد صاحب الزمان جزو ۳ حصہ ۲ مطبوعہ لکھنؤ
اس جگہ یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ لوگوں کو امام غائب کی ولادت کا قائل و مقر بنانے میں سیم
وزر کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

(۶) پھر آل ابوطالب بجائے خود امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بھی منکر ولادت ہے
دیکھو رسالہ رجعت صفحہ ۲۹

(۷) منکرین ولادت کی تائید میں کئی اور قرآئن بھی ہیں۔ مثلاً کتب معتبرہ شیعہ میں لکھا ہے

کہ امام غائب کی والدہ ماجدہ جس کا نام نرجس خاتون تھا۔ ایک قیصر روم کے فرزند یشوعا نام کی صاحبزادی تھیں۔ اور اُن کی والدہ کا سلسلہ شمعون وصی عیسیٰ علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔

اور جس عجیب و غریب طریق سے یہ شاہزادی امام غائب کے دادا بزرگوار تک پہنچی وہ بجائے خود بعید از فہم و قیاس ہے۔ بی بی شہر بانو دختر یزدجرد شاہ فارس کا حال اکثر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ جو بوقت فتح فارس خلیفہ ثانی حضرت فاروق رضی اللہ کی خلافت میں مدینہ میں آئی تھیں لیکن تعجب ہے کہ جس قیصر روم کی نواسی۔ لونڈی غلاموں محافظوں سے آنکھ بچاکر اور شاہی محل کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہکر غلام فروشوں کی معرفت ایک امام عالیمقام کی خدمت میں آئی۔ اور جس کے بھاگوں میں امام غائب کی والدہ ماجدہ ہونا مقدر تھا۔ اس کے حالات سے سوائے راویان شیعہ کے کوئی واقف نہ ہوا۔ پس جب تک محققین شیعہ اس زمانہ کے ہمعصر قیاصرہ روم سے یشوعا کے باپ قیصر کا پتہ نہ بتائیں یا اس واقعہ کو تاریخ قیاصرہ روم یا تاریخ کلیسیا یا کسی ہمعصر مورخ اسلامی کی کتاب سے ثابت نہ کریں۔ بار ثبوت ولادت امام غائب ان کے ذمہ ہے۔

(۸) شیخ امیر رکن الدین اور ایک جماعت امامیہ کی نسبت مجالس المومنین سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی وجود امام سے انکاری تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

و بر تقدیر تسلیم میگوئیم انکار وجود محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام منافی تشیع شیخ نیست۔ چہ بعضے از طوائف شیعہ حتیٰ جمعے از امامیہ قائل بہ دوازدہ امام کہ یکے از ایشاں محمد بن الحسن عسکری است نیستند۔ مجالس المومنین مجلس ششم مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۱

یاد رہے کہ امامیہ شیعہ سے مراد اثنا عشری ہوتے ہیں۔ اور بقول شوستری ایک جماعت منکر وجود امام غائب ہے۔

(۹) ولادت کے بعد جو حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ جس سے بقائے امام کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ بھی اطمینان بخش نہیں۔

مثلاً امام کو پانچ چھ برس کی عمر میں ہی یکایک غائب کیا جاتا ہے اور پھر ایک زمانہ کو غیبت صغریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو کم و بیش ستّر برس تک رہی۔ اس عرصہ میں خوش اعتقادوں کو بہکایا گیا۔ کہ امام خوف اعداء سے غائب ہیں۔ منجملہ ان کے سگے چچا جعفر سے

اوّل درجہ کے دشمن قرار دیئے گئے۔ پھر یہ کہ اس عرصہ میں کئی ایک نائب مقرر تھے جو قائمقام امام غائب تھے یہ لوگ شیعوں سے نذر و نیاز۔ زکوٰۃ خمس وصول کرتے اور اہل حاجات و سائلین سے تحریری عرائض واقعات لیتے اور ان کو امام غائب کی خدمت میں پیش کر کے جواب باصواب حاصل کرتے یہ جواب تحریری ہوتے تھے اور دستخط امام سے مزیّن۔ اصطلاح میں ان جوابات کو توقیع شریف کہا جاتا تھا۔ لیکن تاریخی تقریباً ستّر برس تک تو یہ سفارت خانہ رہا۔ بعد کو ایک خاص توقیع بلفظ سر کے مطابق ہمیشہ کے لئے بند کیا گیا۔ ملا باقر مجلسی نے ایک مستقل رسالہ ان توقیعات شریف کو جمع کر کے بھی لکھا ہے اور وہ آجکل مطبوعہ ہے شیعہ تاجران کتب سے ملسکتا ہے

بی بی نرجس خاتون کا حال اگر کسی مورخ کو درج کتاب کرنیکا خیال نہ رہا تو خیر۔ لیکن جو سفارتخانہ ستّر برس تک چلا گیا۔ اور جو کئی ایک امام کے وکیل اور نائب اور سفیر کام کرتے رہے کیا تعجّب نہیں کہ دوسری اسلامی دنیا اس سے بے خبر رہی خلفائے عباس کا یہ زمانہ ایک متمدّن زمانہ تھا جس کے عہد میں یعقوبی اور بلاذری وغیرہ جیسے بزرگ خاص درباری مورّخ تھے۔ انکی تاریخیں ان واقعات سے بالکل بیخبر ہیں۔ خیر اگر کہا جائے کہ وہ پھر بھی مخالف تھے انکو کسی مصلحت سے اس راز سے واقف کرنا مناسب نہ تھا تو میں کہتا ہوں کہ وہ بے شمار اصل توقیعات شریف کیا ہوئے جس پر امام کے دستخط موجود تھے جو کہ خاص شیعوں کے نام پر صادر ہوتے تھے پس غیبت صغریٰ کی تصدیق جب تک نہیں ہو سکتی کہ کوئی اصل توقیع شریف دستخطی امام غائب نہ دکھلایا جائے وہو محال۔

(۱۰) آنریبل سید امیر علی صاحب ممبر پریوی کونسل انگلستان بھی بقائے عمر امام غائب کے منکر ہیں حالانکہ ہمیشہ اپنی تمام تصانیف میں ائمہ اہلبیت کرام کا ذکر بکمال عزت و احترام کیا کرتے ہیں اگر روایات متعلقہ امام غائب میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو وہ یوں صریح انکار کرنے کی ملامت اپنے ذمہ نہ لیتے۔ دیکھو کتاب سپرٹ آف اسلام صفحہ ۵۰۷ در ذیل بیان دوازدہ امام اہلبیت کرام۔

(۱۱) غیبت کبریٰ کا ابتدا سنہ ۳۲۱ ھ سے ہوا۔ آج جو سنہ ۱۳۲۳ ھ ہے۔ امام غائب کو غائب ہوئے ہزار برس ہو چکے ہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی۔

اس ہزارہ کے واقعات میں سینکڑوں نہیں تو بیسیوں ایسے ضرور ہیں جن سے بقائے امام ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سابقہ شکوک کی تقویت ہوتی ہے۔

منجملہ ایسے واقعات کے ایک مختلف نامعلوم مستقر ہائے خلافت کا ہونا ہے جس کو اصطلاح شیعہ میں ناحیہ مقدسہ کہتے ہیں اور جو کہ ہونے کو تو اس ربع مسکون و معروف ممالک عالم میں ہیں لیکن آج ان کا سراغ کسی فاضل جغرافیہ دان یا سیاح سے پوچھا جائے تو مایوس ہونا پڑیگا۔ اور دوسرے نامعلوم اشخاص کا ذکر جن کو ادعائے رویت امام ہے۔ بطور نمونہ دونوں امور کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا جاتا ہے۔ مختصر تفصیل نواحیہ مقدسہ

(۱) حوالی مدینہ۔ کوہستان و صحرائے مدینہ کہ میان مسجد مدینہ و مسجد مکہ است شاید کہ مراد حوالی روحا باشد کہ محرم در وقت رسیدن بانجا تلبیہ را بلند میگوید۔ وسی کس از غلامان خالص ہمہ وقت باو۔ اگر یکے از ایشاں از دنیا رود۔ دیگرے قائمقام میشود۔ صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب ہفتاد و نہم صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸

خطہ پاک حجاز کے چپہ چپہ سے لوگ واقف ہیں خصوصاً کوہستان و صحرائے مدینہ سے۔ اور روحا اس سے مراد ہو تو ہر سال احرام باندھنے والے وہاں جاکر صدائے لبیک بلند کرتے ہیں۔ بعض روایات سے پتہ ملتا ہے کہ امام غائب ہر سال حج کرنے بھی آتے ہیں۔ اور لوگ ان کو دیکھتے تو ہیں مگر شناخت نہیں کرتے۔ و در غیبت کبریٰ نیز در موسمہا حاضر میشود و بر جلے کہ ہمہ کس اورا می بینند امانہ می شناسند صفحہ ۴۰۶ صافی باب ۷۹ باب فی الغیبۃ

اور وہ اکیلے بھی نہیں ہوتے تیس آدمی مخلص جان نثار بطور باڈی گارڈ ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور بقول اردبیلی ان کے ساتھ نوکر چاکر گھوڑے اونٹ بھی ہوتے ہیں مگر کسقدر تعجب ہے کہ کوئی شخص ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جو یہ کہے کہ میں نے امام کو دیکھا ہے۔

(۲) جزیرہ خضرا۔ مذکور است کہ جزیرہ اخضر و بحر ابیض جزیرہ الیست در سرزمین ولایت بربر میان دریائے اندلس کہ آنحضرت (امام غائب) و اولاد اصحاب او در آنجا میباشند و معمور و آباد ان است و در ساحل آں دیار موضع است بشکل جزیرہ کہ اندلسیان آنرا جزیرہ رفضہ میگویند و ساکنان آں ساحل ہمگی شیعہ امامیہ اند و ما یحتاج ایشان را

از راہ جزیرہ اخضر کہ مقام آنحضرت است در سالے دو بار وکیل ناحیہ بکشتی ہا از راہ بحر ابیض کہ محیط بآں ناحیہ مقدسہ است بے آرد و بر اہل آں جزیرہ قسمت کردہ مراجعت می نماید۔

مجالس المومنین صفحہ ۴۳ نجم ثاقب صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۷ رسالہ جزیرہ خضراء و بحر ابیض مجلسی مطبوعہ لکھنؤ

ولایت بربر۔ اندلس بحر ابیض متعارف نام ہیں لیکن جزیرہ خضراء یا جزیرہ تفضہ کا خدا جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں ذکر ہے جہاں ہزار برس سے امام معہ اولاد و اصحاب آباد اور جہاں ہر سال دو دفعہ غلہ وغیرہ کے جہاز معرفت وکیل ناحیہ مقدسہ کے بھیجے جاتے ہیں مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہاز ران ان حالات سے واقف نہیں

(۳) شعاب ذی طوی۔ بحکت لصاحب ھذا الامر غیبۃ فی بعض ھذہ الشعاب واومی بیدہ الی ناحیۃ ذی طوی رسالہ المحجۃ فیما نزل فی القائم الحجۃ مشمولہ کتاب غایت المرام در ذیل آیت الثالث والستون صفحہ ۷۴۵ ۔ ذو طوی موضع بمکۃ داخل الحرم کتاب مجمع البحرین زیر لفظ طوا۔ ایسے مشہور و معروف مقام میں جیسے کہ احاطہ حرم مکہ ہے کس طرح ہزاروں لاکھوں حجاج پر ابتک امام غائب کے غائب ہی ہیں

(۴) شہر جابلسا و جابلقا۔ در طرف مشرق و مغرب دو شہر عظیم است کہ یکے را جابلسا گویند و دیگرے را جابلقا بلکہ شہرہائے متعددہ وایں کہ اہل آں شہرہا از انصار قائم علیہم السلام (امام غائب) اند و بآں جناب خروج میکنند و بر اصحاب سلاح سبقت جویند و پیوستہ از خدا تعالےٰ مسئلت نمایند کہ ایشاں را از انصار دین خود قرار دہد و اینکہ ائمہ علیہم السلام در اوقات معینہ نزد ایشاں می رفتند و معالم دین با آنہا می آموختند الخ نجم ثاقب صفحہ ۲۲

متمدن دنیا آجتک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے کوئی پوچھے بھلا امام تو غائب ہیں۔ کسی مصلحت کی وجہ سے لیکن دو شہر کیوں اہل عالم سے مخفی ہیں۔ کیا مکاں کی عدم موجودگی سے مکیں کی عدم موجودگی پر استدلال نہیں کر سکتے ؟

دوم۔ دربارہ رویت امام معلوم ہو کہ مدعیان رویت سینکڑوں بیان کئے گئے ہیں لیکن سوال یہی کہ انکو تسلی بخش کس طرح قرار دیا جائے منجملہ مدعیانِ رویت ایک شخص ابی عیلا

قائم الھندی ہیں ان کی زبانی روایت ہے کہ ہم کشمیر میں رہتے تھے اور میرے ساتھ کے اور چالیس آدمی تھے جو بادشاہ کے دائیں ہاتھ کرسیوں پر بیٹھتے تھے وہ سب کے سب چاروں کتابوں توریت ۔ انجیل زبور اور صحف ابراہیم کی قرأت کرتے تھے ۔ عام لوگوں کو ہم دین کی تعلیم دیتے ۔ اور اُن کے حلال و حرام میں فتوٰی دیا کرتے ۔ ایکدن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہمنے کہا انکی بابت تو ہماری کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے ۔ پس ہم سب نے اتفاق رائے کیا اس امر پر کہ اس نبی صلعم کی تلاش کرنی چاہیئے الی آخرہ کتاب اکمال الدین صفحہ ۲۴۴ ۔ اصول کافی صفحہ ۲۴۳ باب مولد صاحب الزمان کتاب الحجۃ ۔ بڑے خدا اس قصہ کے لفظ لفظ پر غور کریں اور پھر بتائیں کہ آیا عقل سلیم اسکو امر واقعہ خیال کر سکتی ہے اول تو ابی سعید غانم کسی ہندی کا نام نہیں ہو سکتا ۔ پھر وہ کشمیر کا کونسا بادشاہ ایسا تھا جس کے درباری توریت و انجیل پڑھا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ الی آخرہ ۔

(۱۲) اس نمبر میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جائیگا ۔ جس سے ثابت ہو سکے کہ امام غائب ایک عرصہ سے اپنا فرض منصبی ادا کرکے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ۔

منجملہ فرائض منصبی امام قائم آل محمد دشمنان اہلبیت کرام سے انتقام لینا ہے پہلے دشمن اس خاندان کے بنی امیہ ہیں ۔ اور دوسرے بنی عباس چنانچہ دونوں خاندانوں کی تباہی کا قائم آل محمد کے ہاتھ سے ہونا کتب شیعہ میں موجود ہے ۔

(۱) تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں زیر آیت سئل سائل بعذاب واقع کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک آگ مغرب سے نکلے گی اور اسکو فرشتے پیچھے سے ہانکینگے یہاں تک کہ بنی سعد بن ہمام کے گھر کے پاس پہنچ جائے گی اور کسی بنی امیہ کے گھر کو بغیر جلائے نہ چھوڑیگی ۔ نہ گھر کے رہنے والوں کو اور نہ اس گھر کو چھوڑے گی جس میں آل محمد کا حق ہوگا ۔ مگر اسکو جلا دیگی اور یہی مہدی علیہ السلام ہونگے ۔ فلا تدع دارا لبنی امیۃ الا احرقتھا و اھلھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وھو المھدی علیہ السلام دیکھو تفسیر مذکور بابت سورہ معارج مطبوعہ ایران

محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں جو کہ علی بن ابراہیم کے شاگردوں میں سے تھے ۔ قال اذا قام القائم علیہ السلام و بعث الی بنی امیہ بالشام ھربوا الی الروم دیکھو فروع کافی کی کتاب الروضہ صفحہ ۱۰۲ ۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کو پامال ہوئے

صدیاں گذر چکی ہیں اور موجودہ سلاطین روئے زمین میں کوئی بنی امیہ سے نہیں خصوصاً ملک روم کا بادشاہ اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ قائم آل محمدؐ قید حیات میں نہیں ہیں۔

(۳) محقق ابن بابویہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قتل زکیہ اور قائم آل محمد کے خروج کے درمیان صرف ۱۵ رات کا وقفہ ہوگا لیس بین قائم آل محمد و بین قتل الزکیۃ الا خمس عشر لیلۃ کتاب اکمال الدین باب ۱/۶ ذکر علامات خروج القائم

سو واضح ہو کہ ایک نفس زکیہ امام حسن بن علی ع کے پڑپوتے تھے بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کے معاصر انکو مہدی کہتے تھے منصور عباس کے خلاف خروج کرکے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تفصیل کے لئے دیکھو مجالس المومنین مجلس ششم صفحہ ۳۶۳

تفسیر عیاشی کے حوالہ سے ایک روایت ہے کہ ایک راوی نے امام جعفر صادق کی خدمت میں خلفائے عباس کے بارہ میں ذکر کیا کہ صالح اور عیسیٰ بن علی کا مکان عالیشان تیار ہوگیا ہے۔ تو ایک مخلص نے کہا کہ یا تو خدا ان کو مسمار کردے یا ہم کو زور بخشے کہ ہم کردیں۔ فقال له عبد اللہ ع لا تقل ھکذا بل یکون مساکن القائم واصحابه اما سمعت اللہ یقول وسکنتم فی مساکن الذی ظلموا انفسھم دیکھو رسالۃ المحجۃ مشمولہ کتاب غایت المرام ذیل آیت نمبر الرابع والثلثون قوله تعالیٰ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا صفحہ ۷۳۶

تفسیر صافی میں ہے کذلك بنو امیۃ وبنو العباس لما ان وقفوا علی ان زوال ملك الامراء والجبابرۃ منھم علی یدی القائم ناصبونا العداوۃ ووضعوا اسیوفھم فی قتل اھلبیت رسول اللہ وابادۃ نسله طمعاً منھم فی الوصول الی قتل القائم تفسیر صافی سورہ توبہ بعد از نصف زیر آیت یریدون ان یطفؤا نور اللہ

ان روایات کی بنا پر ضروری تھا کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی تباہی حضرت قائم آل محمد کے ہاتھ پر ہو۔ اور ان کے مساکن میں امام اور آپکے اصحاب سکونت پذیر ہوں۔ اب جبکہ بنی عباس بھی بنی امیہ کی طرح تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور دولت عباسیہ کی کوئی شاخ بلاد اسلامیہ میں حکمران نہیں ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ضرور قائم آل محمد کے ہاتھوں سے تباہ ہو چکے اگر نہیں ہوئے تو ائمہ کی احادیث کی تکذیب لازم آئے گی۔ دوسرے ثابت کرنا ہوگا

کہ فلاں ملک میں بنی امیہ کی طرح بنی عباس ظالمین آل محمد حکمران ابھی باقی ہیں جنکو امام غائب بھی وقت ظہور فنا اور تباہ و پامال کرینگے۔

(۳) منجملہ علامات ظہور امام غائب صدائے آسمانی و سفیانی بھی ہیں دیکھو رسالہ رجعت مجلسی صفحہ ۸۴

(۱) کلینی نے لکھا ہے کہ ینادی مناد الا ان فلان ابن فلان وشیعتہ ھم الفائزون اول النہار وینادی اٰخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ھم الفائزون الخ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۹۹۔ یعنی منادی کرنے والے کی ندا آئے گی صبح کے وقت کہ فلاں ابن فلاں اور اسکے شیعہ کامیاب ہیں اور شام کو آواز آئے گی کہ دیکھو عثمان اور اسکے شیعہ کامیاب۔ لیکن یہ حدیث مجمل سی ہے اسکی تشریح کے لئے حدیث ذیل کا مطالعہ کرو۔

(۲) فیقوم من اھل الارض اذا سمعوا الصوت من السماء الا ان الحق فی علی بن ابی طالب وشیعتہ قال فاذا کان الغد صعد ابلیس فی الھوا حتی یتواری من اھل الارض ثم ینادی الا ان الحق فی عثمان بن عفان فانہ قتل مظلوماً فاطلبوا بدمہ قال فیثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت علی الحق وھو النداء الاول ویرتاب یومئذ الذین فی قلوبہم مرض والمرض واللہ عداوتنا الخ آیت نمبر الرابع والتسعون قولہ وان یروا آیۃ یعرضوا رسالہ النجمۃ فیما نزل فی القائم الحجۃ طبع اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظہور قائم بوقت بنی امیہ معہود تھا۔ اب سفیان کی بابت سنیئے۔

سو تاریخدان اصحاب پر مخفی نہ ہوگا کہ یہ ظہور بھی خلفائے عباس کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔

مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں ھو علی بن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ .... کانت امہ نفیسۃ بنت عبد اللہ بن العباس (عباس علمدار) بن علی بن ابی طالب وکان یقول انا ابن شیخی صفین یعنی علیا ومعاویۃ وکان من بقایا بنی امیہ بالشام وکان من اھل العلم والروایۃ فادعی لنفسہ بالخلافۃ اٰخر سنہ خمس وتسعین واعانہ الخطاب بن وجہ الفلس مولی بنی امیہ الخ تاریخ ابن خلدون جزو ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵

اس عبارت میں وکان من بقایا بنی امیہ بالشام خاص قابل غور ہے یہ تو تاریخی سفیانی

ہے لیکن ایک اور روایتی سفیانی بھی ہے سو خدا کا شکر ہے کہ اس کا سن ظہور بھی حسب روایات معتبرہ شیعہ ہو چکا ہے دیکھو روایات ذیل واقعات

(۱۳) محقق ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی میں واقعات سنہ ۷۰۰ھ میں آیا ہے کہ فی سبعمائة قنطارية وهي علم على كل قنطارية صليب تحت كل صليب الف فارس افرنجي ونصراني وهذه قصة عظيمة طويلة وفي زمانه يخرج اليه رجل من مكة يقال له سفيان بن حرب وفي خبر آخر من وقت خروجه الى ظهور قائم آل محمد صلوة الله اليه ثمان اشهر لا يكون زيادة يوم ولا نقصان جامع الاخبار مطبوعہ ایران فصل ۱۰۲ - یعنی سنہ ۷۰۰ھ میں قنطاریہ کا ظہور ہوگا۔ اور اس کے زمانہ میں ایک شخص مکہ سے نکلیگا جس کو سفیان بن حرب کہینگے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اسکے خروج کے وقت سے ظہور قائم آل محمد تک آٹھ ماہ ہونگے اور اس سے ایک دن نہ زیادہ ہوگا نہ کم

آٹھ ماہ کی بجائے ایک سال ہی فرض کیا جائے تو سنہ ۷۰۱ھ ہوتا ہے اور اسوقت ظہور امام غائب مقدر تھا۔ اور اب تو سنہ ۱۳۳۳ھ بھی شروع ہو گیا ہے۔ کیا اس سے بوجہ اولیٰ وفات امام غائب مستنبط نہیں ہوتی؟

(۱۳) اب ایک اور طریق سے وفات امام غائب پر توجہ دلاتا ہوں یہ طریق مشتمل ہے بعض معتقدات شیعہ پر۔

اول عقیدہ رجعت ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت رسول کریم اور جناب علی اور امام حسین اور دوسرے امام اور پیغمبر و اوصیائے انبیائے سابقین دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئینگے اور اسی طرح دشمنان و قاتلان آل محمد بھی اور امام غائب کے لشکر میں داخل ہو کر معرکہ کربلا و صفین کو از سر نو تازہ کرینگے بڑے گھمسان کے دن پڑینگے اسی زمانہ رجعت میں امام غائب کا ظہور بھی مقرر ہے رسالہ رجعت صفحہ ۵۹ بلکہ آپکے اسمائے گرامی میں سے ایک صاحب الرجعۃ بھی ہے نجم ثاقب ص ۲۸ اور رجعت بغیر ایک دفعہ مرنیکے ناممکن ہے۔ نیز اگر رجعت کے عقیدہ کا ابطال از روئے قرآن کیا جائے تو وہ مستلزم ہوگا عدم ظہور امام غائب کو اور عدم حیات کو علیٰ ہذا القیاس۔

اور پھر لکھا ہے کہ سب سے پہلے رجعت امام حسین کی ہوگی اور وہی امام غائب کی تجہیز و تکفین

ہ کو اور عدم ظہور امام غائب

کرینگے کیونکہ امام کی تجہیز و تکفین بجز امام کے نہیں ہوتی دیکھو حق الیقین مجلسی بیان رجعت صفحہ ۱۴۷

سو پہلے قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کرنا چاہیئے لیکن اگر وہ ثابت بھی ہو جائے پھر بھی حیات و بقائے امام غائب الی الآن پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ جب امام کے سب لشکر اور معاون مرکر زندہ ہونگے اور انکی وفات اونکی رجعت کی مانع نہیں ہے تو امام غائب کی رجعت بھی بعد از وفات ظہور کے لئے مانع نہ ہوگی۔ پس بہر صورت اس عقیدہ رجعت سے بھی وفات امام غائب نکل سکتی ہے۔

اجگہ یہ بھی معلوم رہے کہ عقیدہ رجعت ہرگز عقائد شریعت اسلام میں سے نہیں ہے بلکہ اسکا بانی مبانی عبداللہ بن سبا ہوا ہے دیکھو ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲۴ زیر عنوان ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنج ہجری اور بعض اسلاف شیعہ بھی اس عقیدہ سے منکر تھے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں جمعے از شیعیان شما ہستند کہ قایل نیستند کہ شما و دشمنان شما در آں روز زندہ خواہید شد دیکھو حق الیقین صفحہ ۱۴۷ در بیان واقعات رجعت مطبوعہ ایران

دوم۔ کتب شیعہ میں ایک نہایت معتبر و متواتر حدیث ہے عن النبی اذ قال کلما فی الامم السالفۃ یکون فی ہٰذہ الامۃ مثلہ حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ جس کا ماحصل یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ ضرور ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہو چکا ہے بعینہ اس امت میں بھی ہو کر رہیگا دیکھو اکمال الدین صفحہ ۲۹۳

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر امم سالفہ میں کونسا امام بلکہ پیغمبر ہی سہی ایسا ہو گزرا ہے جس کے حالات مطابق ہوں بحالات امام غائب؟ مثلاً غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ وغیرہ جبتک ایسی کوئی نظیر سابقہ امتوں میں نہ ملے امام غائب کی ولادت سے لیکر تا ظہور بزمانہ رجعت تک سب حالات قابل تسلیم نہ ہونگے۔

کسی خاص شخص کو تو شیعہ پیش نہیں کر سکے جو مطابق مفاد حدیث طابق النعل بالنعل من کل الوجوہ امام غائب کا نظیر ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ مختلف حالات کو مختلف اشخاص سے مشابہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً طول العمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو وقد روی فی الخبر الذی اسندتہ فی ہٰذا الکتاب ان فی القائم سنۃ من نوح ع

اکمال الدین صفحہ ۲۹۳

اسمیں شک نہیں کہ حضرت نوح کی عمر قرآن مجید کی ظاہر آیت سے ۹۵۰ ثابت ہی لیکن امام غائب کی عمر تو اسوقت ۱۰۷۸ برس ہو چکی ہی مشابہت طابق النعل بالنعل کیسے ہوئی۔

پھر نوح کی نسبت تو قرآن شاہد ہے امام غائب کی عمر کا کون شاہد ہے نوح کی نسبت قرآن میں لکھا ہے۔ ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین یعنی وہ ۵۰ کم ہزار برس اپنی قوم کے درمیان رہے اور دوسری جگہ نوح علیہ السلام سے حکایتاً آیا ہے ودعوت قومی لیلاً و نھاراً یعنے رات دن اپنی قوم کو دعوت کی لیکن امام غائب سے نہ قوم واقف ہی نہ وہ خود اپنی قوم میں اقامت رکھتے ہیں نہ دعوت فرماتے ہیں وغیرہ وغیرہ غرض ثابت ہوا کہ اسوقت نوح کی نسبت امام غائب کے حالات پر کسی طرح منطبق نہیں فھو المراد

پھر اصول کافی میں ایک حدیث امام محمد باقر سے مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصیاء کرام ہیں وہ مطابق ہیں اور مشابہ ہیں اوصیائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضرت علی علیہ السلام مسیح کی سنت پر ہیں۔ حدیث مشابہت نوح جس کا اشارہ ابن بابویہ نے کیا ہے خدا جانے اسکی اصل کہانتک درست ہے لیکن جو حدیث مشابہت اوصیائے عیسیٰ ہے وہ نہایت صاف وواضح ہی وکان الاوصیاء الذین من بعد محمد علیٰ سنۃ اوصیاء عیسیٰ وکانوا اثنی عشر وکان امیر المومنین عمل سنۃ المسیح اصول کافی کتاب الحجۃ باب ماجاء فی الاثنی عشر صفحہ ۳۴۷ نظر براین اصل محکم امام غائب کا مثیل پیغمبران ازمنہ قدیم مثل نوح والیاس خضر وغیرہم میں ہی منتخب کرنا بیسود ہے بلکہ قریب زمانہ گذشتہ میں اوصیائے عیسیٰ (حواریین) میں سے تلاش کرنا چاہیئے۔ لیکن امید نہیں کہ اسمیں بھی کامیابی ہو۔ پس جب زمانہ سلف قدیم و قریب میں امام غائب کی کوئی مثال ہی نہیں تو ثابت ہوا کہ امام غائب کے حالات ہی غلط ہیں۔

(۱۳) امام غائب کی غیبت کی جو وجوہات کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ ان پر غور کرنے سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اب سے بہت زمانہ پہلے وہ وجوہات مفقود ہو چکی ہیں مثلاً

(۱) لکھا ہی کہ بنی امیہ اور بنی عباس کو چونکہ علم تھا کہ ہماری ہلاکت قائم آل محمد کے ہاتھ پر ہوگی لہذا وہ عموماً قتل اہلبیت رسول میں سرگرم رہتے تھے اس آرزو کے برآنے کے لئے کہ قائم کو

بھی قتل کر دیں اسکا ثبوت بحوالہ تفسیر صافی اوپر عرض کر چکا ہوں - اب اسوقت کہ بنی امیہ و بنی عباس
کی سلطنت کا نام دنیا میں باقی نہیں امام غائب کا بدستور خائف و مستور رہنا صریحاً غیر ضروری ہی
اس سے نتیجہ نکلا کہ امام کسی جگہ بھی خائف و مستو نہیں ہیں کیونکہ وجہ خوف عرصہ سے مرتفع
ہو چکی ہے اگر مستور و مخفی نہیں ہوتے تو ضرور ظہور فرماتے - جب ظہور نہیں فرماتے تو ضرور ہی کہ وہ فوت
ہو چکے ہیں -

(۲) لکھا ہے کہ آپ کے چچا جعفر نے معتمد عباسی کے پاس جا کر شکایت کی تھی کہ لوگ ہزاروں اشرفیاں
اور اموال وہدایا میرے بھائی امام حسن عسکری کے واسطے لاتے ہیں چونکہ وہ فوت ہو گئے ہیں
انکا مستحق میں ہوں - لیکن ایک خورد سالہ بچہ چھلاتے پتے بتلا کر اس مال و زر کو لوگوں سے بٹور لیتا ہی
اس پر معتمد نے اپنے خدمتگار روانہ کئے انہوں نے لڑکا نہ پایا - آخر امام حسن عسکری کی کنیز صیقل (یا نرجس
خاتون مادر امام غائب) کو پکڑ لیا کہ اپنا لڑکا ہمکو دکھلا - انہوں نے رفع شک کے واسطے کہدیا کہ ابھی
تو مجھکو حمل ہے امام حسن عسکری سے اسلئے صیقل کو ابن ابی الشوارب قاضی کے سپرد کیا گیا کہ جب
لڑکا پیدا ہو تو قتل کر دیں - ناگاہ عبد اللہ بن یحییٰ وزیر مر د و صاحب الزنج نے بصرہ میں خروج کیا -
مخالفین کو اپنی پڑ گئی - پس وہ کنیز چپکے سے قاضی کے گھر سے اپنے گھر میں چلی آئی - رسالہ جنت
مجلسی صفحہ ۲۶ - اور نجم ثاقب میں ہی کہ نرجس بانو در آں وقت در حیات نہ بود - ماریہ نام کنیز کے
را بدند - کہ کودکے را نشان دہد ماریہ انکار نمود کہ ہیچ کودکے در ایں خانہ نیست - نجم ثاقب صفحہ ۱۴۰
اسی طرح اصول کافی میں لکھا ہے کہ جعفر نے امام حسن عسکری مرحوم کے جو لونڈی غلام فروخت
کروا ڈالے - انمیں سی ایک ترکی لڑکی اولاد حضرت جعفر طیار سے تھی جس کی پرورش امام مرحوم نے اپنے
ذمہ لے رکھی تھی - امام غائب صاحب کے وکلاء اس سودے سے جو مطلع ہوئے تو ۱۸۰ دینار بھیجکر
خریدار سے لڑکی کو لے لیا اور اولاد جعفر سے جو ولی تھا اسکے حوالے کر دی - اصول کافی کتاب الحجۃ
باب مولد صاحب الزمان صفحہ ۳۲۰

ان روایات سے ظاہر ہوا - کہ آپکا دشمن آپکا سگا چچا جعفر تھا - اور شائد ایسے ہی واقعات
کی تصدیق کے لئے وہ مشہور حدیث ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے وقد امسینا وما اعدی
لنا من ذوی قرابتنا - مجمع البحرین زیر لفظ جعفر صفحہ ۲۴۲

اگر امام غائب اپنے ایسے چچے کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے غائب ہوئے ہوں تو بے شک وہ حق بجانب تھے لیکن کیا آپ کے ساتھ آپکا چچا بھی زندہ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ابتک غائب و ترساں رہے اور ہیں؟ اس انتہا درجہ کے جبن کو ایک امام ؑ کی طرف منسوب کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۳) امام غائب کے چچا کی شکایت سن سن کر خلیفہ وقت اور اسکے وزراء کو بھی امام غائب کے خوف نے جو انکی دولت کو ملیا میٹ کرنے والے تھے یا مال و دولت کے لالچ نے جو امام کے نام سے امام کے وکلاء بیچارے سادہ لوح شیعوں سے وصول کرتے رہتے تھے رفتہ رفتہ اس بات پر آمادہ کر دیا کہ کوئی ایسی صورت ہو جس سے زیادہ شور و فساد بھی نہ ہونے پائے اور مال و دولت دینے والوں اور وکلاء اور امام کی آمد و رفت و نقل و حرکت سے بھی ہم ناواقف نہ رہیں۔ اس تحقیق حال کے لئے حسب معمول جاسوس چھوڑے گئے۔ لیکن امام غائب فوراً اس تجویز پر واقف ہو گئے اور انھوں نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ کوئی وکیل کسی رعیت سے مال نہ لے اگر پکڑا جائے تو تجاہل عارفانہ کرے صافی شرح اصول کافی باب مولد صاحب الزمان شارح کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ مخفی نہ ماند کہ ایں قضیہ باعث سخت گیری خلیفہ و غیبت کبری باشد یعنی خلیفہ وقت کو اس سے اور بھی غصہ آیا اور اسکی سخت گیری اور امام کی غیبت کبری کا موجب یہی امر ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب بھی امام غائب کے خاص وکلاء شیعوں سے مال و دولت وصول کیا کرتے ہیں اور کیا اب بھی خلیفہ معتمد عباسی اور اسکے جاسوس انکے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے غیبت کو بدستور لازم گردانا ہوا ہے کیا ان واقعات کو صدیاں نہیں گذر گئیں؟

(۴) پھر غیبت کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ہر ایک امام کے گلے میں کسی نہ کسی ظالم جابر کی بیعت کا جوا ہوتا رہا ہے۔ امام غائب اسلئے غائب ہیں کہ خروج کریں تو انکو کسی جابر طاغی کی بیعت نہ کرنی پڑے۔ ابن بابویہ نے غیبت کی علت اسی امر کو قرار دیا ہے چنانچہ مختلف روایات کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(۱) تعمی ولادته علی هذا الخلق لئلا یکون لاحد فی عنقه بیعة اذا خرج۔

(۲) یبعث القائم ولیس فی عنقہ بیعۃ لاحد

(۳) لئلا یکون فی عنقہ لاحد بیعۃ اذا قام بالسیف - اکمال الدین باب علۃ الغیبۃ صفحہ ۲۶۵

ائمہ اہلبیت کرام کے مخالفین تو وہی بنی امیہ تھے یا بنی عباس باقی مسلمانوں میں سوائے مقدار قلیل خوارج کے شیعہ ہوں یا سنی کوئی بھی دشمن نہیں ہے - ان دونوں خاندانوں کو برباد ہوئے جو صدیاں گذر کر بہت سا ہو چکے بلکہ بلاد اسلامیہ میں جو کئی شیعہ خاندان وارث تخت و تاج ہوئے ان سے بھی امام ناواقف نہ تھے - اگر زندہ ہوتے تو ضرور اپنے مخلصین باتمکین کو دولت دیدار سے مالا مال فرماتے والافلا

(۵) پھر علت غیبت یہ قرار دی ہے کہ امام کو اپنی جان کا خوف ہے ائمہ سابقین اہلبیت علیہم السلام اور دکائے امام غائب سے اس وجہ کو ظاہر کرنے والی جو روایات ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں

(۱) عن الصادق یقول ان للقائم غیبۃ قبل ان یقوم قلت ولم ذلک جعلت فداک قال یخاف واشار بیدہ الی بطنہ وعنقہ - اکمال الدین صفحہ ۱۹۰

(۲) فی تفسیر قولہ تعالیٰ لترکبن طبقا عن طبق سلمہ سنن لابد للقائم من غیبۃ قلت ولم قال یخاف علی نفسہ واومی بیدہ علی بطنہ

(۳) ایک وکیل امام سے راوی سے پوچھا کہ بھئی سچ بتاؤ تم نے بھی امام کو دیکھا - تو اس نے کہا نعم ولہ رقبۃ مثل ذی واشار بیدہ الی عنقہ

حالانکہ ائمہ اہلبیت کی فضیلت میں آیا ہے کہ وہ کسی کے مارنے سے مرتے ہی نہیں بلکہ جب چاہیں مرتے ہیں وانہم لایموتون الا باختیارھم اصول کافی کتاب الحجہ صفحہ ۱۵۸ باب ایضاً

پس یا تو وہ علت غلط ہوگی یا یہ حدیث - بصورت اول ایسا ذی الف شخص کس طرح امام زمان کے معزز لقب سے ملقب ہو سکتا ہے کیا انبیائے سابقین میں سے بجز عطیہ فرض رسالت کوئی ایسا نبی یا امام مفترض الطاعۃ ہوا ہے - بصورت دوم ممکن ہے کہ کسی وقت اپنی حالت زار سے تنگ آکر انہوں نے ایسی مخفی در مخفی اور تنہائی کی زندگی سے موت کو ہی ترجیح دے دی ہو قطع نظر ان باتوں کے موجودہ وقت میں ثابت کرنا چاہیئے کہ ایسا شدید خوف کس شخص یا کس قوم یا اہل ملک کی طرف سے امام پر طاری ہے کہ وہ چاروناچار غائب ہیں بظاہر حالات کوئی خوف غالب نہیں - پس جب شرط غیبت عرصہ سے اٹھ گئی ہے تو مشروط بھی اس کی ضرور فارغ البال ہو چکا ہے

(۳) پھر غیبت کی وجہ بکثرت اصل ہے علاوہ خوف اعداء عدم نصرت رعیت بھی قرار دی ہے اور عدم نصرت کو بمنزلہ عدم اطاعت کے ٹھہرایا ہے ایسی صورت میں اسکا خیال ہے کہ امام غائب ہی رہیں تو بہتر دیکھو سرمایہ ایمان لاہجی صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ بمبئی

لیکن افسوس ہے کہ یہ وجہ بھی مثل دیگر وجوہ کے بودی ہے کیا کوئی واقفکار مسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیعوں کو اپنے امام سے اس حد تک سرد مہری ہے کہ وہ ظہور کریں تو وہ انکی نصرت جان و مال سے نہ کریں۔ ہرگز نہیں اور کیا اس خیالی عدم نصرت کے الزام سے انکو عدم اطاعت کا مجرم ٹھہرانا قرین انصاف ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور کیا وہ اس ہزار گیارہ سو برس میں کسی وقت ظہور فرمانا چاہتے تو وہ رعایا کے محتاج تھے؟ ہرگز نہیں۔ اُن کے پاس تو عصائے موسیٰ۔ انگشتر سلیمان۔ اسم اعظم جیسی چیزیں ہیں۔ اور جنکی نصرت میں حسب اعتقاد شیعہ ملائکہ اور جن اور باشندگان جابلسا و جابلقا ہیں۔ کیا ایسے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے ہند و پنجاب یا ایران کے شیعوں کی نصرت کا کوئی منتظر رہتا ہے؟ ہرگز نہیں پس یہ علت بھی غلط اور گویا خلاف واقعہ ثابت ہوگئی فہو المراد

(۴) جب دیکھا گیا کہ واقعات سے امام کے وجود کو ثابت کرنا مشکل ہے تو ایسی تاویلات کی طرف رجوع کیا گیا جن سے ہر زمانہ میں ظہور امام کے اعتقاد سے کئی فائدہ حاصل کیا جائے یا جن سے کہ سائل کسی وقت بھی مجبور نہ کر سکے۔

اوّل مثلاً بنی امیہ اور بنی عباس کی سطوت کو برباد کرنے کے لئے اس اعتقاد سے خوب فائدہ اٹھایا گیا امام ظاہر ہوئے یا نہ ہوئے مگر ہوا خواہانِ تشیع کی مرادیں پوری ہوگئیں۔

دوم - امام کے ظاہر ہونے کا ایک نام فرج تجویز کر دیا یعنی خوشحالی۔ جسکا مطلب یہ کہ جب شیعوں کے اچھے دن آئیں سمجھا جائیگا کہ امام زمان کے دم قدم سے یہ دن نصیب ہوئے اور جب مصیبت کے دن ہوں تو [illegible] منتظر رہیں [illegible] شوہری [illegible] ہے۔ وفرج یکے از اسمائے صاحب الامر است مجالس المومنین مجلس اول [illegible]

سوم - دینی فوائد تو [illegible] بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ خواہ آپ امام غائب ہی مانے گئے تھیا لیکن ہوا خواہان تشیع نے گذشتہ مظالم کے انتقام لینے اور ساتھ ہی شیعوں کو دنیوی ترقی اور سلطنت کا امیدوار بنانے کے لئے ایسے عقائد بنالئے جیسے غیبت کبری امام - ملا باقر مجلسی

لکھتے ہیں "معنے رجعت آنست کہ پادشاہی برما گردد و مہدی ما پادشاہ شود" رسالہ رجعت صفحہ ۱۷- قدیم شیعوں کو دنیاوی ثروت کی بڑی آرزو رہتی تھی یہانتک کہ ضرب المثل ہوگئی الشیعۃ تربی بالامانی - دیکھو توضیح المقال صفحہ ۴۶ مطبوعہ ایران

چہارم - شیخ معتمد حسن بن سلیمان نے منتخب البصائر میں روایت کی ہو جس میں امام صادق فرماتے ہیں کہ جسقدر آیات خدا نے قیام ساعت کے لیے قرآن میں فرمائی ہیں وہ سب کی سب امام قائم کے قیام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں دیکھو رسالہ رجعت حدیث ہشتم صفحہ ۲۹- یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام قائم سب آیات متعلق قیامت کا مصداق ہی تو جو آیات حسب اعتقاد شیعہ اثبات رجعت کے لئے ہیں ان کا مصداق کون ہوگا ؟

نزاکت وعدہ دیدار اور وہ بھی قیامت پر + پھر اس پر صبر کرتا ہے دل امیدواروں کا

پنجم - امام غائب کو موجب امان زمین کہا گیا ہے جیسے کہ ستارے موجب امان آسمان ہیں - کتاب حق الیقین صفحہ ۱۳۳ در بیان غیبت آنحضرت - اس سے معلوم ہوا کہ امام فرائض آیات و تبلیغ ہدایت سے یا تو فارغ البال ہو چکے ہیں اس عہدہ سے انکو دوسرے عہدہ پر منتقل کیا گیا ہے اور فرائض امامت سے انکا علیحدہ ہونا بمنزلہ وفات کے ہے -

(۱۵) ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کی غیبت کی امتداد زیادہ سے زیادہ بقدر مدت بقائے نوح علیہ السلام تھا اپنی قوم میں چنانچہ لکھا ہے واللہ لو بقی فی غیبتہ ما بقی نوح فی قومہ لم یخرج من الدنیا حتی یظہر فیملاء الارض قسطاً و عدلاً - اکمال الدین صفحہ ۱۹۲

مصنف اکمال الدین کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہے اور ائمہ کا زمانہ اس کے بھی پہلے کا ہے ان امام یا راوی یا مصنف مذکور کو اسوقت تو عمر نوح ایک عرصہ طویل اور مدت مدید معلوم ہوتی ہوگی اور اسکو یقین تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو عمر نوح کے عرصہ تک یعنے ۹۵۰ کے اندر اندر تو ضرور امام ظہور فرمادینگے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا -

اصل روایت میں بقائے نوح فی قومہ کا لفظ ہے اور جسکی تصدیق قرآن سے فلبث فی قومہ الف سنۃ الا خمسین سے کافی طور پر ہوجاتی ہے اور اس سے زیادہ عرصہ تجویز کرنے کی کسی ذی ہوش و صاحب قیاس کو اجازت نہیں دیتی اب اصل حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو

امام فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی اگر امام قائم غائب رہی اتنا عرصہ بھی جتنا کہ نوح اپنی قوم میں رہے تو پھر وہ دنیا سے رخصت نہ ہونگے جب تک کہ ظہور نہ کریں اور زمین کو انصاف و عدل سے بھرپور نہ کردیں اب چونکہ نوح والا عرصہ بھی گزر گیا اور امام نے ظہور نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ امام بقید حیات نہیں ہیں کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو وہ ضرور ظہور فرماتے۔

(۱۶) تمام عقلی دلائل بھی اس عقیدہ کے منافی ہیں عقل کی فضیلت میں شروع اصول کافی میں ہی کئی احادیث ہیں۔ منجملہ

(۱) عن ابی عبد اللہ ع قال حجۃ اللہ علی العباد النبی والحجۃ فیما بین العباد وبین اللہ العقل صفحہ ۱۲ کتاب العقل

(۲) العقل دلیل المومن " صفحہ ۱۲ "

(۳) ان للہ حجتین حجۃ ظاہرۃ وحجۃ باطنۃ فاما الظاہر فالرسل و الانبیاء والائمۃ واما الباطنۃ فالعقول صفحہ ۱۰ "

نکتہ - ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین کبھی کسی امام سے خالی نہیں رہتی جو خدا کی طرف سے اسکی مخلوق پر حجت ہوتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ امام ظاہر اور مشہور ہو۔ یا ترسناک پوشیدہ اما ظاہراً مشہوراً او خائفاً مغموراً - رسالہ ارشادیہ شرح اعتقادیہ صفحہ ۲۹۹

دراصل یہ دوسری شق خائفاً مغموراً والی ہی عقیدہ غیبت امام کی جڑ ہے لیکن اس نمبر میں حدیث نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ رسل الانبیاء اور ائمہ ہمیشہ حجت ہائے ظاہرہ ہوتے ہیں۔ اور جو حجت کہ ظاہر نہیں باطن میں ہو وہ عقل ہو یہ بھی ایک دلیل واضح ہی بطلان عقیدہ غیبت امام و وفات امام غائب کی

(۱۷) کافی میں متعدد احادیث اس امر پر وارد ہیں کہ ہر ایک امر کو پھیرا جائے طرف قرآن اور سنت رسول اللہ کے اور جو حدیث مخالف قرآن ہو وہ جھوٹی ہے مثلاً

(۱) عن ابی عبد اللہ (امام صادقؑ) قال قال رسول اللہ ص ان علی کل حق حقیقۃ وعلی کل صواب نور فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ اصول کافی صفحہ ۴۹ کتاب العلم۔

(۲) یا عبد اللہ ع - یقول کل شیء مردود الی الکتاب والسنۃ وکل حدیث

لایوافق کتاب اللہ فھو زخرف " ص ۳۹ "

(۳) عن ابی الحسن موسیٰ (امام رضا) قال (راوی) قلت لہ کلّ شی فی کتاب اللہ وسنۃ نبیہٖ او یقولون فیہ قال بل کل شی فی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ " ۳۵ "

(۴) عن ابی جعفر (امام باقر) قال کل شیئ خالف کتاب اللہ عزوجل ردّ الی کتاب اللہ وسنتہٖ۔

اب قرآن میں دیکھیں تو کہا ہے کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر تم کو ماریگا۔ اور تم میں سے ہیں۔ جو ارذل درجہ عمر تک لوٹائے جائینگے تا کہ سب کچھ جان بوجھکر پھر لا علم کے لاعلم رہجائیں ارذل العمر کی میعاد میں اختلاف ہے فی المجمع عن النبی وامیرالمومنین (علی) ھو خمس سبعون سنۃ والقمی عن الصادق عن ابیہ اذا بلغ العبد مأۃ سنۃ فذلک ارذل العمر وفی الخصال مثلہ قال وقد روی ان ارذل العمر ان یکون عقلہ مثل عقل ابن سبع سنین تفسیر صافی سورہ نحل زیر آیت واللہ خلقکم ثم یتوفٰکم الخ اذا بلغ المأۃ فذلک ارذل العمر۔ فروع کافی کتاب الروضہ ص ۵۳

ظاہر ہے کہ امام غائب بعد نزول قرآن مجید تیسری صدی میں پیدا ہوئے ہیں اب قرآن تو اپنے مخاطبین سے کہتا ہے کہ جو تم میں سے ارذل عمر تک جیتے رہینگے۔ اسکے عوض میں اسی قدر وہ علم و عقل سے بے بہرہ کئے جائینگے اور ارذل عمر کی حد زیادہ سے زیادہ سو برس کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہو رسول پاک اور باقی اماموں میں سے کوئی بھی اس حد عمر تک زندہ نہیں رہا۔ پھر امام قائم و غائب کے لئے کسطرح ممکن ہے کہ وہ گیارہ سو برس سے زندہ ہوں اور انکی عقل و علم و حواس بدستور قائم ہوں

السّلام علیٰ خوّ الجدید

یہانتک تو امام غائب کی وفات کے متعلق لکھا گیا۔ اب مضمون کا دوسرا حصہ شروع کیا جاتا ہے جس میں انشاء اللہ تعالیٰ کسی قدر تصدیق سلسلہ احمدیہ کی کتب شیعہ سے دکھائی جائیگی۔"

۱۔ وفات مسیح - واضح ہو کہ سلسلہ احمدیہ وفات مسیح کا قائل ہے اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے اپنی تصانیف میں لکھا ہے پس اگر وفات مسیح کو تمام عقائد سلسلہ کا بنیادی عقیدہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ثبوت وفات مسیح از کتب شیعہ (۱) ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ در حدیث موثق از حضرت امام رضا ع منقول است کہ مشتبہ نہ شد امر کشتہ شدن و مردن احدے از پیغمبران و حجت ہائے خدا بر مردم بغیر از عیسیٰ ابن مریم زیرا کہ او را زندہ از زمین بہ بالا بردند و در میان آسمان و زمین قبض روحش کردند و چوں باآسمان رسید حق تعالےٰ روحش را بہ بدنش گردانید چنانچہ حق تعالےٰ میفرماید انّی متوفّیک و رافعک الیّ و از حضرت عیسیٰ حکایت مینماید فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیہم پس ہر دو آیۃ دلالت میکند بر وفات آنحضرت۔ بالفاظ حیات القلوب جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ باب ۲۵۔

۲۔ عقیدہ فخر المحدثین محقق ابن بابویہ قمی۔ و منجملہ آنہا نقل کردہ اند کہ چوں حضرت قائم بیرون آید عیسیٰ از آسمان فرود آید و در عقب او نماز کند و نزول او بر زمین زندہ شدن بعد از مرگ است زیرا کہ حق تعالیٰ فرمودہ انّی متوفّیک و رافعک الیّ - حق الیقین مجلسی بحوالہ اعتقادات ابن بابویہ - در بیان رجعت مطبوعہ ایران صفحہ ۱۴۳۔

نوٹ - ثبوت محاورہ رفع الی اللہ کے لئے دو موقع عجیب نکلے ہیں (۱) اصول کافی میں تقیہ کرنے والے کی فضیلت میں انہ من کانت لہ تقیۃ رفعہ اللہ یا حبیب (نام راوی) من لم تکن لہ تقیۃ وضعہ اللہ یا حبیب صفحہ ۴۸۳ باب التقیۃ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ حتیٰ اذا دعا اللہ عز وجل نبیّہ صلی اللہ علیہ

والہ و رفعہ الیہ ۔ فروع کافی کتاب الروضہ صــ

۲ ۔ عدم رجوع موتی الی الدنیا ۔ یعنی جو ایکدفعہ مر چکے ہیں وہ دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں نہیں آسکتے

(۱) وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون ۔ فی الفقہ فی خطبۃ الجمعۃ لامیر المومنین (علی علیہ السلام) الم تروا الی الماضین منکم لا یرجعون والی الباقین منکم لا یبقون قال اللہ تعالیٰ وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون ۔ تفسیر صافی سورۃ انبیاء صفحہ ۳۲ زیر آیت مذکورہ ۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ میں جمعہ کے فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو تم طرف گئے ہوؤں کے اپنے میں سے کہ وہ تم میں پھر نہ آئینگے چنانچہ فرمایا خدا نے وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون تفسیر عمدۃ البیان اردو مطبوعہ یوسفی دہلی صفحہ ۲۰۷۵

(۲) من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون ۔ القمی (مراد مفسر تفسیر علی بن ابراہیم) قال البرزخ امر بین امرین وھو الثواب والعقاب بین الدنیا والاخرۃ وھو قول الصادق ع واللہ ما اخاف علیکم الا البرزخ واما اذا صار الامر الینا فنحن اولیٰ بکم ۔ وفی الکافی من الصادق ع انہ قیل لہ انی سمعتک وانت تقول کل شیعتنا فی الجنۃ علی ما کان منھم قال صدقتک کلھم واللہ فی الجنۃ قیل ان الذنوب کثیرۃ کبار فقال اما فی القیمۃ فکلکم فی الجنۃ بشفاعۃ النبی المطاع او وصی النبی ولکنی واللہ اتخوف علیکم فی البرزخ قیل وما البرزخ فقال القبر منذ حین موتہ الی یوم القیمۃ وفی الخصال عن السجاد (امام زین العابدین) انہ تلا ھذہ الایۃ وقال ھو القبر وان لھم فیھا معیشۃ ضنکا واللہ ان القبر لروضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار ۔ تفسیر صافی زیر آیت مذکور صفحہ ۷۶

مفاد آیت و تفسیر ائمہ اہلبیت سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں رجوع محال ہے ۔ بلکہ موتی کو بعد مرگ برزخ یعنے قبر میں رہنا ہے اور وہاں عذاب سے ائمہ بھی نجات نہیں دلاسکتے اعمال نیک و بد کا ثمرہ قبر میں ہی شروع ہو جائیگا اور روز قیامت تک رہیگا اور نیز اسکی مؤید ہے حدیث من مات فقد قام قیامتہ دیکھو تفسیر صافی زیر آیت ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین پارہ اول

نوٹ ۔ اس تفسیر ائمہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ برزخ یعنی قبر اور قیامت کے درمیان میں کوئی رجعت کا زمانہ

نہیں اور حدیث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا۔ کہ مرنے کے ساتھ ہی قیامت شروع ہو جاتی ہے۔ پس یہ آیت اور حدیث صریح ناطق ہے اور ابطال عقیدہ رجعت کے۔ جب رجعت ہی نہیں تو پھر صاحب الرجعت یعنی چہ

۳۔ لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم (۱) حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا دعویٰ ہی کہ مسیح ابن مریم ہی مہدی ہے (۲) چونکہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور وفات انکی از روئے قرآن ثابت ہے اور وفات پا کر کسی بشر کا پھر دنیا میں آنا خلاف قرآن ہے اور ساتھ ہی چونکہ مسیح موعود کا قبل از قیامت دنیا میں مبعوث ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (۳) لہٰذا وہ مسیح موعود و مہدی مسعود میں ہی ہوں۔

تصدیق ۔ (۱) واضح ہو کہ کتب شیعہ میں مہدی موعود کے اسماء و القاب میں سے حسن اتفاق سے مسیح الزمان بھی ہی چنانچہ لکھا ہے مسیح الزمان اسم آنجناب است در کتاب فرنگیان ۔ نجم ثاقب نمبر صد بیسی و سیم صفحہ ۳۳ ۔ اور اس سے پہلے نمبر صد و سی و یکم میں ایک نام ماشع بھی لکھا ہے ۔ اسکی بابت فرمایا ہے کہ :-

در ذخیرہ گفتہ کہ ایں اسم آنجناب است در توریت عبریہ نجم ثاقب صہ۳۳ یہی ماشع عبرانی اغلباً عربی میں مسیح ہے فہو المراد ۔ جن انبیاء کا مہدی کو مظہر لکھا ہے انمیں عیسیٰ بھی ہیں چنانچہ لکھا ہے گوید (مہدی) ہر کہ خواہد نظر کند بآدم و شیث و نوح و سام و ابراہیم و موسیٰ و یوشع و عیسیٰ و شمعون پس نظر کند بمن کہ علم و کمال ہمہ بامن است حق الیقین صفحہ ۱۴۴ ۔ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ جب مہدی خود مسیح اور مسیح الزمان ہے تو اسکے ساتھ خاص مسیح ابن مریم کی شمولیت و معیت لا حاصل ہے ۔

(۲) ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں ۔ بدانکہ احادیث خروج مہدی خاصہ و عامہ (شیعہ و سنی) بطرق متواترہ روایت کردہ اند کہ رسول خدا فرمود کہ بحق آں خداوندے کہ جانم در دست قدرت اوست کہ نزدیک است کہ نازل شود فرزند مریم کہ حاکم عادل باشد پس چلیپا ہائے نصاریٰ را بشکند و خوک ہا را بکشد و جزیہ برطرف کند ..... پس گفت کہ چگونہ خواہید بود در وقتے کہ نازل شود ۔ در میان شما فرزند مریم و امام شما باشد یعنی مہدی ع ۔

(۳) محقق ابن بابویہ کی فراست پر آفرین کہنی چاہیئے جس نے تمام دیگر علماء شیعہ سے منفرد ہو کر وفات مسیح ابن مریم کا اعلان کیا ۔ لیکن تھوڑی سی غلطی کر گیا وہ یہ کہ نزول مسیح کو رجعت سے تعبیر کیا

حالانکہ رجعت قرآن سے ثابت نہیں۔ پس جو فیصلہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے یعنی یہ کہ مسیح ابن مریم کی آمد ثانی بروزی رنگ میں تھی وہی درست رہ جاتی ہے ورنہ تناسخ کا قائل ہونا پڑے گا وہو مردود۔

۴۔ اسمائے مہدی موعود۔ محمد[1] و احمد[2] و مہدی[3] ناطق و کشن[4] و داعی[5] منصور[6] فتح[7]۔ ساعۃ[8]۔ سید[9] الحق[10] الجدید۔ حجۃ[11] اللہ۔ صاحب[12] الزمان۔ قصر شیدہ[13]۔ صاحب[14] الرجعت۔

(۱) حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں بروز محمد ہوں اور مصداق ہوں اس آیت کریمہ کا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ جن میں سے بعض بالکل فراموش ہو چکے تھے اور بعض جو کہ بالکل مخفی تھے عرصہ سے سب اب ظاہر ہو گئے ہیں لیکن انکو مقہور و مغلوب کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ سوائے وجود مسعود حضرت مرزا صاحب کے۔ مہدی کا نام محمد صلی اللہ علیہ و آلہ دیکھو نمبر صد و سی و ششم نجم ثاقب صہ ۲۱

(۲) احمد تو آپ کا نام نامی تھا ہی اور اسی نام پر لوگوں سے بیعت بھی لیتے تھے اور جماعت کا نام بھی احمدیہ رکھا ہے علاوہ ازیں آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی جس احمد کی پیشگوئی ہے وہ میں ہی ہوں ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ احمد نام کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب غایت المقصود۔ "اسم او احمد است بحوالہ کتاب غیبت طوسی و بحوالہ اکمال الدین شیخ صدوق۔ برائے او دو اسم است اسمے مخفی و اسمے ظاہر اما اسمیکہ مخفی است پس احمد است صفحہ ۱۴۷ کتاب مذکور جلد ۲ مطبوعہ لاہور۔ یہاں اسم ظاہر سے مراد اغلباً غلام احمد ہے

(۳) مہدی ناطق۔ ظاہر ہے کہ امام غائب حسب اعتقاد شیعہ مستور محمور و صامت ہیں۔ جناب علی کی خاطر تو وہ قرآن کو بھی کتاب صامت اور علی کو کتاب ناطق کہہ دیتے ہیں۔ اس دلیل پر کہ کتاب بذات خود نفع بخش نہیں ہو سکتی۔ جبتک اسکو کوئی سنانے والا اور مفسر عارف باللہ نہ ہو۔ لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی بدبختی کا کیا علاج ہے کہ قرآن تو پہلے ہی سے صامت تھا جو امام ہے وہ بھی صامت ہے تفسیر صافی جزو ۲ صفحہ ۳۰۹

لیکن مرزا صاحب کی تصانیف کو دیکھو عربی و فارسی و اردو نظم و نثر حقائق و معارف و دیگر اسرار کے دریا بہا دئے ہیں۔ بعض خاص تصانیف اعجازی رنگ میں لکھی ہیں۔ جنکا جواب کسی مخالف

اسنکت نہیں بن پڑا۔ اب بھی کسی کو دعویٰ ہو تو مقابلہ میں آجائے امام مہدی ناطق لکم بروایت طوسی مع امام مہدی ظاہر ناطق منکم۔ نجم ثاقب ص۲۵ غایت المقصود ج ۳ ص ۹۶

(۴) **کرشن** ۔ حضرت مرزا صاحب نے ہنود پر اتمام حجت کرنیکے لئے اعلان فرمایا کہ وہ موعود کرشن جسکا تم کو انتظار ہے وہ میں ہوں میںنے بعض شیعہ سے سنا کہ وہ جناب مرزا صاحب کے اس نام پر تمسخر کرتے تھے۔ کہ کبھی مہدی بنتے ہیں کبھی مسیح کبھی کرشن۔ کرشن جو کہ ائمۃ الکفر میں سے تھا بھلا اسکے مثیل و ہمنام بننے میں کیا فائدہ دیکھا۔ ایسے صاحبان کو معلوم ہو کہ خود انکی کتابوں میں ایک جگہ لکھا ہے کہ بشن آنحضرت صلعم کا نام ہے دیکھو نجم ثاقب۔ "سید خلائق دو جہان بشن کہ بزبان ایشان نام رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ است" صفحہ ۲۵ زیر لقب خداشناس نمبر چہل و ہشتم اور دوسری جگہ جناب علی علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ کتاب ہنود میں آپکا نام بشن تہا۔ "در کتاب ہنود واشن" تذکرۃ الائمہ صفحہ ۵۹ مطبوعہ ایران۔ اور جناب علی کے جو نو دونہ نام اکثر لوگوں کی زبانی سنے ہیں۔ ان میں توصاف طور پر کرشن بھی انکو لکھا گیا ہے۔

(۵) **داعی** ۔ "آنجناب داعی است از جانب خداوند۔ خلائق را بسوے خداوند و انجام این دعوت را بآنجا رساند کہ نہ گذارد در دنیا دینے مگر دین جد بزرگوار خود صلی اللہ علیہ و آلہ و بوجود دعوت او ظاہر شود و صدق وعدہ صادق الوعد کہ لیظہرہ علی الدین کلہ" الخ نجم ثاقب ص۲۶ واقعات خود شاہد ہیں کہ یہ تعریف بتمامہ حضرت مرزا صاحب پر صادق آتی ہے جنھوں نے مشرق سے مغرب تک اپنی دعوت کا ڈنکا بجایا تمام جہان کے بادشاہوں کو تبلیغ نامے لکھے ہیں نہ کہ امام غائب پر جنھوں نے ابتک دعوت کا نام ہی نہیں لیا اور کسطرح لیتے جبکہ شیعہ مذہب میں دعوت ہدایت کرنا ہی ممنوع ہے چنانچہ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جسکا عنوان ہے فی ترک دعاء الناس ایک حدیث میں آتا ہے۔ یا ثابت (نام راوی مخاطب امام صادق ع) مالکم وللناس کفوا عن الناس ولا تدعوا احداً الی امرکم پس داعی کے خطاب کا مستحق وہ ہے جو نہ صرف برائے نام بلکہ کام کرکے دکھلانے والا ہے۔ "السلام علیک یا داعی اللہ" نجم ثاقب ص۲۶

(۶) **منصور** ۔ لقب امام دیکھو نمبر صد و سی و پنجم نجم ثاقب ص۳۳ لیکن چونکہ امام غائب مستور و مقہور ہے اسواسطے وہ منصور نہیں اور جناب مرزا صاحب چونکہ اندرونی و بیرونی دشمنان دین پر غالب رہے اسواسطے اصل مستحق اس خطاب کے وہی ہیں۔ امام غائب کی زبانی ایک روایت لکھی ہے فرماتے ہیں کہ "پدرم بمن وصیت نمود کہ منزل بگیرم اندر زمین مگر جائیکہ از ہمہ جا مخفی تر و دور تر باشد بجہت پنہاں نمودن امر خود و محکم کردن

محل خود از مکائد اہل ضلال تا آنکہ میفرماید پدرم بمن فرمود بر تو باد اے پسر من بملازمت جاہلئے پنہان از زمین وطلب کردن در دہ تو آں زیرا کہ اندیشئے ہر ولی از اولیائے خداوند دشمنے است مغالب وضدے است منازع غایت المقصود ج ۳ صفحہ ۷۹

(۷) فتح نمبر صد و نہم نجم ثاقب صفحہ ۳۰ "مرویست کہ در آیت شریفہ اذا جاء نصر اللہ الخ کہ مراد از فتح فتح قائم علیہ السلام است" یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ مخلصین سلسلہ احمدیہ دیکھ چکے ہیں اور اب بھی بفضلہ تعالٰے دارالامان قادیان میں موجود ہے۔ امام غائب کے حالات پر یہ لقب ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کے ناموں میں سے ایک نام ہی طرید نجم ثاقب ۲۹ نمبر ہشتاد و ہفتم۔ اور دوسرا نام ہے شرید غایت المقصود صفحہ ۸۷ ج ۳۔ دونوں کے معنے ہیں راندہ شدہ یعنی ازیں خلق منکوس کہ نہ جنابش را شناختند و نہ قدر وجود نعمتش را دانستند۔ و نہ در مقام شکر گذاری وادائے حقش برآمدند۔ غایت المقصود ج ۳ صفحہ ۷۹

(۸) ساعۃ شصت و پنجم نجم ثاقب صفحہ ۲۷۔ از جناب صادق علیہ السلام مروی است کہ مراد از ساعۃ در آیت شریفہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا و یسئلونک عن الساعۃ و عندہ علم الساعۃ و ھل ینظرون الا الساعۃ و ما یدریک لعل الساعۃ تا قولہ تعالٰے الا الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید۔ در تاویل حضرت مہدی علیہ السلام است.... و مشابہت آنحضرت با ساعت از جہات بسیار است مثل آنچہ فرمود و مثل آمدن ہر دو بغتۃً و شراکت در علامات بسیار از خسف و مسخ و ظہور آتش و غیر آں و امتیاز مومن از کافر بسبب ہر دو و ہلاکت جبارین و وقت قرار نہ دادن خداوند برائے آمدن آں۔

مثل او مثل ساعت یعنے روز قیامت است کہ پنہان داشتہ خدائے تعالٰے علم آنرا بر اہل آسمان و زمین نمی آید مگر ناگاہ و بیخبر۔ ختم شد عبارت نجم ثاقب صفحہ ۲۷۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو علامات آنحضرت صلعم نے قرب قیامت کے فرمائے ہیں وہ اسوقت تقریباً ظاہر ہو چکے ہیں۔ پس موجودہ وقت میں جو مدعی امامت و مہدویت ہے وہ حق پر ہے علامات قیامت کے لئے دیکھو تفسیر صافی میں زیر آیت فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃً فقد جاء اشراطھا۔ فی الخصال عن الصادق ع قال سئل رسول اللہ عن الساعۃ فقال عند ایمان بالنجوم

تکذیب بالقدر - وفی الکافی عن الصادقؑ قال قال النبی من اشراط الساعة ان یفشو الفالج وموت الفجاءة - وفی روضة الواعظین عن النبیؐ ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویظهر الجهل ویشرب الخمر ویفشو الزنا ویقل الرجال وتکثر النساء حتی ان الخمسین امراة فیهن واحد من الرجال - والقمی عن ابن عباس قال حججنا مع رسول اللّٰہ حجة الوداع فاخذ بحلقته باب الکعبة ثم اقبل علینا بوجهه فقال الا اخبرکم باشراط الساعة فکان ادنی الناس منه یومئذ سلمان فقال بلیٰ یا رسول اللّٰہ فقال ان من اشراط القیٰمة اضاعة الصلوٰة واتباع الشهوات والمیل مع الاهواء وتعظیم اصحاب المال وبیع الدین بالدنیا - فعندها یذاب قلب المومن فی جوفه کما یذاب الملح فی الماء مما یری من المنکر فلا یستطیع ان یغیره الخ ص۱۷ تفسیر صافی

(۹) سیّد - شصت وششم نجم ثاقب صفحہ ۲۷ - خداوند کریم نے حضرت مرزا صاحب کو اس خطاب سے بھی محروم نہیں رکھا - اسوقت پانچ لاکھ نفوس کے قریب آپکو اپنا سیّد مانتے ہیں - اللهم زد فزد - اور چونکہ آپ سادات دہلی کے داماد ہیں اسواسطے بھی سیادت میں بہرہ وافر ہے -

(۱۰) الحق الجدید - جناب مرزا صاحب کو سب سے پہلے مجددیت کا منصب دیا گیا جس کا یہ مطلب ہے کہ دین اسلام جو ایک عرصہ سے مجموعہ مراسم داوہام بنگیا ہے اسکی تجدید کی جائے اور بعض ایسے معارف آپ پر کھولے گئے کہ اب تک کسی پر نہ کھلے تھے مثلاً وفات عیسیٰ - تفہیم دجال وخرو شناخت یاجوج وماجوج ونشریح دابۃ الارض وغیرہ - پس اس لحاظ سے آپ بوجہ احسن اس خطاب مستطاب کے مستحق ہیں جس کا ذکر بذیل نمبر سی ونہم نجم ثاقب صفحہ ۲۰ وغایت المقصود ص۶۹ ج ۳ پر ہے - السلام علی حق الجدید -

(۱۱) حجۃ اللہ - سی وہشتم نجم ثاقب ص۲۷ ظاہر ہے کہ اس خطاب کا مستحق وہ امام ہی ہو جو حسب دستور انبیاء ورسل مخلوق پر ظاہر ہو کر اتمام حجت کرے اور جو اسکے مخالف ہوں - انکو خدا معذّب کرے ... بہ معرفت ان پر اپنے انعام واکرام وبرکات نازل کرے - سو الحمدللہ کہ ایسا مستحق بھی ہمارے امام مسیح موعود نکلے ہیں نہ وہ امام غائب جن کے وجود کا اثبات ہی مشکل ومحال ہو رہا

ہے۔ اتنا یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے دو قسم کی حجتیں پیدا کی ہیں ایک حجت ظاہرہ اور وہ انبیاء و رسول و امام
ہوتے ہیں۔ دوسری حجت باطنہ اور وہ عقل ہے اصول کافی صفحہ ۔ بظاہر اسباب بھی دنیا میں نقل کا ذریعۂ
ہدایت ہونا و مانع غوایت ہونا ہر شخص کو مسلم ہے لیکن امام غائب کو سوائے امامیہ کے کوئی جانتا بھی نہیں
پس وہ حجت اور حجۃ اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) صاحب الزمان بمقتضائے حکم نجم ثاقب صفحہ ۲۵ ۔ ... حضرت مرزا صاحب پر چسپاں ہے
دلیل اسکی یہ ہے کہ آپکی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جس کے حالات پچاس مت بعنوان ہذا الزمان احادیث
میں مروی ہیں جیسے کہ آگے معلوم ہوگا پس جب زمانہ وہی زمانہ ہے تو صاحب الزمان وہی ہوگا جو اسوقت
مدعی امامت ہے نہ کوئی اور

فصل فی الزمان ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یاتی علی الناس
زمان وجوههم وجوه الآدميين وقلوبهم قلوب الشياطين كامثال الذئاب الضواري
سفاكون للدماء لا يتناهون عن المنكر فعلوه ان تابعتهم ارتابوك وان حدثتهم كذبوك
وان تواريت عنهم اغتابوك السنة فيهم بدعة والبدعة فيهم سنة والحليم بينهم
غادر والغادر بينهم حليم والمومن فيما بينهم مستضعف والفاسق فيما بينهم مشرف
...... فعند ذلك يحرم الله قطر السماء في اوانه وينزل في غير اوانه ويسلط
عليهم شرارهم ... فيدعوا اخيارهم فلا يستجاب لهم قال رسول الله صلى الله
عليه و يأتي على الناس زمان بطونهم آلهتهم ونساؤهم قبلتهم ودنانيرهم دينهم
وشرفهم متاعهم لا يبقى من الايمان الا اسمه ومن الاسلام الا رسمه ومن القرآن
الا درسه مساجدهم معمورة وقلوبهم خراب عن الهدى علماءهم شر خلق الله
على وجه الارض حينئذ زمان اربع خصال جور من السلطان وقحط من الزمان
وظلم من الولاة والحكام فتعجب الصحابة وقالوا يا رسول الله ايعبدون الاصنام
قال نعم كل درهم عندهم صنم ...... قال رسول الله صلى الله عليه وآله سياتي
زمان على امتي يفرون من العلماء كما يفر الغنم عن الذئب فاذا كان كذلك
ابتلاهم الله تعالى بثلاثة اشياء الاول يرفع البركة من اموالهم والثاني سلط

اللہ علیہم سلطاناً جائراً۔ والثالث یخرجون من الدنیا بلا ایمان الیٰ آخرہٖ فصل ۸۰ کتاب جامع الاخبار ابن بابویہ

(۱۳) قصر مشید - الامام الناطق تفسیر صافی سورۂ حج زیر آیت وبئر معطلۃ وقصر مشید تفسیر اہلبیت کرام میں لکھا ہے کہ بئر معطلۃ (بیکار کنواں) سے مراد امام صامت ہے اور قصر مشید (مضبوط محل) سے مراد امام ناطق چونکہ شیعوں نے امام غائب کو بئر معطلۃ سے موسوم وملقب کیا ہے دیکھو نجم ثاقب بست دیکم بئر معطلۃ ص۲۲ و اصول کافی صفحہ ۲۶۹ و غایت المقصود ج ۲ صفحہ ۸۷۔ اسواسطے میں مرزا صاحب کو بلحاظ آپکے ظہور و علو منصب و آثار باقیہ و براہین ثابتہ شیعوں کی تقلید میں بئر معطلۃ نہیں بلکہ قصر مشید سے ملقب کرونگا خصوصاً اسلئے کہ آپ امام ناطق تھے

(۱۴) صاحب الرجعت - ہفتاد و دوم نجم ثاقب صفحہ ۲۸ مراد رجعت سے رجعت موتی الی الدنیا نہ لی جائے بلکہ رجوع کفار الی الحق لیجائے تو مضائقہ نہیں یا رجعت دین لی جائے کمال بعد غربت کے کیونکہ رجعت موتی الی الدنیا کا بطلان تو اوپر ہو چکا ہی سو رجوع کفار الی الحق کا نظارہ بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں موجود ہے - اب تک کئی ہندو - آریہ و عیسائی و سکھ احمدی مسلمان ہو چکے ہیں - اور ولایت میں بھی تبلیغ کا کام جاری ہے اور دین کی غربت بھی ظاہر ہے محقق ابن بابویہ غالباً ۳۸۱ھ میں فوت ہوا ہے وہ مشہور حدیث بدء الاسلام غریباً وسیعود غریباً کا اپنے زمانہ کو مصداق ٹھہراتا ہے حالانکہ اسوقت بھی سلاطین اسلام کا دور دورہ تھا - اور اسکے بعد کئی خاندان مدتوں تک برسر حکومت ممتاز رہے اسکے الفاظ یہ ہیں فقد عاد الاسلام کما قال علیہ السلام غریباً فی ہذہ الزمان کما بداء وسیقوی بظہور ولی اللہ وحجۃ کما قوی بظہور نبی اللہ ورسولہ وتقر بذلک اعین المنتظرین لہ والقائلین بامامتہ کما قرت اعین المنتظرین لرسول اللہ والعارفین بہٖ بعد ظہورہٖ اکمال الدین ص۱۱

۵ — مولد مسیح موعود و مہدی مسعود - خروج آنحضرت از قریہ ایست کہ آں را کرعہ میگویند نجم ثاقب ص۲۹۴ و ص۳۲۵ - شیعوں سے اس نام کا گاؤں بھی اب تک معلوم نہیں ہو سکا لیکن تھوڑے تغیر حروف سے کرعہ کدعہ بن سکتا ہے اور ممکن ہے رواۃ نے بجائے حرف د کے ر سمجھ لیا ہو اور در اصل د ہی ہو - اور کدعہ اور قادی بالکل قریب الصوت ہیں - عام لوگ قادیان کو قادی

ہی کہتے ہیں جو کہ مولد ہے حضرت مسیح موعود کا

۶۔ مفتری کو مہلت نہیں ملتی۔ حضرت مرزا صاحب نے اس نکتہ کو ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین پ ۲۹ سورہ حاقہ۔ سے بچشم فراست خداداد مستنبط فرمایا ہے اور حُسن اتفاق سے اسکی تائید ایک حدیث اہلبیت سے بھی ہوتی ہے ولید بن صبیح قال سمعت ابا عبد اللہ علیه السلام یقول ان ھذا الامر لا یدعیه غیر صاحبه الا بتر اللہ عمرہ۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب من ادعی الامامۃ ولیس لھا باھل ص ۲۳۶

ترجمہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ تحقیق اس امر (مہدویت) کا سوائے اس صاحب کے کوئی مدعی نہیں ہوگا مگر یہ کہ خدا تعالےٰ اسکی عمر کو تباہ کر دیگا۔ پس یہ دلیل نہایت قوی ہے اور بر صحت دعویٰ امامت حضرت مرزا صاحب کے کیونکہ تاریخ شیعہ شاہد ہے کہ جسقدر امام زادوں نے دعوے امامت کے کئے اور سلاطین زمانہ کے خلاف خروج کئے ہیں وہ سب کے سب تھوڑی ہی مدت کے اندر یا تو قتل کیے گئے ہیں یا مصلوب۔ ان سب کا حال کسی قدر تفصیل کیساتھ کتاب مجالس المومنین میں موجود ہے جس کا ایراد یہاں پر موجب طوالت ہے فمن شاء فلیرجع الیه۔

۷۔ مرزا صاحب معصوم تھے۔ شیعہ کے نزدیک عصمت خصوصیات و مستلزمات امامت حقہ میں سے ہے۔ اب تعریف معصوم کی عرض کیجاتی ہے المعصوم ھو الممتنع من جمیع محارم اللہ کما جاءت به الروایۃ۔ وعن علی بن الحسین الامام منا لا یکون الا معصوماً ولیست العصمۃ فی ظاھر الخلقۃ فتعرف قیل فما معنی المعصوم قال المعتصم بحبل اللہ وحبل اللہ ھو القرآن لا یفترقان الی یوم القیٰمۃ والامام یھدی الی القرآن والقرآن یھدی الی الامام وذلک قوله تعالیٰ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ کتاب مجمع البحرین زیر لفظ عصم مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲۶ نیز تفسیر صافی زیر واعتصموا بحبل اللہ

ماحصل اسکا یہ ہے کہ معصوم وہ ہے جو تمام محرمات شرعیہ سے بچا ہوا ہو۔ اور بقول جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے سب امام معصوم ہیں لیکن اس سے مراد کوئی ظاہری یا جسمانی عصمت نہیں ہے جس سے شناخت کی جائے بلکہ معصوم وہ ہے جو حبل اللہ کو مضبوط پکڑے ہوئے ہو اور حبل اللہ سے مراد قرآن ہے الحمد للہ کہ یہ تعریف معصوم کی زبان فیض ترجمان سے ہے وہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مبرور پر

بالنص صادق آتی ہے۔

۸۔ ذکر بعض علامات قرب قیامت جو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ امامت کی تصدیق کرتے ہیں اور جنکو حضرت صاحب نے اپنی صداقت کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔

(۱) دجّال۔ تفسیر قمی میں زیر آیت ولنذیقنّہم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلہم یرجعون صلا۲ لکھا ہے ان عذاب الادنی عذاب القبر قال الاکثر فی الروایۃ عن الباقر والصادق ان العذاب الادنی الدابۃ والدجّال۔ سورہ سجدہ یعنے عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے اور نیز اکثر روایات مرویہ امام باقر و صادق سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب ادنیٰ یعنے جو عذاب کہ قیامت والے عذاب اکبر سے ورے ہے وہ دابہ اور دجال کے ذریعہ ہوگا۔ اس موقعہ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب الرجعۃ بالسیف ہی لیکن چونکہ رجعت ثابت نہیں اسواسطے دابہ اور دجال کا عذاب یقینی ہے اور یہ ہر دو علامات قرب قیامت میں سے ہیں۔

اب دجّال کی کیفیت جہانتک کتب شیعہ سے دیکھی گئی مفصّل نہیں بلکہ مجمل ہے۔ مثلاً جناب علی علیہ السلام سے حضرت صوبان نے دریافت کیا کہ دجّال کا ظہور کب ہوگا تو آپ نے فرمایا:۔ کہ ایں علمے است از اسرار مخفیات و شد در خدمت اظہار آں نہ باشد اما آں را نشانہا و علامتہا است کہ ہمہ متصل بہم است فوت کردن و سہل داشتن نماز و بر طرف شدن امانت و رواج یافتن و حلال دانستن دروغ و افترا و پوشیدن و فروختن دین بہ دنیا و قطع صلہ رحم نمودن و ربا خوردن و تابع ہوا شدن ۔ ۔ ۔ امرا فاجر شوند و وزرا ظالم گردند و علما خیانت پیشہ کنند ۔ ۔ ۔ علانیہ فجور نمایند و ظاہر شود شہادت زور و منارہا بلند شود و مسجدہا کنگرہ دار گردد و مصحف ہا حلی و حلل بہم رسانند و بہتان شایع شود و اثم و طغیان رونق گیرد و سفہائے نماز رہم و بہم پیوستہ باشد۔ اما دلہا از ہم متفرق و دور بود و نقص عہد را سہل شمارند و خلف وعدہ را سہل گیرند و شریک باشند۔ با زنان شوہران در تجارت بجہت حرص بر دنیا و آوازہا ۔ فی سقاں بلند باشد ۔ ۔ ۔ زنان بمردان مانند شوند (جیسے کہ پارلیمنٹ میں شامل ہونیکے لئے انگلستان کی عورتوں نے مردوں کے دوش بدوش اپنے حقوق قائم کرانے پر صدائے احتجاج بلند کی) و مرداں بزناں تشبیہ جویند۔ زناں چوں مرداں بر زینہا سوار شوند و از زین ہا گردند ۔ ۔ ۔ ۔

عمل دنیا را بر آخرت ترجیح دہند و اختیار نمایند گرگاں باشند پوست میش پوشیدہ دلہا از مردار بدبوتر و از صبر تلخ تر پس بر شما است کہ از ان قسم بندگار خود را از میاں بکنارے کشیدہ۔ تذکرۃ الائمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸۵ و اکمال الدین باب ۵ حدیث الدجال و عین الحیات مجلسی و کتاب الجرائح والخرائج وغیرہ۔ اسی روایت میں اسکی ایک علامت یخوض البحر بھی لکھی ہے جسکا ترجمہ عین الحیات میں ہے بعدود دریا مارود۔ اور پھر خر دجال کے ذکر میں ہے تحتہ حمار احمر خطوۃ حمارہ میل تطوی لہ الارض منھلاً منھلاً × × ینادی باعلی صوتہ یسمع مابین الخافقین من الجن والانس والشیاطین مجلسی نے ترجمہ کیا ہے ہر گامش یکمیل باشد و زمین زیر پائش پیچیدہ شود الخ

مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ سوائے مکہ و مدینہ کے وہ تمام زمین پر پھر جائیگا لا یبقی سھلاً من الارض الا وطئہ الا مکۃ والمدینۃ۔

حضرت مرزا صاحب نے اسکی نہایت مفصل تشریح فرمائی ہے جو آپکی تصانیف میں موجود ہے اور قرار دیا ہے کہ دجال سے مراد قوم نصاری ہے اور خر دجال سے مراد ریل ہے اسی ریل اور جہاز کے ذریعے قوم نصاریٰ کا تسلط روئے زمین پر عالمگیر ہوگیا ہے اگر علامات مذکورہ بالا پر غور کیا جائے تو حضرت صاحب کا یہ اجتہاد بالکل حق بجانب ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں جو ظہور دجال سے مخصوص تھیں اگر یہ نصاریٰ اس سے مراد نہیں تو بڑی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ دوسری کوئی قوم اسوقت ان علامات سے متصف پائی نہیں جاتی پس اس حقیقت سے انکار کرنا گویا بدیہات سے انکار کرنا ہے

۲۔ دابہ۔ واضح ہو کہ کتب شیعہ میں دابہ کی تشریح تین قسم پر مذکور ہے ایک تو موافق اہلسنت کے ہے دوسرے جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں ہوں دابۃ الارض۔ دیکھو تفسیر عمدۃ البیان اردو صفحہ ۵۱۰ تفسیر صافی زیر آیت اخرجنا لہم دابۃ من الارض صفحہ ۷۷ تیسرے امام مہدی کو بھی دابۃ الارض سے موسوم کیا گیا ہے دیکھو نجم ثاقب پنجاہ و چہارم ص ۲۶ و غایت المقصود ج ۳ صفحہ ۷۷

لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس دابہ سے مراد طاعون کا کیڑا لیا ہے اور اسی تناسب سے تکلم کے معنی جہاں دوسروں نے کلام کرنیکے لئے ہیں حضرت صاحب موصوف ڈیر (?) نے کاٹنے کے لئے

ہیں بعض علماء اہلسنت نے اسکو خلاف لغت عرب غلط ظاہر کیا ہے ممکن ہے کہ کوئی شیعہ عالم بھی غلط ٹھہرائیں اسواسطے ایسوں کی تسلّی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مفسّر صادق نے اسی لفظ کی تفسیر میں لکھا ہے وقرء تکلمہم بالتخفیف من الکلم بمعنی الجرح

ظاہر ہے کہ یہ تفسیر پہلی ہر دو تفاسیر سے معنی خیز و برمحل و چسپاں ہے خصوصاً اسواسطے کہ عذاب الادنیٰ کے مفہوم و مفاد کو خوب ظاہر کرتی ہے فہو المراد

۴۔ یاجوج و ماجوج ۔تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ دونوں قبیلوں کے نام ہیں یافث بن نوح کی اولاد سے اور یہ کہ یاجوج دراصل ترک ہیں اور ماجوج پہاڑی لوگ ہیں اصل عبارت یہ ہے قیل هما قبیلتان من ولد یافث بن نوح وقیل یاجوج من الترك وماجوج من الجبل وفی العلل عن الهادی جمیع الترك والتقالب ویاجوج وماجوج والصین من یافث زیر آیت قالوا یاذا القرنین ان یاجوج وماجوج الخ سورہ کہف ص۱۱

مجمع البحرین میں ہے یاجوج وماجوج یهمزان ولا یهمزان فمن همز هما جعلهما مشتقین من اجیج البحر وشدة وقوة ومنه اجیج النار وهو توقدها وحرارتها سموا بذلك لشدتهم وکثرتهم وقیل هم ولد یافث بن نوح وعن الضحاك هم من الترك وفی الخبر عنه ع . . . . یشربون انهار المشرق یمنعهم الله من مکة والمدینة وبیت المقدس . . . . وعن بعض المورخین یاجوج وماجوج امتان عظیمتان ۔ وفی بعض الاخبار ان یاجوج وماجوج اثنان وعشرون قبیلة وقبیلة واحدة منها کانت خارج السد لما ردمه ذوالقرنین فامرهم بترکهم خارج السد فلذلك سموا ترکا فقال القوم لذی القرنین هل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا الخ زیر لفظ لج ص۱۵۲ و ص۱۵۳

پھر سورہ انبیاء میں جہاں آیت آئی ہے تفسیر صافی میں لکھا ہے القمی قال اذا کان فی اٰخر الزمان خرج یاجوج وماجوج الی الدنیا ویاکلون الناس زیر آیت حتّٰی اذا فتحت یاجوج وماجوج ص۳۲

باوجود ایسی تصریحات کے کسی عالم سنی یا شیعہ کو جرأت نہیں پڑتی تھی کہ کسی نوع انسانی یا کسی قوم کو یاجوج و ماجوج سے نامزد کر سکیں سوائے حضرت مسیح موعود سلام اللہ علیہ و علیٰ اتباعہ کے کہ انہوں نے

بزبان تفہیم ربانی دو قوموں کو ان اسماء سے جو صفاتی ہیں نامزد کیا اور خدا کے فضل سے خود بائیبل و کتب تاریخ انگریزی سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی۔

۴۔ **کسوف و خسوف در ماہ رمضان** عن بدر بن خلیل الاسدی قال کنت جالسًا عند ابی جعفر علیہ السلام فقال ایتان تکونان قبل قیام القائم علیہ السلام لم تکونا منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض تنکسف الشمس فی النصف من شہر رمضان والقمر فی آخرہ فقال رجل یا ابن رسول اللہ تنکسف الشمس فی آخر الشہر والقمر فی النصف فقال ابو جعفر علیہ السلام انی اعلم ما تقول ولکنہا آیتان لم تکونا منذ ھبط آدم علیہ السلام۔ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضۃ صفحہ ۱

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی کے قیام سے پہلے دو نشان ظاہر ہونگے کہ آدم کے زمین پر آنے سے لیکر آجتک ظاہر نہیں ہوئے وہ یہ کہ سورج کو گہن لگیگا نصف ماہ رمضان میں اور چاند کو آخر میں اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ اے بیٹے رسول اللہ کے دستور تو یہ ہے کہ سورج کو آخر مہینہ میں گہن لگتا ہے اور چاند کو نصف ماہ میں تو فرمایا امام باقر علیہ السلام نے کہ بیشک ہم اسکو خوب جانتے ہیں جو تم کہتے ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں نشانات ایسے ہیں کہ ہبوط آدم سے اب تک ایسے نہیں ہوئے۔ ایسی ہی ایک حدیث اکمال الدین میں بھی ہے جس میں شہر رمضان کا ذکر تو نہیں مگر آخر حدیث میں یہ الفاظ مؤلف کی اپنی طرف سے بڑھائے گئے ہیں فعند ذلک یسقط حساب المنجمین یعنے یہی وقت ہوگا کہ منجمین کا حساب غلط ٹھہرایا جائیگا۔ مگر نظام قدرت اور قانون الہی یعنی قرآن پر نظر کیجائے تو یہ سلسلہ اسی دستور پر جاری رہتا ہے اور رہیگا ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں لیکن سیدھی راہ یہ ہے کہ حدیث کا جو حصہ مطابق قرآن و قانون قدرت ہے اسکی تصدیق کر کے باقی کو حوالہ بخدا کیا جائے جیسے کہ امام محمد باقر کے اپنے الفاظ سے مترشح ہے جو اس شخص معترض کے جواب میں فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس حدیث کی عجیب تشریح فرمائی ہے جس سے الفاظ حدیث کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے اور مطلب بھی پیدا ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جن تاریخوں میں عمومًا سورج گہن ہوتا ہے یعنی ۲۷-۲۸-۲۹- اسکی درمیانی تاریخ لے لی جائے اور جن تاریخوں میں چاند گہن ہوتا ہے یعنے ۱۱-۱۲-۱۳

انکی آخری تاریخ۔

اور واضح ہو کہ یہ گہن ٹھیک ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں ۱۳ و ۲۸ کو واقعہ ہو چکے ہیں۔ اور حضرت نے اپنی تصدیق پران سے استدلال فرمایا ہے۔

۵۔ طاعون۔ کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے عن سلیمان بن خالد قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول قدام القائم موتان موت احمر و موت ابیض حتّٰی یذھب من کل سبعۃ خمسۃ فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون دیکھو ب ۱۷ ص ۳۶۹

واضح ہو کہ عام طور پر ہندوستان میں طاعون پھوٹنے سے پہلے حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا اور جو تباہی مابعد میں اس عالمگیر مرض سے تمام اطراف ملک میں پھیلی اسکا نظارہ پہلے ہی سے دکھلایا گیا تھا۔ اور آپ نے اشتہار دیدیا تھا کہ وقت ہی توبہ کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کر لو۔ ورنہ پیچھے پچھتاؤ گے سو طاعون تو ایک مدت سے پھوٹی ہوئی ہے اور رہی موت تلوار سے سو وہ طاعون سے پہلے کی علامت ہے وہ بھی اغلباً پوری ہو چکی ہے خواہ بذریعہ تلوار کے خواہ بذریعہ توپ و تفنگ کے۔ تفسیر صافی میں مرض فالج اور اموات ناگہانی کو اشراط الساعۃ میں شمار کیا ہے قال النبی من اشراط الساعۃ ان یفشو الفالج و موت الفجاءۃ زیر آیت فھل ینظرون الا الساعۃ پ ۲۶ سورہ محمد

۶۔ فساد ایران و فساد عثمانیہ علیقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ فساد دولت عثمانیہ و سلطنت کسرویہ و اضمحلال دین اسلام کو علائم قریبہ ظہور مہدی آخر الزمان سے بیان فرمایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خاندان کسریٰ مدت ہوئی تباہ ہو چکا۔ یہاں سلطنت کسرویہ سے دولت ایران مراد ہے بعینہ منقول از رسالہ البرہان لاہور جلد ۲ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۶۲۔ حضرت مرزا صاحب نے دولت عثمانیہ کے بارے میں برسوں پہلے اس اشتہار میں ذکر فرمادیا تھا جو حسین کامی ترکی سفیر کے چند روزہ اقامت قادیان کے بعد آپ نے شائع فرمایا۔ اسوقت سلطان عبدالحمید خان حکمراں تھے۔ جو بعد کو ینگ ٹرکش پارٹی کے فساد عظیم کا شکار ہو گئے اور ایران کے متعلق بھی آپکا یہ الہام عرصہ سے مشتہر ہو چکا تھا سے تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد۔ اسوقت ایران میں تزلزل دولت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر بعد کو جو اس ملک کی درگت بنی ہے وہ اخبار بین دنیا سے مخفی نہیں۔

اسکے بعد بعض خاص شبہات کا جواب عرض کیا جاتا ہے جو اکثر شیعہ صاحبان کے دل میں اغلباً خطور کریں گے۔

شبہ اوّل۔ یہ کہ شرف امامت وہدویت تو خاندان نبوت کے ہی شایان تھی یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ انکے سوا بھی کوئی شخص امامت کی اہلیت رکھ سکتا ہے اور اس فضیلت میں انکا شریک ہو سکتا ہے۔

جواب۔ ہمکو اس امر حق سے انکار نہیں کہ سرچشمۂ ہدایت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں اور اہلبیت کرام کو بھی اسی سرچشمہ سے فیض پہنچا اور دوسروں کو بھی اور نہ ہمکو اس سے انکار ہو کہ جناب علی سے لیکر مہدی علیہ السلام تک جو بارہ امام ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے وقتوں میں بیشک امت کے رہنما و ملت کے پیشوا تھے لیکن ہدایت و امامت کو انہی تک محدود کرنے کے لئے کوئی زبردست دلیل منقول و معقول نظر نہیں آتی۔

یہ ایک نہایت معرکۃ الآرا بحث ہے مگر چونکہ طوالت سے ڈرتا ہوں اسواسطے نہایت مختصر آمیں انشاء اللہ دو تین ثبوت اس کے عرض کر دیتا ہوں۔

۱۔ ائمہ کی شان امامت میں سے لکھا ہے کہ وہ متوسّمین یعنے غور کرنے والے ہوتے ہیں۔ قال امیر المومنین فی قوله عزّ وجلّ انّ فی ذٰلک لاٰیةً للمتوسّمین۔ قال کان رسول اللہ المتوسم وانا من بعدہٖ والائمة من ذرّیتی المتوسّمون۔ اصول کافی صفحہ ۱۳۳ باب انّ المتوسمین فی کتابہ تعالیٰ ھم الائمہ کتاب الحجة

اور سلمان فارسی کی نسبت بھی لکھا ہے سمعت اباجعفرؑ یقول کان سلمان من المتوسمین رجال کشی مطبوعہ بمبئی ۹ سنہ ترجمہ سلمان فارسی

(۲) ائمہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ محدث ہوتے ہیں۔ ان اوصیاء محمد علیہ وعلیہم السلام محدثون الائمة علماء صادقون مفھمون محدثون۔ اصول کافی باب ان الائمہ محدثون مفھومون صفحہ ۱۶۶

اور سلمان کی نسبت بھی لکھا ہے عن ابی جعفر قال کان علیؑ محدثاً وکان سلمان محدثاً رجال کشی صفحہ ۹ و صفحہ ۱۳

۳۔ ائمہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اسم اعظم کو جانتے ہیں ونحن عندنا من الاسم الاعظم اصول کافی باب ما اعطی من الائمۃ من اسم اللہ الاعظم ص۱۳۔ اور سلمان کی نسبت بھی لکھا ہے کہ عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ ع یقول سلمان علم الاسم الاعظم رجال کشی ص۹

۴۔ امامت اہلبیت کے لئے مخصوص ہے مگر سلمان فارسی کو بھی آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہے ان سلمان منا اھل البیت رجال کشی ص۱!

۵۔ ائمہ کو باب اللہ یعنی خدا کے دروازے کہا گیا ہے قال ابو عبد اللہ ع الاوصیاء ھم ابواب اللہ عزّ وجلّ یوتی منھا۔ اصول کافی باب ان الائمۃ خلفاء اللہ عزّ وجلّ فی ارضہ وابوابہ التی منھا یوتی صفحہ ۱۱۵۔ اور سلمان کو بھی باب اللہ کہا گیا ہے۔ ان سلمان باب اللہ فی الارض من عرفہ کان مومنًا ومن انکرہ کان کافرًا۔ و ان سلمان منا اھل البیت رجال کشی ص۱!

ان سب احادیث سے ثابت ہو گیا کہ سرچشمہ نبوت کا فیض صرف اپنے اہل بیت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ان کے غیر پر بھی ہے۔

شبہ دوم۔ مانا کہ سلمان فارسی کو اہلبیت و محدث و متوسم کے قابل فخر خطاب ملے گئے لیکن کیا سلمان کے سوا بھی کسی کے حق میں اس قسم کے القاب و اوصاف مروی ہیں

جواب۔ ہاں سلمان کے سوا بھی مروی ہیں مثلاً

(۱) امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حسن الوشا کو فرمایا تھا ابن نوح کا ذکر کرتے ہوئے بعد ذکر کرنے آیت قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ کذا من کان منا لم یطع اللہ فلیس منا وانت اذا اطعت اللہ فانت منّا اھل البیت

یعنی اسی طرح جو کوئی خدا کا فرمانبردار نہ ہو خواہ ہم میں سے ہو لیکن وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تو ہی اے حسن الوشا! اگر خدا کا فرمانبردار ہو تو تو اہلبیت میں سے ہے۔

واضح ہو کہ یہ ذکر امام موصوف نے اپنے سگے بھائی زید پر جو کہ تاریخ میں زید النار کر کے مشہور ہیں عتاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱

۲۔ تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ جب آیت یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ! اسوقت سلمان آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ نے سلمان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا فقال ھذا وقومہ والذی نفسی بیدہ لو کان الایمان منوطا بالثریا لتناولہ رجال من فارس یعنے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ یہ سلمان اور اسکی قوم ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر ایمان (دنیا سے اٹھکر) ثریا پر جا پہنچیگا تو فارس کے لوگ اسکو پھر دنیا میں لے آئینگے۔ دیکھو تفسیر صافی آخر سورہ محمدؐ صفحہ ۱۷۹

۳۔ پھر اسی تفسیر میں زیر آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم لکھا ہے قیل وھم الذین جاء وابعد الصحابۃ الی یوم الدین فان دعوتہ وتعلیمہ یعم الجمیع وفی المجمع عن الباقرؑ ھم الاعاجم ومن لا یتکلم بلغۃ العرب قال وروی ان النبی صلعم قرا ھذہ الایۃ فقیل لہ من ھؤلاء فوضع یدہ علی کتف سلمان رض وقال لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من ھؤلاء تفسیر صافی سورہ جمعہ ص ۳۱۳

اسجگہ یہ یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب بھی فارسی النسل تھے اور انہوں نے اس امر کو اپنی کتابوں میں ظاہر فرمایا ہے۔

۴۔ تفسیر صافی میں ہے زیر آیت ویوم نبعث من کل امۃ شہیداً وھو نبیہا وامامہا القائم مقامہ یشہد لہم وعلیہم بالایمان والکفر فی المجمع والقمی عن الصادقؑ لکل زمان وامۃ امام یبعث کل امۃ مع امامہا۔ تفسیر صافی سورہ نحل زیر آیت مذکور یعنے خدا نے جو فرمایا ہے کہ اس دن ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ کھڑا کرینگے یہ گواہ اس امت کا نبی ہوگا۔ اور بعد نبی کے اسکا قائمقام امام۔ جو کہ اس امت کے حق میں یا اسکے برخلاف گواہی دینگے ایمان کی یا کفر کی اور تفسیر مجمع البیان طبرسی و علی بن ابراہیم قمی بن امام صادق سے مروی ہے کہ ہر ایک زمانہ کا امام اور ہر ایک امت کا امام ہوتا ہے اور ہر ایک امت اپنے امام کے ساتھ مبعوث ہوگی۔

اب اس حدیث کے ساتھ وہ حدیث مشہور ملاؤ یعنے من مات ولم یعرف امام

زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۸ کتاب الحجۃ باب من مات ولیس لہ امام

۵۔ قولہ تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم ھاد (امام صادق) فرمود ہر امامے ہدایت کنندۂ آں قوسے است کہ آں امام درمیان ایشاں است۔ حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۴۔ اور تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے عن الصادق کل امام ھاد للقرن الذی ھو فیھم ومثلہ فی الاکمال ورواہ القمی والعیاشی وغیر واحد من الخاصۃ والعامۃ فی غیر واحد من الاسانید والقمی ھو رد علی من انکران فی کل عصر وزمان اماما وانہ لا یخلو الارض من حجۃ سورہ رعد

ان روایات میں امام صادق علیہ السلام کی حدیث قابل غور ہے کہ آپنے فرمایا ہے کل امام ھاد للقرن الذی ھو فیھم یعنے ہر ایک امام اسی قرن کا ہادی ہے جسمیں وہ ان لوگوں میں ہوتا ہے اب قرن کی تشریح کے لئے دیکھو مجمع البحرین میں لکھا ہے والقرن اھل زمان واحد قال شاعرھم اذا ذھب القرن الذی انت فیھم * وخلفت فی قرن وانت غریب * وقیل ھو مدۃ اغلب اعمار الناس وھو سبعون سنۃ وقیل ثمانون وقیل ثلثون سنۃ وقیل القرن اھل عصر فیہ نبی او فائق فی العلم قل اوکثر زیر لفظ قرن صفحہ ۵۶۶ یعنی قرن کی میعاد انسانوں کی اغلب میعاد عمر کے برابر ہوتی ہے جو کہ ۷۰ برس ہے اور کہا گیا ہے کہ اسّی سال اور تیس سال بھی۔

اب جو لوگ امام غائب کو اسی قرن کا امام اور ہاد قرار دیتے ہیں۔ جنکو غائب ہوئے ہزار برس ہوگیا ہے وہ اس تشریح کو غور سے مطالعہ کریں۔ قرن کی میعاد تو زیادہ سے زیادہ اسّی برس انکی معتبر لغت قرآن وحدیث سے ثابت کی گئی ہے۔

شبہ سوم۔ امامت بارہ اماموں تک محدود ہے۔ ان کے سوا دوسرا کوئی امام کسطرح ہوسکتا ہے۔

جواب۔ خداوند کریم نے اول تو آدم سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خاص قوم یا ملک کے لئے مخصوص نہیں فرمایا۔ بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ہر ایک قوم میں ایک نبی یا امام یا نذیر پیدا ہوتا رہا ہے۔ تاکہ خلق پر اتمام حجت ہوتا رہے جیسے

کہ فرمایا وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر سورہ فاطر پ ۲۲ ع ۱۵ اسکی تفسیر میں لکھا ہے القمی قال لکل زمان امام صافی صفحہ ۴۲۲- ابن بابویہ نے کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار لکھی ہے اور اسی طرح لکھا ہے کہ ان کے اور خلفاء بھی اسی قدر ہوئے اعتقاد تانی عدد تانی عدد ھم انھم مائۃ الف وار بعمائۃ عشرون الف نبی لکل نبی منھم وصی- نیز تفسیر عمدۃ البیان اردو صفحہ ۳۹۷ زیر آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی- اور اصول کافی میں ہے کہ جسطرح آدم سے لیکر محمد صلعم تک خلفائے برحق مامور ہوتے رہے اسی طرح بعد رسول کے بھی ہونگے- در ذیل تفسیر وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم ... کما استخلف الذین من قبلھم یقول استخلفھم لعلی وذریتہ وھیادتی بعد نبیکم کما استخلف وصاۃ آدم من بعدہ حتّٰی یبعث النبی الذی یلیہ- اصول کافی باب ذکر الصحیفۃ والجفر

اور پھر موسیٰ کے اثنا عشر نقیباً سے بارہ امام نکالتے ہیں- حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ بارہ نقیب موسیٰ علیہ السلام کی عین حیات مقرر کئے گئے تھے اور ان کے بمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بارہ انصار کو قرار دئے جنھوں نے لیلۃ العقبہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی- اور مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے وہ نقیب مقرر ہوئے تھے- دیکھو تفسیر علی بن ابراہیم قمی-

اور اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے حواری وہ بھی بارہ تھے- مگر موسیٰ کے نقبا کی طرح عیسیٰ کی زندگی میں ہی مقرر کئے گئے تھے- اب یاد کرو کہ وہ حدیث جسکو ابن بابویہ نے اکمال الدین میں ذکر کیا ہے کہ اس امت میں بھی وہی ہوگا جو پہلی امتوں میں ہو چکا ہے کلما فی الامم السالفۃ یکون فی ھذہ الامۃ مثلہ حذو النعل بالنعل صفحہ ۹۳ یعنی باشد دریں امت مثل آنچہ در امم سابقہ واقع شدہ است از موافقت دو پائے نعل و پر ملے تیر باہمدیگر" حق الیقین باب رجعت صفحہ ۳۰۳- تو جو لوگ رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے لیکر قیامت تک بارہ یا ہزار سال سے لیکر قیامت تک صرف ایک امام غائب کو امام العصر صاحب الزمان قرار دیتے ہیں- اور انکو اس قسم کی نظیر سابقہ امم سے نکال کر دکھانی چاہیئے ورنہ انکا یہ عقیدہ ہرگز قابل تسلیم اور بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں ٹھہر سکتا- اور پھر آنحضرت صلعم نے جو اپنے علمائے امت کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا ہے جیسے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے "روایت شدہ است از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ علمائے امت من مانند پیغمبران بنی اسرائیل اند و تفسیر علماء

در بعضے از روایات بائمہ علیہم السلام … شدہ است" حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۳- اس حدیث کے رُو سے بھی یہ تجدید بارہ تک کی اُڑ جاتی ہے۔ منہ بر

شبہ چہارم۔ رسول یا امام تو یا شام ہی پیدا ہوتے رہے یا عرب مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ سے لیکن ہندوستان تو ہمیشہ شرک کا گھر رہا۔ اسکے ایسے بھاگ کہاں کہ اسکی خاک سے امام مہدی جیسا بزرگ مبعوث ہو۔

جواب۔ بیشک اکثر پیغمبر و رُسل شام سے پیدا ہوئے یا عرب سے لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ دوسرے کسی ملک یا قوم سے کوئی نبی یا رسول یا نذیر نہ پیدا ہوا ہو۔ ابھی اوپر کسی جگہ ایک آیت مع تفسیر لکھی گئی ہی جسکا یہ مطلب ہے کہ کوئی ایسی امت نہیں جسمیں کوئی نذکوئی ماموں من اللہ نہ بھیجا گیا ہو۔ اب خدا تو سب قوموں کے لئے خواہ وہ کسی حصہ ملک میں ہوں یہ فرماکر اتمام حجت کرتا ہے اور کوئی قوم اس سے منکر نہیں ہوسکتی لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہندوستان جیسے ملک وسیع و قدیم میں کوئی رسول نبی یا ولی آیا ہی نہیں کیا یہ ارشاد الٰہی سے معارضہ نہیں ہے؟

(۳) آنحضرت صلعم نے مجوس کو اہل کتاب اور ایک نبی کی اُمت ٹھہرایا۔ اور ان سے جزیہ قبول فرمایا بمقابلہ کفار مکہ کے کہ ان سے قبول نہ فرمایا۔ فی الکافی عن الصادق انہ سئل عن المجوس اکان لہم نبی فقال نعم . . الیٰ . . . فکتب الیہم النبی ان المجوس کان لہم نبی فقتلوہ و کتاب احرقوہ تفسیر صافی زیر آیت حتی یعطوا الجزیۃ وھم صاغرون۔ سورہ توبہ

(۴) علاوہ ازیں آپکو معلوم ہو کہ ہندوستان وہ خطہ مبارک ہے جسکو اگر سرچشمہ ہدایت و منبع نبوت و خلافت کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہیں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ بابا آدم جب بہشت سے نکالے گئے تو وہ سب سے پہلے سرزمین ہند میں ہی تشریف لائے تھے۔ اور حجر اسود جیسی متبرک چیز بھی پہلے ہند میں اُن کے ساتھ تھی تو پھر ہند سے ہی اسکو مکہ معظمہ لے گئے۔ دیکھو حیات القلوب جز اول صفحہ ۵۸ باب ۲ فصل ۴ فرود آمدن آدم و حوا بر زمین

(۴) فروع کافی میں ایک حدیث ہی کہ امام جعفر صادق سے پوچھا گیا نجوم کی بابت تو آپنے فرمایا کوئی نہیں جانتا اسکو مگر ایک خاندان عرب کا جانتا ہے یا ایک خاندان ہند کا۔ سئل عن النجوم قال مایعلمہا الا اہل بیت من العرب و اہل بیت من الہند۔ فروع کتاب الروضہ ۱۵۳

کیا عجب ہے کہ اس نجوم سے مراد کسوف خسوف جیسے عظیم المثال نشانات کا علم مراد ہو۔

شبہ پنجم۔ نبوت وامامت تو ذریت ابراہیم کے لئے مخصوص ہے مرزا صاحب کسطرح ذریت ابراہیم ہیں۔

له **جواب**۔ ذریت دو قسم کی ہوتی ہے ایک روحانی۔ دوسری جسمانی مرزا صاحب اگر بالفرض جسمانی ذریت سے نہ ہوں تو مضائقہ نہیں روحانی ذریت ہونے کی بنا پر بھی آپ ان مواعید و بشارت کے وارث ہو سکتے ہیں۔ کیا قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے حکایتاً اس حقیقت کا اعتراف مذکور نہیں ہے فمن تبعنی فانہ منّی کے کیا معنے ہیں؟

شبہ ششم۔ ماناکہ بعض احادیث سے مرزا صاحب کے دعاوی و تعلیم کی تصدیق ہوتی ہے لیکن بہت سی احادیث و روایات جو اِن کے مخالف پڑتی ہیں اسکا کیا علاج؟

جواب۔ شیعہ وسنی علماء نے احادیث کی صحت وسقم کے متعلق بڑے بڑے قواعد تجویز کئے ہیں۔ یہانتک کہ اصول حدیث پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اور جن سے واقف ہونا محال نہیں۔ تو مشکل ضرور ہے۔

لیکن خدا کے مسیح نے ایک ایسا موٹا اصول صحیح وسقیم میں تمیز کرنیکا ارشاد فرمایا ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ورق گردانی کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ یہ کہ خواہ کسی طبقہ کی حدیث ہو۔ اسکا معارضہ قرآن سے کرو۔ اگر وہاں سے تصدیق وتائید ہو سکے تو بلا چون وچرا مان لو۔ ورنہ چھوڑ دو

اور یہی اصول کتب شیعہ میں بھی موجود ہے کل حدیث لا یوافق کتب اللہ فھو زخرف نما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ۔ اصول کافی کتاب العلم باب اختلاف الحدیث صـ ۳۹

شبہ ہفتم۔ امت محمدیہ امت مرحومہ ہے اور ہمارے نبی رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ایسے نبی کا خلیفہ مہدی بھی ایسا ہونا چاہئے تھا جس کا آنا ملک وملت کے لئے رحمت ہو۔ لیکن مرزا صاحب نے جب سے مہدویت ومسیحیت کے دعوے کئے ہیں دنیا جنگ وجدل میں پُرخون ہے۔

جواب۔ دیکھئے جسقدر انبیاء ورسل کا ذکر قرآن میں ہے انکو بشیر ونذیر کہا گیا ہے یعنی مومنین صادقین کو خوشخبری دینے والے اور منکرین ومخالفین کو ڈرانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ

و آلہ وسلم کی بعثت میں بھی دونوں سے عیاں ہیں۔

اور مہدی موعود بھی جہاں مخلصین کے لئے بشارات و انعام کے لحاظ سے رحمۃ للعلمین ہیں منکرین کے لئے انکا وجود عذاب مہین ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس حقیقت کا اشارہ ہو رہا کن معذبین حتیٰ نبعث رسولاً اور روایات شیعہ میں تو صاف طور پر لکھا ہے کہ ان تبارک و تعالیٰ بعث محمداً رحمۃ و بعث القائم نقمۃ یعنے محمد رحمت تھا اور مہدی عذاب ہے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت وما ارسلناک الا رحمۃً للعلمین ص۳۳

شبہ ہشتم۔ ممکن ہے امام غائب چند سال بعد ظاہر ہو جائیں۔ اور ان کے بعد مسیح بھی آسمان سے اتر آئیں۔

جواب۔ بسا ممکن ہے کہ غائب ظاہر بھی نہ ہوں۔ اور اسی طرح مسیح آسمان سے اترے ہی نہ اور امکان تو ان امور میں ہوتا ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوں۔ یہنے تو صریح احادیث و روایات بلکہ آیات سے ان مطالب کو واضح کر چکا ہوں۔ ابتک اگر آپ کے دل میں اطمینان نہیں ہوا۔ تو انشاء اللہ بعد کو ہو جائیگا۔ آپ دوبارہ غور کریں۔

لیجئے یہاں پر ایک دو اور دلائل عرض کرتا ہوں۔

(۱) امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم مانند نجوم سماوی کے ہیں۔ جہاں ایک ستارہ غائب ہوا۔ دوسرے نے طلوع کر دیا۔ "الا ان مثل آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کمثل النجوم کلما ھوی نجم طلع نجم۔ مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۹۔ اور اسی طرح کافی میں ہے۔۔ انما نحن کنجوم کلما غاب نجم طلع نجم۔ اصول کافی باب فی الغیبۃ صفحہ ۲۱۱ فرمایئے اس اصول پر امام غائب کی اسقدر طویل غیبت کہاں مثل نجوم سماوی کے ثابت ہو سکتی ہے بلکہ انکی غیبت مقتضی ہے اس امر کی کہ کوئی اور امام مطلع امامت سے طلوع کرے۔

(۲) امام موسیٰ رضا سے روایت ہے کہ لازمی ہے ہمارے صاحب الامر کے لئے غیبت لیکن کہاں تک ؟ فرمایا ہے) ان تعیشوا فسوف تدرکونہ۔ اصول کافی ص۳۰۹ یعنے اگر تم جیتے رہو تو ضرور اسکو پالو گے۔ کیا اس ارشاد سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ عنقریب امام ظہور کرینگے۔ جس غائب کا ظہور

ہزار بعد ہزار برس

تک ملتوی ہو۔ اسکے بارہ میں یہ ارشاد کہ عنقریب تم اسکو پالوگے کیا عام بول چال انسانی کے مطابق ہے؟

(۳) بعض احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ مہدی کا زمانہ امت محمدیہ کا ابتدا یا اوسط ہے اور آخر زمانہ مخصوص ہے مسیح کے واسطے چونکہ اکثر علامات قرب قیامت کا ظہور ہو چکا ہے لہذا اسوقت مہدی کا انتظار لاحاصل ہے ہاں اس مہدی کا انتظار ضروری ہے جو مدعی مسیحیت بھی ہے دیکھو ذیل میں

(۱) علی بن الحسین (امام زین العابدین) قال قال رسول اللہ کیف تھلک امۃ انا و علی واحد عشر من ولدی اولو الالباب اولھا والمسیح بن مریم آخرھا ولکن یھلک بین ذلک من لست منھم ولیسوا منی۔ دیکھو اکمال الدین صفحہ ۱۶۴

(۲) کیف تھلک امۃ انا اولھا واثنی عشر من بعدی من السعداء واولی الالباب والمسیح بن مریم آخرھا ولکن بین ذلک نطح الھرج لیسوا منی ولست منھم اکمال الدین صفحہ ۱۵۷

ان سے ثابت ہوگیا کہ مسیح کے بعد مہدی کا زمانہ نہیں بلکہ اس سے پہلے کا ہے چنانچہ خاندان نبوت وقریش کے جسقدر مدعیان مہدویت تھے سب اوائل قرون اسلام میں ہو چکے ہیں۔ اب دور دورہ مسیح محمدی کا ہے

(۳) پھر ممکنات پر اگر قیاس کیا جائے تو میں کہتا ہوں ممکن ہے پھر امام غائب کی جگہ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو ہی مہدی موعود بنا دیا ہو لیکن یاد رہے یہ میرا ممکن محض خیالی ممکن نہیں ہے بلکہ ایک بڑے عقیدہ تشیع کی بنا پر ہے یعنے عقیدہ بدا پر جسطرح پر خدا نے پہلے امام صادق علیہ السلام کے بیٹے اسمٰعیل کو امام بنایا تھا۔ لیکن پھر بدا ہوگیا اور امام موسیٰ کاظم کو امام بنا دیا وفی حدیث الصادق ما بدا للہ فی شیئ کما بدا اللہ فی اسمٰعیل ابنی۔ دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ بدا صفحہ ۹ شیعہ اسمٰعیلیہ اسی اسمٰعیل کے پیرو ہیں۔

شبہ نہم ۔ کیا مرزا صاحب بسیح پرمسیح ابن مریم سے افضل ہیں؟ چنانچہ انکا شعر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ✦ اس سے بہتر غلام احمد ہے

جواب جو لوگ مرزا صاحب کے دعاوی کو مان چکے ہیں۔ انکی نظر میں تو آپکے اس قسم کے تحدیثات بطور اظہار نعمت الہیہ کے ہیں واما بنعمۃ ربک فحدث البتہ جو مخالف ہیں۔ ان کو

یہ باتیں ضرور رکھتی ہیں خیر ذیل میں چند ایسے حوالے لکھے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ شیعہ نے اپنے آئمہ کی شان میں کیا کیا کچھ کہا ہے

(۱) علمائے امامیہ ائمہ اثنا عشر را از پیغمبران اولوالعزم فاضلتر دانند۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۸۴۴

(۲) الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ اصول کافی صفحہ ۱۶۵ باب ان الائمۃ یشبھون ممن مضیٰ

(۳) از امام محمد باقرؑ کہ چوں قائم آل محمد بیروں آید اورا یاری کند بملائکہ و اول کسے کہ باو بیعت کند محمد باشد و بعد ازاں علی۔ حق الیقین مجلسی در بیانِ رجعت صـ ۱۳۹

شبہ دہم۔ مانا کہ مرزا صاحب اپنے زمانہ کے امام تھے لیکن اب تو وہ بھی فوت ہو چکے ہیں اب احمدیوں کا امام بھی کوئی نہ رہا پس معاملہ مساوی ہو گیا۔

جواب۔ ہرگز نہیں معاملہ تو جب مساوی ہوتا کہ جس طرح ہم حضرت مرزا صاحب کو حسب مفادات آیات قرآنی وما جعلنا البشر من قبلک الخلد الخ وانک میت وانہم میتون فوت شدہ مانتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اسی طرح امام غائب کو زندہ اور قائم ماننے کی بجائے فوت شدہ مان لیں۔ اگر ایسا ہے تو لبسم اللہ چشم ما روشن دلِ ما شاد۔

پھر بعد وفات حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ہم لوگ خدا کے فضل سے بے امام نہیں ہیں جیسے کہ آپکا خیال ہے بلکہ بعد آپ کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا اسم با مسمی نور الدین نور اللہ مرقدہ ہوئے پھر بعد ان کے حضرت مرزا صاحب کے بڑے صاحبزادہ فضل عمر محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ کو امام اور وصی مانتے ہیں۔ بمصداق "امام نہ میباشد مگر آنکہ اورا فرزندی باشد امام" نجم ثاقب صـ ۱۶۰

لیکن امام غائب کی نسبت احادیث شیعہ میں وارد ہے کہ انکا کوئی فرزند نہیں ہو گا بوقت ظہور زندہ یا وصی وامام نہ ہو گا۔ "اورا فرزند نہ خواہد بود" نجم ثاقب۔ بلکہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئینگے اور مہدی کا جنازہ پڑھینگے "زیرا کہ امور وصی را غیر وصی مرکب نمیشود۔" حق الیقین صفحہ ۱۴۱ و نجم ثاقب صـ ۱۶۶۔ لیکن امام حسین علیہ السلام جنت میں ہیں۔ اور اہل جنت کا جنت سے نکالا جانا از روئے قرآن مجید محال ہے۔

شبہ یازدہم - مرزا صاحب نے شیعوں سے کوئی ہمدردی نہیں کی نہ انکی حمایت کرتی ہے اگر امام غائب ظہور فرماتے تو تمام ملکوں میں شیعوں کی سلطنت ہوتی اور مال و دولت کی کثرت سے وہ خورسند ہوتے۔

جواب - حضرت مرزا صاحب کو شیعوں سے ہمدردی تو ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہ جب ہو کہ وہ اپنے قول و فعل کے رو سے سچے شیعہ ہوں خود ائمہ اہلبیت نے بصراحت فرمایا ہے کہ اصلی شیعہ کوئی نہیں دیکھو روایات ذیل :-

(۱) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومن سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ دیکھو عین الحیات مجلسی اردو صہ ۳۶۲

(۲) امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جھوٹ کہتے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ علی علیہ السلام ہیں شیعہ علی کوئی نہیں تھا۔ مگر حسنینؑ و سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ و محمد بن ابی بکر۔ اصل عبارت

دعویٰ دروغ میکنند کہ ما ئیم شیعہ امیر المومنین علیہ السلام و شیعہ آنحضرت نبود مگر حسن و حسین و سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و محمد بن ابی بکر کہ مخالفت نہ کردند چیزے از ان ہا کہ حضرت ایشان را بانہا مامور ساختہ بود" حیات القلوب فارسی جلد ۲ صفحہ ۵۹۳

(۳) پھر امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث ہے کہ جسقدر آیات قرآن میں منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ سب کی سب ان لوگوں کے حق میں ناطق ہیں جو جھوٹے شیعہ ہونیکا ادعا کرتے ہیں ما انزل اللہ سبحانہ آیۃ فی المنٰفقین الا وھی فیمن ینتحل التشیع - رجال کشی ترجمہ مقلاص بن ابی الخطاب صہ ۱۹۳

پھر خاص امام غائب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ جب خروج کرینگے تو سب سے پہلے جھوٹے شیعوں کو قتل کریں گے لو قام قائمنا بدا بکذابی الشیعۃ فقتلھم رجال کشی صفحہ ۱۹۳

پھر خصوصاً ایسے شیعہ لوگ جو دولت ائمہ اہلبیت کے منتظر اور مال و دولت کی کثرت کے خواب دیکھا کرتے ہیں ائمہ کرام نے بھی انکو جہنمی فرمایا ہے۔

شنیدم از ابی عبد اللہ (امام صادق) علیہ السلام کہ میفرمود مردم متفرق شدند درباره ما بہ سہ فرقہ فرقہ دوست داشتند ما را با نتظار قائم ما کہ برسند بدنیائے ما یعنے غرض شان از محبت ما تعیش و خوش

گذرانی است در سلطنت ما پس گفتند یعنی اظہار تشیع و محبت کردند و دشمنان ما را حفظ کردند و کم گو ہی کردند و نفس ال ما بیعت متابعت نہ کردند ما را در کردار ۔ پس بزودی برانگیزاند ایشانرا خداوند بسوئے دوزخ الی آخرہ ۔ کتاب لولو و مرجان فارسی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۵

جو اصلی شیعہ ہیں حضرت مرزا صاحب انکو بہت چاہتے تھے اب پوچھو گے کہ اصلی شیعہ کون ہوتے ہیں سنئے امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے جو خدا کا فرمانبردار اور مطیع ہو وہ ہمارا بھی دوست ہے " عین الحیات اردو صفحہ ۳۶۶ ۔ تم اصلی شیعہ بنو پھر دیکھو ہم سب احمدی کسقدر آپسے ہمدردی کرنے لگجائینگے پھر آپکو معلوم نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک دولت کے خزانے بلا دریغ اور بلا امتیاز ہر فرقہ و ملت کے سامنے کھولدئے خوش نصیب بہرہ اندوز ہوئے اور بدنصیب لوگوں نے انکار کردیا بعض متامل و متردد رہ گئے لیکن نہ یہ دام و درہم و اشرفی و روپیہ کی دولت جس سے خاصان خدا نے پیار کرنا ہمیشہ حرام سمجھا ۔ اور جس نے اپنے دامن کو کبھی آلودہ و ملوث نہیں کیا ۔ بلکہ وہ حکمت و معرفت و ایمان کی دولت جس کی تعریف خدا نے بھی فرمائی ہے و من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً ۔ جس کے ہوتے ہوئے دنیا کی دولت بعینہٖ گوشت مردار معلوم ہوتی ہے ۔ پس اے شیعیان اثنا عشریہ آؤ ۔ اور اس دولت عظمیٰ سے تم بھی فائدہ اٹھاؤ ۔

فی الحال اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ پھر کبھی لکھونگا ۔ والسلام علیٰ حق الجدید و علیٰ من اتبع الھدیٰ

خادم الخدام مسیح موعود و مہدی مسعود

ہیچمدان خادم حسین رض خادم سابق شیعی حال احمدی بھیروی

اطلاع

۔ اس رسالہ کی پانچسو مزید جبلدیں حسب ارشاد حضرت خلیفہ ثانی ترقی اسلام قادیان نے چھپوائی ہیں ۔ احباب کو چاہیئے کہ یہ رسالہ محصولڈاک بھیجکر مفت منگوالیں ۔ اور نہایت احتیاط سے اپنے گردو نواح قرب و جوار کے شیعہ حضرات میں مفت تقسیم کریں ۔ شیعہ حضرات خود بھی درخواست کرکے اسے مفت لے سکتے ہیں والسلام

مینیجر

ضرورت نبی - اسلام قدامت روح و مادہ

ضرورت نبی

معزز ناظرین تشحیذ یہ تین رسالے ہیں جنکا حجم علی الترتیب ۴۲ - ۹۲ - ۸۴ صفحے ہے ضرورت نبی میں منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ نے بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر اطلاع پانے کے لئے ایک رہبر ایک نبی کی ضرورت ہے اور پھر شناخت نبی کے کچھ طریق بتائے ہیں یہ رسالہ غیر مذاہب میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا (انشاء اللہ تعالےٰ) اسکی قیمت بجائے ۲؍ کے ۱؍ کر دیگئی ہے۔

اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا یا بزور شمشیر اس سوال پر ایک زبردست تقریر ہے جو منشی برکت علی صاحب نے انجمن اسلامیہ شملہ میں کی - آپنے اس میں عقلی و نقلی دلائل سے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ دین اسلام کی ترقی محض قوت قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دلائل و براہین سے ہوئی نہ کہ شمشیر سے یہ مضمون بھی بہت مفید ہے اور بہت خوشخط عمدہ کاغذ پر چھاپا گیا ہے اصل قیمت ۳؍ تھی - اب رعایتی ۲؍ ہے -

قدامت روح و مادہ - اور اسی کے ساتھ کا مسئلہ تناسخ اس رسالہ میں حل کر دیا گیا ہے اور منشی برکت علی صاحب نے ان عقائد باطلہ کی تردید بذریعہ عقل و نقل کر دی ہے - یہ رسالہ بھی مختلف تقاریر کا مجموعہ ہے اور اسکی لکھوائی چھپوائی بہت دلاویز ہے اصلی قیمت ۵؍ اور رعایتی ۴؍ غرض تینوں رسالے ایک نادر مجموعہ ہیں اور صرف ۸؍ میں علاوہ محصولڈاک ملتے ہیں - دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کرو

مفرح یاقوتی انسانی جسم کی تمام کمزوریوں کو دور کرنیوالی تکان کو ایک آن کی آن میں رفع کر کے قوت مزید پیدا کرنے والی دل اور دماغ میں قوت اور چستی کا سرور پیدا کرنے والی کام کرتے کرتے تھکجانے والوں اور دماغی کام کی کثرت کے لیے عمدہ سے عمدہ مفرح قلوب دوا ہے

مرہم عیسیٰ **ست کافور** ہیضہ - پیچش خونی - طاعون - تپ - محرقہ - میعادی فبور - منہ میں چھالے اور زخم وغیرہ کے واسطے سریع الاثر اکسیر التاثیر مجرب المجرب ہے قیمت شیشی کلاں ۸؍ خورد ۱۲؍

ڈبیہ کلاں ۸؍ خورد ۱۲؍ - دفتر تشحیذ الاذہان سے طلب کرو

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

سوزاک پرانا

سوزاک پرانا ہو جانے سے پیشاب میں جلن نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی چینک پیدا ہو جاتی ہے پیشاب رک رک کر ہوتا ہے۔ اور مواد تھوڑا تھوڑا آتا رہتا ہے ایسی حالت میں پرانے سوزاک کی دوا استعمال کرنی چاہئیے۔ اگر علاج نہ کیا جائے تو زندگی وبال ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک پانچ آنہ (۵) ہے

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں آپ کے دکھ درد کے لئے دوست ہیں

زخم کا مرہم ... اور زخم صاف ہو کر جلد بھر آتا ہے معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک کیلئے اکسیر ہے ... فائدہ کرتا ہے ... قیمت ۵ ... مرہم ... دوا سے زخم دھونا اور ... پانی ... ایک ... چھوٹی ... ساتھ ... بتاتا ہے ... قیمت ... محصول ... ہے

Digitized by Khilafat Library

ایک قیمتی ہزار نعمت

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا این ہیر - یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے درد کو دور کرنیکے لیے ایک لاجواب دوا ہے موچ چوٹ گٹھیا کے سبب جوڑوں میں یا کانٹو میں درد ہو ریاح یا سردی کی وجہ سے کمر کو لہا پنجر گردن وغیرہ میں درد ہو تو اسکے مالش سے فوراً ہی دور ہو جاتا ہے مسوڑھ کے درد کو بھی یہ فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ... محصول ...

دو دوائیاں ایس برمن کی ہندوستان میں ہر امیر و غریب کے گھروں میں استعمال کیجاتی ہیں

سر درد و پیچ کی دوا ... [illegible] ... ہی آرام ... کر دیتی ہے ... استعمال ... دور کرتا ہے ... ریاح کی وجہ سے درد ہو اور ... قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ... ہو جاتا ہے ... استعمال سے دور ... وغیرہ

محصول ڈاک ۔/۱

ڈاکٹر ایس کے برمن ... نمبر ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

... المہدی - احمدی ... کا مفصل و مدلل بیان قیمت ... -

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر ۷ جلد ۱۰

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتّبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے (رعایا) طلباء عہ غیر ممالک سے (۱؍۸)

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام پبلشر نے قادیان سے شائع کیا

عرضِ حال

الحمدللہ کہ تشحیذ الاذہان اپنے خریداروں سے شرمندہ نہیں۔ تین سال سے بالخصوص اپنے وقت مقررہ پر ضروری اور مفید مضامین کو لیئے ہوئے نکلتا ہے۔ بلکہ بجائے چالیس صفحے کے ۴۸ صفحہ دیئے جاتے ہیں۔ اور سال میں تین چار مرتبہ رسالہ کا حجم ۵۶-۶۴-۷۲ صفحے بھی ہوتا ہے۔ اور اسکا کوئی زائد معاوضہ خریداران سے طلب نہیں کیا جاتا۔ اب اگر اس کے معاوضہ میں ہمارے احباب کا ہم سے یہ سلوک ہو۔ کہ وہ واجبی قیمت بھی روانہ نہ کریں۔ تو کسقدر افسوس کی بات ہے۔ حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی ہزار روپے بقایا خریداران کے ذمے ہے۔ حالانکہ وہ رسالے باقاعدہ وصول کرتے رہے ہیں۔ بلکہ بعض کے نام ابھی تک بدستور رسالہ جاتا ہے۔ بارہا خطوط لکھے۔ جوابی کارڈ بھیجے۔ مگر اکثر دوستوں نے تو جواب تک نہ دیا۔ اور جنھوں نے ازراہِ کرم جواب دیا۔ ان میں کئی ایک ہیں جن کو اپنا وعدہ یاد ہی نہیں رہا۔ اب اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فنڈ کی حالت روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو تشحیذ دسمبر تک اپنی اشاعت کا خرچ نہیں نکال سکے گا۔ اور یہ علاوہ ہمارے ساتھ ناانصافی کے ان خریداروں کی حق تلفی کا موجب ہوگا۔ جو پیشگی قیمت سال حال کی ادا کر چکے ہیں پس میرے معزز بھائی توجہ فرمائیں۔ اپنے اپنے ذمگی بقایا ادا کریں۔ اور جو پیشگی چندہ دے چکے ہیں۔ وہ خوش معاملہ خریدار بہم پہنچانے میں ساعی ہوں جن کتابوں کا اشتہار اس رسالہ میں درج ہے۔ ان کی رعائتی قیمت سے ماہ رمضان میں فائدہ اٹھائیں۔

والسلام۔

مینیجر تشحیذ قادیان

۲۔ ہادم اصلاح خادم:۔ یہ ایک رسالہ مرزا زین العباد صاحب کورٹ انسپکٹر مالیر کوٹلہ نے میرے پاس بھجوایا ہے۔ اس میں منشی خادم حسین صاحب خادم کے ایک مضمون کا جواب ہے جس میں شیعہ کے تشبہ بالنصاریٰ کا ثبوت تھا۔ مرزا صاحب نے ان روایات کی بالعموم تصدیق کی ہے جو منشی صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں درج کی تھیں۔ بلکہ چند مزید روایات سے ان کی تائید کی ہے ﴿ ظہور الہٰی ملدی: جس میں احمدی مذہب کا مفصل و مکمل جواب ہے۔ ۳۵۲ صفحے حجم۔ صرف ۱۲؍ میں تشحیذ قادیان سے منگوائیں ﴿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۵ء

قوم کی ترقی ایک امام کی اطاعت پر منحصر ہے

اللہ تعالےٰ اپنی ذات میں اپنے صفات میں اپنے افعال میں یگانہ ہے۔ اس نے اپنے مسلم بندوں کے لئے پسند نہ فرمایا کہ وہ اسکے حکم سے الگ ہو کر کسی حاکم کا حکم مانیں فرمایا ان الحکم الا للہ۔ مگر خدا کا حکم جاننے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے اور وہ نبی ہے۔ کیونکہ وہ جناب الٰہی میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہے۔ وہ اسکی مرضیات پر پورے طور سے اطلاع پاتا ہے۔ پھر اولی الامر ہے۔ جس کے سپرد مہمات امور کا انتظام ہو۔ اور اس کا اولین مصداق اس نبی کا خلیفہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہر حاکم اور کسی صیغہ کا افسر بھی شامل ہے گویا ایک مسلم کے لئے دستور العمل بتایا کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرے اور اس کے احکام کا علم نبی کے ذریعہ حاصل کرے پھر خلیفہ کی اطاعت کرے۔ کہ جو نبی کے بعد ایسا فرد مکمل ہے جو ان کے کاموں کی تکمیل اور اشاعت کرنے والا اور جماعت کو حسب حالات زمانہ کلام اللہ اور کلام الرسول کے ماتحت چلانے والا اور انہیں ایک انتظام کے ماتحت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ

وہ غیر مامور ہے اس لئے غلطی کرتا ہے اور جس میں غلطی کا احتمال ہو اسکے سپرد تمام انتظام نہیں ہونا چاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی غلطی تو انبیاء کے اجتہاد میں بھی مسلم ہے۔ سید المرسلین خاتم النبیّین علیہ صلوٰۃ اللہ رب العٰلمین فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو تمہارے مقدمہ لاتے ہیں ممکن ہے کہ ایک شخص زبان کی چالاکی سے فتح پا جائے اور میں اسکے حق میں فیصلہ کردوں وہ یاد رکھے کہ جو کچھ اس نے زبان کی چالاکی سے حاصل کیا ہے وہ اسکے لئے آگ ہے۔ پھر اسی قسم کی کئی مثالیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں موجود ہیں کہ انبیاء سے بھی بعض اوقات اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ پس اگر اس بنا پر ایک شخص واحد کی اطاعت جائز نہیں تو پھر انبیاء کی اطاعت بھی جائز نہیں اور اسی غلطی کی بنا پر ایک فرقہ چکڑالوی پیدا ہوا ہے۔ جو نبی کی صرف اسی بات کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے جو وحی الٰہی سے ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ (ڈریں وہ جو اس رسول کے حکم کی مخالفت کریں) اصل بات یہ ہے کہ جس سلسلہ کی بنیاد خدا تعالےٰ اپنے ہاتھوں سے رکھتا ہے اسکی حفاظت بھی اپنے ذمہ لیتا ہے۔ وہ شخص جس کے ہاتھ میں امامت کی باگ ہے وہ تو ایک حجاب ہے اصل کام خدا کا ہے پس وہ اس منتظم کو ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے وہ قوم تباہ ہو باقی رہی یہ بات کہ ایک شخص سے ممکن ہے شریر ہو جائے اور کسی کی حق تلفی کرے اور مال ضائع ہو۔ اس قسم کے تمام خدشات کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیدیا ہے یاایّھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاٰخر ذٰلک خیر و احسن تاویلاً۔ یعنے اگر تم میں اور خلفاء میں کوئی تنازع ہو تو اسے اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی طرف لیجاؤ۔ اب اسکے یہ معنی نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق اس امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کرو۔ کیونکہ دونوں فریق مسلم ہیں۔ آخر دونوں طرف سے قول اللہ و قول الرسول سے ہی دلائل دئیے جاتے ہیں۔ پس فیصلہ کون کرے اگر کہو کہ ایک جیوری کرے تو وہ بھی چونکہ غیر مامور ہے اسکی عصمت از غلطی کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ پس یہاں تو یہ فرمایا کہ تم اولی الامر یعنے خلیفہ کی اطاعت کرلو۔ اور اسکا فیصلہ مان لو۔ باقی اگر تمہاری حق تلفی ہوئی۔ تو اسے اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی طرف لوٹا دو۔ وہ حکم کیا ہے؟ اسی قرآن مجید میں اسی آیت سے آگے ہی لکھا ہے ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یعنی آخرت کو اس کا اجر

لیجائیگا۔ اور تلافی ہوجائیگی اور جسے یوم الآخر پر ایمان اور اللہ پر ایمان ہے وہ اس حکم سے مطمئن ہے۔ پھر حدیث شریف میں آیا ہے کتاب الفتن مشکوٰۃ قال تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظھرك واخذ مالك فاسمع واطع (پس تو امیر کی اطاعت کر اگرچہ وہ تجھے سزا دے۔ اور تیرا مال چھین لے پس تو اسکی سُن اور اطاعت کر) دوسری حدیث ہے فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظھرك واخذ مالك فاطعہ والا فمت (بہرحال خلیفہ کی اطاعت کرو ورنہ مرجا) یہ سب احکام بتاتے ہیں کہ جماعت کا یہی فرض ہے کہ جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کے کاموں کی تکمیل و اشاعت کے لئے خلیفہ بنائے۔ مومن اسکی اطاعت کرے اور اس کی فرمانبرداری میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ ہونے پائے اور اسکا معاملہ خدا پر چھوڑ دے وہ خود اپنے سلسلہ کے قیام کے لئے بہت غیور ہے۔

اگر خلیفہ دیدہ دانستہ شرارت سے کام لیگا اور قوم کو اس راستہ پر چلائیگا جو ہلاکت کی طرف لیجانے والی ہے تو اسے تباہ کردیگا جب تک اکثر حصہ قوم میں نیک اور خدا کے فرمانبردار لوگوں کا ہوگا۔ ان کا حاکم ان کا خلیفہ بالضرور نیک ہوگا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ ظالم متولی ظالموں کے لئے ہوتا ہے کذلك نولّی بعض الظلمین بعضا۔ پس جبکہ وہ کسی خلیفہ کو برا قرار دے اسے اپنی برائی کی فکر ہوجانی چاہئے۔ مسلمانوں ہیں تو نماز پنجگانہ میں غیر مامور امام کی اطاعت کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسکی اطاعت اس طرح ہو کہ اگر کوئی اس سے سہو ہوجائے تو اس میں بھی مقتدی شریک ہوں۔ اور نہایت ادب سے اسے غلطی کی اطلاع دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ امام انکے انتباہ پر عمل بھی کرے۔ اس عملی مشق کو دیکھتے ہوئے پھر بھی یہ کہنا کہ غیر مامور کی اطاعت پیر پرستی ہے ایک حماقت ہے۔ پھر جس بنا پر اسکی اطاعت کو ناجائز ٹھہرایا جاتا ہے وہ وجہ تو انجمن میں بھی پائی جاتی ہے اگر انجمن کی کثرت رائے پر قومی کاموں کا فیصلہ ضروری ہے اور شاورھم فی الامر سے یہی نکلتا ہے شاوروا ہونا چاہیئے تھا۔ پھر وشاورھم فی الامر کے آگے فاذا عزمت کی بجائے فاذا عزمتم ہوتا کیونکہ عزم کرنے والے اور منتظم بہت سے لوگ ہیں نہ کہ ایک۔ اس آیت نے تو یہ ثابت کیا ہے ....

.... کہ ایک شخص مشورہ لینے والا ہو اور پھر وہ مشورہ کا پابند بھی نہیں۔ بلکہ عزم

بھی اسی ایک کا ہے ---------------- یہی طریق بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے بھی فرماتا ہے ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے عالم ربانی مفسر حقانی حضرت علامہ نور الدین خلیفۃ مسیح قادیانی کو کامل اتفاق تھا اور میں بڑے یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ حامیان پیغام میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کا علم و فضل آپکے علم و فضل کے برابر ہو۔ آپ فرماتے ہیں (دیکھو درس قرآن شریف کے نوٹ صفحہ ۲۵۴)

"امام ایک ہی ہونا چاہئے تاکہ وحدت قائم رہے اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ جو ایک کی اطاعت کو گمراہی اور مصیبت کا موجب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ آیت غور طلب ہے۔ خدا جسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اپنی جناب سے مؤیّد و منصور کرتا ہے خدا اسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے قوم تباہ ہو۔ شوریٰ اسلئے نہیں ہوتا کہ وہ بالضرور اسکی اتباع کرے بلکہ وزراء کی رائیں اسکی بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں کہ ان میں اپنی رائے کا حسن و قبح دیکھ لے۔"

پس جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت تھی اور ہے وہ غلطی پر ہیں اسلام نے اسوقت تک ترقی کی جب تک ایک خلیفہ کے ماتحت میں تمام فرقہائے اسلامی رہے جمہوریت بہتر ہوتی تو ایران و ترکی کی یہ حالت نہ ہوتی۔ البتہ ہم یہ ضرور کہینگے کہ لا خلافۃ الا بالمشورۃ۔ خلیفہ کے لئے مشورہ ضروری ہے وہ ہر امر اہم کے لئے اس کام کے مناسب حال قابل آدمیوں سے مشورہ لے انکی آراء کے آئینہ میں اپنی رائے کا حسن و قبح دیکھے پھر جو قوم کے لئے مناسب سمجھے اسپر توکل علی اللہ عمل کرائے چونکہ اللہ کی تائید و نصرت اسکے ساتھ ہے اسلئے وہ ایسی غلطی میں نہیں پڑیگا جس سے قوم تباہ ہو۔ ہاں جب اللہ تعالےٰ چاہیگا کہ یہ قوم تنزل پکڑے۔ اسوقت خلیفہ کے شریر اور گمراہ ہونے سے پہلے قوم کا اکثر حصہ شریر و گمراہ ہوگا ایسے حالات میں خواہ انجمن کے قواعد کیسے اعلیٰ ہوں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ دیکھتے نہیں غیر احمدیوں میں کتنے بڑے بڑے مقنن اور متکلم ہیں اور کسقدر ان کے پاس مال و دولت کا ذخیرہ ہے مگر باوجود اس کے اسلام کے تنزل کا کوئی علاج نہیں کر سکے نہ کر سکتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے انکے اعمال پر نظر کر کے ایک نئی قوم کے سپرد اپنے دین کا کام کر چکا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ اب تمام دینی امور سرانجام

پائینگے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے لوگ ہیں جو خلیفہ کو برملا کہتے تھے ہم تجھے سیدھا کر دینگے اسکی معتبر تواریخ سے تحقیق کر کے دیکھ لو ایسے لوگوں کو ہمیشہ بے ادب سمجھا گیا ہے اور کوئی مشہور اور مستند شخص نہیں جس نے ایسا کہا ہو۔ اور پھر معترض نے ہمیشہ ندامت اٹھائی ہے اور اسکا اعتراض غلط نکلا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ کو اسکی غلطی پر ادب سے اطلاع دینے کے تو ہم بھی قائل ہیں ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ جماعت کے انتظام کا ذمہ وار ہمیشہ ایک شخص ہو۔ اور بس بغیر اسکے وحدت ممکن نہیں اور انجمنوں کے نظم و نسق چھوڑ دو۔ خود اس انجمن میں جس کی بنا خدا کے برگزیدہ رسول نے رکھی جو اختلال آیا۔ اسکی شکایت خود ہمارے حریفوں کو بھی ہے۔ ہمارے لئے تو یہی طریق اعلیٰ و افضل ہے جس پر مسیح موعود کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ نے جو اس سلسلہ کا حافظ و ناصر ہے ہمیں اپنے خاص تصرف سے چلایا۔ پس میں اپنے مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ اگر تم اشاعت و حفاظت اسلام کا کام مسیح موعود کے منشاء کے مطابق کرنا چاہتے ہو۔ تو الوصیۃ کے مطابق قدرت ثانی کے سلسلہ کو مان لو۔ اور ایک خلیفہ کی جو مرکز میں ہو اطاعت کرو اسکی بیعت میں داخل ہو۔ اور وہ جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ مسلم مگر مسیح موعود تو ایک خلیفہ تھا۔ اب خلافت در خلافت کا سلسلہ کیسے چلے وہ کان کھول کر سُن لیں کہ مسیح موعود نبی ہے۔ اور نبی کی تعریف جو کلام اللہ و کلام الرسول سے نکلتی ہے۔ وہ آپ پر صادق آتی ہے۔ وہ نشانات جو انبیاء کے لئے بطور خاصہ کے ہیں۔ وہ آپ کے وجود باجود میں پائے جاتے ہیں۔ اور قرآن مجید سے یہ امر ثابت شدہ ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد ایک نبی آنے والا تھا۔ جو آپکا مظہر اتم اور آپکی بعثت ثانیہ کا مصداق ہو۔ اور یہ کمال نبوت آپ ہی کے فیض اتباع سے پائے چنانچہ فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصٰلحین وحسن اولٰئک رفیقا ذٰلک الفضل من اللہ وکفٰی باللہ علیما کہ جو اللہ اور اسکے اس رسول کی اطاعت کرے۔ وہ اس منعم علیہم گروہ میں شامل ہے جو نبی اور صدیق اور شہید اور صالح کہلاتا ہے اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے اور اللہ ایسے لوگوں کا علیم بس ہے۔ اس سے تین امر ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ صرف خاتم النبیین کے فیض اتباع سے انسان نبی بن سکتا ہے اگر ہر رسول کے اتباع سے نبی بن سکتا۔ تو

رسالہ ہوتا۔ الرسول لانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ صرف خاتم النّبیّین سے یہ امر خاص ہے۔ دوم یہ کہ امت محمدیہ میں ضرور ہے کہ ایک نہ ایک نبی بھی ہو۔ ورنہ اس آیت پر زد پڑے گی اور اگر یہ کہیں کہ مع النّبیّین فرمایا جس سے مراد ان کی معیت ہے نہ انکی جماعت میں شامل ہونا۔ تو پھر لازم آئیگا کہ صدیق بھی کوئی نہ ہو شہید بھی کوئی نہ ہو۔ صالح بھی کوئی نہ ہو۔

سوم۔ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے کفیٰ باللہ علیماً فرما کر بتا دیا کہ اللہ کے علم میں ایک نبی ہے۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے لحاظ سے ہر نبی کا قائمقام اور زندہ شد ہر نبی بآدنم کا قائل ہوگا کیونکہ اس میں جامع جمیع صفات انبیاء حضرت محمد رسول اللہ کے تمام کمالات اور فضائل ہونگے اور اس طرح وہ النّبیّین اور اذا الرسل اقّتت کی پیشگوئی کا مصداق ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد اسلئے کہ وہ نبی ہے خلافت بھی قائم ہونی چاہئے۔ اور اس مسند خلافت پر متمکن ہونے والے کے وہی حقوق ہیں۔ اور اسکی وہی پوزیشن ہے جو اسلام میں خلیفہ کے لئے مقرر ہو یعنی یہ کہ وہ تمام جماعت کا منتظم اور واجب الاطاعت وجود ہوتا ہے۔ اور اسکے حکم سے انحراف شرعًا فسق کہلاتا ہے۔ جس کا مومن میں کوئی شائبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

خبروں کی اشاعت کے متعلق اسلامی حکم

گورنمنٹ نے جنگ کے موقعہ پر خبروں کی اشاعت کے متعلق احتیاط کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ سر آر ڈائر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ایک تقریر میں فرمایا۔

"قانون تحفظ سلطنت ہند کے رُو سے اخبار کا اڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر اور تقسیم کنندہ قابل مواخذہ ہوگا خواہ اس کے نزدیک اسکی نیت یا ارادہ کیسا ہی نیک یا اچھا کیوں نہ ہو۔ اور وہ کتنا ہی یہ عذر کیوں نہ پیش کرے کہ اس نے کسی انگریزی یا ملکی اخبار کا مضمون نقل کیا ہے۔ اگر ایڈیٹروں کو جنگ کی خبریں یا ملکی پالیسی کے متعلق مضامین چھاپنے میں تذبذب ہو۔ تو وہ ایسے افسروں سے مشورہ کر کے اپنے شکوک و شبہات رفع کر سکتے ہیں جنہیں گورنمنٹ نے اسی غرض سے مامور کر رکھا ہے اور جن سے بہت سے ایڈیٹر

فی الواقع مشورہ بھی کرتے ہیں۔"

یہ ارشاد ایک منصف اور عادل حاکم کی طرف سے ہے اور جو چیز انصاف اور عدل ہے وہ ایک صداقت ہے۔ اور دنیا میں کوئی ایسی صداقت نہیں۔ اور نہ آئندہ پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو کیونکہ وہ کامل و مکمل اور خاتم کتب سماویہ ہے۔ پس ضرور تھا کہ جس دین کے لئے اکملت لکم دینکم کی وحی نازل ہوئی۔ اس بارہ خاص میں بھی کوئی حکم پایا جائے سو الحمد للہ کہ ہمارا دعویٰ صرف زبانی نہیں بلکہ فی الواقعہ سورہ نساء پارہ پنجم میں جنگ ہی کے موقعہ پر خبروں کی اشاعت کے متعلق مفصلہ ذیل ارشاد رب العباد ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔

اور جب کوئی واقعہ امن یا خوف کا ہو۔ منافقین اسکو پھیلا دیتے ہیں اگر وہ اسے روحانی یا جسمانی حاکم کی طرف لوٹا دیتے یعنے اسکے حضور پیش کر دیتے۔ تو جو لوگ ان میں سے تحقیق کے اہل ہیں وہ اسکی اصلیت کو پا لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو۔ تو یقیناً تم شیطان کی اتباع کر لیتے مگر تھوڑے ہوتے جو ایسا نہ کرتے یعنی علی العموم ہر وقت اور جنگ کے موقعہ پر خصوصاً لوگوں کو چاہیئے کہ وہ کسی خبر کی اشاعت از خود نہ کیا کریں۔ خواہ وہ خبر امن کی ہو خواہ خوف کی کیونکہ ہو سکتا ہے ایک خبر بظاہر بالکل بے ضرر معلوم ہو مگر نتیجہ کے لحاظ سے قبل از وقت یا مضر ہو اور ممکن ہے کہ وہ خبر خوف کی بھی جا کر کسی ایسے پیرایہ میں بیان کیجائے جو اسوقت مناسب حال نہ ہو۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ وہ اس بارہ میں فیصلہ کر سکے پس ہر قسم کا واقعہ جو پیش آئے یا سنا جائے اول اسے اپنے حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ وہاں محکمہ سینسر سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا یہ خبر قابل اشاعت ہے یا نہیں اور پھر شائع ہو تو کن الفاظ میں اور کس طریق پر ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب یہ خبر سچی ہے تو شائع کرنے میں کیا حرج مگر انہیں قرآن مجید کے الفاظ کو دیکھنا چاہیئے کہ وہاں امر من الامن کو تو پہلے رکھا ہے اور خوف کو بعد میں۔ اس تقدیم میں یہ بتانا مقصود ہے کہ خوف کی خبر کی اشاعت سے تو ہر ایک شخص کچھ نہ کچھ ڈرتا ہے امن کی خبر سے بے پروائی ہو سکتی ہے لیکن چونکہ سیاسی مصالح کو ہر ایک دماغ نہیں سمجھ سکتا

اسلئے امن کی خبر کی اشاعت کی نہی کو پہلے رکھکر زیادہ تاکید فرمائی کہ کسی قسم کی خبر ہو جس کا اثر ملکی و قومی معاملات پر پڑتا ہو۔ اسکی اشاعت سوائے محکمہ سینسر کی اجازت کے نہیں چاہیئے۔ کیونکہ بعض باتیں ایک شخص اپنے معلومات کے لحاظ سے بالکل حق سمجھتا ہے لیکن جب انہیں اس کے متعلقہ واقعات کیساتھ ملاکر دیکھا جائے تو وہ کچھ اور ہی صورت رکھتی ہیں اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص نیک نیتی کے ساتھ ایک فتح کی خبر شائع کر دیتا ہے لیکن اسکی اشاعت ایسے طریق سے کرتا ہے کہ اس سے فوج کی نقل و حرکت یا کسی مقام میں موجودگی یا ساز و سامان کا حال کھلجاتا ہے۔ اور اس فتح کے اعلان سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ پس بہتر طریق یہی ہے جو قرآن مجید نے فرمایا کہ تمام امور حاکم وقت کے پیش کر دیئے جائیں۔ اس کا ایک محکمہ ہوگا۔ جس میں ایسے ذی فہم اصحاب ہونگے جو ان خبروں کے متعلق بہتر فیصلہ کر سکینگے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کا نام الذین یستنبطونہ رکھا ہے اسکے دو معنے ہیں (۱) اظہار کرنا (۲) بات سے بات نکالنا۔ پس مطلب یہ ہوا۔ کہ بات کا پھیلانا اور نہ پھیلانا حاکموں کا کام ہے وہ مناسب جانینگے تو پھیلا دینگے نامناسب ہوگا تو نہ پھیلائیں گے یا یہ کہ جان لینگے اس خبر کی حقیقت کو وہ لوگ جو بات سے بات نکالتے ہیں ان میں سے اور خوب سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی وہ بات کی تحقیق خوب کر کے اسکی اصلیت کو پہنچ جاتے ہیں۔ خبروں کی اشاعت کے اس نظام میں بہت سے فائدے ہیں۔ اول تو کوئی جھوٹی افواہ نہیں اڑ سکتی کیونکہ ہر ایک خبر جو اڑائی جائے اسکے متعلق پہلا سوال یہ ہونا چاہیئے کہ آیا سرکاری گزٹ میں چھپی ہے یا نہیں۔ یا محکمہ سنسر سے پاس ہو کر آئی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو غیر معتبر ہے اگر چھپی ہے یا پاس ہو کر آئی ہے۔ تو اس کے مطابق نہ ہونے کی صورت میں فوراً اصل مجرم کا پتہ لگجائیگا۔ اور وہیں اس خبر کی اشاعت رکجائیگی۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبر کا مبدء بالکل درست ہوتا ہے۔ لیکن غیر ذمہ دار طور پر پھیلتے پھیلتے کچھ کا کچھ بنجاتی ہے۔ لیکن اگر اس حکم کی تعمیل ہو کہ ...... خوف و امن کے متعلق جو پیش آئے وہ پہلے حاکم مجاز کے پیش کیا جائے تو پھر اس قسم کے تمام خدشات دور ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ حکیمانہ نظام سلطنت ہے جو ہمارے قرآن مجید نے پیش کیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر عمل کرایا اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اور اس کے افسران بالادست اس طریق پر عمل پیرا ہیں۔ جو اسلام نے تیرہ سو برس پیشتر پیش کیا۔ اور یہی اسلام

کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے کہ جس قانون کو مہذب دنیا نے اتنے تجربوں کے بعد اختیار کیا۔ وہی قانون کئی سو برس گزرے۔ ایک ایسے مذہب کا دستور العمل ہے۔ جو ارض حجاز سے ظاہر ہوا۔ اور جہان کے رہنے والوں کو مہذب و متمدن دنیا اپنے میں سے نہیں سمجھتی تھی۔ اخیر میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جب یہ حکم ایک اسلامی اور قرآنی حکم ہے تو مسلمانوں اور اسلامی اخبارات کو تو سب سے پہلے اور سب سے بڑھکر اس پر عمل کرنا چاہئیے کیونکہ یہ نہ صرف موجودہ زمینی حکومت کا حکم ہے جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ بلکہ یہ آسمانی گورنمنٹ کا حکم ہے۔ جس کے حکم کی تعمیل ایک مومن پر فرض ہے اور مدار نجات۔

نبی کس کو کہتے ہیں؟

الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء میں حضرت اقدس نے نبی کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

اور اس تعریف کو مد نظر رکھکر حضور نے ۱۹۰۱ء تک اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے کیونکہ یہ تعریف آپ پر صادق نہ آتی تھی۔ لیکن آپ یہ ضرور بیان کرتے تھے کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ و اظہار علی الغیب سے مشرف ہوں۔ پھر ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اس تعریف سے رجوع فرمالیا۔ جبکہ وحی الٰہی نے بارش کی طرح نازل ہوکر آپ کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا۔ اور آپکو یقین دلایا کہ آپ فی الواقعہ اور فی الحقیقت بلحاظ نفس نبوت ویسے ہی نبی ہیں جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام تھے۔ تب آپ نے تحریر فرمایا۔

"خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا۔ اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے" (دیکھو تقریر لاہور مطبوعہ حجۃ اللہ ٹریکٹ حکیم محمد حسین قریشی۔ منقولہ پیغام جون ۱۹۱۵ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت کی تعریف کے بارے میں جو مذہب آپکا ۱۹۰۱ء سے پہلے تھا۔

وہ ۱۹۰۱ء سے بعد نہیں رہا۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ بعض احکام شریعت کو منسوخ کرنا اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے وحی پانا اسلامی اصطلاح کے رُو سے لازمی شرط نبوت سمجھتے تھے مگر ۱۹۰۱ء سے بعد آپ غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں مخلوق کو پہنچانا اسلامی اصطلاح کے رُو سے نبوت کی تعریف سمجھتے تھے اور یہ زبردست ثبوت ہے اس مذہب کی تبدیلی کا جو تعریف نبوۃ کے بارے میں آپکا تھا جب تک پہلی تعریف آپ کے مدنظر رہی۔ آپ نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا۔ اور در اصل نبی ہونے سے نہیں۔ بلکہ براہ راست یا بعض احکام کو منسوخ کرنے والی وحی پانے سے انکار کیا جیسا کہ آپ نے ۱۹۰۱ء ایک غلطی کے ازالہ میں لکھدیا۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا صرف ان معنوں سے کیا کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں"۔

اور پھر جب دوسری تعریف وحی الہی سے صحیح اور اسکے مطابق پائی تو آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو نبی لکھا اور نبی کہلایا۔ اور نبوت کا مدعی ظاہر کیا چنانچہ آخری خط میں فرماتے ہیں۔

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں ....
...... میں اسپر قائم ہوں اسوقت تک کہ اس دنیا سے گزر جاؤں"۔

فتفکروا یا اولی الالباب۔ باقی نبوت کی تفصیل یعنی کثرت مکالمہ مخاطبہ۔ اظہار علی الغیب اور خدا سے نبی کا خطاب پانے کے آپ ابتداء دعوےٰ سے یوم الوصال تک یکساں مدعی ہے اور خدا کی قسم آپ اپنے دعوے میں صادق تھے راستباز تھے دیا جربت علیہ الکذب

بعض افراد کے معنی صرف ایک فرد

(از کلام مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

منجملہ ان اختلافات کے جو ہمیں منکرانِ خلافت سے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ جیسے مسیح موعود نبی تھے ویسے ہی اور مجدّدین اور خلفاء اور اولیاء بھی نبی تھے۔

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اسکی کیا دلیل ہے؟ تو وہ الوصیّتکی یہ عبارت پیش کرتے ہیں جو صفحہ ۱۳ پر درج ہیکہ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ ان کے نزدیک اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ جن معنوں میں مسیح موعود نبی تھے۔ ان معنوں میں دوسرے مجددین بھی نبی تھے۔ اس پر ہم حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جہاں حضرت اقدس نے فرمایا۔

"اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"

اس سے ظاہر ہے کہ نبی کا نام پانے کے لئے حضرت مسیح موعود ہی مخصوص ہیں۔ اسکے جواب میں منکرانِ خلافت یہ کہتے ہیں۔ کہ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ پیشگوئی میں صرف مسیح موعود کے نام کے ساتھ نبی کا لفظ آیا ہے اور صرف انہی کو نبی کا خطاب دیا گیا۔ باقی اس قسم کی نبوت تو دوسرے مجددین کو بھی ملی تھی۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی عبارت کو غور سے پڑھنا چاہئیے۔

الوصیّۃ صفحہ ۱۳	حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱
بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا	اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا

ایک طرف فرماتے ہیں بعض افراد نے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ اور دوسری طرف ارشاد ہے کہ میں نے ہی نبی کا نام پایا۔ دونوں عبارتوں کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی مراد بعض افراد سے

صرف اپنا وجود با وجود ہے۔ ورنہ دونوں عبارتوں میں تناقض لازم آئیگا۔ جس کے رفع کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ دیکھو ایک جگہ بعض افراد نے خطاب پایا۔ فرمایا اور دوسری جگہ اس خطاب کے لئے اور نبی نام پانے کے لئے صرف اپنے آپ کو مخصوص بتایا۔ اگر ایک مقام پر یہ فرماتے کہ اس طرح پر بعض افراد نے نبوت پائی۔ اور دوسرے مقام پہ یہ ارشاد ہوتا۔ کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ تب بھی کوئی گنجائش ہوسکتی تھی۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے کہ ایسی نبوت کا درجہ تو کئی افراد نے پایا۔ مگر نبی کا خطاب اور نبی کا نام صرف ایک نے پایا۔ لیکن یہاں یہ بات نہیں۔ پہلے بھی بعض افراد نے خطاب پایا۔ فرمایا اور بعد میں بھی نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ فرمایا۔ یہ خطاب پانا اور نام پانا ایک ہی فقرہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک جگہ "بعض افراد نے" لکھا ہے اور دوسری جگہ "میں"۔ کیا یہ اس بات کا زبردست ثبوت نہیں۔ کہ بعض افراد سے مراد صرف "میں" ہے۔ اگر بعض افراد سے مراد جمع ہے تو پھر الوصیۃ اور حقیقۃ الوحی کی عبارت میں تو تطبیق کر کے دکھاؤ اور پھر یہ بھی مدنظر ہے کہ صرف کثیر حصہ وحی الٰہی کی وجہ سے اپنے آپکو مخصوص نہیں کیا۔ جس سے یہ مراد لیجا سکے۔ کہ آپ دوسرے مجددین سے زیادہ وحی پانے میں ممتاز ہیں۔ ورنہ تھی اگلے مجددین بھی ہیں اور آپ بھی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔

"دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"۔

یعنی نبی ہونے کے لئے جس درجہ کی کثرت وحی و کثرت امور غیبیہ کی شرط ہے وہ ان مجددین و اولیاء میں موجود نہیں تھی اسلئے بوجہ نہ پایا جانے اس شرط کے وہ تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں پس اب بھی جو اگلے مجددین کو نبی کہے وہ حضرت مسیح موعود کی تحریر کے خلاف کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ نبی بننے کے لئے جس حصہ کثیر وحی الٰہی کی شرط ہے وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ شرط تمام امت محمدیہ کے اولیاء میں سے صرف میرے وجود میں موجود ہے۔ پس باوجود اس کھلی کھلی تشریح کے پھر بھی اگلے مجددین کو نبی کہنا غلطی ہے کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگ۔ اس نام کے مستحق نہیں۔ اور اگر دوسرے صلحا بھی جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے

تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے۔ پس بعض افراد کے معنے خود حقیقۃ الوحی کی عبارت نے حل کردیئے اور حضرت اقدس کی تشریح کے سامنے کسی کا حق نہیں کہ کوئی ایسی بات پیش کرے۔ جس سے دو کلاموں میں تناقض اور ایک پہلو تحدّی اکلام کی تکذیب لازم آئے۔ دیکھو حضرت اقدس چیلنج فرما رہے ہیں کہ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔

پس جو کہتا ہے کہ اگلے مجددین بھی نبی تھے وہ دوسرے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ نبی نام پانے کے لیے جس قدر نعمت وحی الٰہی کی ضرورت ہے وہ ان میں موجود تھی۔ اور یوں وہ حضرت اقدس کے کلام مذکرہ بالا کا منکر ہے اور بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔

پھر ہم حضرت مسیح موعود کے کلام کا محاورہ بھی یہی دیکھتے ہیں کہ وہ بعض افراد سے مراد اپنا وجود لیتے ہیں جیسا کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۷ پر فرمایا۔

"یعنے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے"

اور دو چار سطر آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

"خوب غور کرکے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کرلو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیشگوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے"

(صفحہ ۳۳۸)

اب ایک طرف بعض افراد اس امت کے فرماتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے۔ کہ بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ اور یہ کہ پس اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں۔ یہ تشریح بعض افراد کے معنے کو حل کررہی ہے۔ احباب جماعت احمدیہ اس نکتہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں پھر اس حربہ کاری کے آگے باطل کبھی سر نہ اٹھا سکیگا۔ چونکہ صرف مکالمہ مخاطبہ تو بہت سے افراد سے ہوا ہے اسلیے الوصیۃ میں صفحہ ۱۳ سے پہلے جمع کا صیغہ ہے اور افراد کے لحاظ سے بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ پھر اسکی تعیین بھی کردی۔

خواجہ صاحب کے مشورونکی قدر
مسیح موعود کے دربار میں

خواجہ صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۲ پر لکھا ہی کہ مسیح موعود مجھ سے نازک سے نازک موقعہ پر مشورہ طلب کرتے اور میری راؤں پر عمل کرتے ہمیں تمام باتوں کا تو علم نہیں۔ البتہ ایک مشورہ کا ذکر حضور نے اپنی کتاب میں فرمایا وہ درج ذیل ہے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مشوروں کی دربار رسالت میں کیا قدر تھی؟

حضرت مسیح موعود	خواجہ صاحب
(۱) انی اری الصواب فی تعظیم الالہام لاریب میں صواب اور بہتری الہام الٰہی کی عظمت ظاہر کرنےمیں دیکھتا ہوں۔	(۱) قال لو اشعتہا لا تامن من مقت الحکام۔ اگر آپ اس وحی کو شائع کرینگے تو آپ حکام کی ناراضگی سے امن میں نہیں رہینگے۔
(۲) ندعوا ربنا الذی ہو منبت الفضل ہم اپنے رب سے دعا کرینگے جو تمام فضلوں کا منبت ہی	(۲) ولا سبیل الی الخلاص اور پھر خلاصی پانے کی کوئی صورت نہیں
(۳) وان لم یستجب فنرضی بالعیش الرسول اور اگر اسنے دعا قبول نہ کی تو اسکے لئے رذیلانہ زندگی پر بھی خوش ہیں۔	(۳) ولات حین مناص اور نہ ہی پناہ اور گریز کی کوئی جگہ
(۴) واللّٰہ لا یسلط علی ہٰذ الشریر خدا کی قسم خدا اس ۔۔ کو مجھ پر مسلط نہیں کریگا۔	(۴) وتلزمك المصائب ملازمة الغریم اور اس سعد اللہ کی وجہ سے حکام وقت کی طرف سی آپکو وہ مصائب تھمینگے جیسے کہ کسی قرضدار کو قرضخواہ کی وجہ سے

(۵) والمال معلوم بعد التعب العظیم

اور مآل اور انجام اس امر کا جیسا کہ سخت صدمہ ہوگی اور بہت بڑی تکلیف کے بعد ہوگا وہ بھی معلوم ہے

(۶) ولیس الحکومۃ تارك المجرمین

اور گورنمنٹ ایسے مجرموں کو کبھی چھوڑنے والی نہیں۔

(۷) ویجرك القانون الی الاثام

اور گورنمنٹ کا قانون آپ کو اس جرم کی سزا کی طرف ضرور کھینچیگا

(۸) فالخیر فی اخفاء ھذا الوحی۔

پس ساری خیر اسی بات میں ہے کہ اس وحی کو ظاہر نہ کیا جائے اور پوشیدہ رکھا جائے

(۵) وینزل علیہ افۃ وینجی عبدہ المستجیر۔ یہانتک نوبت ہی نہ پہنچیگی بلکہ خدا تعالٰے اسپر آفت نازل کریگا اور اپنے بندہ کو اسکے شر سے نجات دیگا۔

(۶) ماکان لاحد ان یضر من دون باریٔ الانام۔ خدا کے سوا کچھ بھی کسی کے اختیار میں نہیں کہ کسی کو ضرر دے سکے۔

(۷) لا ابالی بعدہ تھدید الحکام

جب خدا پر میرا یہ ایمان ہے تو اسکے بعد خدا کی راہ میں میں حکام کی تہدید کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا

(۸) ان الاخفاء معصیۃ عندی و من سیر اللئام۔ خدا کی وحی اور الہام کو لوگوں کے ڈر سے چھپانا اور ظاہر نہ کرنا میرے نزدیک معصیت اور لئیم لوگوں کی خصلت ہے۔

آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں مگر مسیح موعود

خطبہ الہامیہ کا ضمیمہ صفحہ ب غور سے پڑھو حضرت اقدس فرماتے ہیں وقد ختمت النبوۃ علی نبینا صلے اللہ علیہ وسلّم فلا نبی بعدہ الا الذی نوّر بنورہ وجعل وارثہ من حضرۃ الکبریاء۔ اعلموا ان الختمیۃ اعطیت من الازل لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم ثم اعطیت لمن علمہ روحہ وجعلہ ظلّہ فتبارک من علم و تعلم فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ہو یوم السادس من ایام الرحمٰن لیشابہ ابا البشر من کان ہو خاتم نوع الانسان ۔۔۔۔ والیہ اشار سبحانہ فی قولہ واٰخرین منہم فی سورۃ الجمعۃ ایماء الیٰ یوم الجمعۃ الحقیقیۃ واراد من ہٰذا القول ان المسیح الموعود الذی یاتی من بعد خاتم الانبیاء ہو محمد صلے اللہ علیہ وسلّم من حیث المضاہات التامۃ ورفقاءہ کالصحابۃ وانہ ہو عیسی الموعود لہٰذہ الامۃ وعداً من اللہ ذی العزّۃ فی سورۃ التحریم والنور والفاتحۃ قول الحق الذی فیہ یمترون ماکان لنبی ان یاتی بعد خاتم الانبیاء الا الذی جعل وارثہ من امّتہ واعطی من اسمہ وھویتہ ویعلمہ العالمون فذٰلک مسیحکم الذی تنظرون الیہ ولا تعرفونہ والی السماء اعینکم ترفعون۔

جو شخص اپنے آپکو احمدی سمجھتا ہے وہ اس تحریر کو پڑھکر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا فیصلہ کرلے اگر اسمیں کچھ بھی خدا کا خوف اور تقویٰ ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ ہرگز اس عقیدہ کو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ ان معنوں میں نبی و رسول تھے۔ جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں‘‘ پسند نہ کریگا کیونکہ یہ عقیدہ سراسر حضور مغفور کے دعوے کے برخلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلعم کے بعد تمام امت محمدیہ سے میں ہی وہ شخص ہوں۔ جو نبوت کا انعام لیکر آیا۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ نبوت

کے آپ وارث نہیں ہو سکتے۔ دوسرے مجددوں کی طرح لغوی نبی ہیں پس کوئی احمدی جو حضرت اقدس کے دعوے کو ماننے والا ہے اس عقیدہ کو قبول نہیں کر سکتا۔

فسخ العہد کا نشان اور حضرت مسیح موعود کے نافرمان

جو لوگ حضرت اقدس کو مسیح موعود مان کر پھر آپ کے شان اور رتبہ کو اس طرح کہکر کہ آپ نبوت میں فلاں مجدد کے مانند ہیں گھٹاتے ہیں یعنے جیسے پہلے مجدد لغوی نبی تھے ایسے ہی آپ بھی ہیں۔ اس میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ وہ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰ کی اس عبارت کو پڑھیں۔

فانا ذلك النور والمجدد المامور والعبد المنصور والمهدی المعهود والمسیح الموعود وانی نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس وان سری اخفی وانئ من اكثر اهل الله فضلاً عن عامة الاناس وان مقامی ابعد من ایدی الغواصین وصعودی من قیاس القائسین وان قدمی هذه اسرع من القلاص فی مسالك سب الناس فلا تقیسونی باحد ولا احداً بی ولا تهلكوا انفسكم بالریب والعماس وانی لب لا قشر معه وروح لا جسد معه وشمس لا یحجبها دخان الشماس واطلبوا مثلی ولن تجدوه وان تطلبوا بالنبراس ولا فخر ولكن تحدیث لنعم الله الذی هو غارس لهذا الغراس وانی غسلت بماء النور وطهرت بعین القدس من الاوساخ والادناس وسمانی ربی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی ولا توصلوا امركم الی الابلاس ومن حمدنی وما غادر من نوع حمد فما مان ومن كذب هذا البیان فقد مان واغضب الرحمن نزیل الله بلا شك وفسخ العهد وغك ولوث بطائف من الجن الجنان۔

حضرت کے فرمان فلا تقیسونی باحد کے نافرمانو! آج فسخ العہد کے نشان کو تم نے اپنے ہاتھ سے پورا کر دیا اسلئے اغضب الرحمن کا خوف کرو حضور اقدس تو فرماتے ہیں ان الختمیة الحقیقیة کانت مقدرة فی الالف السادس۔ اور تم کہتے ہو نبوت الف خامس میں ختم ہو گئی۔ حالانکہ جس شخص کا ایسا عقیدہ ہو۔ اب اس کو حق کا منکر اور ظالم قرار دیتے ہیں وکیف یتحقق مفهوم لفظ منهم من غیر ان یکون الرسول موجوداً فی الآخرین کما کان

فی الاولین فلابد من تسلیم ما ذکرناہ ولا مفرّ للمنکرین ومن انکر من ان بعث النبی علیہ السلام یتعلق بالالف السادس کتعلقہ بالالف الخامس فقد انکر الحق ونص الفرقان وصار من الظلمین صفحہ ۱۸۱۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنیوالو! کہاں تک تم حق کو چھپاؤ گے۔ تمہارے اعتراضات کے دھوئیں آپکی نبوت کے سورج کو چھپا نہیں سکتے سنو! حضور مغفور اپنی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ وانزل اللّٰہ علیّ فیض ھٰذا الرسول فاتمہ واکملہ وجذب الیّ لطفہ وجودہ حتی صار وجودی وجودہ فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر المرسلین وھٰذا ھو معنی واٰخرین منھم کما لا یخفی علی المتدبرین ومن فرّق بینی وبین المصطفٰے[۱] فما عرفنی ومارای پس تم نے مسیح موعود کو دیکھا نہیں اور نہ اسکو شناخت کیا ورنہ اس صاف اور صریح دعوٰی کا انکار نہ کرتے وان ھٰذا الزمان موطاء قدمہ علیہ السلام من الحضرۃ الاحدیۃ کما یفہم من اٰیۃ واٰخرین منھم واٰیات اخری من الصحف المطھرۃ ففکر انکنت من العاقلین واعلم ان نبینا صلے اللّٰہ علیہ وسلم کما بعث فی الالف الخامس کذٰلک بعث فی اٰخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود وذٰلک ثابت بنص القراٰن فلا سبیل الی الجحود ولا ینکرہ الا الذی کان من العمین " اے تعصب کے اندھو! یہ چودہویں کا چاند تمکو نظر نہیں آتا جو لوگوں سے جھگڑتے ہو کہ یہ بھی ایک ستارہ ہے بل الحق ان روحانیتہ علیہ السلام کان فی اٰخر الالف السادس اعنی فی ھٰذہ الایام اشد واقوی واکمل من تلک الاعوام کالبدر التام صفحہ ۱۸۱ دیکھو آپ تو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت اب اُن سالوں کی نسبت اقوی اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودہویں رات کے چاند کی طرح ہے لاہور کو مدینۃ المسیح سمجھنے والو! کیا اطاعت اور فرمانبرداری اسی کا نام ہے کہ وہ مسجد اقصےٰ جسکی نسبت حضور کا ارشاد ہے ولا شک ان مسجد المسیح الموعود ھو اقصی المساجد من حیث الزمان من المسجد الحرام وقد ملاء من کل جانب برکۃ ونورًا کالبدر التام صفحہ ۱۹۷

[۱] جس شخص نے لکھا تھا۔ کہ فرق کے معنے خلافت کے قائل نہیں سمجھے وہ صار وجودی وجودہ پر غور کرے کہ یہی مراد ہے یا نہیں؟

آج بقول تمہارے وہ ایک پوپ کی گدی ہے لفظ المسجد الحرام اور المسجد الاقصیٰ میں کیا ہی لطیف اشارہ تھا کہ عصم اللہ نبیہ و دینہ و بیتہ من صول الصائلین وہ تو دشمنوں کے حملہ سے محفوظ ہے اور المسجد الاقصی الذی یبلغ فیہ نور الدین الی اقصی المقام کالبیت الثام اسکی حفاظت کا یہ حال کہ جہلاء اور اشقیاء کا وہ مرکز ہو۔ خدا کے واسطے کچھ تو غور کرو آخر مرزا ہی حضرت اقدس تم اپنی صداقت کا مخالفوں کے سامنے یہ ثبوت پیش کریں کہ میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ جو مجھے کشفی طور پر اسکے پیدا ہونیکی خبر دیگئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اسکا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود "دیکھو ترجمہ تریاق القلوب صفحہ ۴۲ جس میں یہ اشارہ ہے کہ اے میری دشمنو تم جو مجھے بے نام و نشان دیکھنے کے خواہشمند ہو۔ سو یاد رکھو کہ تمہاری یہ آرزو کبھی پوری نہ آئیگی۔ ایک وقت آئیگا کہ **میرے بعد اس مسجد میں محمود امام جماعت ہوگا**۔ یہ کشف حضور کا محمود کو خلیفہ برحق ماننے ہی سے آپکے لئے بشارت ہو سکتا ہے تمہارے اعتقاد کے موافق تو معاملہ برعکس ہے ایسا ہی تریاق القلوب صفحہ ۴۳ میں ہے "الہام یہ بتلاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور ایک کو انمیں سے ایک مردِ خدا مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے" صفحہ ۶۵۔ سو چونکہ خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا۔ کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اسمیں سے وہ شخص پیدا کریگا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اسلئے اسنے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے "صفحہ ۷۰ سو اس نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اسکے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے **پاک** اولاد دیجائے گی جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا" اشتہار تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰۔ اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالیگا۔ اسی بنیاد کے مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا" پھر اس ابراہیم کی پاک اولاد پر حملہ کرنا اور اسکو پوپ سے تشبیہ دینا کیا یہ متقیوں کا کام ہے مریم کی اولاد پر ایک قوم نے حملہ کرکے کیا عزت پائی جو تم پاؤگے۔ خدا ترس دل کے ساتھ ان وعدوں کو پڑھو۔ جو اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کو اپنی اولاد بلکہ درو دیوار کے متعلق بار بار دئیے۔ اگر تم مریم کی اولاد کو پاک سمجھتے ہو۔ اور ابراہیم کی آل اولاد

تمہارے نزدیک بزرگ ہے تو پھر اس مریم اور اس ابراہیم کے ان بدبخت جگروں کے ستانے کے لئے کیوں رات دن کمربستہ ہو تمہارے اعتقاد کے موافق تو حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ نے جابجا بڑے زور کے ساتھ اپنے مخالفوں کے آگے یہ دعویٰ پیش کیا۔ کہ میری اولاد جو میری اس نئی بیوی سے ہوگی وہ پاک ہوگی۔ اور ایک لڑکا ان چار میں سے مسیح صفت ہوگا۔ اور جن نوروں کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی وہ نور انکے ہاتھ سے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلینگے اور قادیان کی نسبت فرمایا" کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جاویگی" (دیکھو اشتہار منارۃ المسیح ذ)" اور اسی دن یوں ہوگا کہ جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا یعنے خدا کا مسیح ظاہر ہو جاویگا۔ اور اسجگہ یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ وہ مقام ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الہی تعلیم کا چشمہ جوش ماریگا اور وہ قادیان ہے جو خدا کی نظر میں دارالامان ہے (نزول المسیح ص ۲۶)

اب تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ وعدے اس طرح پورے ہوئے کہ جس بیوی سے حمایت اسلام کی بنیاد قائم ہونی تھی۔ اس سے بجائے مسیح صفت کے پوپ صفت ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ قادیان جس سے زندگی کی روح پھونکی جانی تھی۔ وہ آج ایک بقال کی دکان بن گئی۔ اور اسلام کی حمایت کے بجائے وہاں احمدیوں کی جیبیں کترنے والے خود مسیح کے گھر میں لیٹرے پیدا ہو گئے۔ حق کے دشمنو! صداقت سلسلہ کی یہی دلیلیں ہیں جو تم پیش کرتے ہو؟

سنو! حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کتاب سے قادیان میں جیتا پانی نکلنے کی پیشگوئی نقل فرمائی اسی کتاب میں اس یروشلم کی نسبت یہ پیشگوئی بھی موجود ہے"........

....

اور میں داؤد کے گھرانے پر اور یروشلم کے باشندوں پر **فضل** اور مناجات کی روح برساؤنگا۔ دیکھو ذکریا باب ۱۲۔

حضرت فضل عمر کو طفل مکتب کہنے والو تم جو اس یروشلم پر چڑھائی کر رہے ہو کہ وہاں کم عمر کا بچہ ہے ہم سب غالب آجائینگے سو یاد رکھو جب وہ مہدی اور مسیح اس یروشلم میں آگیا تو پھر یہاں کوئی بچہ نہ پاؤ گے جو کم عمر ہو۔ اور میں یروشلم سے خوش ہونگا اور اپنے لوگوں سے مسرور۔ اسی میں رونے کی صدا کبھی پھر سنی نہ جائے گی اور نہ نالہ کرنے کی آواز سو آگے کو وہاں ایسا کوئی لڑکا نہ ہوگا

جو کم عمر ہے" دیکھو یسعیاہ باب ۶۵ ۱۹

نبی کے کا اعتراض تمہاری طرف سے ہونا تھا اسلئے اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی جواب دیدیا۔ تاکہ جب یہ پیشگوئی پوری ہو تو دنیا میں ثابت ہو جائے کہ قادیان ہی یروشلم ہے جسکے در و دیوار پر خدا تعالےٰ نے نگہبان بٹھلائے ہیں جنھوں نے اجنبی زادوں کو نکالدیا اور خدا کے برگزیدہ بندے یہاں اپنے گھر بنا رہے ہیں "اے یروشلم میں نے تیری دیواروں پر نگہبان بٹھلائے ہیں ... آگے کو تیرا غلہ تیرے دشمنوں کو نہ دونگا کہ کھائیں اور اجنبی زادے تیری مے جس کے لئے تو نے محنت کھینچی آگے کو نہ پئینگے بلکہ وہی جنھوں نے فصل کی ہے اس میں سے کھائینگے اور خداوند کی مدح کرینگے" (یسعیاہ باب ۶۲) وہ گھر بنا دینگے اور ان میں بسینگے وہ تاکستان لگائینگے اور انکے میوے کھائینگے اور ایسا نہ ہوگا کہ وہ بنادیں دوسرا بسے ... اور میرے برگزیدے اپنے ہاتھوں کے کام سے خود فائدہ اٹھائینگے کیونکہ وہ اپنی اولاد سمیت خداوند کے مبارکوں کی نسل ٹھہرینگے اور ایسا ہوگا کہ پیشتر اسکے کہ وہ پکاریں میں جواب دونگا اور وہ ہنوز کہہ نہ چکینگے کہ میں سن لونگا (فیعطوا ماسالوا۔ ابن ماجہ) بھیڑیا اور بھیڑ ایک ساتھ چرینگے اور شیر ببر بیل کے مانند گھاس کھائیگا (حتی ترعی الاسود مع الابل والنمر مع البقر والذیاب مع الغنم) ایضاً باب ۶۵ ۲۱ "دیکھو خداوند زمین کو انڈیل کے خالی کرتا ہے اور اوپر کے تلے کرتا ہے ... سرزمین بالکل خالی کیجائے گی (والقت ما فیھا وتخلت) سرزمین کے عالی قدر لوگ ناتواں ہوئے .... سرزمین انکے نیچے جو اسپر بستے ہیں نجس ہوئی کہ انہوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانون کو بدلا۔ عہد ابدی کو توڑا ... سرزمین شدت سے ہلائی گئی ... کیونکہ اسکے گناہ کا بوجھ اسپر بھاری ہوا ... اور اسدن میں ایسا ہوگا کہ خداوند .... سزا دیگا (اذا زلزلت الخلافۃ الارض المقدسۃ فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام) اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ (ان لمھدینا ایتین یسعیاہ باب ۲۴ ....

.... اور اسوقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھیگا اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا جو امت کی ابتدا سے لیکے اسوقت تک کبھی نہ ہوا تھا اور اسوقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جسکا نام کتاب میں لکھا ہوگا۔ رہائی پاویگا۔ دانی ایل باب ۱۲ ۱" اور دانیئل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے

(اشتہار تحفہ گولڑویہ صـ۱۲) بلکہ ہر ایک جس کا نام یروشلم کے زندوں میں لکھا ہوگا مقدس کہلائیگا۔ یسعیاہ باب ۴
یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ۔ ومعہ صحیفۃ مختومۃ فیھا عدد
اصحابہ الخ۔ ام حسبتم ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبا (یہ الہام
دیکھو براہین احمدیہ صـ۵۶۱) قادیان کی مقدس گروہ مراد ہے کیونکہ یہاں ہی وہ کہف (پناہ) ہے۔ جو
شیطانی فتنوں سے بچاتی ہے اور صحیفہ میں لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اور قادیان کا نام حضرت
اقدس نے کشف میں نصف قرآن (باعتبار حروف) کے دائیں طرف دیکھا (دیکھو ازالہ صفحہ ۹۳) حجج الکرامہ
صفحہ ۳۷۹ میں ہے "ابن مردویہ از ابن عباس آوردہ مرفوعاً کہ اصحاب کہف اعوان مہدی شوند۔
پس دنیا کے مُردوں نے اس یروشلم کے زندوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے اور اصحاب الکہف والرقیم
کو اپنے دشمن سے کیا خوف ہے مسیح موعود کے بہادر مرید جو دور دور سے آکر اس روحانی گروہ میں
بھرتی ہوئے دنیا دیکھے گی کہ لشکر پیغام کو کس طرح شکست دیتے ہیں۔" اور انہیں زمین کی انتہا سے سیٹی
بجا کے بلاتا ہے اور دیکھ وہ دوڑ کے جلد آتے ہیں۔ ۔ ۔ وہ نہیں اونگھتے اور نہیں سوتے۔ ان کا کمربند
کھلتا نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ہاں وہ جوان شیروں کے مانند گرجتے ہیں" ونزد نماز عشا باوے (یعنی مہدی)
رائت رسول خدا صلعم ظاہر شود وہم قمیص وسیف او صلعم ۔ ۔ واین رفقاء او رھبان لیل وشیران نہار
باشند وجیش صاحب مدینہ برسر ایشاں رسیدہ مقابلہ کند وے ایشاں را ہزیمت دادہ تعاقب کناں
مدینہ رساند۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۷۰"

لاہور کو مدینہ کہنے والو! تم جو اپنا جیش لیکر اس مہدی کے شان پر حملہ کرنے آئے ہو جو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں ظاہر ہوا۔ اور جس کے ہاتھ میں آپکی دلائل ایمان کی سیف ہے۔ اور
وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو ماریگا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالیگا۔ یسعیاہ
ولا یخذل الکفر ان یحد سیجہ نفسہ الامات۔ کیا تمنے پڑھا نہیں تھا کہ رہبان لیل
اور شیران نہار سے جیش صاحب مدینہ کا مقابلہ کرکے شکست کھائیگا۔ اگر لاہوری پیغام بلڈنگس ہی
مدینۃ المسیح نہ تھا تو پھر شکست کے کیا معنے ہیں۔ لاہور کو مدینہ بنا کر تمنے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ تمہاری اس
مقابلہ کی ایک اور روایت میں بھی پیشگوئی ہے اسکا انجام پڑھ لو۔" نعیم بن حماد از زہری روایت
کردہ کہ بمیرد مہدی بموت خود و مردم بعد از وے در فتنہ افتند (یعنے خلافت کے مسئلہ میں) و بیا لاید

بسوئے ایشان مردے از بنی مخزوم (یعنے مقام مہدی میں باہر سے آیا ہوا شخص) و بیعت کردہ شود او را (یعنے کچھ لوگ اسکے ہمخیال ہو جائینگے) و مکث کنند زمانے (یعنی کچھ مدت اسی طرح گذار دینگے) لپس ندا کند منادی از آسمان کہ نیست انس و جن مگر بیعت کنند فلاں را و برنگردید بر پاشنہ ہائے خود بعد ہجرت (یعنے ایک وقت ایسا آئیگا کہ وہ شخص اس فتنہ کا اعلان کردیگا جس سے بعض مہاجر مقام ہجرت کو چھوڑنا چاہینگے) پس نظر کنند و نشناسند آنمرد را (یعنے اس خلیفہ کو) بازندا کند سہ بار (سبز اشتہار صفحہ ۷، ۱۷ و ۲۱ میں اس خلیفہ کے نام کی ندا موجود ہے) لپس بیعت کردہ شود منصور و برود بسوئے مخزومی (یعنے وہ فتنہ اٹھانے والا بمعہ اپنے ساتھیوں کے کہیں باہر چلا جاویگا۔ اور خلیفہ منصور کو اسکی طرف توجہ کرنی پڑیگی) و نصرت دہد خدا او را بروئے فتنہ .... یعنی اسکے فتنے کو اپنی دعاؤں سے دور کردیگا (دیکھو حجج الکرامہ ۴۲۲)

جن لوگوں کا کافر اور یہودی ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے انکا حمایتی بنکر ایسی شخص کی نبوت کا انکار کرنا جس کو خدا اور رسول نبی کہے اور وہ خود بھی نبی ہونیکا مدعی ہو۔ اور روایات سے بھی ثابت ہے کہ لوگ اسکو رسول خدا کہینگے "فرود آید عیسےٰ بن مریم .... گویند اے رسول خدا ... پس یہ بھی یہودی عظیم طویل اکول شروب اکبر بمنجز دست او .... ۴۲۱" اسی کتاب کے صفحہ ۴۲۱ میں ہے ومن قال بسلب نبوتہ[1] کفر حقا کما صرح بہ السیوطی۔ غرض قادیان ہی وہ شام ہے جہاں عیسےٰ نبی اللہ کے ہاتھ سے شیطان نے قتل ہونا تھا۔ ثم تصرف الملٰئکۃ وجوھہ قبل الشام وھنالک یھلک (مسلم) اور قادیان ہی میں وہ ابدال شام ہیں۔ جو مسیح موعود کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں (یدعون لک ابدال الشام) اسی شام سے بعض بدقسمتوں نے نکالا جانا تھا (قائم نشود ساعت تا آنکہ برگردند شرار شام بسوئے عراق و خیار عراق بسوئے شام رواہ ابن ابی شیبہ عن اوامہ صفحہ ۴۲۹) اسی شام کی نسبت آپکی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں لوگوں کو اکٹھا کرنے والی ایک آگ ظاہر ہوگی صحابہ نے عرض کی فما تامرنا قال علیکم بالشام یعنی تم فتن کی آگ سے بچنے کے لئے قادیان میں پناہ لو۔ قادیان ہی مقام ابراہیم ہے اور اسکی طرف ہجرت کرنا پہلی ہجرت کی طرح ہے جس سے آپ کی بعثت ثانی کا پتہ لگتا ہے احمد و ابو داؤد و حاکم و ابونعیم از ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کردہ اند۔ ستکون ھجرۃ

[1] جس نے کہا آنے والا مسیح نبی نہیں کافر ہے (امام سیوطی رح)

بعد الهجرة فخيار الارض الزمهم مهاجر ابراهيم ويبقى فى الارض شرار ها . . .
تحشرهم النار مع القردة والخنازير۔ دیکھو اس ابراہیم یعنے مسیح موعود کے مقام کی طرف نہ جانے کی جب یہ سزا ہے تو جو لوگ ان مہاجرین پر حملہ کرتے ہیں۔ انکا حشر کس کے ساتھ ہوگا۔ اس مقام سے سبت کے دن بھلانے والو! حضرت اقدس کے اس الہام کو بھی پڑھ لو۔ الذين اعتدوا منكم فى السبت (دیکھو البشریٰ جلد دوم ص۱۲۹) اگر تم نے مسیح موعود کا انکار کر کے جماعت کو پراگندہ کرنا نہیں چاہا تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہود کے اعتقاد کے ساتھ تمہاری صلح ہے۔ جس کے نابود کرنے کو مسیح موعود نازل ہوا۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۶ میں ہے۔ "در حدیث ابن مسعود آمد نزد نعیم وحاکم کہ چوں دجال بگوید انا رب العلمین . . . ادرا الیاس بگوید کذبت و الیسع بگوید الیاس راست گفتہ" یہ تو ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم کو الان کما کان زندہ سمجھکر دوبارہ زمین پر اتارنا اسکے ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے جس کو اسی طرح پیش کیا جاتا ہے جس طرح یہود الیاس کے دوبارہ آنیکے منتظر اور مدعی ہیں۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا خیال ہے اسلئے حدیث میں ایسے گروہ کو یہود کہا گیا۔ اور الیاس کا کذبت کہنا یہ کہ او جھوٹے دیکھ میں بقول ابن آدم دنیا میں کیونکر آیا۔ ایسا ہی ابن مریم کا آنا بھی ہے یعنے وہ مرگیا اور اسکی جگہ جس نے آنا تھا وہ آگیا۔ جس کے ماتھے سے تو اور اس اعتقاد میں تیرے دوسرے خیال سب ہزیمت یاب ہوں گے خواہ تو کتنے ہی حیلے کرے۔ میں ایک کا آخری حیلہ بھی لکھدیتا ہوں جو یہ ہے۔ "دجال عیسیٰ را دیدہ بعض یاران خود را بگوید برپا کن نماز را ایں حروف از خوف عیسےٰ علیہ السلام گفتہ باشد بعدہ دجال بگوید اے نبی خدا اقامت نماز گفتہ شدہ است وے فرماید اے دشمن خدا گمان کردی کہ تو رب العلمین بودہ پس نماز برائے کدام یک میگذاری۔ حجج الکرامہ ص۲۱۵"

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کچھ ایسے نمازی ہونگے جو مسیح کو خدا بنانے میں ان کے معاون ہونگے اور وہ چاہینگے کہ مسیح موعود ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیں تا کہ اس صلح سے ان کے اعتقاد کی بیخکنی نہ ہو۔ پر خدا کا بھیجا ہوا مسیح موعود انکے اس دھوکے میں کیونکر آسکتا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے نماز کے لئے بلایا ہے اور قبلہ کو منہ کر کے نماز پڑھینگے۔ بلکہ یہ کہکر کہ جب تمہارا عقیدہ سخت برا ہے پھر نماز کیسی ایک ایسا حربہ دعا کا چلائیگا۔ جس سے ... فتنے کا کام تمام

ہو جائیگا۔ دجال باوجودیکہ مسیح موعود کا سخت دشمن ہے۔ پھر بھی اُسے نبی خدا کہیگا مگر اُن کے معاونوں کے طرفدار اور حمایتی احمدی کہلا کر آپ کی نبوت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ دوسرے مجددوں کی طرح ایک مجدد ہیں حالانکہ آپ فرماتے ہیں فان ھٰذا البعث بعث ما را لا الاولون ولا المرسلون السابقون ولا النبیون اجمعون (دیکھو ضمیمہ خطبہ ت) انہ جمع فی نفسی کل شان النبیین علی سبیل الموھبۃ والعطاء (رز ف) وہی علامات اور براہین جو کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں آپکی صداقت کے نشان اور دلیل تھے وہی اب بھی موجود ہیں ... آپنے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک اپنا اور ایک مسیح موعود کا (الحکم نمبر ۶۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۲ء) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس امت کی دو دیواریں ہیں ایک میں اور ایک مسیح (الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خدا سے وحی پاتا ہوں اور منہاج نبوت کے تینوں معیار میرے ساتھ ہیں۔ (الحکم نمبر ۱۲۔ ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء) جسقدر نشانات خدا تعالےٰ نے میری تائید میں ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت میں ایسے ہیں کہ بجز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کل انبیاء مرسلین سے ثابت نہیں ہوئے لیکن اس میں میرا کیا فخر ہے یہ سب کچھ تو اس پاک نبی کی فضیلت سے ہے (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء) اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو (نزول المسیح) باقی پھر انشاء اللہ تعالےٰ

(کرم داد از دوالمیال)

قیام رمضان

یہ مضمون فتوی نہیں بلکہ بطور مذاکرہ علمیہ ہے ہمارے احباب غور سے مطالعہ فرمائیں جن باتوں پر ہمارا عمل ہے اسکے دلائل بھی کتاب و سنت سے معلوم ہونے چاہئیں یہ مضمون بڑی محنت سے بیس پچیس کتب کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا۔ (ایڈیٹر)

قیام رمضان جسے عوام الناس بلکہ اب تو خواص بھی تراویح کہتے ہیں نماز تہجد سے کوئی الگ نماز نہیں ہے بلکہ یہ وہی نماز ہے جس کا حکم قرآن مجید میں ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ط اور رات کو نیند سے اٹھکر خدا کی نماز ۔۔۔ یہ اے مخاطب قرآن تیرے لئے موجب قربت ہے پھر فرمایا یایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا (اے کملی اوڑھنے والے رات کو اٹھکر قیام کر۔ مگر[لہ] آدھی رات یا اس سے کچھ گھٹا لے یا اس پر کچھ بڑھا لے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں اس نماز کی زیادہ تاکید و زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور یوں بھی ہر عبادت وصلوٰۃ کا اہتمام رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ: (عن عائشۃ كان رسول الله صلعم يجتهد في رمضان مالا في غيره وفي العشر الاواخر اشد وكان يحيي ليله ويوقظ اهله ويشد ميزره اخرجه الخمسة (تلخیص الصحاح ص ۲۹۹)

رسول اللہ صلعم رمضان میں عبادت کی ایسی کوشش و ریاضت فرماتے تھے جو غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ اور اخیر کے دہاکے میں تو بہت ہی کوشش فرماتے ساری ساری رات جاگتے۔ اور اپنے اہلبیت کو بھی جگا دیتے اور آپ اپنی کمر کس لیتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ اپنے صحابہ کو قیام کی تاکید فرماتے یعنی حکم قم اللیل پر اس مہینے بالخصوص عمل کریں کیونکہ یہ مہینہ باقی سال کے لئے گویا بطور سبق کے ہے اس مہینے میں نمازوں کو جماعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے پڑھایا جاتا۔ تاکہ باقی سال بھی مومنین ایسی ہی عبادت کریں اور سمجھیں کہ آدمی اگر اسقدر ٹھہر ٹھہر کر اور بڑے سوز و اطمینان وحضور قلب سے نماز پڑھنا چاہئے تو پڑھ سکتا ہے اور پھر قرآن شریف کی زیادہ تلاوت ہوتی۔ تاکہ

فلہ قلیلا مستثنیٰ ہے اللیل سے یعنی بعض راتوں میں کسی عذر سے یا اس نیت سے کہ عادت و رسم نہ بنجائے ۱۲

غلطیاں جو ہیں وہ نکلجائیں اور دنیاداروں کو سمجھ آجائے کہ اگر وہ قرآن کریم اتنا ہی روز پڑھیں سنیں تو کاروبار میں چنداں فرق نہیں آتا۔ ایسا ہی سحری کے وقت اٹھانے کی مشق ایک مہینہ کرائی جاتی ہے۔ جو لوگ اس خوف سے نہیں اُٹھتے کہ شاید ہم اسوقت بیدار ہونے سے بیمار ہو جائیں یا یونہی تغافل وتکاسل سے کام لیتے ہیں یہ اٹھنا انکے نادم کرنے کے لیئے کافی ہے کہ دیکھو تم کھانے کے لئے کیا خوشی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہو پس اگر تمہیں ؟ کی کچھ فکر ہے تو اس روحانی غذا (تہجد۔ قیام اللیل) کے لیئے بھی اسی شوق وذوق تام ومحنت واہتمام سے اٹھو چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے (عن ابی ھریرۃ) کان رسول اللہ صلعم یرغبہم فی قیام رمضان من غیران یامرھم بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانًا واحتسابًا غفر لہ ماتقدم من ذنبہٖ فتوفی رسول اللہ صلعم والامر علیٰ ذلک ثم کان الامر علیٰ ذلک خلافۃ ابی بکر وصدرًا من خلافۃ عمر (اخرجہ الستۃ) واخرج البخاری المرفوع منہ فی قیام رمضان (تلخیص الصحاح ۲۹۹ ومشکوۃ صفحہ ۱۰۶) رسول اللہ صلعم اپنے صحابہ کو قیام رمضان کی ترغیب دیتے تھے مگر یہ نہیں کہ آپ انہیں تاکیدی ووجوبی حکم دیں۔ یہ فرمایا کرتے تھے جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کے حصول کے لئے قیام (حکم قم اللیل) کو ادا کریگا اسکے اگلے گناہ بخشدئے جائینگے پس رسول اللہ صلعم وفات پاگئے اور یہی طریقہ جاری رہا۔ پھر خلافت ابوبکرؓ میں بھی یہی طریق العمل رہا پھر حضرت عمرؓ کے شروع زمانہ خلافت تک اسی پر عملدرآمد رہا بخاری نے اس روایت کو ابوہریرہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

چونکہ رسول اکرم صلعم رمضان میں اکثر مسجد میں رہتے۔ اسلئے بعض صحابہ نے آپکو تہجد پڑھتے دیکھکر ساتھ اقتدا کرلیا۔ مگر آپنے اخیر پر منع فرمادیا۔ اور اسکی وجہ بھی بتادی اسکے متعلق حدیثیں بیان کیجاتی ہیں (انس) کان رسول اللہ صلعم یقوم فی رمضان فجئت فقمت الی جنبہٖ فجاء رجل اٰخر فقام ایضًا حتیٰ کنا رھطًا فلما احس انا خلفہ جعل یتجوز فی الصلوٰۃ ثم دخل رحلہ فصلّی صلوٰۃً لا یصلیہا عندنا فقلت لہ حین اصبحت افطنت

لہ ای تصدیقًا لحکم اللہ ۱۲ لہ احتساب کے معنے حاشیہ مشکوۃ پر لکھے ہیں طالبًا الثواب من غیر ریاء وسمعۃ ۱۲ لہ اسپر شارح مشکوۃ نے لکھا ہے ای علی ما کانوا علیہ من قیام رمضان من غیر جماعۃ یعنی رمضان میں تہجد بالضرور پڑھتے مگر سوائے جماعت کے اپنے اپنے گھر ۱۲

لنا اللیلۃ قال نعم ذلک الذی حملنی علیٰ ما صنعت (اخرجہ مسلم تخیص الصحاح صفحہ ۳۰)

رسول اللہ صلعم رمضان میں قیام فرماتے تھے آیا اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک اور شخص آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا یہانتک کہ ایک جماعت بنگئی (دیکھا دیکھی جوں جوں لوگ آتے گئے کھڑے ہوتے گئے) جب آپکو محسوس و معلوم ہو گیا کہ ہم آپکے پیچھے ہیں تو آپ نماز میں جلدی کرنے لگے پھر اندر تشریف لیگئے پھر ایسی نماز پڑھی جیسی ہمارے سامنے نہ پڑھی تھی یعنے لمبی نماز صبح کو میں نے عرض کیا۔ آپکو معلوم ہوا تھا ہم پیچھے ہیں فرمایا اسی لئے تو میں نے ویسا کیا۔ یعنے جلدی جلدی وہ دوگانہ ختم کر دیا۔ گویا آپ نے ان نوافل تہجد کو تنہا پڑھنا افضل سمجھا اور نہ پسند فرمایا کہ با جماعت ادا ہوں۔ وقت کا اس حدیث سے پتہ نہیں لگتا۔ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر رات ہی ہوگی اور اسوقت کئی لوگ مسجد میں تہجد پڑھنے آئے ہونگے۔

(**دوسری حدیث**) (عن عائشۃ قالت صلّٰی رسول اللہ صلعم فی المسجد فصلّٰی بصلٰوتہ ناس کثیر ثم صلّٰی من القابلۃ فکثروا ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ فلم یخرج الیہم فلما اصبح قال قد رایت صنیعکم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم وذلک فی رمضان (اخرجہ الستۃ الا الترمذی) رسول اللہ صلعم نے مسجد میں نماز تہجد پڑھی تو آپ کے ساتھ اکثر لوگوں نے بھی پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی پڑھی تو بہت سے آدمی جمع ہو گئے[۱]۔ پھر جب تیسری رات ہو گئی تو بہت ہی کثرت سے لوگ جمع ہوئے مگر آپ اپنے حجرہ (جو مسجد میں بنایا گیا تھا) سے باہر تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو فرمایا میں نے تمام اجتماع دیکھ لیا مگر میں نہ نکلا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے (کیونکہ جب لوگوں کی طرف سے استعداد و اہتمام و تیاری دیکھی جائے تو حظیرۃ القدس و عالم ملکوت میں اس چیز کی نسبت قطعی حکم صادر ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے حضور کا منشا یہ تھا کہ اگر یہ نماز فرض ہو گئی تو امت جو بلحاظ اپنے حالات کے مختلف طبقوں کی ہے اس فرض کو ادا کرنے سے قاصر رہیگی وان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا کا

---

[۱] آدمی جمع ہونے کا سبب یہ ہے کہ حضور صلعم رمضان مبارک میں اکثر مسجد ہی میں رہتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث سے ثابت ہوگا کہ بالخصوص ان ایام میں جبکہ یہ نماز نوافل با جماعت پڑھی گئی آپ مسجد میں ہی معتکف تھے اور عوام صحابی بھی اکثر مسجد میں پچھلی رات کو آجاتے وہاں رسول اکرم صلعم کو نماز پڑھتے دیکھکر ان کے ساتھ اقتدا کر لیتے بوجہ شدت حرص ثواب کے۔

خداوند کریم خود فرماتا ہے کہ یہ نفل ہی ہے پھر راوی کہتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے معلوم ہوا کہ حضور نے اس نماز کا باجماعت گروہ کثیر کے ساتھ پڑھنا پسند نہیں فرمایا ہاں تعلیم کے لئے دو تین روز ایسا فرمایا - تا کہ انکو نوافل پڑھنے کا طرز معلوم ہو جائے کہ اسقدر ٹھہر ٹھہر کر اس طریق سے پڑھنے چاہئیں - چنانچہ ابو ذر اس حدیث کے راوی ہیں صمنا مع رسول اللہ صلعم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشہر فقام حتی ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسة وقام فی الخامسة حتی ذھب شطر اللیل فقلنا له لو نفلتنا بقیة لیلتنا ھذہ فقال انه من قام مع الامام حتی ینصرف کتب له قیام لیلة ثم لم یقم بنا حتی بقی ثلث من الشہر فصلی فی الثالثة و دعا اھله ونساءه وقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح (السحور) اخرجه اصحاب السنن وصححه الترمذی (ہمنے رسول اکرم صلعم کے ساتھ روزے رکھے پس آپنے ہمکو قیام نہیں کرایا یہانتک مہینے میں سات راتیں رہ گئیں تو تیئیسویں رات کو ہمیں تہائی رات کا قدر قیام کرایا پھر چوبیسویں کو نہیں مگر پچیسویں کو قیام کرایا آدھی رات گزرنے تک ہمنے عرض کیا آرزو تھی کہ بقیہ رات بھی اسی قیام میں گزرتی فرمایا جو امام کے ساتھ قیام کرے فارغ ہونے تک تو اسنے گویا ساری رات قیام کیا پھر ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا - یہانتک کہ مہینے سے تین راتیں رہ گئیں - اور ستائیسویں رات کو اپنے اہل اور عورتوں کو بلایا اور ہمیں قیام کرایا یہانتک کہ مہینے سے تین راتیں رہ گئیں اور ستائیسویں رات کو اپنے اہل اور عورتوں کو بلایا اور ہمیں قیام کرایا - یہانتک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہیں سحری نہ جاتی رہے یعنے دو تہائی رات تک یہ مت سمجھو کہ کوئی علیحدہ نماز تہجد سے پڑھی جاتی بلکہ یہ اسی حکم کی تعمیل تھی نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه یعنے آدھی رات یا آدھی رات سے کم ایک تہائی رات یا آدھی رات سے زیادہ دو تہائی قیام کرو - چنانچہ خود قرآن مجید میں آپکے اس قیام کا جو نماز تہجد کے متعلق ہے ذکر ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ تیرے ساتھ ایک گروہ بھی ہے ان ربك یعلم انك تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطایفة من الذین معك (تیرا رب جانتا ہے کہ تو قیام کرتا ہے دو تہائی کے قریب یا رات کا نصف حصہ یا ایک تہائی حصہ اور ایک اور گروہ بھی جو تمہارے ساتھ ہے (المزمل ۲۹ ع ۲) اور یہ آیات بالاتفاق نماز تہجد کے بارے میں ہیں - پھر ایک اور حدیث سنئے تا کہ آپ پر واضح ہو کہ آپنے باجماعت ادا کرنے سے تنہا پڑھنے کو فضیلت دی -

(عن زید بن ثابت) ان النبی اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیہا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضہم یتنحنح لیخرج الیہم فقال مازال بکم الذی رایت صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) دیکھو مشکوۃ صفحہ ۱۰۶

نبی کریم صلعم نے مسجد میں ایک حجرہ کھجوروں کی شاخوں سے بنا ہوا بنایا۔ اور اسمیں کئی رات نماز پڑھی یہانتک کہ چند آدمی بھی آپ پر جمع ہو جاتے تھے۔ پھر ایکدن آپکی آواز رات کو نہیں آئی۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ سوتے ہیں تو لگے گھنکارنے تاکہ آپ انکی طرف تشریف آور ہوں۔ فرمایا میں تمہاری حرکات دیکھتا رہا ہوں مگر میں ڈر گیا کہ یہ نفل فرض نہ ہو جائے اور پھر فرض ہو جائے تو تمہیں (امت محمدیہ) یہ قیام دشوار ہو جائے اور تم قیام نہ کرو پس اے لوگو تم اپنے اپنے گھروں میں پڑھا کرو کیونکہ آدمی کی افضل نماز مکتوبہ کے سوا وہی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ (بخاری و مسلم)

یہ سب قیام رمضان کی نسبت ارشاد ہے یہ وہی تہجد کی نماز ہے جس کا اہتمام رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تہا۔ پس اس حکم قطعی کے بعد آپکی وفات و وصال تک اور پھر خلافت ابی بکر اور خلافت عمر میں اسی پر عملدرآمد رہا۔ یعنے لوگ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیتے شاذ و نادر مسجد میں آگئے اس نماز کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں تہا۔ نماز عشا کے بعد جس وقت کوئی پڑھے اختیار تہا گو تہجد کے معنوں پر نظر کرنے اور نبی اکرم کے عمل پر غور کرنے سے یہی واضح ہوتا کہ افضل طریقہ پچھلی رات تھی۔ مگر ایک حدیث گزر چکی ہے جسے ترمذی نے صحیح کہا کہ نبی کریم نے رات سے پہلے ثلث (تہائی) تک بھی اس نماز کو پڑھا اور اخیر رات میں بھی پڑھایا جیسکہ اس حدیث سے واضح ہے (عائشۃ) ان رسول اللہ صلعم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد رجال بصلوتہ فاصبح الناس یتحدثون بذلک فاجتمع اکثرہم فخرج رسول اللہ صلعم فی اللیلۃ الثالثۃ فصلوا بصلاتہ فاصبح الناس یذکرون ذلک فکثر اہل المسجد من اللیلۃ الثالثۃ فخرج فصلوا بصلاتہ فلما کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اہلہ فلم یخرج الیہم رسول اللہ صلعم حتی خرج لصلوۃ الفجر فاقبل علی الناس فقال اما بعد فانہ

لم یخف علی شانکم اللیلۃ ولکنی خشیت ان تفترض علیکم صلوۃ اللیل فتعجزوا عنھا (رواہ مسلم) رسول اللہ صلعم آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں کچھ مردوں کے ساتھ نماز پڑھی - صبح ان لوگوں نے اس امر کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور دوسری رات ان سب نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی - صبح جب انہوں نے بھی ذکر کیا تو تیسری رات کو اور بھی زیادہ لوگ ہو گئے - جنہوں نے آپ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی - اور چوتھی رات تو اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں جگہ نہ رہی مگر آپ تشریف نہ لائے - صبح کی نماز کے لئے برآمد ہوئے اور فرمایا لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہ میں نے آج کی رات تم سے اندیشہ نہ کیا (ط) لیکن میں ڈر گیا کہ صلوۃ اللیل تم پر فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس سے عاجز نہ ہو جاؤ (یعنے تم سے نبھ نہ سکے تو فرض کے ادا نہ کرنے سے گنہگار نہ ہو) یہ حدیث ہدیۃ المہدیۃ فصل رابع مشکوۃ میں ہے باب قیام شہر رمضان (رواہ مسلم) دیکھئے یہاں صلوۃ اللیل اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ وہی تہجد کی نماز تھی اور آپ نے باجماعت ادا کرنا اسکا پسند نہیں فرمایا - اور اسکی وجہ بھی بیان فرما دی پھر اسکے بعد جب حضرت عمر رضہ کا عہدِ خلافت آیا تو کئی باتیں تھیں - ایک طرف تو یہ کہ لوگ سست ہو چلے تھے - رمضان المبارک میں بھی وہ اہتمام نہ رہا (اس لحاظ سے بھی ضروری معلوم ہوا کہ ایسے عوام الناس کے لئے باجماعت مسجد میں ادا کرنا مقرر ہو تا کہ ادا میں کسل نہ ہو -

دوم ایسے لوگ بھی تھے - جن کے لئے پچھلی رات کو اٹھ کر پڑھنا واقعی طور سے بوجہ ضعف و نکان و مرض وغیرہ ذالک اشتغال و عذرات کے مشکل واز قسم حرج ضرور تھا پس وہ اس حدیث پر عمل کر کے پہلی رات متفرق طور سے بعد از عشا مسجد میں پڑھ لیتے تھے کہ کچھ تو ثواب ہو جائے

سوم - قرآن مجید کی حفاظت از بس ضروری تھی - اور چونکہ نیا نیا زمانہ تھا - پریس (مطبع) وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا - اسلئے نہایت ضروری معلوم ہوا کہ اسکی حفاظت کا اہتمام حافظانِ قرآن کی بہت سی جماعتیں پیدا کرنے سے کیا جائے - اور چونکہ یاد رکھکر دل ہی میں رکھنے سے بہت سے غلط الفاظ رہ جانے کا اندیشہ تھا اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ عام مجلس میں خاص اہتمام سے سنایا جائے بایں طور کہ ایک قرآن مجید سنائے اور دوسرے پیچھے بغور سنیں اور یہ توجہ نماز کی ماہیت کے سوا اور کسی طرح پیدا ہونی محال تھی - پس اس لحاظ سے بھی جماعت کا قیام

ضروری تہا۔ اور پھر اسی قیام کے لئے خود بخود حافظ قرآن بننے کی تحریک پیدا ہوئی ایک معمولی بات تھی اور چونکہ رمضان شریف وہ مہینہ تہا کہ انزل فیہ القرآن اسلئے قرآن سنانے کے لئے یہی ماہ مبارک مخصوص کیا گیا۔ گویا برس دن کی محنت کے اظہار کا ایک وقت وموقعہ مقرر بنگیا اور چونکہ مطلب قرآن سنانا تہا۔ اسلئے رکعتوں کی کوئی خاص تعداد ملحوظ نہیں رکھی۔ اسی لئے اسکے متعلق روایات مختلف ہیں۔

چہارم۔ ایسے لوگ بھی تھے جو اعرابی۔ گنوار اور باہر رہنے والے تھے اور چونکہ الٰہی دین نیانیا تھا اسلئے ایسا موقعہ سال میں کم از کم ایک مہینہ بنانا ضروری ہوا جس میں وہ آکر تمام قرآن مجید ایک دفعہ سن جائیں۔ تاکہ مختلف مسائل سے آگاہی ہو۔

پنجم۔ نماز تہجد میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے ورتل القرآن ترتیلاً۔ مگر کئی ایسے آدمی تھے۔ جو سوا چند پچھلی سورتوں کے کچھ نہ جانتے تھے۔ ان کے لئے بھی جماعت ہی کو بہتر سمجھا گیا۔ غرض یہ پانچ اور ایسی ایسی مصلحتیں تھیں جن کی وجہ سے حضرت عمر رضؓ نے قیام رمضان بجماعت ادا کرنے کی اجازت دی۔ جو بحکم ضرورت تھی۔

میرا یہ مطلب نہیں حضرت عمر رضؓ نے یہ حکم اپنی ایجاد سے دیا۔ بلکہ اسوقت کے مناسب حال بہ نظر چند مصالح کے یہی مناسب تہا۔ اور اس حکم کے الفاظ دیکھنے سے نماز تراویح باین ہیئت ثابت نہیں ہوتی جو اب غیر احمدیوں میں رائج ہے۔ چنانچہ وہ اثر ملاحظہ ہو جو یہ ہے۔

(عن عبد الرحمٰن بن القاری) قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃً الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوٰۃ الرہط فقال عمر لو جمعت ھٰؤلاء علیٰ قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابیّ بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم قال عمر نعمت البدعۃ ھٰذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید اٰخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ (رواہ البخاری) مشکوٰۃ) عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ میں ایک رات عمر بن خطاب مسجد کی طرف نکلا کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آدمی علیحدہ علیحدہ متفرق ہو کر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں یعنی کوئی تو منفرد پڑھ رہا ہے اور کسی کے پیچھے

دو چار آدمی بھی کھڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ انہیں ایک قاری پر جمع کردوں اور یہ اس سے بہتر ہوگا (کیونکہ یہ امر اتفاق سے خلاف ہے اور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کچھ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور کچھ منفرد) پھر یہ ارادہ پختہ کرکے انکو ابی کعب پر جمع کردیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر میں آپ کے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ہے تو نیا طریقہ (یعنے زمانہ خلافت ابوبکرؓ میں اسطرح باجماعت نہیں پڑھتے تھے) مگر اسمیں کوئی برائی نہیں) ہے اچھا ہی اور جو لوگ اس نماز سے سو رہتے ہیں (یعنے سونے کے بعد پچھلی رات پڑھتے ہیں) وہ افضل ہے جواب قیام کرتے ہیں مراد یہ تھی کہ پچھلی رات پڑھنا افضل ہے۔ اور لوگ پہلی رات قیام کرتے تھے (بخاری نے اسکو روایت کیا) اس اثر پر غور کی نظر کرنے سے ظاہر ہوگا کہ آپ نے باجماعت مسجد میں پڑھنے کا حکم کس صورت میں دیا یعنے خاص اہتمام نہیں دیا کہ جو لوگ گھروں میں پڑھتے ہیں وہ ضروری سمجھکر جماعت میں شریک ہوں بلکہ وہ متفرق پڑھتے (اور وہ بھی بایں طور کہ بعض باجماعت اور بعض منفرد پڑھیں) کی رسم کو مٹانے کے لئے ایسا کیا اور نیز وہ مصالح مدنظر تھے جو ہمنے پہلے بیان کئے اور پھر دیکھو آپ آخر اللیل پڑھنے کو افضل فرماتے ہیں۔ اور خود بھی اسی لئے شریک نہیں ہوئے کہ اس طرح آخر اللیل پڑھنے کی فضیلت فوت ہوتی تھی۔ اور یہ طریق صرف عوام الناس کے لئے تھا۔ یہ ہیں قیام رمضان کے متعلق تمام احادیث اور اسی پر عمل ہے ہماری جماعت کا۔ کہ جو لوگ پچھلی رات اٹھکر پڑھ سکتے ہیں اور قرآن مجید جانتے ہیں تو انکو چاہئے کہ پچھلی رات اٹھکر جس قدر رکعتیں ذوق و حضور دل سے میسر ہوں پڑھیں اور اپنا طرز عمل اسی طرح بنائیں یعنے ان تمام طریقوں میں سے جو مروی از نبی اکرم ہیں جونسے طریقے سے چاہیں پڑھیں اور اس حدیث پر عمل کرنے کا ثواب پائیں جو پہلے لکھی گئی کہ صلوا ایھا الناس فی بیوتکم اور جو پچھلی رات نہیں اٹھ سکتے یا پڑھ سکتے یا سوا قل ھو اللہ کے کچھ نہیں جانتے وہ اگر پہلی رات باجماعت پڑھ لیں تو ثواب سے محروم نہیں بلکہ بالکل نہ پڑھنے والوں سے تو ہزار درجہ اچھے ہیں۔ اسی طرح یوں بھی کرتے ہیں کہ پچھلی رات اٹھکر باجماعت اسلئے ادا کرتے ہیں کہ حافظ سے قرآن مجید سن سکیں ورنہ تنہا ہی اور چاہیئے کہ گیارہ رکعت مع وتر پڑھیں کہ سنت موکدہ نبی اتنی رکعت ہی ثابت ہے اور اتنی رکعتوں کے قیام کا ہی حضرت عمرؓ نے بھی امر فرمایا تھا اور حضرت عایشہؓ کی حدیث

سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ اس سے زیادہ پڑھنا ممنوع ہے نماز پڑھنے سے کون روکے صرف بات یہ ہے کہ اس طریق سے پڑھنا کہ رکوع سجدہ۔ قیام۔ قومہ۔ سنت طریق سے ادا نہ ہو۔ یہ واقعی ممنوع ہے اور ایسی نماز بجائے ثواب کے گناہ عظیم کا موجب ہو جاتی ہے دوم۔ نبی کریم صلعم سے بڑھکر عبادت کرنا بھی خلاف طریقہ نبوی ہے (انس) جاء ثلثۃ رھط الی ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم یسالون عن عبادۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا بہا کانہم تقالوھا الی ان قال۔ قال النبی صلعم فمن رغب عن سنتی فلیس منی (تین شخص ازواج النبی کے پاس نبی صلعم کی عبادت پوچھنے آئے جب انہوں نے اس عبادت کی خبر دی تو گویا بہت کم سمجھا اسپر نبی صلعم کا قول سنایا گیا جو میری سنت یعنے میرے طریقہ سے ہٹے وہ مجھ سے نہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ٭ ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

ہاں قرآن شریف کو جلد ختم کرنے کے لئے صحابہ کرام نے اگر رکعات زیادہ پڑھی بطور نفل تو اسمیں سنت مؤکدہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اب میں پہلے حضرت عائشہ کی حدیث لکھتا ہوں جو یہ ہے (عائشہ) رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلعم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ (متفق علیہ بلوغ المرام) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں پر زیادہ نہ فرماتے تھے۔ اسپر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ سے اس سے زیادہ رکعتیں بھی مروی ہیں یعنے تیرہ رکعتیں چنانچہ زید خالد الجہنی سے روایت ہے دیکھو مشکوۃ باب صلوۃ اللیل ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ (رواہ مسلم) اور ایسا ہی ابن عباس سے صحیحین میں تو یہ کچھ مضائقہ نہیں جس قدر رکعتیں نبی کریم صلعم سے آگئی ہیں وہ پڑھ لے۔ غالب عمل تو یہی ہے کہ آپ گیارہ رکعت ہی پڑھتے اور کبھی تیرہ بھی۔ پس قیام رمضان میں بھی کبھی تیرہ پڑھ لے تو مضائقہ نہیں۔ نیز ان دو پر تو سنت فجر کا گمان بھی ہے جیسا کہ مشکوۃ میں ہے (عائشہ) کان النبی صلعم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ منہا الوتر ورکعتا

الفجر (رواہ مسلم) نبی صلعم تیرہ رکعتیں پڑھتے جن میں وتر اور فجر کی دو رکعتیں شامل ہوتیں۔ پھر ایک اور روایت ہے (عائشہ) کان النبی صلعم یصلّی فیما بین ان یفرغ من صلوٰۃ العشاء الی الفجر احدیٰ عشرۃ رکعۃ یسلم من کل رکعتین۔ نبی صلعم عشا سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کسی وقت میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اب دیکھئے حضرت عمرؓ نے کتنی رکعت کے اقامت کا حکم دیا (عن السائب بن یزید) قال امر عمر ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للنّاس فی رمضان باحدیٰ عشرۃ رکعۃ فکان القاری یقرء بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القیام فما کنا ننصرف الّا فی فروع الفجر (رواہ مالک) دیکھو مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان۔ عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں گیارہ رکعتوں کے ساتھ لوگوں کو قیام کرائیں۔ قاری سو سو آیت پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم طول قیام سے تھک کر عصا پر سہارا لگاتے۔ اور فجر کے اوائل میں واپس جاتے۔ یہ روایت موطائے امام مالک میں ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے (عن السائب بن یزید) انہ قال۔ قال عمر بن الخطاب لابیّ بن کعب وسلیمان بن ابی حثمہ ان یقوما للناس باحدیٰ عشر رکعۃ۔ عمر بن خطاب نے ابن ابی کعب اور سلیمان بن ابی حثمہ کو کہا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت سے قیام کرائیں۔ اور سنن سعید بن منصور حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعت السائب بن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدیٰ عشر رکعۃ۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کے زمانے میں گیارہ رکعت سے قیام کیا کرتے تھے اور قیام اللیل مصنفہ محمد بن نصر المروزی میں ہے حدثنا محمد بن اسحٰق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلّی فی زمن عمر فی رمضان ثلٰث عشرۃ رکعۃ۔ سائب بن یزید کہتا ہے ہم عمرؓ کے زمانے میں رمضان کے مہینے تیرہ رکعت گذارتے تھے (مگر) یہ دو روایتیں موجود ہیں) بیشک ۲۳ رکعتوں کی بھی ایک دو روایتیں

لہ مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی سلیمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف انہ سال عائشہ زوج النبی صلعم کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولافی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ۔

بیان ہوئی ہیں مگر وہ قابلِ احتجاج نہیں خود بیس رکعت پڑھنے والوں کے ائمہ ہی اسے ضعیف ٹھہراتے ہیں چنانچہ ایک روایت تو یزید بن رومان کی ہے قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ کہ لوگ عمر کے زمانہ خلافت میں بماہ رمضان ۲۳ رکعت سے قیام کرتے اسکے متعلق کبیری شرح منیۃ المصلی حنفیوں کی متفقہ کتاب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کو نہیں پایا۔ پس یہ کیونکر حجت ہو سکتی ہے۔ ہاں صاحب محلی نے گیارہ رکعت کی روایت کی یہ تاویل بھی کر دی ہے کہ وہ پہلے گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے مگر پھر امر بیس رکعت پر مستقر ہو گیا یہ ایک خیالی بات ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں مختلف آثار کو دیکھ کر کیوں اسطرح نہیں ہو سکتا کہ پہلے احیاناً وضرورتاً بیس رکعت سے قیام ہوا ہو۔ پھر گیارہ رکعت مقرر ہو گئیں اور ہم کئی وجوہ سے اس روایت کو آثار کے مختلف ہونے کی صورت میں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ گیارہ رکعت نبی اکرم صلعم سے فریقین کے نزدیک ثابت ہیں۔ اور ان میں کچھ بھی شک نہیں برخلاف بیس کے کہ انکا نبی کریم صلعم یا حضرت ابو بکر یا خلافت حضرت عمر رضہ سے تو ہر گز ہر گز ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں گیارہ رکعت کے ادا کرنے میں اتباع نبوی کے ساتھ اتباع صحابہ بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ اور دوسری صورت میں قطع نظر اس کے کہ اتباع صحابہ بھی مشکوک ہے اتباع نبوی بھی ہاتھ سے گیا۔ شاید بعض لوگ کہیں (چنانچہ کہتے بھی ہیں) کہ بیس رکعت کے پڑھنے میں گیارہ رکعت بھی ادا ہو جائے گی لیکن شاید انکو معلوم نہیں کہ نماز کی ہیئت کو بھی نماز کی تکمیل واتمام وصحت میں پورا پورا دخل ہے۔ کیا اگر کوئی شام کے وقت چار رکعت دیدہ دانستہ پڑھ لے تو اسکے تین فرض ادا ہو جائینگے نہیں بس اسی طرح بیس پڑھنے سے گیارہ کا ادا ہونا درست نہیں اور یوں کبھی کسی نے نیت نہیں کی کہ پہلی بارہ کو سنت صحابہ قرار دیکر پڑھے اور پھر گیارہ سنت نبوی کر کے اور انکے ائمہ سلف کا بھی قول اسکے خلاف ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے کون المسنون منہ ثمانیۃ والباقی مستحبًا یعنے منتخب پچھلا حصہ رکعتوں کا ہے نہ کہ پہلی۔ پھر اس بات کا ثبوت بھی مشکل ہے کہ صحابہ نے پہلے بارہ کو اپنی زیادات سے ٹھہرایا۔ اور بیس رکعت کو شفع شفع کر کے ادا کریگا۔ تو اس سے گیارہ رکعت جو وتر ہیں ادا نہ ہونگے یہ مت کہو۔ کہ ان گیا

میں ہے آٹھ قیام رمضان میں کہ رسول اکرم صلعم نے اس نماز کو بہ ہیئت مجموعی وتر فرمایا (عن جابر
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فی شہر رمضان ثم انتظروہ من القابلۃ
فلم یخرج وقال انی خفت ان یکتب علیکم الوتر (رسول اللہ صلعم نے شہر رمضان
میں قیام کیا پھر دوسری رات لوگوں نے انتظار کیا۔ مگر آپ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا میں
ڈر گیا کہ تم پر بیوتر فرض نہ ہو جائے دیکھئے یہاں قیام رمضان کو وتر فرمایا۔ پھر دوسری حدیث ابن عباس
سے ہے جس کے متفق علیہ ضعف کا مصنف فتح القدیر (حنفیوں کے قبلہ و پیر) نے خود اقرار کر لیا ہے چنانچہ
لکھا ہے واما ما روی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ ۔ ۔ ۔ ۔ من حدیث ابن عباس
انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعتہ سوی الوتر
فضعیف بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبہ متفق
علی ضعفہ مخالفتہ للصحیح یعنی یہ حدیث ابی شیبہ کے واسطے ضعیف ہے اسکے ضعف پر
ائمہ حدیث کا اتفاق ہے اور صحیح روایا کے بالکل مخالف ہے چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں
ہے وابو شیبہ ھو ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن
ابی شیبہ کذبہ شعبہ (شعبہ نے اسے کاذب کہا) وضعفہ احمد وابن معین والبخاری
والنسائی وغیرہم (اور ان بزرگوں نے ضعیف کہا) واورد لہ ابن عدی ھذا الحدیث
فی الکامل فی مناکیرہ اور ابن عدی نے مناکیر حدیث سے اسے گنا اور تہذیب الکمال مصنفہ
ابی حجاج میں لکھا ہے۔ ابو شیبہ لہ مناکیر (اسکی منکر احادیث بھی ہیں) منہا حدیثا انہ کان یصلی
فی رمضان عشرین رکعتہ یعنی یہ حدیث بھی انہی مناکیر سے ہے جو اس نے روایت کی
وقد ضعفہ اور ضعیف کیا اسے احمد بن معین والبخاری والنسائی و ابو حاتم الرازی وابن عدی
وابو داؤد والترمذی والاحوص بن الفضل الملائی وقال الترمذی فیہ منکر الحدیث
پھر لکھا ہے اس کتاب میں کہ معاذ عنبری کہتا ہے میں نے شعبہ سے بذریعہ خط پوچھا ابراہیم سے
روایت کروں تو فرمایا لا تروعنہ فانہ رجل مذموم (نہ روایت کر کہ وہ بد شخص ہے) اور
فتح سر المنان میں بہت خوب لکھا ہے اسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ
وکانت اعلم بحال النبی صلعم من غیرھا یعنے یہ باوجود ضعیف الاسناد ہونے کے حدیث

عایشہ کے خلاف ہے جو نبی صلعم کے حال کی سب سے زیادہ واقف تھیں پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوسری حدیثوں سے اسکو تقویت پہنچتی (ملتی) ہے۔ اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ایسے لوگونکو واضح ہو کہ عمل کا جواز اور بات ہے اور اسکا سنت مؤکدہ یا وجوب اور بات ہے۔ محض نماز سے کون روکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسقدر کے تارک کو ملامت کرنا کیونکر جائز ہے نیز اسکی مراد کچھ اور ہے جو یہ لوگ نہیں سمجھے مطلب تو یہ تھا کہ جو عمل مشروع ثابت ہو جائے اسکی فضیلت ضعیف حدیث سے بیان کیجا سکتی ہے نہ یہ کہ جو عمل بہتر ہو وہ ضعیف حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ کچھ فضیلتیں صحیح حدیث سے ثابت ہوں تو کچھ ضعیف احادیث سے بھی اسکے متعلق بیان کر دیں تو جائز ہے اسی لئے فضائل اعمال فرمایا۔

جب اس طرح بھی کچھ نہیں بنتا تو اپنا اخیری ہتھیار اجماع پیش کرتے ہیں میں نے بارہا آزمایا ہے کہ جب ان لوگوں کی کوئی دلیل کتاب و سنت و حدیث صحیح سے نہیں ملتی (اور اکثر نہیں ملتی) تو کہدیتے ہیں۔ اسپر اجماع ہے وہ اپنی کتابوں میں پہلے اجماع کی تعریف تو دیکھیں اور پھر یہ خیال بھی کریں کہ کیا سنت صحیحہ یا آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ غرض نصوص صریحہ کے خلاف بھی اجماع جائز ہو سکتا ہے ایک طرف اس بات پر ایمان ہے کہ نبی کریم گیارہ رکعت پڑھتے اور پھر یہ کہ آپ صلعم و ابو بکر رض صدیق و صدر خلافت فاروق میں صحابہ کرام کا بھی یہی عملدرآمد رہا پھر باوجود ایسی صحیح و صریح شہادت کے جس سے کوئی وجہ مفر نہیں کہتے ہیں کہ تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے ذرا اجماع ثابت تو کریں اول تو حضرت نبی کریم کا ارشاد کہ گھروں میں پڑھو۔ اور پھر گیارہ رکعت ہمیشہ پڑھنا اسکے خلاف ہے اور آپ صلعم لقولہ تعا ان ابراھیم کان امۃ ط سب کے مقابلہ میں بمنزلہ جماعت ہیں۔ دوم شروط اجماع میں لکھا ہے خلاف الواحد مانع یعنی ایک کا خلاف بھی انعقاد اجماع کا مانع ہے اور یہاں تو خود نبی اکرم صلعم پھر صدیق اکبر کا خلاف مسلم مخالفین ہے اسکے بعد مذاہب اربعہ کا مختلف عمل ہی دیکھو اور مختلف معتبر حنفی کتب کا مطالعہ ہی کرو کہ بیس رکعت کو سنت مؤکدہ تو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ ہاں گیارہ کا سب کو اقرار ہے اگر بیس پر اجماع ہو جاتا تو یہ روایات نہ ہوتیں۔ شیخ عبدالحق رح ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں قال مالک ویروی عن الشافعی ایضا (مالک نے کہا اور شافعی سے بھی یہی روایت کیا گیا) انتہا

ست وثلثون او تسع وثلثون مع الوتر وهو عمل اهل المدينة خاصة
× × × واستمر عادتهم على ذلك الى الآن کہ ۳۶ یا ۳۹ رکعت مع وتر ہے۔ اور
یہی بالخصوص اہل مدینہ کا عمل ہے۔ اور یہی اب تک انکا معمول ہے وقد يروى ذلك
عن عمر وعلى لكنه غير مشهور عنهما اور حضرت عمرؓ و علیؓ سے بھی ایسا ہی روایت کیا جاتا
ہے اور کبیری میں ہے وعند مالك رحمه الله تعم ست وثلثون ركعة احتجاجًا
بعمل اهل المدينة اور دراسات اللبیب میں لکھا ہے ان عمل اهل المدينة
المطهرة حجة من اقوى الحجج عندنا ونرى الامر فيما طريقة النقل من ذلك على
ما يرى الامام الاكبر عالم المدينة مالك ابن انس الاصبحي من ان اجتماع اهل
المدينة حجة (کہ اہل مدینہ منورہ کا عمل بہت بڑی قوی حجت ہے) واضح ہو کہ یہ روایت
میں نے صرف اجماع کو توڑنے کے لئے نقل کی ہے اور ہم پر کچھ حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم مرفوع
صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی اجماع و قول غیر ماثور کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل
کتب کی عبارات ملاحظہ ہوں (حدیث مشکوٰۃ) عن الاعرج قال ما ادركنا الناس الا وهم
يلعنون الكفرة في رمضان (ہم ہمیشہ صحابہ کو رمضان کے وتروں میں لعنت بھیجتے پایا
قال وكان القارى يقرء سورة البقرة فى ثمانى ركعات واذا قام بها فى ثمنى
عشرة ركعة راى الناس انه قد خفف (رواه مالک) اور قاری آٹھ رکعت میں سورہ
بقر پڑھتا تھا۔ اور جب بارہ رکعت میں اس سورہ سے قیام کرتا تو لوگ سمجھتے بہت کچھ تخفیف
کی (۲) حنفیوں کے قبلہ و کعبہ امام ابن ہمام اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں فحصل من هذا
كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة بالوتر فى جماعة فعله عليه السلام وتركه
بعذر افاد انه لولا خشيت ذلك لواظبت ولا شك فى تحقيق الامر ذلك بوفاته
صلى الله عليه وسلم فيكون سنة وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين ندب
الى سنتهم ولا يستلزم كون ذلك سنة اذ السنة ما واظب له بنفسه الا بعذر
وبتقدير عدم ذلك العذر انما استفدنا انه كان يواظب على ما وقع منه وهو
ما ذكرنا فيكون عشرون مستحبا ذلك القدر منها هو السنة كاربعة بعد العشاء

مستحبۃ ورکعتان منہا سنۃ وظاہر کلام المشائخ ان السنۃ عشرون ومقتضی الدلیل ما قلنا فالاولی حینئذ ہو عبارۃ القدوری من قولہ مستحب یعنی اس تمام بحث سے یہ حاصل ہوا کہ قیام رمضان وتر کے ساتھ گیارہ رکعت سنت ہے جو علیہ السلام نے بھی کیا اور عذر سے چھوڑ دیا۔ اگر فرضیت کا خوف نہ ہوتا تو آپ اسپر مواظبت فرماتے۔

بس گیارہ رکعت سنت ہوئیں

اور بیس رکعت سنت خلفاء الراشدین جو کہتے ہیں لقولہ علیہ السلام میری سنت وسنت خلفاء راشدین کو لازم پکڑو۔ تو یہ انکی سنت کی طرف بلاہٹ ہے۔ اس امر مندوب کو سنت نہیں کردیتا کیونکہ سنت وہی ہے جس پر آپ صلعم نے مواظبت بنفسہ فرمائی ہو (ہاں عذر سے چھوڑی تو یہ دوسری بات ہے)[۱] اور اگر عذر نہ ہوتا تو یہی حاصل ہوتا ہے کہ آپ اسی مقدار پر مواظبت فرماتے جسقدر کہ آپ سے واقع ہوا (یعنے گیارہ رکعت) جو ہمنے ذکر کیا پس بیس رکعت مستحب ٹھہریں۔ اور اس بیس سے گیارہ رکعت سنت جیسے عشاء کی چار تو مستحب ہیں اور دو رکعت اس سے سنت ہیں ظاہر کلام مشائخ سنت ہے مگر دلیل اسی کی مقتضی ہے کہ مستحب کہا جائے۔ پس مستحب کہنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔ بس حضرت اب آپکو معلوم ہوئی اس بات کی حقیقت کہ بیس کے سنت ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اس سے آگے سنئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلعم فی التراویح عدداً معیناً بل لایزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ لکن کان یطیل الرکعات (کہ رسول اللہ صلعم نے تراویح کا کوئی عدد معین نہیں کیا ہاں رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں رکعتیں لمبی کرتے تھے) پھر لکھا فکان طائفۃ من السلف یقومون باربعین رکعۃ ویوترون بثلث واٰخرون بست وثلثین بثلث وہذا کلہ حسن اور سلف سے ایک طائفہ چالیس رکعتوں سے قیام کرتا اور تین وتر اور دوسرا طائفہ ۳۶ رکعت اور یہ سب اچھا ہے اس سے بھی اجماع بیس رکعت کی حقیقت معلوم ہوئی یہ بھی یاد رہے کہ اسنے گیارہ رکعت کے نبی اکرم صلعم سے ثابت ہونیکا اقرار کرلیا۔ زیادہ اپنی ضرورت وطاقت کے مطابق ہے جس سے منع ہم بھی نہیں کرتے ہاں

[۱] اب یہ تو قیامت تک ثابت نہ ہوگا کہ آپ صلعم نے یا حضرت صدیق اکبر نے بیس رکعت پڑھائیں ۱۲

اِس مقدار زدگی سے منع کرتے ہیں (۳) اور نفحات رشیدی میں ہے۔ فاختار بعضهم عشرين ركعة سوى الوتر واستحسن
بعضهم ستا وثلثين ركعة (بعض نے بیس رکعت بعض نے چھتیس رکعت کو اچھا جانا) بیس رکعت پر اجماع کی حقیقت
کھل گئی۔ اب سنیئے مصنف لکھتا ہے فان كان لابد من الاقتداء فالاقتداء برسول الله صلعم فى ذلك
(یعنی جب تعداد رکعت میں اختلاف ہے تو اقتداء کے وقت رسول اللہ صلعم سے اقتدار بہتر ہے) فان ثبت عنه صلى الله
عليهم انه ما زاد على احدى عشرة ركعة بالوتر شيئا لا فى رمضان ولا فى غيره الا انه كان يطولها
فهذا هو الذى اختار والجمع بين قيام رمضان والاقتداء برسول الله صلعم قال الله تع لقد كان
فيكم رسول الله اسوة حسنة (پس آپ صلعم سے ثابت ہے کہ رمضان یا غیر رمضان میں آپنے گیارہ رکعت سے نہیں
بڑھایا۔ ہاں رکعتیں لمبی کرتے یہی میرا مختار ہے کہ اسمیں قیام رمضان اور اقتدار رسول میں جمع ہے اور فرمایا۔ اللہ تع نے تمہارے
لیئے ہے رسول اللہ میں پیروی عمدہ۔ پھر دیکھو بحر الرائق میں لکھا ہے ذكر المحقق فى فتح القدير ما حاصله
ان الدليل يقتضى ان يكون السنة من العشرين ما فعله صلعم منها والباقى مستحبا وقد ثبت ان
ذلك كان احدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت بالصحيحين من حديث عائشة فاذا يكون المسنون
على اصول مشائخنا ثمانية منها والمستحب اثنا عشرة ركعة۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیس رکعت سے سنت اتنی
ہیں جو نبی اکرم صلعم نے خود پڑھیں۔ باقی مستحب اور گیارہ رکعت آپ صلعم سے صحیحین میں ثابت ہے پس سنت ۸ رکعت ہی
ہیں اور طحطاوی شرح در المختار میں یہی عبارت مذکورہ بالا بعینہ درج ہے۔ اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار نے لکھا ہے کہ
قیام رمضان کا مشروع ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ اور صلواۃ باجماعت و منفرد دونو طرح ثابت ہے۔ فقصر الصلواة
المسماة بالتراويح على عدد معين وتخصيصها بقرءة مخصوصة لم ترد به سنة کہ تراویح کے لئے رکعت کا مقرر کرنا
اور قرءۃ کا مخصوص کرنا اسپر سنت وارد نہیں ہوتی۔ گویا اجماع صحابہ بیس رکعت پر ثابت نہیں ہوا۔ ادھر امام سیوطی۔ رسالہ
تراویح میں لکھتے ہیں قال ابن الجوزى من اصحابنا عن مالك انه قال الذى جمع عليه الناس عمر بن الخطاب احب
الى وهو احدى عشرة ركعة وهى صلواة رسول الله صلعم قيل له احدى عشرة ركعة بالوتر قال نعم وثلث عشرة قريب
منه قال ولا ادرى من اين احدث هذا الركوع الكثير۔ کہ لوگوں کو عمر بن الخطاب نے جس عدد پر جمع کیا ہے وہ گیارہ رکعت
ہے اور یہی مجھے زیادہ محبوب ہے اور یہی رسول اللہ صلعم کی نماز تھی۔ پوچھا گیا ور سمیت گیارہ۔ کہا ہاں اور تیرہ رکعت قریب اس کے ہے
اور نہیں معلوم کہ یہ زیادہ رکعتیں کہاں سے ایجاد کر لی گئیں پس حضرت! اجماع کی حقیقت تو کھل گئی۔ اب آپکی ایک حدیث رہ گئی جسپر مجھے
نماز نظر ڈالنا ہے وہ کونسی ؟ یہ کہ: عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها

بالنواجذ (احمد۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ یعنی میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر رہو۔ اور اس پر متمسک رہو۔ اور اچھی طرح پکڑے رکھو ہمیں کہا جاتا ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضؓ وغیرہ نے ۲۰ رکعت کا حکم دیا۔ تو بیس کا سنت ہونا ثابت ہو گیا۔

(۱) ہم اس پر مفصل بحث کر آئے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضؓ سے بیس رکعت کا حکم ثابت نہیں ہے تو یا یزید بن رومان کی حدیث حجت نہیں ہے اسکے علاوہ دوسرے آثار خصوصاً جب ان کے خلاف مرفوع صحیح احادیث موجود ہیں۔ (۲) پھر خلفاء الراشدین کی سنت ہونے سے بیس رکعت کا سنت ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر لکھ دیا ہے۔ قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی ندب الی سنتہم ولا یستلزم کون ذالک سنۃ اذ السنۃ ما واظبہ بنفسہ یعنی سنت تو وہ ہے جس پر آپ نے خود مداومت کی ہو۔ اور یہ تو مسلمہ فریقین ہے۔ کہ آپ صلعم نے بیس رکعت پر مواظبت چھوڑ ایک دفعہ بھی ایسا نہیں فرمایا۔ (۳) پھر یہ خلفاء راشدین کی سنت بھی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ سنت کی تعریف فتح القدیر میں ہے السنۃ ما واظبہ بنفسہ (سنت وہ ہے جس پر نبی صلعم مواظبت (ہمیشگی) کریں۔ آپ صلعم) اور ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے السنۃ ما واظب علیہ النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (سنت وہ ہے جس پر نبی صلعم نے مواظبت کی اور کبھی شاذ و نادر ترک کیا۔) اسی بنا پر سنت خلفاء وہ ہوگی جسکو وہ بذاتہ بنفسہ اپنے فعل میں لائے۔ اب کوئی بیس رکعت پڑھنے والا ثابت کرے۔ کہ خلفاء راشدین میں سے کسی ایک نے بھی بیس رکعت قیام رمضان بجماعت یا منفرد ہی سہی پڑھی ہو۔ ہمیرے دوستو! ہم تو بخاری کے معتبر اثر میں پڑھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضؓ ایک قاری پر جمع کر کے آپ تشریف لے گئے۔ ایسا ہی دوسرے دن جس سے معلوم ہوا کہ ایسا حکم کسی خاص عذر و ضرورت کی بنا پر تھا۔ ایسا ہی حضرت عثمان و علی و دیگر خلفاء راشدین سے بیس ثابت نہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سنت بلحاظ تقریر و تجویز ہے یعنی انہوں نے ایسا کرنا جائز رکھا یا کرتے ہوئے دیکھکر خاموش رہے۔ اول تو اسکا ثبوت درکار ہے جو مخالفین ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے دوم یہ واضح رہے کہ خلفاء راشدین کو منصب تشریع (شریعت ایجاد کرنے کا) ہرگز نہیں۔ پس وہ اسی سنت پر کاربند ہو سکتے ہیں۔ اور اسی کی اجازت دے سکتے ہیں جو نبی اکرم سے ثابت ہوا۔ اور یہاں ان کا اجازت دینا اس امر کے سنت ہونے کا ثبوت بھی نہیں جائز ہے مستحب ہو یا مباح۔ خصوصاً خود ان کا شامل نہ ہونا اول شب اور باہیئت مخصوصہ پڑھنے کے عدم سنیت کا ثبوت ہے۔ اگر یہ امر مہتم بالشان ہوتا۔ یا ترک پر کچھ عذاب عتاب ہوتا تو خلفاء کبھی ایسا نہ کرتے اور پھر عدم سنیت دلالۃً ہی نہیں بلکہ حضرت عمر رضؓ نے تو صاف فرما دیا نعمت البدعۃ ھذہ اور یہاں اذان کی مثال بھی نہیں دے سکتے۔ کہ سنت ہے مگر نبی اکرم صلعم نے خود اذان نہیں کہی کیونکہ اذان ایسا امر سنت ہے جسمیں سب کا شمول ضروری نہیں۔ اور ہر فرد پر لازم نہیں۔ اسی لیئے اتخذ ما مؤذنا کا حکم ہے۔ کہ ایک مؤذن قرار دے لو۔ برخلاف اس کے قیام رمضان ایسی

سنت نہیں جس بزعم مخالفین کہ انکی جماعت میں سب کا شامل ہونا ضروری نہو اور بلا عذر اس کے شمول کے ترک سے ترک سنت لازم نہ آئے۔ اور یہ جو دوسری احادیث میں ہے۔ کہ صحابہ کا اقتدا کرو تو اس سے یہ مراد ہے۔ کہ جیسی انہوں نے نبی اکرم صلعم کی تابعداری کی ویسی تم بھی کرو۔ فرداً فرداً ہر ایک کا قول وفعل حجت نہیں جبتک کوئی ثبوت ساتھ کتاب و رسول سے نہ ہو۔ چنانچہ مسک الختام میں ہے نیست مراد بسنت خلفاء راشدین مگر طریقہ ایشاں کہ موافق طریقہ آنحضرت باشد۔ یا آنکہ صحابہ رضی اللہ عنہ خلاف کردہ اند شیخین را در مواضع و مسائل پس دلالت کرد۔ برایں کہ حمل نکردند ایشاں حدیث را بر حجت بودن قول وفعل او ؛

یہاں چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو کہ خلیفۂ واحد کا قول کسی صحابی نے حجت نہیں سمجھا چنانچہ دیکھیے حضرت عمر نے جنبی کو تیمم کی اجازت نہ دی۔ آپ نے مفقود الخبر کے چار سال گذرنے پر اس کی زوجہ کو نکاح ثانی کی اجازت دی حنفی اسپر عمل نہیں کرتے۔ آپ نے مہر کثیر سے منع کیا۔ مگر اسکو قبول نہیں کیا گیا۔ بوجہ آیت نص صریح و آتیتم احدٰھن قنطاراً پھر دیکھو قرآن مجید کے جمع کرنے پر جبکہ دو خلیفے متفق الرائے ہو گئے۔ کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر دیکھو ابن عمر تمتع کے قائل اور عمر منع فرماتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے والد کے برخلاف فتویٰ دیا۔ (۴) پھر دیکھو توضیح تلویح کہ اس میں ہے المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کانت الثانیۃ عین الاولیٰ۔ معرفت کا جب اعادہ کیا جائے۔ تو دوسرا عین پہلے کا ہوتا ہے۔ اب دیکھیے سنتی بھی معرفہ ہے۔ اور سنۃ الخلفاء بھی معرفہ معادہ ہے پس یہ عین پہلے کا ہوا۔ گویا سنتی اور سنۃ الخلفاء ایک ہی چیز ہے۔ اور ان میں ہرگز مغایرت نہیں یعنی اسی سنت خلفاء پر کاربند ہونا واجب ہے۔ جو نبی اکرم صلعم کی سنت ہو اور یہ مخالفین ہرگز نہیں ثابت کر سکتے۔ کہ آپ صلعم نے بیس ۲۰ رکعت کو باجماعت ایک دفعہ بھی ادا کیا۔ اس سنت کے ایک ہونے پر ایک اور قرینہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس حدیث کے اخیر میں جیسا کہ نقل کیا جا چکا ہے۔ وعضوا علیھا آیا ہے یعنی ضمیر مفرد راجع طرف دو سنتوں کے ہوئی۔ اگر سنت نبوی اور ہوتی۔ اور سنت خلفاء اور تو علیھما آتا (۵) پھر یہ سوچیے۔ کہ سنت مضاف ہے طرف الخلفاء جمع محلی بہ لام مفید معنے استغراق کی پس اس سنت پر کاربند ہونا ثابت ہوا جو تمام خلفاء کی سنت (اس بات سے بحث نہیں۔ کہ بطریق مجموع یا علی سبیل الانفراد کیونکہ حاصل ایک ہی ہے تمام خلفاء کی سنت اور ہر فرد خلفاء کی سنت کا) ہو۔ اگر فرداً فرداً ہر خلیفہ کی سنت مراد ہوتی تو سنن الخلفاء آتا۔ اور جمع کے مقابلہ میں جمیع فرداً فرداً کا مفید ہوتا ہے تو سنت واحد آیا ہے اس مسئلہ کو خوب سمجھیے کہ اسی سے مخالفین کی تمام باتوں کا رد ہو جاتا ہے ؛

قیام رمضان کی بسنت اسقدر بحث کافی ہے ہاں اتنا بتلانا باقی رہ گیا۔ کہ شاید ہم پر اعتراض ہو کہ جس حدیث

عائشہ میں گیارہ رکعت سے کم و بیش نہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے چار چار رکعت کر کے اس نماز کو گذارا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ چار چار نماز تہجد و قیام رمضان نہ پڑھے جائیں۔ بلکہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جسقدر طریقے صحیح روایات سے ثابت ہیں۔ سب پر عمل جائز ہے۔ چنانچہ دو دو کر کے پڑھنے کے بارے میں مشکوۃ میں آچکا ہے (صلوٰۃ اللیل فصل الاول) عن عائشۃ قالت کان النبی یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوٰۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ یسلم من کل رکعتین و یوتر بواحدۃ (نبی صلعم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت ۱۱ رکعت پڑھتے۔ دو دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ اور پھر ایک کے ساتھ وتر بنا لیتے (متفق علیہ) اور نیز باب الوتر فصل الاول ابن عمر کی حدیث میں قال رسول اللّٰہ صلعم صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی (رات کی نماز دو دو رکعت ہے) اور اول رات پڑھنے کے لئے ابی ذر کی حدیث گواہ ہے۔ مشکوۃ میں جو نقل ہو چکی ہے کہ آپ نے ثلث اللیل تک قیام کرایا۔ اور اسی سے جماعت بھی ثابت ہوئی۔ اور وتروں کا اول رات پڑھنے کا تو صحیحین میں ذکر آیا ہے۔ (جابر) من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ۔ (پہلی رات وتر پڑھے (عائشہ) من کل اللیل اوتر رسول اللّٰہ صلعم من اول اللیل و اوسطہ و آخرہ (متفق علیہ) رات کے ہر حصے میں نبی کریم نے وتر پڑھے ہیں۔ پہلے حصہ میں۔ وسطی میں۔ پچھلے میں۔ باقی رہی قرأت۔ سو اس کے لئے قرآن مجید کی آیت ملاحظہ ہو۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن (قرآن سے جسقدر تمہارے لئے پڑھنا آسان ہو پڑھو) اور پھر آدمیوں کے عذر بیان فرما کر (مرض۔ سفر۔ محنت مزدوری۔ جہاد) فاقرؤا ما تیسر منہ فرما دیا۔ اور اسی کی تعریف میں رسول اکرم نے فرمایا۔ عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص قال۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قام بعشر آیات لم یکتب من الغافلین۔ (جو دس آیات کے ساتھ قیام کرے غافلوں میں نہ لکھا جائیگا۔) ومن قام بمائۃ آیۃ کتب من القانتین۔ (اور جو سو آیت کے ساتھ قیام کرے وہ قانتین (طاعت پر دوام کرنیوالے) میں لکھا جاتا ہے) ومن قام بالف آیۃ کتب من المقنطرین (اور جو ہزار آیت کے ساتھ قیام کرے وہ بہت اجر لینے والوں سے بنیگا۔ (ابوداؤد) اور مشکوۃ کنا ننصرف فی رمضان من القیام فنستعجل الخدم بالطعام مخافۃ فوت السحر مخافۃ الفجر) ہم رمضان میں قیام سے واپس پھرتے تو خدمتگاروں کو طعام پکانے کے لئے جلدی کرتے۔ کہ کہیں سحر نہ فوت ہو جائے یعنی فجر نہ ہو جائے } یہ بھی ایک درجہ احسان ہے۔ رزقنا اللّٰہ ایانا۔ والسلام *

بہت افسوس ہوگا۔ اگر احباب نے اس مضمون کو بنظر غائر نہ پڑھا *

غیر مبائعین کے عقائد

شملہ میں ایک بحث ہو رہی ہے۔ اس میں غیر مبائعین کے قائمقام نے مفصلہ ذیل عقائد ظاہر کئے ہیں
۱۔ مومن کو کافر کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ ۲۔ مفتری علی اللہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں
۳۔ مرزا صاحب کو کافر کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ ۴۔ مرزا صاحب کو کوئی الہام ایسا نہیں ہوا۔ کہ قطعی حرام ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ نعوذ باللہ حضرت صاحب کو مفتری علی اللہ قرار دیا ہے) (نعوذ باللہ من ذلک) ۵۔ خدا اور رسول کے حکم کا منکر خارج از اسلام نہیں ہے۔ ۶۔ مسیح موعود بلا کیا ہے۔ شیخیں اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ ۷۔ ہزار لعنت اس شخص پر جو کہتا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہے۔ جب کہا گیا۔ خدا کہتا ہے کہ یا ایہا النبی۔ تو کہنے لگا۔ کہ مفتری ہے وہ جو یہ کہتا ہے۔

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

امراض مستورات کی دوا ٭ امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید ہا لینڈ ملک کی مشہور دوائیں دائی برغم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں۔ اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور پر ہوتی آتی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم کو طاقت دیتی ہے۔ اور صاف رکھتی ہے۔ اس لئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ بخش ہے۔ ماہواری ایام کی خرابی دور ہوتی ہے ٭ اس دوا کا چند دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے۔ اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک عہ۔ محصولڈاک وغیرہ ۶ ر۔ دو شیشی

تک ۸ ر

اس دوا پر اسسٹنٹ آف فیمیل ہوسپٹل رام پور کی رائے آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کیں۔ اُس سے مجھ کو فائدہ ہوا۔ براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمائیے ٭

آئی اوڈائڈز ڈ سالسہ

گرمی وگٹھیا کی وجہ سے جسم میں چٹی کا ہونا زخم ہونا۔ درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا ناطاقتی کیوجہ سے خون خراب ہو گیا ہو۔ ان کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات دیکر بنا ہے اسلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنیوالا ہے اور اس کے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے۔ کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں فہرست منگا کر ملاحظہ فرمائیے فی شیشی عگ

ڈاک محصول ۶ ر ۳

فصلی بخار وطحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے اور بچے سے ضعیف تک اس کے فائدہ سے آگاہ ہے۔ یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اس کے چار یا پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور خون کو گاڑھا بنا کر قوی کو مضبوط کرتی ہے قیمت فی شیشی کلاں ۱۴ ر شیشی خورد ۸ ر۔

محصول ۶ ر و ۵ ر

پتہ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۸ جلد ۱۰

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۵ء

رمضان شوال ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عا طلباء سے عہ غیر ممالک سے عا

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب مصری پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام صاحب پبلشر نے قادیان سے شائع کیا

خلاصۂ مطالب قرآن ۔ سیٹھ الہ دین بھائی سوداگر الہ دین بلڈنگ اکسفورڈ سٹریٹ سکندرآباد دکن نے ایک انگریزی رسالہ اپنے خرچ پر چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے جسمیں قرآن شریف کی آیات متعلقہ اخلاق و بعض اہم مسائل الٰہیات کا انگریزی ترجمہ دیا ہے یہ ایک کار خیر ہے جس کا اجر انشاء اللہ سیٹھ صاحب موصوف (جو حال ہی میں احمدی ہوئے ہیں) پائینگے۔ احباب جو انگریزوں یا انگریزی دانوں میں اسے تقسیم کرنا چاہیں وہ مندرجہ بالا پتے پر محصولڈاک ارفی رسالہ بھیجکر منگوالیں۔

انجمن یادگار احمدؑ کا دوسرا ٹریکٹ ۔ محبی الفاضل سید محمد اسحٰق صاحب نے گوجرانوالہ کے مباحثہ میں عیسائیوں سے کئی ایک مطالبات کئے تھے جن کی پختگی کا یہ ثبوت ہے کہ عیسائی مناظران کے جواب سے عہدہ برآنہ ہو سکا۔ یہ اکیس مطالبات ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں احباب منگوا کر مفت تقسیم کریں ایک کی قیمت ۰ سردس کی ۴ر پچیس کی ۸ر پچاس کی ۱۲ر سو کی سوا روپیہ ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

اظہار حقیقت ۔ جو جوش اور اخلاص محبی اخویم قاضی فضل کریم صاحب لنڈا بازار (لاہور) کو دیا گیا وہ قابل رشک ہے، غیر مبائعین کچھ عرصہ سے حضرت مولٰنا نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ کا ایک خط بنام خواجہ کمال الدین صاحب کی خفیہ خفیہ اشاعت کر رہے تھے جس میں ایک فقرہ سے یہ بتایا جاتا تھا کہ سیدنا محمود کو مولٰنا مرحوم نے نالائق اور بیجا جوشیلا قرار دیا ہے اسکے جواب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک مضمون روزانہ پیسہ اخبار میں چھپوایا۔ جس میں غیر مبائعین سے چار پانچ ایسے مطالبات کئے گئے ہیں۔ جن سے انکے اعتقادات پر روشنی پڑتی ہے اور ان پر حجت ملزمہ قائم ہوتی ہے پھر اس فقرہ کا صحیح مطلب بتایا ہے جس سے مندرجہ بالا مفہوم اخذ کیا جاتا تھا۔ اس مضمون کو قاضی صاحب موصوف نے علیحدہ چھپوایا ہے ہر ایک احمدی دوست محصولڈاک ۱ر یا ۲ر حسب ضرورت بھیجکر مندرجہ بالا پتہ سے مفت یہ ٹریکٹ منگوا سکتا ہے۔

البرہان ۔ ایک شیعہ رسالہ لاہور سے شائع ہوتا ہے تازہ نمبر میں سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا ہے اسکے بودے استدلات کو دیکھکر تعجب آتا ہے کہ اس مضمون پر کیوں ایک فاضل شیعہ کو اتنا فخر ہے تاہم میں امید کرتا ہوں کہ منشی خادم حسین صاحب نے اگر مناسب سمجھا تو اسکی طرف جلد تر توجہ فرمائینگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۵ء

الدُعاء

رمضان شریف ایک مبارک مہینہ ہے جسمیں دعاؤں کی قبولیت کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے دُعا کا مضمون نہایت ذوق وشوق سے مطالعہ کیا جائیگا۔ جسے میرے مخلص صمیم و محبّ قدیم مولوی غلام رسولؐ صاحب فاضل راجیکی نے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ خوب لکھا ہے منکرانِ دُعا کے لئے علاوہ ان ثبوتوں کے جو اس دُعا میں مندرج ہیں۔ خود یہ مضمون بھی دُعا کی قبولیت اور اس کے مفید و ذریعۂ فلاح ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ کیونکہ فاضل مضمون نگار اس مضمون کے لکھنے میں محض اپنی دعاؤں کی طفیل خدا کی طرف سے خاص طور پر مؤید و منصور کیا گیا ہے۔

میں احباب جماعت احمدیہ کو تاکید کرتا ہوں۔ کہ وہ اسے غور سے پڑھیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ اس کی اشاعت کریں ؛

دُعا لغو اور فضول امر نہیں ہے

مسئلہ دعا گو تمام قوموں کا مسلّمہ متفقہ اور مشترکہ مسئلہ ہے لیکن افسوس کہ آج اس زمانہ میں جسطرح اور ارکانِ اسلام اور احکام ملت کی بجاآوری سے لاپرواہی کی گئی ہے۔ اسی طرح دعا جیسی ضروری چیز کو بھی عام طور پر غیر مفید سمجھنے سے متروک کردیا گیا۔ اور لغو اور فضول سمجھ کر پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور اگر کچھ اس کا رواج ہے بھی تو محض رسمی طور پر۔ اور وہ لوگ کہ جو دعا کو حقیقت میں دعا سمجھ کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ وہ کبریت احمر کی طرح بہت ہی کم ہیں۔ اور تعجب ہے کہ جب لوگوں کو دعا کی طرف عام طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ جب قدرت نے انسان کو اس کے فطری تقاضا کے مطابق تمام ضرورتوں کو انجام دینے سے بخوبی پورا کر سکتا ہے۔ تو پھر دعا ایک لغو اور فضول امر ہے جس کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔

کہ جس کے لئے ہر طرح کے قویٰ اور اعضاء اور روحانی و جسمانی قوتیں اور طاقتیں عطا کردی ہیں جن سے وہ اپنی ضرورتوں م

یہ ایک سوال ہے۔ جو محض جہالت اور تجربؔ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جسطرح فطرت میں خالق فطرت کی طرف سے اور انواع اقسام کے تقاضے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس میں دعا کا تقاضا بھی پایا جاتا ہے۔ اور جسطرح انسان اپنے ہر ایک سکھ کے حاصل کرنے کے لئے اور ہر ایک دکھ سے بچنے کے لئے دوسرے مادی اسباب کا محتاج ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دعا کا محتاج ہے۔

صرف عقلی تدبیر کامیابی کے لئے کافی نہیں

کیا انسان کی اندھی عقل جو آسمانی روشنی کی مدد کے سوا قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے والی ہے۔ اس قابل ہے کہ دکھ اور سکھ کے موقع پر کامیابی کے اسباب کو صحیح طور پر سمجھنے اور دریافت کرنے کا دعوے کر سکے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ عقل جو روز روشن میں چلتے چلتے آگے جب راستہ کی دو تین شاخیں ہوجائیں۔ ان میں سے سیدھی شاخ کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ وہ سکھ اور دکھ کے موقع پر کامیابی کے مفید مطلب اسباب کے سمجھنے کا کیسے دعویٰ کرسکتی ہے۔ جو اپنے گوناگوں خواص اور تاثیرات کی مخفی اور پوشیدہ حالتوں کے ساتھ پردۂ غیب میں ہیں۔ ہاں عقل کو اپنی تدبیروں اور تجویزوں میں اگر کوئی مرتبہ حاصل ہے۔ تو صرف رمی السہم فی الظلمات کا نہ کچھ اور۔ اور جس طرح اندھیرے میں تیر چلانے کے متعلق دعوے نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ضرور ہی یہ تیر نشانہ پر لگیگا۔ اسی طرح عقل کی کسی تدبیر اور تجویز کے متعلق بھی حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ کہ فلاں امر کا نتیجہ عقل کی اس تدبیر اور تجویز

کے مطابق ہی ظہور پذیر ہوگا۔ پھر جب عقل اپنی تجویز اور تدبیر کے صائب اور خاطی ہونے کے متعلق بھی پورا پورا فیصلہ نہیں دے سکتی۔ جو خود اس کے اندر کا متاع اور سرمایہ ہے۔ تو خارجی اشیاء کے اندرونی حالات کے متعلق وہ کیا فیصلہ دے سکتی ہے۔ اور جب عقل کے صائب رائے ہونے کا خاص موقع جو اُسے کسی امر کی تجویز اور تدبیر کرنے میں کسی وقت میسر آجاتا ہے۔ اس کا باعث بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی اس صحیح تدبیر کے علم کو اس منبع علوم ہستی کی علمی تجلی کا اثر تسلیم کیا جائے جس کی علمی تجلیات کے فیض کے سوا عقل کا سلیم الفہم ہونا غیر ممکن ہے۔ تو اب ایسی صورت میں عقل کو کیا اس امر سے انکار ہوگا۔ کہ وہ اپنے نقائص کو دور کرنے اور کسی امر کے تدبیر اور تجویز کرنے میں سلیم الفہم ہونے کے لئے اس برتر ہستی کے حضور دعا کرے۔ کہ جس کے رحمانی فیض سے کبھی کبھی بلا دعا کے بھی اتفاقی طور پر اپنی رائے میں صواب کو محسوس کر لیتی ہے۔ اور پھر جب عقل کا خطا کرنا انسان کے عاجز ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اور صواب رائے کسی دوسری ہستی کے فیض کا پتہ دیتا ہے۔ تو اب انسان باوجود اس عجز اور احتیاج کے کیا اسطرح کی شرارت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ کہ صواب رائے کی وجہ سے جو خدا تعالےٰ کا فیض ہے تکبّر کرے اور اپنے تئیں بڑا سمجھے۔ اور خطا کی وجہ سے جو اس کے عجز سے ہے۔ اس کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرنے کو غیر ضروری سمجھے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ کا اپنی مقدس کتاب یعنی قرآن کریم میں انواع اقسام کی دعاؤں کا ذکر کرنا خود اسی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ خالق فطرت نے انسان کیلئے دعا کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور اگر انسان دعا کا محتاج نہ تھا۔ اور نہ ہی دعا کی اسے ضرورت تھی۔ تو پھر اسقدر دعاؤں کا ذکر کرنا کس غرض اور مطلب کے لئے تھا۔ بلکہ قرآن کو شروع کیا۔ تو بھی دعا سے اور ختم کیا تو بھی دعا پر۔ اور اس کے مختلف مقامات کو دیکھو۔ تو بھی دعا ہی دعا نظر آتی ہے۔ اب باوجود اس کے پھر کہا جاتا ہے۔ کہ دعا کی کیا ضرورت ہے؟ پھر پانچ وقتوں کی نماز جو در اصل دعا ہی ہے اس کا فرض قرار دینا دعا کی ضرورت کو خود ظاہر کرتا ہے۔ کہ انسان دعا کا سخت محتاج ہے۔ بلکہ اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ اپنی جسمانی غذا سے بھی بڑھ کر محتاج ہے۔ کیونکہ جسمانی غذا کے لئے تو دو تین وقت ہیں۔ لیکن دعا کے لئے جو روحانی غذا ہے۔ کم از کم پانچ وقت مقرر کئے گئے۔ پھر دعا کے متعلق فرمایا۔ قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاءکم۔ یعنی تمہاری دعا کی وجہ سے تمہاری ہمیں پرواہ ہے۔ اگر دعا نہ ہوتی۔ تو ہم کبھی بھی تمہاری پرواہ نہ کرتے۔ پس دعا وہ چیز ہے۔ کہ جس سے

انسان لاپرواہی کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔

محض اسباب پر بھروسہ تکبر اور جہالت کی وجہ سے ہے

خدا اپنا رحم کرے۔ زمانہ میں اس عالمگیر وبا کا اصل باعث صرف تکبر اور جہالت اور خود روی ہے۔ اور بس۔ کس قدر افسوس ہے۔ کہ خالق پرستی کی جگہ مخلوق پرستی کو دیگئی۔ اور اسباب کو خالق الاسباب پر مقدم کیا گیا۔ اور ایک زندہ کو ایک مردہ کے لئے چھوڑا گیا۔ اور ترک کردیا گیا۔

اسباب کیا ہیں؟ ایک مردہ چیز ہے۔ جو خالق الاسباب اور مسبب الاسباب ہستی کے دست تصرف میں ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے ارادہ کے مطابق اس کی قدرت کے ماتحت اپنی تاثیرات اور خواص کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اب کیا وہ عقلمند ہوگا۔ جو پانی پلانے والے سے تو اعراض کرتا ہے اور روگردان ہے لیکن پانی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اے پانی! تو خود بخود میرے منہ تک پہنچ۔ اور میری پیاس بجھا۔ حالانکہ وہ دوسرے کے تصرف میں ہے۔ اور کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ایک زندہ سے مانگنے سے تو شرم کی جاتی ہے۔ لیکن ایک مردہ کی بوسیدہ ہڈیوں کے آگے مشکل کشائی کے لئے ہاتھ باندھ باندھ کر چلایا جاتا ہے۔ کہ او مردے میری دستگیری کر۔ شرم اور لاپرواہی کے تو یہ معنے ہونے چاہئے تھے۔ کہ جس خدا کے حضور ہمیں دعا کیلئے کہا جاتا ہے۔ وہ چونکہ نعوذباللہ عاجز اور ذلیل ہے اس سے دعا کرنا ہماری ذلت کا باعث ہے۔ اس لئے ہم خدا کو چھوڑ کر کسی بہتر اور برتر ہستی کے حضور گریں گے۔ جہاں گرنے سے ہماری ذلت نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ خدا کو چھوڑ کر جس چیز کے آگے گرنے کو پسند کیا جاتا ہے۔ وہ ناچیز مخلوق اور ناچیز اسباب ہیں جو اس ہستی کے تصرف تام اور اس کی قدرت کاملہ کے مقابل میں سخت حقیر اور ذلیل چیز ہیں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

دعا نہ کرنے سے نقصان کیا ہے

پھر کہا جاتا ہے۔ اور فخر سے کہا جاتا ہے۔ کہ دعا نہ کرنے سے نقصان کیا ہے۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جسقدر اسباب کی ناموافقت سے ناکامیوں اور مصیبتوں کی صورت میں نقصان ہوگا۔ یہ سب دعا کے نہ کرنے سے ہی ہوگا۔ کیونکہ خالق الاسباب نے

اپنے کلام یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کی دعا میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اسباب عالم کہ جن کا وجود انسان کے لئے علاوہ انعام کے غضب یعنی عذاب اور ضلالت یعنی ناکامی کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنے والے انسان کے لئے صرف انعام ہی انعام ہو جاتا ہے۔ اور اس کے غضب اور ضلالت کے پہلو سے جو نقصان کا پہلو ہے۔ دعا کرنے والے کو بالکل محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور جو دعا نہیں کرتا۔ اس کے لئے خطرہ ہے۔ کہ وہ علاوہ غضب اور ضلالت کے دو نقصان دہ پہلوؤں کے انعام کے تیسرے پہلو سے بھی محروم نہ رہ جائے۔ پس دعا نہ کرنے کا نقصان اس سے ظاہر ہے کہ کیا ہے اور کسقدر ہے۔

دعا کرنا موجب آرام اور دعا نہ کرنا باعث حرمان

ہاں یہ سوال کہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کہ جو دعا سے واقف بھی نہیں۔ اور نہ ہی وہ دعا کرتے ہیں۔ لیکن زندگی کو بہت ہی عمدہ آسودگی اور خوشحالی سے گزار رہے ہیں۔ لیکن برعکس اس کے بہت سے دعا کرنے والے ہیں۔ جو دکھ اور تکلیف میں زندگی کو بسر کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو دعا موجب آرام ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی دعا کا نہ کرنا باعث حرمان نعمت۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جس چیز کا نام سکھ اور آرام ہے۔ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہے۔ نہ ظاہری اسباب کے ساتھ۔ کیونکہ بعض ایسے انسان ہیں۔ جو باوجود مالدار اور صاحب اولاد ہونے کے ہر وقت دکھی رہتے اور بعض باوجود مفلسی کے اپنے اندر ہر وقت ایک سرور پاتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ مال اور اولاد اور ظاہر اسباب آرائش کا ہونا دنیادار کے لئے حقیقی راحت کا موجب نہیں۔ بجز اس کے کہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس کا فرمانبردار بندہ بنے۔ ورنہ دنیا کے اسباب کی لذت کسی سچی راحت کا باعث نہیں ہو سکتی۔ یہ سوال اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہستی باری کا مسئلہ غلط ہو۔ اور پھر خدا تعالےٰ کا وجود اور عدم مساوی ہو۔ اور اس کی رضا اور ناراضگی اور اس کی رحمت اور غضب ہیچ اور محض لاشے ہو۔ اور پھر دنیا ہی دنیا ہو آخرت کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو ایک کروڑپتی انسان جو اپنی زندگی کو خوراک

اور پوشاک کے لحاظ سے اور ایسا ہی مال اور اولاد کے لحاظ سے بہت ہی بڑی آسودگی اور خوشحالی کے ساتھ گذارتا ہوا نظر آرہا ہے۔ لیکن ادہر گورنمنٹ کی بغاوت اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایسا انسان اس شخص کے مقابل جو گورنمنٹ کا فرمانبردار اور اس کا وفادار مملوک ہے۔ گو دنیوی حیثیت سے مفلوک الحال ہی ہو گورنمنٹ کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے۔ پس دعا بھی جب خدا تعالےٰ کی اطاعت ہی کے نیچے ہے جیسا کہ نماز سے ظاہر ہے۔ اور جس کی پابندی پانچوں وقت ضروری قرار دی گئی ہے۔ اور جس کے قیام کے لئے حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے تاکید حکم کے الفاظ سے خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا فرض قرار دیا گیا تو اب اس تعمیل ارشاد سے انکار کرنا اور باوجود بلائے جانے کے دربار میں نہ آنا سرکشی اور نافرمانی ہی ہے جس کا نتیجہ سکھ اور آرام نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ خدا تعالےٰ کے نافرمانی کرنے والے لوگوں کو دنیوی آسائش میں آسودہ حال پا کر تعجب کرتے اور ان کی اس حالت کی تمنا کرتے ہیں۔ انہیں قارون کے اس عبرت بخش واقعہ کی طرف غور کرنا چاہیے۔ جو ذیل کے فقرات میں اللہ تعالےٰ نے سورہ قصص میں بیان فرمایا۔

فخرج علےٰ قومه فی زینتهٖ قال الذین یریدون الحیوٰة الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظٍ عظیم۔ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللّٰه خیر لمن آمن وعمل صالحًا ولا یلقّٰها الا الصابرون فخسفنا به وبداره الارض فما کان له من فئةٍ ینصرونه من دون اللّٰه وما کان من المنتصرین واصبح الذین تمنوا مکانه بالامس ویکأن اللّٰه یبسط الرزق لمن یشاء من عباده ویقدر لولا ان منّ اللّٰه علینا لخسف بنا ویکأنه لا یفلح الکافرون۔ کیا مطلب یعنی قارون اپنی قوم پر زینت کے لباس میں شان وشوکت کے ساتھ نکلا۔ تو دنیا طلبوں نے دیکھ کر کہا۔ کہ کاش! جو کچھ قارون کو دیا گیا۔ ہمیں بھی ملتا۔ بیشک قارون بہت ہی بڑے نصیب والا ہے۔ ان کے اس قول کو سنکر اہل علم لوگوں نے کہا۔ تم پر افسوس۔ مومن صالح کے لئے تو اس سے بھی بڑھ کر اجر اور ثواب ہے۔ مگر یہ بات مستقیم الاصول لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد معًا ہم نے قارون کو اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا اور غرق کر دیا

اور خدا کی اس گرفت سے اسے کوئی نہ بچا سکا۔ پھر جب صبح کے وقت قارون کے اس غرق ہونے کے واقعہ کا ان لوگوں کو علم ہوا۔ کہ جو کل کے روز قارون کی شان وشوکت کی تمنا کرتے تھے۔ تو کہنے لگے۔ کہ تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے جس کیلئے چاہتا ہے۔ رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یہ خدا کا ہی احسان ہے۔ اگر اس کا احسان نہ ہوتا۔ تو قارون کیطرح ہم بھی زمین میں غرق کر دیئے جاتے۔ تعجب ہے کہ کافر لوگ باوجود اتنی بڑی شان و شوکت کے خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اور نہ ہی انہیں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اس جگہ رزق کی تنگی فراخی کو بطور ابتلاء کے ذکر کیا ہے۔ یعنی کفار کی آسودہ حالی اور رزق کی فراخی ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں۔ کہ جس کو اصطفا کا باعث سمجھا جائے۔ بلکہ یہ ابتلاء کی صورت ہے۔ کہ آیا اس سے خدا کے شکر گذار اور مومن بندے بنتے ہیں یا ناشکر گذار اور کافر۔ پس شکر اور صبر کا امتحان اور ابتلاء نہ کسی کے فخر کا باعث ہو سکتا ہے نہ کسی کی ہتک کا۔ دنیوی نعمتیں دنیادار کے لئے زبان کان اور آنکھ کی آنی لذت اور ذوق کیطرح پائدار اور دیرپا نہیں ہوتیں۔ لیکن ایمان اور اعمال صالح کی نعمت اپنے اندر ابدی لذت کا انعام رکھتی ہے جس سے مومن انسان ہر وقت خوش رہتا ہے۔ اور اس کو خوشحالی اور لذت کے اس مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ جہاں کسی قسم کی بیماری اور علالت اور کسی قسم کا افلاس اور رفلاکت اور کسی قسم کا قتل اور ہلاکت دکھ اور تکلیف کی وجہ سے اس کے عیش کو منغص نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کی اس لذت کو کسی طرح سے دور ہی کر سکتا ہے۔ بلکہ سچا مومن کبھی ایمانی لذت سے موت کو اپنی زندگی پر اور ایک دکھ کو سکھ پر محض خدا کی رضا اور اس کی محبت کی وجہ سے اختیار کرتا ہے۔ جو دنیادار سے نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا ایمان اور اعمال صالحہ کہ جکا نتیجہ اسطرح کی ابدی لذت کی روح اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ بجز دعا کے میسر نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دعا کے متعلق آنحضرت الدعاء مخ العبادۃ فرماکر اسے عبادت کا مغز قرار دیتے ہیں۔ پس دعا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جس کے سوا انسان کا حقیقی ایمان اور حقیقی اعمال صالحہ کو حاصل کرنا مشکل اور خدا تک پہنچنا محال اور ابدی راحت اور سچی خوشحالی کو پانا ناممکن ہے پس دعا ضروری اور نہایت ہی ضروری چیز ہے۔

ادعونی استجب لکم کے کیا معنی؟

اور یہ سوال کہ دعا عام طور پر کی جاتی ہے لیکن قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ یعنی تم دعا کرو۔ میں قبول کروں گا۔ تو اب باوجود اس وعدہ کے دعا کا پھر بھی قبول نہ ہونا دو باتوں سے ضرور ایک بات کو ظاہر کرتا ہے۔ یا یہ کہ نعوذ باللہ من ذالک خدا تعالیٰ قبول دعا کے وعدہ میں تخلف کرنے والا ہے۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ کی اس امر سے قبولیت دعا مراد نہیں۔ بلکہ قبولیت عبادت مراد ہے۔ اور ادعونی کے لفظ میں دعا بمعنی عبادت ہے نہ سوال دعا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ امر اول یعنی تخلف وعدہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ پس لامحالہ امر دوم یعنی دعا بمعنی عبادت ہی مراد ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ وہی سوال ہے جو سید احمد خان نے اپنے رسالہ الاستجابت والدعا میں اٹھایا۔ اور دعا کی حقیقت صرف اسی قدر ظاہر کی۔ جو اس سوال میں پائی جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رسالہ برکات الدعا میں بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ مفصل تحریر فرمایا ہے جس کو ناظرین سے اکثر نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ لیکن تاہم اس جگہ بھی اس کے جواب کے متعلق کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سو واضح ہو کہ دعا اپنے صحیح معنوں میں اپنے آداب کے ساتھ کبھی بھی رد نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی خیر الراحمین اور خیر المحسنین ذات جو بلا مانگے اور بلا دعا کرنے کے انواع اقسام کے احسانات سے خود بخود متمتع فرمانے والی ہے اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ دعا کرنیوالوں اور مانگنے والوں کو محروم کر دیگی۔ پس دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ ہاں دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جسطرح اپنے مقاصد کے حصول کے دوسرے ذرائع اور دوسرے اسباب کے بہم پہنچانے اور ترتیب دینے میں پوری پوری سعی اور کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح دعا کے ذریعہ سے جب مقاصد کو حاصل کرنا چاہے۔ تو دعا کے آداب کی بھی رعایت رکھے۔ اور جو جو شرائط دعا کے لئے ضروری قرار دیئے گئے ان کے بہم پہنچانے میں پوری پوری کوشش کرے۔ اور اگر دعا میں پوری کوشش اور پورے اداب سے کام نہ لیا جائے۔ اور بے توجہی اور بے التفاتی کے ساتھ یوں ہی فیض خاطر سے بوجھ سمجھ کر سر سے اتارا جائے۔ اور دعا کیلئے صرف اتنا ہی ظاہر کیا جائے۔ کہ یا ہاتھوں کو اٹھا دیا۔

یا منہ سے چند فقرات دعائیہ طوطے کی طرح بے سمجھے رٹ دئے۔ اور یہ شکایت کردی۔ کہ دعا تو کی جاتی ہے لیکن قبول نہیں ہوتی۔ تو دوسرے لفظوں میں گویا اس بات کا اظہار کیا۔ کہ خدا نے جیسا کہ ادعونی استجب لکم کا ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا نہیں کیا۔ بلکہ اس میں تخلف وعدہ کو کام میں لایا گیا۔

دیکھو نفس امارہ کی شرارتوں اور خباثتوں سے یہ بھی ایک کتنی بڑی شرارت اور خباثت ہے۔ کہ اپنے نفس کو حضرت رب العزت کا نقص قرار دیا اور اپنی شرارت کو حضرت سبوح اور قدوس کی تقدس مآب ذات کیطرف منسوب کردیا۔ وسبحان اللہ عما یشرکون ولکم الویل مما تصفون۔

دیکھو اس بات کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہر ایک سعی اور کوشش کا ثمرہ اسی قدر ہوگا۔ جسقدر کہ کسی نے ثمرات مقاصد کے لئے اسباب کو ترتیب دینے اور بہم پہنچانے سے اپنی سعی اور کوشش کو جاذب الفیوض اور مثمر بنایا ہو۔ اب اگر ایک شخص پیاس بجھانے کے لئے سعی تو اسباب کی صورت میں اسقدر کام میں لائے جو ایک قطرہ کی جاذب ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر اس امر کی شکایت کرے کہ کیوں قطرہ کی جگہ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا مجھے اس سعی کے مقابل نہیں دیا گیا جس سے میں سیر ہو سکتا۔ اور میری پیاس بجھ سکتی۔ جائز نہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پانی جو پندرہ ہاتھ کنواں کھودنے سے اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے۔ کوئی انسان اس کے حاصل کرنے کے لئے صرف ایک دو ہاتھ زمین کو کھود کر لوگوں سے شکایت کرنے لگے۔ کہ دیکھو میں نے ایک دو ہاتھ تک مٹی کھودنے کی محنت بھی کی۔ لیکن افسوس کہ پانی نہیں نکلا۔ کیا ایسے انسان کو ہر ایک عقلمند نادان نہیں سمجھیگا۔ اور کیا دوسرے جو پندرہ بیس ہاتھ زمین کھودنے سے کامیاب ہوئے اسے ملزم نہیں کریں گے۔ کہ تو نے پوری محنت نہیں کی۔ اور تو نے کنوئیں کے شرائط کو آداب کے ساتھ ترتیب نہیں دیا۔

پس اسی طرح دعا کے لئے ضروری ہے کہ دعا کرے تو پوری توجہ اور پورے اخلاص اور پورے آداب کے ساتھ کرے۔ پھر دیکھے کہ آیا قبول ہو کر بار آور ہوتی ہے یا نہیں۔

اور یہ پست ہمتی بلکہ بے ایمانی ہے کہ جو امر لاکھوں نبیوں اور رسولوں اور کروڑہا اولیاء اور اصفیا کی متفقہ اور مسلمہ شہادت اور رؤیت سے بپایۂ ثبوت پہنچ چکا ہو۔ اور جس کے ثبوت کے لئے ہر زمانہ میں اہل اللہ کی تازہ شہادتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق یہ فتوے دیا جائے۔ کہ

مسئلہ قبولیت دعا بالکل خلاف واقع اور غلط محض ہے۔ پھر قرآنی احکام میں بھی تحریف کردی کہ ادعونی استجب لکم کے حکم میں دعا بمعنی عبادت ہے نہ خدا سے مانگنا۔

او پست ہمتو! اور دعا کے منکرو! تم نے کب دعا کی جو قبول نہ کی گئی۔ اور تم نے کب کھٹکھٹایا۔ جو تمہارے لئے کھولا گیا۔ اور تم نے کب مانگا۔ جو تمہیں دیا نہ گیا۔ کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ تم نے جسقدر منت اور الحاح سے دنیوی حکام کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور روئے اور چلائے کبھی اسی قدر اخلاص کے ساتھ خدا کے حضور بھی دعا کی۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کاش تم اپنے دنیوی اسباب کے بہم پہنچانے کے لئے جسقدر محنت اور سعی کرنے والے ہو۔ اس سے نصف محنت ہی خدا کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے کرتے۔ پھر دیکھتے کہ تمہارے ساتھ تمہارا مولیٰ کیا سلوک کرتا ہے۔

ہر ایک دعا قبول ہونا ضروری نہیں

اور یہ سوال کہ ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ نبیوں کی بھی بعض دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ ایسی دعا جو اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے خلاف اور امور استثنائیہ میں داخل ہے۔ ایسی دعا اگر قبول نہ ہو۔ تو جدا بات ہے۔ اور ایسی ہی وہ دعا ہے۔ کہ جس سے جہالت اور جسارت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا امتحان کرنا مقصود ہے۔ اس کا قبول کرنا خدا کی مرضی پر ہے۔ نہ ضروری۔

اور نوح علیہ السلام کی دعا کو بیٹے کے حق میں قبول نہ کرنا بیٹے کے شرک کرنے کی وجہ سے تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم کی دعا مغفرت آزر کے حق میں جو ان کا باپ تھا۔ بوجہ اس کے شرک کے قبول نہ کی گئی۔ اور جیسا آزر نے شرک کی وجہ سے اپنی نجات پتھر کے بتوں میں دیکھی۔ جو محض ضلالت اور سفاہت تھا۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کے قول لاعاصم الیوم الا من رحم ربی کے مقابل اس کے بیٹے نے ساٰوی الی الجبل کہکر جبل کو جو بت کے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہی تھا۔ اپنی نجات کا باعث سمجھا۔ جو محض شرک تھا۔ پس حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی دعا کا ایک مشرک کے حق میں قبول نہ ہونا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کے اصل کے نیچے تھا۔

پس اس طرح کی دعا خلاف وعدہ ہونے کے مستثنیات سے ہوتی ہے جس کی قبولیت کے لئے حکمت خداوندی اور غیرت الٰہیہ مانع ہے۔

اور اگر اتفاقی طور سے کوئی دعا بوجہ نہاں در نہاں نقائص اور مخفی در مخفی مخالف اسباب کے

نہ بھی قبول ہو۔ تو یہ امر شاذ و نادر اور ندرت کے لحاظ سے دعا کی عام قبولیت کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کے بازار کی رونق کو کم کر سکتا ہے۔ کیونکہ شاذ و نادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ جو قانون قدرت کی تمام شاخوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً دعا کے مقابل دوا اور علاج کے سلسلہ کو ہی دیکھو کہ دوا اور علاج سے سب کے سب بیمار شفایاب ہی ہوتے ہیں۔ یا اکثر کو ان سے ناکامی کے ساتھ قبر میں بھی جانا پڑتا ہے۔ پھر اسکولوں اور کالجوں کے امتحانوں کی طرف دیکھو۔ پھر ریل اور تار کے محکمہ کی طرف دیکھو۔ پھر زراعت اور باغوں کی طرف دیکھو۔ پھر ہر قسم کے مادہ کے حمل اور تولید کی طرف دیکھو۔ ان سب کے سب سلسلوں میں کم از کم دس فیصدی ضرور ہی ناکامی بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ناکامی ہر ایک سلسلہ کے کاروبار اور اس کے معاملات کے لئے مانع نہیں۔ اور نہ ہی اس کی نفی کی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس اسی طرح دعا میں اگر بعض مخفی وجوہ اور مخالف اسباب کے نیچے قبولیت نہ بھی ہو۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ ایک دو دعا کا نہ قبول ہونا ہر ایک دعا کی نفی قبولیت کی دلیل اور ثبوت ہے۔

بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے میں حکمت ہوتی ہے

پھر دعا کا باوجود اخلاص اور آداب ضروریہ کے پائے جانے کے پھر بھی قبول نہ ہونا شریعت میں ایک باطل امر نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس کو ایک معنی خیز حیثیت کا مرتبہ دیا گیا ہے۔

اور وہ اس طرح کہ کبھی دعا کرنے والا اپنی دعا سے اپنا کوئی خاص مقصد چاہتا ہے۔ لیکن اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہوتی ہے۔ تب اس کی اس دعا کے مقصد کو اس طرح سے بدل دیا جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ اسے وہ مقصد دیا جائے۔ اس کو اس نازل ہونے والی آفت سے بچایا جاتا ہے جس کے نازل ہونے کے بعد ممکن ہے کہ وہ تمنا کرتا کہ کاش! میرے مقصد کی جگہ مجھے آفت سے محفوظ رکھا جاتا۔

پس ان معنوں میں دعا کبھی گناہوں کے بد نتائج سے بچانے والی ہو کر باعث مغفرت ہو جاتی ہے۔

اور کبھی انسان کی حقیقی ضرورتوں کے لحاظ سے حکمت خداوندی داعی کے مقصد کو مبدل کر دیتی ہے جس طرح ایک گرم مزاج بچہ جو شہد مانگتا ہے۔ اسے بجائے شہد کے مصری یا کوئی اور چیز دی جائے۔ یا مثلاً جیسے کہ ایک انسان چار یا پانچ روپیہ کے حصول کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور ادھر اس کے

کپڑے سب پھٹے پڑے ہیں جن کی وجہ سے وہ اسبات کا بھی سخت محتاج ہے۔ کہ اس کو کپڑے دیئے جائیں اس صورت میں حکمت خداوندی سے کبھی بجائے اس کے کہ اُسے روپیہ دیا جائے۔ کپڑے ہی دیئے جاتے ہیں۔ اب اس صورت میں گو دعا اپنے ظاہری اور معین مقصد کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی لیکن حقیقت میں ضرورت کے لحاظ سے وہ دعا ضرور قبول ہو گئی۔ پس اس صورت میں بھی کوئی سمجھدار آدمی اس امر کی شکایت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ کہ میرے مولیٰ نے دعا کو قبول نہیں فرمایا۔

پھر حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ بعض دعا کرنے والوں کی دعائیں آخرت میں حسنات اور اعمال صالح کا کام دیں گی۔ جن سے حساب کے ترازو کے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائیگا۔ سو دعا غیر مفید چیز نہیں ہو سکتی۔ اور ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں ضروری ہے کہ دعا کی حقیقت کو سمجھ کر پورے اخلاص اور پورے آداب کے ساتھ عمل میں لایا جائے۔

جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہنا ہے تو دعا کا کیا فائدہ

اور یہ سوال کہ جب جف القلم بما ھو کائن کے نیچے جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہنا ہے۔ تو پھر دعا کا کیا فائدہ؟ سو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ اگر جف القلم بما ھو کائن کا یہی مطلب ہے کہ جو معترض کی سمجھ میں آیا۔ تو چاہئے۔ کہ وہ پھر ہر قسم کے اسباب کو استعمال کرنا چھوڑ دے۔ لیکن اگر بیماری کے وقت وہ باوجود جف القلم بما ھو کائن کے مسئلہ کو تسلیم کرنے کے علاج اور دوا سے باز نہیں رہتا۔ اور حتی الوسع اپنی تمام ضرورتوں کیلئے اسباب کو مہیا کرنے سے نہیں چُوکتا۔ تو دعا کے لئے کیوں یہ بیہودہ عذر اٹھایا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ خدا پر پورا پورا ایمان نہیں اور نہ ہی اس کی معرفت ہے۔ ورنہ ایسے کلمات جو دہریت کی رگ کا نتیجہ ہیں۔ وہ ایک مومن انسان کے منہ سے کیسے نکل سکتے ہیں۔

... سند چاہئے۔ کہ جیسے جف القلم بما ھو کائن کے مسئلہ نے اسباب کے مؤثر ہونے کے قانون کو باطل نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اسباب کا مؤثر ہونا خود جف القلم کے نیچے ہی قرار پایا جن سے بلحاظ اسباب کے دعا سب سے بہت بڑا اور نہایت قوی اور مؤثر سبب پیدا کیا گیا۔ کیونکہ اسباب کو اسباب سے دریافت کرنا خالق الاسباب سے دریافت کرنے کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے۔

تو اب باوجود اس صحت کے پھر دعا کو عبث قرار دینا بدیہی غلطی ہے۔

غیر اللہ سے استمداد کا فائدہ دعا کے مسئلہ کو باطل نہیں کرتا

اور یہ سوال کہ بہت سے لوگ عناصر پرستی اور سورج پرستی اور چاند پرستی اور قبر پرستی وغیرہ مخلوق پرستی کرتے ہیں۔ اور ان کی مرادیں بھی پوری ہوتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ غیر اللہ سے استمداد اور استعانت بھی واقعات مشہودہ کے لحاظ سے درست ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کا مسئلہ جیسا کہ عقل سلیم اور نقل صحیح کے برخلاف ہے۔ اسی طرح غیر اللہ سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ غلط محض ہے۔ جیسا کہ اس کا فیصلہ ہر ایک مامور من اللہ کے وقت کھلے طور سے ظہور میں آجاتا ہے۔ کہ ایک طرف اکیلا خدا پرست ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ سب اسباب اور اسباب پرست اور سب مخلوق اور مخلوق پرست۔ پھر ان دونوں سے مقابلہ کرنے کے بعد خدا پرست کا سب دنیا پر غالب آنا اور اس کے مقابل سب مخلوق کا عاجز آنا اس راز کو صفائی کے ساتھ منکشف کر دیتا ہے۔ کہ مسئلہ وہی صحیح ہے۔ جو مامور من اللہ کے قول اور فعل سے تصدیق یافتہ ہوا۔ پھر اس ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا وجود باجود ہمارے سامنے ایک زندہ اور تازہ مثال قائم کر گئی۔ جس سے سب قسم کے شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔

پھر کسی کا اسباب کے صحیح استعمال کے بعد خدا تعالیٰ کی رحیمیت یا اس کی رحمانیت کے نیچے کامیاب اور بامراد ہونے کو اپنی جہالت اور جاہلانہ خوش اعتقادی سے مخلوق پرستی اور اسکی استمداد کا نتیجہ سمجھ لینا اصل حقیقت کو باطل نہیں کر سکتا۔ بجز اس کے کہ اہل بصیرت اور محقق طبائع اسے ایسے لوگوں کی جہالت تسلیم کریں جو صحیح علم سے محروم اور عقل کے بالکل کورے ہیں۔ جیسا کہ کوئی مشرک کسان سال بھر کی محنت کے بعد خدا کی رحیمیت سے اناج کا انبار حاصل کرے۔ اور پھر اسے مشرکانہ خوش اعتقادی سے کسی بت کی طرف منسوب کر دے۔

اور یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں کئی جگہ آنحضرت سے استمداد فرمائی۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎ اے سید الورےٰ مدد وقت نصرت است

ایسا ہی حضرت سید عبد القادر صاحب فرماتے ہیں ؎ یا حبیب الالٰہ خذ بیدی۔ مالعجزی سواک مستندی۔ ایسا ہی بعض دوسرے اولیاء کرام سے ثابت ہے کہ انہوں نے

آنحضرتؐ سے یا کسی دوسرے ولی سے جو وہ بھی غیر اللہ میں داخل ہیں - استمداد فرمائی ہے -

اس کے جواب میں یہ عرض ہے - کہ استمداد غیر اللہ کا مسئلہ حقیقت میں بیشک غلط مسئلہ ہے -
اور خدا کی مخلوق سے کوئی بھی اس قابل نہیں - کہ وہ مالک نفع وضرر ہونے کی وجہ سے قابل استمداد سمجھا جائے - لیکن با این ہمہ ان بزرگوں کا آنحضرتؐ سے استمداد فرمانا اور پھر اس صورت میں استمداد فرمانا جبکہ غیر اللہ سے استمداد کرنے کا مسئلہ ان کے نزدیک خود غلط ہے اور جس سے مخلوق کو وہ خود رد کرتے ہیں - تو ایسی صورت میں یہ امر اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے جو نہایت ہی لطیف ہے اور وہ حقیقت صرف آنحضرتؐ کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور بس - اور وہ یہ کہ آنحضرتؐ خاتم النبیین کی خصوصیت سے مخصوص فرمائے گئے - اور آپ کی خاتم النبیین ہونے کی شان اور حیثیت جو افاضۂ خلق کے اعلیٰ مقام پر قائم کی گئی - کہ جس سے وآخرین منھم لما یلحقوا کے ارشاد کے مطابق آخر سے آخر زمانہ کی مخلوق بھی مستفیض ہونے والی ہے - اور پھر آپ کے سوا یہ مرتبہ دنیا میں دوسرے کو نہیں دیا - تو اب یہ کچھ بات ہے - کہ جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود وغیرہ بزرگوں نے آپ سے استمداد فرمائی - جو خالی از حکمت نہیں - اور وہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود وغیرہ بزرگوں کا آنحضرتؐ سے استمداد فرمانا غائبانہ حالت میں نہ تھا - بلکہ عین مشاہدہ کے وقت میں تھا - اور پھر مقام اتحاد کی وجہ سے جو آیات ذیل سے ثابت ہے - یعنی ماینطق عن الھوےٰ ان ھو الا وحی یوحی اور ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی - اور ایسا ہی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنے جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ کسی صاحب حال کا مقام اتحاد پر ہو کر مقام اتحاد کے اعلیٰ مصدر سے افاضہ اور استفاضہ کی نسبت کے ساتھ کسی امر کے لئے استدعا کرنا اور استمداد فرمانا اور پھر کسی خاص حالت میں فرمانا یہ عام حالات سے مستثنےٰ ہے اور جیسے ان بزرگوں کی اپنی خاص حالتیں عام حالتوں سے مستثنےٰ ہوتی ہیں - اسی طرح ان کے اس طرح کے واقعات بھی استثنا میں ہی داخل ہیں - مثلاً حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎ واللہ انی قد رأیت جمالہ - بعیون جسمی قاعدا بمکانی - یعنی میں نے آنحضرتؐ کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا - اسی طرح آپ کے دوسرے بعض خاص حالات ہیں - جو عام حالت پر قیاس نہیں کئے جا سکتے - پس آپ کا آنحضرتؐ سے استمداد فرمانا ایک گہرے راز کی بات ہے - جس کی حقیقت کو عوام نہیں سمجھ سکتے - پھر معرفت

الٰہیہ کے ساتھ اسباب مؤثرہ اور مفیدہ سے مستفیض ہوئے تو خود خدا تعالےٰ سے مستفیض ہونا یقین کرنا توحید کے منافی نہیں۔

دُعا کے معنی از روئے لغت

ہاں یہ سوال کہ انسان دعا کرے۔ تو کسطرح کرے۔ اور یہ کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کے آداب کیا ہیں۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ ہم ذیل میں ان امور کے سمجھنے کے لئے کچھ عرض کرتے ہیں۔ اس سے سمجھ لیا جائے۔ کہ دعا کیا ہے۔ اور کسطرح کی جاتی ہے۔ اور کن آداب کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لیکن پہلے لفظ دعا کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ دعا لغت اور اصطلاح کے رُو سے کس چیز کو کہتے ہیں۔ سو واضح ہو۔

لفظ دعاء لغت میں اپنے مشتقات کے ساتھ کئی طرح کے معانی پر اطلاق پاتا ہے جن میں سے چند اقسام بطور مثال کے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) استغاثت کے معنوں میں جیسے فَدَعَا رَبَّهُ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ یعنی نوح نے اپنے ربّ سے مدد طلب کی یہ کہ میں مغلوب ہوں۔ پس میری مدد کر اور میرے دشمنوں سے انتقام لے۔ ایسا ہی وادعوا شہداء میں دعا بمعنی استغاثت ہے۔

(۲) نداء کے معنوں میں جیسے یوم یدعوکم یعنی جسدن کہ پکارے گا تم کو۔ اس جگہ دعا بمعنے ندا ہے ؛

(۳) عبادت کے معنوں میں جیسے ولا تدع من دون اللّٰہ مالا ینفعك ولا یضرك یعنی خدا کے سوا کسی چیز کی کہ تجھے نفع اور ضرر دینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اس کی عبادت مت کر۔ اس جگہ دعا بمعنی عبادت ہے۔

(۴) ایمان کے معنوں میں جیسے قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم۔ یعنی اگر تمہارا ایمان نہ ہوتا تو میرا رب تمہاری کچھ بھی پرواہ نہ کرتا۔ اس جگہ دعا بمعنی ایمان ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے بھی یہی بیان فرمایا۔

(۵) سوال کے معنوں میں جیسے کہ ادع لنا ربك یبین لنا۔ یعنی ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کر اور پوچھ دے۔ تا وہ بیان کر دے۔ واسطے ہمارے۔ اس جگہ دعا بمعنی سوال ہے ؛

(۶) تسمیہ یعنی نام لیکر بلانے کے معنوں میں جیسے کہ لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا۔ یعنی رسول اللہ صلعم کو یا محمدؐ کے طور پر آپ کا نام لیکر مت بلاؤ۔ جیسا کہ تمہارے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ اس جگہ دعا بمعنی تسمیہ یعنی نام لیکر بلانے کے ہیں۔ ایسا ہی قل ادعوا اللہ وادعوا الرحمان میں دعا بمعنی تسمیہ ہے۔

(۷) دعوت طعام کے معنوں میں جیسے کہ اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا۔ یعنی جب تمہیں کھانا کھانے کے لئے بلایا جائے۔ تو گھر میں آجاؤ۔ پھر جب کھانا کھاچکو۔ تو اُٹھ کر چلے جاؤ؛

(۸) قول اور ذکر کے معنوں میں جیسے دعواھم فیھا سبحانک اللھم ..... وآخر دعوھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یعنی بہشتی لوگوں کا بہشت میں ذکر الہٰی کے طور پر زبان پر تسبیح اور تحمید کا قول ہوگا۔

(۹) طلب کے معنوں میں جیسے۔ ولکم فیھا ما تدعون۔ یعنی اس بہشت میں تم جو کچھ بھی طلب کروگے اور چاہوگے۔ تمہیں ملیگا۔

دعا کے بعض معانی صلہ کے لحاظ سے پائے جاتے ہیں جیسے کہ بطور مثال کے چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں؛

۱۰۔ دعا الی کے صلہ کے ساتھ آمادہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے کہ واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ۔ یعنی (۱) اللہ تعالےٰ تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے یعنی آمادہ کرتا ہے۔ ایسا ہی رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ میں دعا آمادہ کرنے کے معنوں میں ہے۔

۱۱۔ جب لام کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو فائدہ کے معنے دیتا ہے۔ جیسے ادع لنا ربک یعنی (۲) ہمارے فائدہ کے لئے اور ہمارے بھلے کے لئے اپنے رب سے دعا کر؛

۱۲۔ جب علےٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو بددعا کے معنے دیتا ہے۔ (۳) جیسے دعوتُ علیہ یعنی میں نے اس پر بددعا کی۔

۱۳۔ دعا کے معنوں میں کبھی لفظ صلوٰۃ اور ذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ صلوٰۃ کی مثال

جیسے (۱) وصل علیہم ط ان صلوٰتک سکن لہم - یعنی اے نبی مومنوں کے لئے دعا کر۔ لاریب تیری دعا ان کی سکینت کا باعث ہے۔

۱۴ - ذکر کی مثال جیسے واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون (۲) یعنی اللہ سے بہت بہت دعا کرو۔ تا تمھیں اپنے مقاصد میں فلاح اور کامیابی حاصل ہو۔

دعا کے معنی اسلامی اصطلاح میں

اس کے بعد اب اسلامی اصطلاح میں جو دعا کے معنی ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ دعا کے اصطلاحی معنی قرآن کے ان الفاظ سے خوب واضح ہوتے ہیں۔ وادعوہ خوفا وطمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ یعنی خواہ کوئی خوف ہو۔ کہ جس کا تم دفعیہ چاہتے ہو۔ اور خواہ کوئی صورت امید کہ جس کے حصول سے تم بامراد ہونا چاہتے ہو۔ ان دونوں صورتوں میں سے جب کوئی صورت تمہیں پیش آجائے۔ تو اس مدعا کے حصول کے لئے سب سے بڑھ کر یہی طریق ہے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ اور صرف اسی سے طلب کرو۔ پھر جب تم ایسا کروگے۔ تو لاریب خدا تعالیٰ کی رحمت جو دفع شر اور جلب خیر کے حصول مطالب کا بہت ہی بھاری ذریعہ ہے۔ وہ خلوص دل اور حضور قلب کے ساتھ دعا کرنے والوں کے بہت ہی قریب ہوگی۔ محسنین کا لفظ جو احسان سے مشتق ہے۔ حدیث احسان کے رو سے اس کا ترجمہ ہم نے حضور دل سے دعا کرنیوالے کیا ہے۔ جو زیادہ مناسب حال معلوم ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ اصطلاح میں دعا کی تعریف یہ ہے۔ کہ جس میں مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہو۔

۱ - خوف اور طمع کا پایا جانا۔

۲ - دعا صرف خدا کے حضور کرنا۔

۳ - دعا تضرع اور حضور دل سے مومنانہ آداب کے ساتھ کرنا۔

دعا کی کیا ضرورت ہے

ہاں اس کے بعد جیسا کہ قبل اس کے عرض کیا گیا۔ دعا کی ضرورت کے متعلق پھر کچھ مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ انسان چونکہ انواع اقسام کی کمزوریوں اور احتیاجوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے ضرور ہے۔ کہ

وہ خوف اور طمع کی دو حالتوں میں سے کسی نہ کسی ایک حالت میں ضرور ہی پایا جائے۔ اور پھر بمقتضاء فطرت ضروری ہے۔ کہ وہ خوف کے دفعیہ اور طمع اور امید کو پورا کرنے کے لئے اسباب ضروریہ کو بہم پہنچانے کے لئے کوشش کرے۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے نقص علم اور نقص قدرت کی وجہ سے مفید اسباب کو سمجھنے اور انہیں انجام دینے میں عجز دکھائے۔ اور غلطی کھائے۔ اس لئے ضرورت پڑی کہ اس کی امداد کے لئے کوئی ایسی دستگیری کرنے والی ذات ہو۔ جو اپنے صحیح علم اور کمال قدرت کے ساتھ مفید مطلب اسباب کو مہیا کرنے سے خوف اور طمع کا کافی طور سے تدارک کر سکے۔ اور وہ ان معنوں میں صرف حضرت رب العالمین کی ذات ہے اور بس۔ پس اس وجہ سے انسان ہاں یہ عاجز اور کمزور انسان خوف اور رجا کی ہر حالت میں اس امر کا سخت محتاج ہے۔ کہ خدا کے حضور دعا کرتا رہے۔

اور آیت ادعوہ خوفاً وطمعاً میں لفظ خوف اور طمع کو دعا ہی کی ضرورت کا باعث قرار دیا ہے۔ گویا خوف اور طمع کی دو حالتیں انسان کے ہر وقت شامل حال اس لئے کی گئی ہیں تا وہ انسان کو دعا کرنے کے لئے ہر وقت تحریک کرتی رہیں۔ اور تا انسان کی رُوح دعا کے لئے ہر وقت آستانہ الوہیت پر گری رہے ؂

آداب الدُعاء

دعا کے لئے استجابت اور ایمان کی ضرورت ہے

لیکن دعا کے لئے کچھ آداب ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کی جائے۔

(۱) یہ کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہو۔ اور اُسے اپنی ذات اور صفات اور اسماء اور افعال میں کامل اور واحد لاشریک مانتا ہو۔ اور کسی چیز کو جو اس کی مقدس شان کے منافی نہیں۔ اس کے علم تام اور کمال قدرت سے باہر نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر ایمان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا اور صالح ہو۔ نہ نافرمانی کرنے والا۔ اور جرائم پیشہ۔ یہ اس لئے کہ قبولیت دعا کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ اور اطاعت کا ہونا ایک لازمی اور لابدی امر ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔

اذا سألک عبادی عنی فانی قریب ۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۔ یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ ہمارا رب کہاں ہے۔ تو جواب میں کہدو ۔ کہ میں تو بہت ہی قریب ہوں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں دعا کرنیوالے کی دعا کو قبول کرتا ہوں ۔ اور پکارنے والے کی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں ۔ پس لوگوں کو چاہئے ۔ کہ اس مطلب کے حصول کے لیئے میری فرمانبرداری کو اختیار کریں ۔ اور میرے ساتھ پورا پورا پورا ایمان لائیں ۔ تا وہ اپنے اس مطلب اور مراد میں کامیاب ہوں۔

پس ایمان اور اطاعت قبولیت دعا کے لئے ضروری شرط ہے اور کفر اور عصیان قبولیت دعا کے لئے سخت روک ۔ جیسا کہ فرمایا ۔

وما دعاء الکٰفرین الا فی ضلل ۔ یعنی کافروں کی دعا بوجہ کفر کے ناکامی اور نامرادی میں جاتی ہے ۔ ایمان اور استجابت کی شرط کو مناسبت کے لئے قرار دیا ہے ۔ اس طرح پر کہ جب ایک شخص ایمان لاکر عقائد سے اپنی روحانی قربانی بجالاتا ہے ۔ اور استجابت یعنی اطاعت اور اعمال صالحہ سے جسمانی قربانی تو اسطرح کی قربانی اور ایثار کا لازماً یہ نتیجہ ہونا چاہئے ۔ کہ جیسے بندہ اپنے مولیٰ کا حکم مانتا ہے ۔ اس کے مقابل اس کا مولیٰ بھی اپنے بندہ کی مومنانہ دعا سنے ۔ اور اسے قبول فرمادے۔

گویا ماننے کو ماننے سے نسبت ہے ۔ اور کفر یعنی نا ماننے کو نہ ماننے سے اور کافر نے چونکہ کفر کی وجہ سے تعلق کو توڑنے سے وہ نسبت ہی پیدا نہیں کی ۔ اس لئے اس کی دعا کو بھی وہ شرف قبولیت عطا نہیں ہو سکتا ۔ جو مومن کی دعا کو حاصل ہوتا ہے ۔ پس ایمان اور اعمال صالحہ کی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے دعا کو قبولیت کے مدارج حاصل ہیں ۔ جتنا کوئی ایمان اور اعمال صالحہ میں ترقی کریگا ۔ اسی قدر قبولیت دعا کے لئے اہلیت پیدا کریگا ۔ اور جسقدر کوئی ضعف اور کمی میں ہوگا ۔ اتنا ہی وہ دعا میں بھی کم رہیگا ۔

دعا کیلئے تضرع اور حضورِ دل ضروری ہے

(۲) یہ کہ دعا کرنے والا تضرع اور حضور دل سے دعا کرے اس لئے کہ قبولیت دعا میں تضرع اور حضور دل کو بھی بہت کچھ دخل ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ۔

ادعوربکم تضرعا وخفیہ انہ لایحب المعتدین۔ یعنی اپنے رب سے دعا کرو۔ تو تضرع سے اور لوگوں سے چھپ کر کرو۔ یعنی اخلاص سے نہ ریا سے۔ اس لئے کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اعتدا سے مراد اس جگہ ریا اور شرک ہے۔ اور معتدین سے مراد مشرک اور ریاکار یعنی مشرک اور ریاکار کی دعا قبول کرنا خدا تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا یہ کام خدا کے لئے نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دکھاوے کی غرض سے ہے۔

پس دعا کے لئے تضرع[1] اور ابتہال[2] اور حضور دل[3] اور اخلاص[4] کا ہونا بہت ہی ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ تضرع اور اخلاص سے قبولیت دعا اور فیضان الٰہی کو ایک نسبت ہے۔ اسطرح پر کہ جب انسان اپنے عجز اور انکسار اور تضرع اور ابتہال سے ایک نیستی کا رنگ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ تو وہ ہستی جو اپنے فیضان کے لحاظ سے بحر محیط کی طرح ہے۔ اس نیستی کی وجہ سے داعی کو مستفیض کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ چشمہ کہ جس کی اطراف سے جب کسی طرف کو نیچا کردیں گے۔ تو اس کی وہ پستی جو عجز و انکسار کے معنوں میں پائی جائیگی۔ فیضان کے قبول کرنے کے لئے ایک قابلیت اور مناسبت پیدا کرلے گی۔ لیکن وہ طرف جو بجائے پست ہونے کے بلند اور اونچی پائی جائیگی۔ وہ اپنی اس بلندی کی وجہ سے جو تکبر اور خودی کے معنوں میں ہوگی۔ اس فیضان سے بوجہ نامناسبت رکھنے کے محروم رہیگی۔ اور اس سے بھی اقرب مثال انسان کے بدن اور روح کی ہے۔ اور وہ یہ کہ روح گو مجسم بینائی اور شنوائی اور مجسم گویائی ہے لیکن انسان کے بدن سے جس جس حصہ کو روح کی بینائی اور شنوائی اور گویائی وغیرہ حواس سے مناسبت ہے۔ وہی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جیسا کہ بینائی کے لئے آنکھ اور شنوائی کے لئے کان اور گویائی اور ذائقہ کے لئے زبان وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ روح سارے بدن میں ہے لیکن مناسبت کے بغیر اس سے جسم کا کوئی حصہ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح فیض کی کمی بیشی استعدادوں کی کمی بیشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اب دیکھیئے۔ جو فیض دریا سے ایک نہر جذب کرسکتی ہے۔ اس کے برابر ایک چھوٹی نالی یا ایک مشک یا مٹکا کیسے جذب کرسکتا ہے اسی طرح جو فیض ایک نبی کی دعا جذب کرسکتی ہے۔ عوام کی وہ ہرگز جذب نہیں کرسکتی۔ کیونکہ نبی کی دعا سورج کی روشنی کی طرح یا عالمگیر بارش کی طرح ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی دعا کو

اللہ تعالےٰ نے آپکے الہام میں بارش کی طرح فیض کو جذب کرنے والی بیان فرمایا۔ جیساکہ

خدا ابر رحمت ببارید یلنے   تو در منزل ما چو بار بار آئی

کے الہام سے ظاہر ہے ؛

تضرع کے کیا معنے؟ اور لفظ تضرع جو ضرع اور ضراعۃ دونوں سے مشتق ہوسکتا ہے ۔ وہ خود انہی معنوں کی طرف اشارہ کرتاہے ۔

ضرع عربی میں پستان کو کہتے ہیں۔ اور جیسے لفظ خِلف اونٹنی کے پستانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔اسی طرح ضرع گائے اور بکری دونوں کے پستانوں کے لئے ۔لیکن عرب جیسے لمبے پستانوں والی بکری کو شاۃٌ ضریعۃٌ بولتے ہیں۔ اسی طرح ایسی عورت کو بھی امرءۃ ضریعۃٌ بول لیتے ہیں۔

اب اگر تضرع کو ضرع سے سمجھا جائے ۔تو اس کے معنے ہوں گے ۔بچہ کا خواہ وہ گائے بکری کا ہو۔خواہ انسان کا ضرع یعنی پستان کے لئے بلبلانا اور پستان سے دُودھ پینے کے لئے تضرع کرنا۔ اور زاری دکہانا ایساہی تضرع کو اگر ضراعۃ سے مشتق سمجھا جائے ۔تو اس کے معنے ہوں گے ۔زاری کرنا اور اپنے تئیں درماندہ اور ذلیل دکہانا ۔ اور ضرع اور ضراعۃ دونوں لفظ بجائے خود گو متبائن المفہوم ہیں۔لیکن تضرع میں دونوں کو ایک تناسب حاصل ہے جس سے تضرع کے یہ معنی ہوں گے ۔کہ بچہ کا پستانوں سے دودھ پینے کے لئے زاری کرنا۔ اور داعی لوگوں کی اصطلاح میں ایک دعا کرنے والے کا جناب الٰہی سے فیض حاصل کرنے کے لئے بچے کی طرح زاری کرنا۔ اور اپنے تئیں عاجز اور ذلیل دکہانا۔

پھر جسطرح بچے کا رونا اور زاری کرنا ماں کی شفقت اور ہمدردی کو ابھارتا اور اس کے پستانوں کے دُودھ کو جوش میں لاتا ہے ۔اسی طرح وہ شخص جو تضرع اور ابتہال سے دعا کرتا ہے ۔خدا تعالےٰ کا بحر رحمت اس کے لئے جوش دکہاتا ہے ۔مولنعم ماقیل ؎

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن   تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

دعا میں بچہ کی طرح تضرع کے ساتھ خدا تعالےٰ سے فیض طلب کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے ۔کہ دعا انسان کی جسمانی غذا کے مقابل ایک قسم کی روحانی غذا ہے جس کے سوا

انسان کی روح زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر روز دعا کے لئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی گئی۔ تا انسان ان پانچ وقتوں میں نماز اور دعا کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے فیض کا دودھ بچہ کی طرح تضرع کے ساتھ حاصل کرے۔ اور اس روحانی غذا سے اپنی روحانی زندگی کو قائم کرے اور قائم رکھے ؛

خفیہ کے معنے

تضرع کے ساتھ خفیہ کا لفظ اس لئے بڑھایا۔ تا خلوص اور اخلاص میں اور بھی مدد ملے۔ پھر خدا تعالےٰ کے حضور اور اس کی خلوت کے لئے خلوت ہی مناسب ہے۔ نہ جلوت اور پردۂ خفا اور باطن ہی مناسب ہے نہ ظاہر۔ کیونکہ وہ مخفی در مخفی ذات ہے جس کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے اس سے مخفی ہونا ہی مناسبت رکھتا ہے۔ پھر اس لئے بھی کہ لوگوں کے سامنے یا جلوت میں ممکن ہے کہ ریا پیدا ہو۔ یا ان کی وجہ سے توجہ الی اللہ میں نقص واقعہ ہو۔ اس لئے تضرع کے ساتھ خفیہ کی شرط بطور ممد اور معاون کے ہے ؛

اور نماز کے لئے جلوت کو اختیار کرنا جماعت کے حکم کی وجہ سے ہے۔ پھر یہ حکم فرائض کے لئے ہے۔ اور نوافل کے لئے زیادہ تر یہی مسنون ہے۔ کہ گھر میں پڑھیں۔ تا جلوت اور خلوت دونوں طرح کا ذکر اور دعا میسر آئے۔ پھر جلوت ترغیب کے لئے ہے۔ اور خلوت ترہیب کے لئے۔ تا جلوت سے دوسرے لوگوں کو بھی رغبت اور توجہ ہو۔ اور خلوت کے ساتھ ریا وغیرہ نقائص سے حفاظت رہے ؛

دُعا کے لئے اضطرار کی ضرورت

پھر ایسا ہی دوسری جگہ اضطرار کو بھی قبولیت کے اسباب میں داخل فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا۔ امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء یعنی بھلا خدا کے سوا کوئی ہے کہ جب کوئی شخص بیقرار ہو کر اس سے دعا کرے۔ اور وہ اس بیقرار کی فریاد رسی کرے۔ اور اس کی مصیبت کو دُور کر دے۔ اضطرار کا لفظ ضر سے مشتق ہے۔ اور ضر کے معنی گزند اور تکلیف کے ہیں۔ اور مضطر کے معنے گزند رسیدہ اور مصیبت زدہ کے۔

پس جو شخص مصیبت زدہ ہو کر اور بیقرار ہو کر دعا کرے۔ اس کی دعا بھی سُنی جاتی ہے

اس لئے کہ اضطرار اور بے قراری سے اخلاص اور تضرع جو قبولیت دعا کے لئے ضروری چیز ہے۔ مضطر شخص کو میسر آجاتا ہے ۞

نماز کے ارکان مضطر انسان کے قلبی اضطرار کے گواہ ہیں

نماز جو عربی زبان میں صلوٰۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو دعا کے تمام لوازمات ادبیہ پر مشتمل ہونے سے کامل اور اکمل دعا ہے۔ اس کی صورت کو ایک مضطر انسان کے اضطرار اور بیقراری کی حالت کے نقشہ پر ہی دکھایا گیا ہے۔ اس طرح پر کہ نماز میں انسان کا کبھی کھڑے ہونا کبھی جھکنا اور کبھی زمین پر گرنا اور سر بسجود ہونا اور کبھی بیٹھنا اور پھر اٹھنا یہ سب حرکات مضطرانہ حالات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ نماز پڑھنے والا نماز کو مضطرانہ حال کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ اور کوئی بات ہے۔ کہ جس کے لئے یہ بیقرار ہو رہا ہے ۞

پس ضروری ہے۔ کہ نماز پڑھنے والا اپنی جسمانی حرکات سے جس طرح مضطرانہ حالت کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح اپنی روح میں مضطرانہ اور بیقراری کی کیفیت پیدا کرے تا اس کے جسم کی بے قراری اس کی رُوح کی بے قراری پر شاہد اور دال ہو۔ اور تا بموجب ارشاد امّن یجیب المضطر اذا دعاہ اس کی مضطرانہ دعا قبول ہو کر اس کے لئے مثمر اور بار آور ہو۔

دعا کی بہترین صورت نماز ہے

اور نماز کے لئے نمازی کا پاک جسم اور باوضو ہونا اور پاک لباس اور پاک جگہ ہونا اور خاص اوقات اور رُو بقبلہ ہونا دعا کے آداب کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ایک دعا کرنے والا دعا کرنے کے لئے ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ اور یہ سب آداب قبولیت دعا کے اسباب میں سے بطور ممد اور معاون کے ہیں جن میں سے جسم لباس اور جگہ کی طہارت اور پاکیزگی طہارت اور صفائی قلب کی تاکید کے لئے ہے۔ جو رُوحانی توجہ کی قوت اور اخلاص پیدا کرنے کے لئے ضروری اور بھاری ذریعہ ہے ۞

تعیین اوقات

اور خاص اوقات کی تعیین قبولیت دعا کی خصوصیت کا نشان ہے۔ جو بارگاہ احدیت کی طرف سے دربار میں حاضر ہو کر کچھ مانگنے والوں کے لئے

قائم کیا گیا۔ اس طرح پر کہ ایک کریم النفس اور غنی ذات جو رحمان اور رحیم ہونے کی وجہ سے عام افاضہ کے لئے ہر وقت مستعد ہے۔ اس کا دعا کرنے والوں کو خاص آداب کے ساتھ خاص اوقات کے لئے مدعو کرنا ان کی دعا کو قبول کرنے کے لئے ہے نہ رد کرنے کے لئے۔ پس اللہ تعالےٰ گو دعا کرنے والوں کی دعا کو ہر وقت سن سکتا ہے۔ اور اس کی عام رحمت کسی کو بھی جو اس سے اخلاص کے ساتھ دعا کرے۔ محروم نہیں رکھتی۔ لیکن وہ لوگ جو اس کے بتائے ہوئے آداب دعا کے ساتھ اس کے مقرر کردہ اوقات میں دعا کریں گے۔ ان کی دعا تو ضرور ہی قبول ہوگی۔ کیونکہ یہ امر اس کی شان کے سخت مخالف ہے۔ اور عقل ہرگز اس کو باور نہیں کرتی۔ کہ وہ ایک طرف تو اپنی رحمانیت سے لوگوں کو بے مانگے دے۔ اور بیشمار دے۔ اور دوسری طرف مانگنے والوں کو جو اسی کی ہدایت کے مطابق اور اسی کے حکم سے مانگتے ہیں۔ انہیں محروم رکھے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے نمازی کی دعا یعنی نماز قبولیت کے لحاظ سے دوسری سب دعاؤں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

کیونکہ دوسری دعا دعا کرنے والے کی اپنی تجویز سے ہے جس کی قبولیت ضروری نہیں۔ لیکن نماز کی دعا چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تجویز شدہ ہے۔ اس لئے اس کے لئے قبولیت کا ہونا ضروری ہے اور اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ کوئی کریم النفس انسان لوگوں میں یہ اعلان کر دے۔ کہ فلاں فلاں وقت میں جو شخص اس ہدایت کے مطابق ہم سے کچھ آکر مانگے۔ تو اُسے ہم ضرور دیں گے۔ لیکن جو ہمارے مقرر کردہ وقت اور مقرر کردہ ہدایت کے سوا آکر مانگے۔ تو اس کو کچھ دینا ہماری مرضی پر ہے۔ خواہ دیں۔ خواہ نہ دیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے حضور نمازی کی دعا کو دوسری دعاؤں کے مقابل ایک خاص وقعت اور خاص عزت ہے ؛

رُو بہ قبلہ ہونا

اور رُو بہ قبلہ ہونا بھی اسی مدعا کے حصول کی تائید کے لئے ہے۔ کیونکہ رُو بہ قبلہ ہونے کے امر سے آمر یعنی اللہ تعالےٰ کا تصور پیدا ہوگا۔ کہ یہ حکم خدا نے دیا ہے۔ پھر کعبہ کا تصور جو مکان ہے۔ اپنے صاحب یعنی رب البیت کا تصور پیدا کریگا کہ اس پر عظمت اور پر شوکت مکان کو قائم کرنے والے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر جب انسان اپنے جسمی ابعاد ثلثہ کے لحاظ سے اس امر کے لئے مجبور ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرف اپنے منہ کو ضرور رکھے۔ تو جہات ستہ میں سے بجائے اس کے کہ عبد عبادت کیلئے کوئی جہت معین کرتا

خود معبود نے ہی اپنی معبودیت کے مقتضاء سے عبد کے لئے ایک سمت معین کر دی۔ تا عبد تعین جہت میں بھی خودی اور خود روی سے جو عبودیت کے مفہوم کے مخالف ہے علیحدہ رہے۔

نماز کے آداب سے اللہ کو اکبر سمجھنا بھی ہے

پھر نماز میں دعا کے آداب سے اس ادب کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ کہ دعا کرنے والا دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھے۔ اور کوئی بھی ایسی بات جو اس کی شان کے مخالف نہیں۔ اس کے آگے انہونی نہ سمجھے۔ جیسا کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔ کہ

"سچ تو یہ ہے۔ کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ مگر وہی بات جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو۔ تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو۔ جو اپنے خیال ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھتے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ وہ اندھے ہیں۔ نہ سوجاکھے۔ وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں۔ اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا۔ جیسا کہ ان کی حالت ہے۔ لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو۔ تو تجھے لازم ہے۔ کہ یقین رکھ۔ کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی۔ اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھیگا۔ جو ہم نے دیکھے ہیں"۔

حضرت مسیح موعود کے یہ پاک فقرات جو نقل کئے گئے۔ یہ دعا کے اسی ضروری آداب کو ظاہر کرتے ہیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ پس دعا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی کبریائی کو اس وصف کے ساتھ دل میں قائم کرنا ضروری امر ہے۔

نماز میں اللہ اکبر کہنے کی حکمتیں

اور یہی وجہ ہے۔ کہ نماز کو اللہ اکبر کے لفظ سے شروع کرنے کے لئے حکم دیا گیا جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ انسان اپنے دل میں اپنے علم اور معرفت کے مطابق خدا تعالیٰ کا اس کے علم اور قدرت اور اس کے افعال کے لحاظ سے جو بھی تصور کرے۔ خدا اسی قدر نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بہت ہی بڑھ کر ہے

پھر انسان جلب خیر اور دفع شر کے معنوں میں جو بھی دعا کرنا چاہے۔ اُسے بتایا گیا۔ کہ خدا صرف تیری اس قدر احتیاج کو روا کرنے کی قدرت اور اسباب رحمت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اکبر یعنی اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ کیا مطلب؟ یعنی اگر انسان اپنے فطری تقاضوں کے ماتحت دفع شر اور جلب خیر کے معنوں میں جو بھی بڑے سے بڑا مقصد اور حاجت رکھتا ہو۔ خدا اپنے پاس اس سے بھی بڑھ کر مقاصد اور حاجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے پاس سامان رحمت کے خزائن رکھتا ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اللہ کے لفظ کے ساتھ اکبر کے لفظ کو اس لئے بھی زیادہ کیا۔ کہ تا انسان علم اور معرفت کے لحاظ سے خواہ کتنی بھی ترقی کر جائے۔ لیکن خدا کو پھر بھی وہ پورے طور سے اپنے تصور میں نہیں لا سکے گا۔ بلکہ جس قدر خدا کو وہ سمجھیگا۔ اس سے وہ اپنی معرفت کا اندازہ کریگا۔ نہ خدا تعالےٰ کی ذات کا۔ کیونکہ خدا اس اندازہ سے جو اس کی معرفت سے پیدا ہوا۔ ابھی بہت بڑھ کر ہے۔ اور جتنا بھی بڑھتا جاوے وہ اس سے بھی اکبر اور بڑھ کر ہے۔

پس بلاغت کے لحاظ سے بھی اللہ اکبر کا لفظ نہایت ہی بلیغ المعنی ہے۔ کہ جیسا کہ ایک مبتدی کے لئے اللہ اکبر مکتفی ہے۔ اسی طرح ایک منتہی کے لئے بھی ویسا ہی مکتفی ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اکبر کا لفظ استغراق اغیار کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ان معنوں میں کہ انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ کیوں اللہ کے سوا کائنات عالم کی چیزوں میں سے کسی کے آگے دعا نہ کرے؟ تو اس کے جواب میں بتلایا گیا۔ کہ اللہ اکبر یعنی اس لئے کہ خدا سب سے بڑھ کر ہے۔ اور ہر طرح سے ہر شان میں بڑھ کر ہے۔ اسواسطے اس کی عظمت اور بزرگی اس امر کی مقتضی ہے کہ سب چیزوں پر اسی کو اختیار کیا جائے۔ پھر اس لحاظ سے بھی کہ انسان چونکہ اپنی بناوٹ اور خلقت کے لحاظ سے کائنات عالم کی تمام چیزوں کے ساتھ مناسبت رکھنے سے سب کا محتاج ہے۔ اس لئے وہ کس کس کے آگے دعا کرے گا۔ اور کس کس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا۔

پھر جبکہ کائنات عالم سے افاضہ کے لئے علم قدرت اور تصرف کے کامل اور پورے اندازے کے لحاظ سے کوئی چیز بھی کفایت کرنے والی نہیں۔ تو پھر لا محالہ اسی بزرگ ذات کے حضور دعا کرنا مناسب ٹھہرا۔ کہ جس کے کامل علم اور کامل قدرت اور کامل تصرف کے نیچے یہ تمام کائنات عالم کی چیزیں انسان کے استفاضہ کا باعث ہو رہی ہیں۔ گویا اس صورت میں کائنات عالم

کی مختلف اشیاء خدا تعالےٰ کے فیضان کی نالیاں ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے بحر رحمت سے انسان کے افاضہ کے لئے ہر آن اور ہر وقت تموج اور جوش کے ساتھ جاری وساری ہیں۔ اور سب کی کل خدا تعالےٰ کے دست تصرف میں ہے جسے چاہے کھلے رکھے۔ اور جسے چاہے بند رکھے۔ اور بند کردے۔

پس سورج۔ چاند اور ہوا۔ زمین وغیرہ سب چیزیں اس کے فیضان کی نالیاں ہیں جو انسان کی خدمات کیلئے قائم کی گئیں۔ اور جو اپنی خدمات سے انسان کو مخدوم اور اپنے تئیں انسان کا خادم کر رہی ہیں۔ اب اس صورت میں انسان کا مخدوم ہو کر ان خادموں کے آگے دست بدعا ہونا اور بھی موجب ہتک اور باعث ذلت ہے۔

انسان دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے تو صرف خدا کے آگے!!

پس انسان دعا کیلئے ہاتھ پھیلا سکتا ہے۔ تو صرف اسی کے آگے۔ کہ جس کی مقتدر اور متصرف ذات نے کائنات عالم کی تمام چیزوں کو اس خاک کے پتلے کا خادم بنا کر اسکے سر پر اعزاز مخدومیت کا تاج رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی پاک کتاب میں انسان کو بار بار شرک سے منع کیا۔ اور فرمایا۔ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء یعنی شرک کرنے سے انسان بہت ہی بلندی سے پستی پر گرتا ہے۔ کہ گویا آسمان سے گرا۔ کیونکہ خدا کے سوا جس کو بھی معبود بنائے گا۔ وہ چیز اس کے خادموں سے کوئی خادم ہی ہوگی۔ اب جس خادم کو اس کا مخدوم بنانا بھی اس کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ اس کو معبود بنانا تو اس کے لئے اور بھی ذلت اور باعث فضیحت ہوگا۔ اس لئے انسان کو شرک سے منع کرنا گویا دوسرے لفظوں میں بطور شفقت کے اسے ذلت کے اسباب سے منع کرنا ہے۔

پس انسان دعا بجز خدا تعالےٰ کے اور کسی سے نہیں مانگ سکتا۔ کیونکہ اس میں اس کی سخت ذلت اور ہتک ہے اور نہ اس کی صرف بلکہ اس طرح سے خدا تعالےٰ کی شان الوہیت پر بھی سخت حملہ ہوتا ہے کیونکہ جو چیز خود انسان کی خادم ہونے سے انسان کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اسے خدا تعالےٰ کا ہمتا بنانا اور سمجھنا کس قدر ظلم ہوگا۔ پس انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ دعا کرے۔ تو بس خدا کے حضور ہی کرے۔

الحمد سب دعاؤں کی جامع دعا ہے

اور گو انسانی فطرت کے مختلف تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مختلف قوموں میں اور مختلف زبانوں میں اور مختلف لفظوں میں مختلف دعائیں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ و جامع دعا ہے جو جامع کمالات نبوت اور جامع کمالات انسانی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو عطا کی گئی۔ اور وہ دعاء فاتحہ ہے۔ جو تمام قسم کی دعاؤں کے مختلف مطالب اور مختلف مقاصد پر بوجہ اپنی جامعیت اور کمال کے مشتمل اور حاوی ہے۔ اور پھر بوجہ اپنے کمال افاضہ کے ہر زمانہ میں پانچوں وقت خدا تعالیٰ کے حضور کروڑ ہا انسانوں کے ورد زبان ہو کر بار بار بتکرار پڑھی جاتی ہے۔ دعاء فاتحہ جو بسم اللہ سے شروع ہو کر ولا الضالین پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں علاوہ دعائیہ مقاصد کے ابتداء میں قبولیت دعا کے اسباب اور اس کے طرز اور طریق کو بھی خوب بتلایا ہے ؎

بسم اللہ میں آداب الدعا سکھلائے ہیں ؎

چنانچہ ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فرما کر آداب دعا کو سکھایا۔ کہ انسان جب دعا کرے۔ تو پہلے بسم اللہ کی تعلیم کے نیچے دل میں اس امر کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرے۔ کہ میں اس دعا کے کام کو اپنی ہوائے نفسی کے نیچے انجام نہیں دینے لگا۔ بلکہ عبودیت کی حیثیت کے ماتحت اس کام کو اللہ تعالےٰ کے اسم کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ نہ اپنے نفس کی طرف۔ اور پھر جب اس کا دعا کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہو گیا تو اللہ تعالےٰ کا کام ہو جائیگا۔ تو پھر اس دعا کا قبول ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں گویا انسان ہوائے نفس کے نیچے غیریت کے ساتھ اس کام کو خدا کے حضور پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ عبودیت کے نیچے عبد ہو کر خدا کے کام کو خدا کے حضور پیش کر رہا ہے۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ ایک مالک اپنی مملوک چیز کو اپنے مالکانہ تعلق کی وجہ سے رد نہ کرے۔ بلکہ قبول کرے۔ اور عبودیت کے آداب سے یہ ایک ضروری امر ہے۔ جس سے ہر ایک نیکی اور ہر ایک کام میں خواہ کیسا ہی مشکل ہو۔ قبولیت اور برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے سوا برکت حاصل کرنے کی کوئی عمدہ راہ نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فھو اکلا بتر۔ یعنی جو کام خدا تعالےٰ کی طرف منسوب نہیں اور نہ اس کے اسم کے نیچے ہے۔ وہ برکت سے محروم ہے۔

خدا کے اسم کی طرف منسوب کرنے میں حکمت!!

پس جس کام کو خدا کے نام کی طرف منسوب کیا جائے اور اُسے خدا کی رضاء کے لئے عبودیت کے ساتھ شروع کیا جائے۔ وہ چونکہ اس عبد کا کام نہیں۔ بلکہ خدا کا کام ہے اس لئے وہ ابتر اور ادھورا نہیں رہیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی غیرت اس امر کو گوارا نہیں کرتی۔ کہ ایک کام جو اس کے نام کی طرف منسوب کیا جانے سے خود اسی کا کام قرار دیا جاتا ہے۔ وہ ابتر اور ادھورا رہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پس دعا کرنے والے کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ پہلے یہ اہتمام کرے۔ کہ اس کی دعا خدا کے اسم کے نیچے ہے یا اس کے نفس کی ہو کے نیچے۔ اور عبودیت کے نیچے ہے۔ یا نفسانیت کے نیچے ؛

رحمٰن و رحیم میں کیا اشارہ ہے

پھر دُوسرا امر کہ جس کی طرف اسم رحمٰن اور اسم رحیم اشارہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دعا کے وقت پہلے خدا کے حضور خدا تعالےٰ کے رحمانی فیوض کو ذہن میں مستحضر کرے۔ تا مناسبت کی وہ کیفیت جو خالق اور مخلوق کے تعلق میں پائی جاتی ہے۔ تو سنا اور جوش میں آکر فیض لینے کے لئے مستعدی دکھلائے اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسم رحمٰن کو اسم رحیم سے پہلے ذکر فرمایا۔ کہ تا دعا کرنے والا رحمانیت کے فیوض پر نظر کر کے اپنے اندر یہ یقین پیدا کرے۔ کہ جو ذات بلا مانگے اور بلا محنت کرنے کے اسقدر بیشمار انعامات اور احسانات سے ممنون فرمانے والی ہے۔ اس کے حضور سے انسان دعا کرنے اور مانگنے سے کب محروم ہو سکتا ہے۔

الحمد میں کیا اشارہ ہے؟

پھر تیسرا امر کہ جس کی طرف الحمد للہ کا فقرہ اشارہ کرتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ دعا کرنے والا پہلے رحمانیت کے تمام فیوض کی وجہ سے رحمانی فیوض کے محامد کا اللہ تعالےٰ کے لئے اقرار کرے۔ اور پھر اسی طرح رحیمیت کے تمام فیوض کیلئے بھی رحیمی فیوض کے محامد کا اقرار اللہ تعالےٰ کے لئے کرے ؛

اور یہ اس لئے کہ رحمانیت کے فیوض حاصلہ پر خدا تعالےٰ کے محامد کا اقرار جو ایک قسم کا شکر ہے وہ رحیمی فیوض کے حاصل ہونے کیلئے بارشاد و لئن شکرتم لا زیدنکم ایک عمدہ وسیلہ اور

بھاری ذریعہ پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر رحیمی فیوض کو جن کا حاصل کرنا دعا کرنے والے کا مدعا اور مقصد ہے۔ ان کے حصول سے پہلے وہ خدا تعالےٰ کو ان کے محامد کے ساتھ یاد کریگا۔ تو یہ اور بھی حصول مقصد کا عمدہ ذریعہ پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی شان سے یہ بعید ہے۔ کہ انسان اسے ان فیوض کے محامد کے ساتھ یاد کرے۔ جو ابھی اسے نہیں عطا کئے گئے۔ اور خدا تعالےٰ اس کے عوض میں اسے ان فیوض سے محروم فرما دے۔ پس الحمدللہ کا فقرہ رحمانیت اور رحیمیت دونوں قسم کے فیوض کو مدنظر رکھ کر پڑھنا قبولیت دعا اور حصول مقصد کیلئے مفید امر ہے۔

دُعا کے متعلق یہ چاروں صفات کیا تعلیم دیتی ہیں

پھر چوتھا امر کہ جس کی طرف رب العلمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین کے چاروں صفات اشارہ کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان چاروں صفات کے اظہار اور اقرار سے اپنے وجود پر ایک فنا طاری کرے۔ تا اس سے عبودیت حقہ کی وہ حقیقت پیدا ہو۔ جو حصول مقاصد کیلئے ضروری چیز ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ انسان جو کچھ ہے۔ ان ام الصفات کی چاروں صفتوں کے فیض کا اثر ہے۔ اور بس۔ اب جب یہ خدا تعالےٰ کے حضور ان چاروں صفات کے اظہار اور اقرار سے ان چاروں صفات کے فیوض کو ان چاروں کی طرف منسوب کر دیگا۔ تو اس وقت یہ اپنی انانیت اور خودی سے بالکل باہر آ جائیگا۔ اور اسوقت مرتبۂ عرفان کے نیچے یہ ایک فنا ہو گی۔ جو ہر ایک صفت کے فیض کو اپنی اپنی صفت کی طرف منسوب کرنے سے پیدا ہو گی۔ جس کے بعد ایاک نعبدُ کا قول اپنے محل پر نہایت ہی موزون اور مناسب طور پر چسپاں ہو گا۔

اس طرح پر کہ جب انسان ایاک نعبدُ کہیگا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو ضرور ہے کہ اس کا یہ قول اسوقت اپنے لئے کچھ ثبوت رکھتا ہو۔ تو اس کا ثبوت یہی ہے۔ جو اُس نے ایاک نعبدُ کے قول سے پہلے اپنے وجود کو ام الصفات کی چاروں صفات کے اقرار اور ان کا فیوض تسلیم کرنے سے ان کی طرف منسوب کر دیا۔ جو دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے میرا نہیں۔ بلکہ اس خدا کا ہے۔ جس نے مجھے ان صفات کے فیوض سے مستفیض فرمایا۔ اب جبکہ انسان ایاک نعبدُ کے قول کو اس طرح کے اقرار کے ساتھ عرض کرے گا۔ جو ایک گونہ

شکر ہے۔ تو اس کے بعد اس کے اس شاکرانہ قول کو حصول مطلب کیلئے ایک ذریعہ بنایا جائے گا۔ اور ایسا ہی اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے بعد اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کہنا حصول مدعا کیلئے اور بھی مؤید ہوگا۔ اور جیسا کہ تیسرے امر میں بیان کیا گیا۔ اسی کے مطابق اس چوتھے امر کا مقصد ہے۔ یعنی الحمد للہ کے فقرہ کو جسطرح رحمانیت فیوض حاصلہ کے ساتھ نسبت ہے۔ اسی طرح الحمد للہ کو ان چاروں صفات کے اقرار سے قول اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے ساتھ نسبت ہے۔ پھر جسطرح الحمد للہ کے فقرہ کو رحیمیت کے فیوض کے ساتھ نسبت ہے۔ اسی طرح ان چاروں صفات کے اقرار سے الحمد للہ کو قول اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے ساتھ نسبت ہے۔

گویا انسان کا ایک طرف ان چاروں صفات کا اقرار رحمانیت کے فیوض کے نیچے بطور شکر کے ہے۔ اور دوسری طرف ان چاروں صفات کا اقرار رحیمیت کے فیوض کو حاصل کرنے کے لئے بطور دعا کے ہے۔ یا قبولیت دعا کے لئے بطور ذریعہ کے۔

گویا مومن انسان جیسا کہ ایک طرف دنیوی انعامات کے لحاظ سے ان چاروں صفات کے فیوض سے مستفیض ہوتا ہے۔ ویسا ہی دوسری طرف دینی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے ان سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور ان معنوں میں گویا مومن انسان کیلئے یہ چاروں صفات دنیوی اور دینی انعامات کے لحاظ سے دگنی ہو گئیں۔ یعنی بجائے چار کے آٹھ ہو گئیں۔ جیسا کہ ان چاروں صفات کے مقابل لفظ نَعْبُدُ اور نَسْتَعِیْن۔ اور اِھْدِنَا اور لفظ اَنْعَمْتَ سے معبود اور مستعان۔ اور ہادی اور منعم چار صفات پیدا ہوتے ہیں۔ جو مومن انسان کیلئے دنیوی انعامات کے لحاظ سے تو رحمانیت کے نیچے۔ ربّ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین کے نام کے چار صفات ہیں۔ لیکن دینی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے یہی چاروں صفات بطور افاضۂ جزاء کے۔ معبود۔ مستعان۔ ہادی اور منعم کے نام کے چار صفات ظہور فرما ہیں۔ اور اس صورت میں دوسری دنیا پر تو رب۔ رحمٰن۔ رحیم اور مالک یوم الدین کے چار ہی صفات کی تجلی ایک ہی طرح کی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن مومن پر ان صفات کی تجلی دنیوی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے دوہری ہوتی ہے۔ اور پھر جب انسان اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی حالت کے ساتھ صفت معبود کے فیض سے ترقی کرتا ہوا اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ تک پہنچ کر صفت منعم کے فیض سے مستفیض ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت مومن کو ان آٹھ صفات کے افاضہ سے وہ حالت اور وہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے

جیسے منتق فرمایا گیا۔ کہ یحمل عرش ربك یومئذ ثمانیہ۔ یعنی اس دن خدا کی ربوبیت آٹھ

صفات کے افاضہ میں تجلی فرماتی ہے۔

اِیاکَ نَعبُدُ و اِیاکَ نَستعین کی تشریح

اور پانچواں امر کہ جس کی طرف فقرہ اِیاکَ نَعبُدُ و اِیاکَ نَستعین اشارہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ و اِیاکَ نَستعین کہ انسان جب دعا کرے۔ تو اس کے سامنے اللہ ہی ہو۔ اور کوئی چیز نہ ہو۔ تا اِیاکَ نعبدُ کے مخاطبہ میں صادق ٹھہرے۔ اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک انسان اور خدا کے درمیان جو کچھ بھی بطور حجاب کے ہے۔ سب کے سب کو نہ اٹھا دیا جائے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء ہے۔ اپنے مقام تقدس کے لحاظ سے کائنات عالم کی چیزوں سے بالکل الگ اور بلند تر ہے۔ اس لئے انسان کی رسائی اس کے حضور میں تب ہی ہو سکتی ہے۔ کہ جب انسان اپنی معرفت کی قوت اور بازوؤں سے اس قدر پرواز کرے۔ کہ یہ کائنات عالم کی چیزوں سے پوشیدہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ نہ کوئی اس کو دیکھے۔ اور نہ کسی کو۔ اس حالت میں یہ خدا کے حضور پہنچیگا۔ اور اپنے قول ایاکَ نعبدُ و ایاکَ نستعین میں حقیقت کے لحاظ سے صادق قرار دیا جائیگا۔ اور اس امر کی معرفت اور بصیرت حاصل کرنے کے لئے یہ طریق نہایت ہی سہل ہے۔ کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کے پیدا کرنے سے پہلے کائنات عالم کی دوسری مخلوق کو پیدا کیا۔ جو انسان کی تمام قسم کی ضروریات کو پورا کرے۔ اب اس لحاظ سے کہ سب چیزیں انسان کے لئے مقام ...... افاضہ پر قائم کی گئیں خدا تعالےٰ اور انسان کے درمیان میں واسطہ کی صورت میں ہیں جس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایک طرف خدا تعالیٰ کی بحر فیوض ذات ہے۔ اور دوسری طرف کائنات عالم کی سب چیزوں کے اخیر میں انسان۔

اب انسان اس افاضہ کے لحاظ سے جو سلسلۂ علت و معلول کے طور پر خدا اور انسان کے درمیان کی چیزوں کی وساطت سے انسان تک پونچتا ہے۔ اسباب پرستی کے طور پر اِیاکَ نعبدُ و اِیاکَ نستعین کا فقرہ منہ پر لائے۔ تو وساطت افاضہ کی تمام چیزوں سے ہر ایک چیز اپنے اپنے افاضہ کی وجہ سے اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور ہر ایک چیز اس کی معبود اور مستعان بننے کے لئے طیار ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک محجوب انسان انہی معنوں میں اس مقام پر ٹھوکر کھا کر مشرک بن جاتا ہے۔ کہ جس چیز کو مفید پایا۔ ہندوؤں کی طرح اس کے آگے سربسجود ہو گیا۔ لیکن عارف انسان کہ جس کے سامنے خدا

تک کائنات عالم کی تمام چیزیں سلسلۂ افاضہ کی صورت میں نظر آرہی ہیں۔ ہر ایک چیز کو دیکھ کر اس سے آگے گذرتا ہے۔ اور اس کے سامنے سورج آئے خواہ چاند خواہ کوئی چیز جسمانیات سے خواہ روحانیات سے کسی کے آگے بھی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا فقرہ منہ پر نہیں لاتا۔ بلکہ چاہتا ہے۔ کہ وہ حقیقی معبود اور فیضان کے اصل چشمہ پر جا پہنچے۔ اس لئے وہ ہر ایک چیز سے گذرتا ہے۔ حتّٰی کہ گذرتا گذرتا اور چلتا چلتا معرفت حقہ کے پرواز سے اس مکان پر پہنچتا ہے۔ کہ جہاں کائنات عالم کی چیزوں سے نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ مکین۔ گویا دوسرے معنوں میں وہ لامکان کے مقام میں جا مقام کرتا ہے۔ جہاں خدا تعالےٰ کی منزہ عن الجہات ذات کا ورود ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر خدا کے حضور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کہتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مومن انسان دعا اور نماز کے وقت کس بلندی اور بلند پروازی کا جانور بن جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے الصلوٰۃ معراج المومن کی حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ کسقدر برکت اور رحمت ہے۔ کہ جس مقام بلند پر آنحضرتؐ روحانی معراج کے موقع پر پہنچے۔ اس میں شریک کرنے کے لئے آپ نے نماز اور دعا کے ساتھ اپنی امت کو بھی مستفیض فرمایا۔ تا کہ پانچوں وقت وہ بھی روحانی معراج روحانی بلندیوں کی طرف پرواز کرے گو یہ جدا بات ہے۔ کہ ہر ایک انسان اپنی اپنی استعداد کے مطابق پرواز کر سکتا ہے۔ اور مختلف استعدادوں کے لحاظ سے ترقی کے مختلف مدارج ہیں۔ لیکن تاہم آنحضرتؐ کا یہ نمونہ اس عظیم الشان امر کو نصب العین قرار دیتا ہے۔ کہ جس سے بڑھ کر کوئی امر نصب العین نہیں ہو سکتا۔

پس اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کمال توحید ہے جو قبولیت دعا کا بہت ہی بھاری ذریعہ ہے۔ پھر اِیَّاکَ کی ضمیر مخاطب کو نَعْبُدُ اور نَسْتَعِیْن پر مقدم کرنا اور بھی ان معنوں کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ضمیر کو اسطرح پر مقدم کرنا ایک خصوصیت کے معنے دیتا ہے۔

پھر جسطرح اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تصدیق کیلئے الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک فرمایا گیا۔ اسی طرح اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کی تصدیق کے لئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم کی آخر تک دعا فرمائی۔ تا اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے پہلی عبارت مومن انسان کے قول اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تصدیق کرے۔ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے بعد کی عبارت اس کے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے دعوے پر دلیل ہو۔ اور یہ اس لئے کہ تا مومن انسان اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق دکھانے کا عادی ہو جو صدق اور اخلاص کی علامت ہے۔

اور نعبدُ اور نستعین کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا اس لئے فرمایا۔ کہ تا ایاکَ کی ضمیر کی مخاطب ذات کے سوا کائنات عالم کی تمام چیزوں کو اپنی طرح عابد اور مستعین سمجھا جائے۔ نہ معبود اور مستعان گویا دوسرے لفظوں میں معبود حقیقی کی خصوصیت کا اظہار ہے۔ اور جیسے ایاکَ کی ضمیر واحد سے توحید کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح نعبدُ و نستعین کے صیغۂ جمع سے ماسوائے اللہ کے عابد اور مستعین ہونے کا اظہار کیا گیا۔ اور اگر بجائے نعبد اور نستعین کے اعبد اور استعین ہوتا۔ تو اس سے ممکن ہے۔ کہ یہ سمجھا جاتا۔ کہ ایاکَ کی ضمیر کی مخاطب ذات کا عابد اور مستعین یہی شخص ہے جو متکلم ہے۔ اور دوسری مخلوق سے شاید کئی چیزیں عابد اور مستعین نہ ہوں۔ بلکہ معبود اور مستعان ہوں۔ اس لئے جمع کا صیغہ لا کر اس امر کی توضیح کردی۔ کہ معبود اور مستعان صرف اللہ کی ہی ذات ہے۔ اور جو اس کے سوا ہے۔ وہ سب متکلم کی طرح عابد اور مستعین ہی ہے۔ نہ معبود اور مستعان۔

نعبدُ اور نستعین کا جمع کا صیغہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ کہ عبادت اور استعانت کے لئے کسی ایک عضو اور قوت کو خاص نہ کیا جائے۔ بلکہ سب قویٰ اور اعضاء کو عبادت اور استعانت کے کام میں لایا جائے۔

نعبد اور نستعین کو مضارع کے صیغہ میں استعمال کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ عبادت اور استعانت وقتی نہ ہو۔ بلکہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے استمرار کے ساتھ ہو۔ اور ہمیشہ ہو اور دائمی ہو۔ اس کے علاوہ اور فوائد کا خاص فائدہ یہ ہے۔ کہ دعا کرنے والے کی توجہ میں فیوض اللہ کے جذب کرنے کی وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے داعی کی دعا کو قبولیت عامہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ

اب اس کے بعد اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے دعائیہ فقرات فرمائے۔ کہ دعا کی جائے۔ توبوں کی جائے۔ اس دعا میں انعام[1] ۔ غضب[2] اور ضلالت[3] کے تین پہلوؤں کو بیان فرمایا۔ یہ اس لئے کہ کائنات عالم کی تمام چیزوں سے ہر ایک چیز انسانی استعمال کے لحاظ سے اپنے اندر تین طرح کی خاصیت رکھتی ہے۔ یا یہ کہ انسان کے لئے باعث نعمت ہو۔ یا یہ کہ باعث غضب ہو۔ یا یہ کہ باعث ضلالت ہو۔ باعث نعمت ہونے سے انسان کو حسنۃ فی الدنیا و

حسنۃ فی الآخرۃ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ باعث غضب ہونے سے خسر الدنیا والآخرۃ کا باعث ضلالت ہونے خسر الآخرۃ کا۔

اب جبکہ ہر ایک چیز میں یہ نافع اور مضر تین پہلو پائے جاتے ہیں۔ تو انسان اپنے نقص علم کی وجہ سے کہاں اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس چیز کے استعمال سے میں انعمت علیہم کے گروہ سے بنوں گا۔ یا المغضوب علیہم سے یا الضالین سے۔ اس لئے انسان کو اس امر کی ازبس ضرورت ہے۔ کہ وہ ہر وقت دعا میں لگا رہے۔ تا کائنات عالم کی تمام چیزیں اس کے لئے باعث نعمت اور نافع ہی نافع بن جائیں۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔ پھر یہ اس لئے بھی کہ جب انسان کو کوئی نعمت ملتی ہے یا اس پر غضب نازل ہوتا ہے۔ یا کسی طرح کی ناکامی اور نامرادی ہوتی ہے۔ تو یہ تینوں صورتیں انہی اسباب اور کائنات عالم کی چیزوں سے اس کے لئے ظہور میں آجاتی ہیں۔ اور یہ خود علیم حکیم اور قادر متصرف نہیں۔ کہ ہر ایک چیز کے مضر اور نافع پہلو کو سمجھ کر اپنی قوت سے بچ سکے۔ اس لئے حضرت خالق الاسباب اور خالق الاشیاء کی علیم ذات کے حضور دعا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور ہر وقت ضرورت ہے۔

اور دعا کرنے والا ایاک نعبد و ایاک نستعین کہ کہتے وقت جب کائنات عالم کی تمام چیزوں سے بالکل علیحدہ اور الگ ہو کر ایک لامکان کی بلندی پر خدا کے حضور اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کرتا ہے۔ تو گویا دعا سے اس بات کی التدعا کرتا ہے۔ کہ الٰہی میں تیرا عبد ہوں۔ جو صرف تیرے ہی لئے عابد اور مستعین ہو کر تیرے حضور پہنچا ہوں۔ میری دعا یہ ہے۔ کہ کائنات عالم کی تمام اشیاء کہ جن کی طرف توجہ الی اللہ سے نزول کرنے کے وقت واپس لوٹتا ہے۔ جب واپس لوٹوں۔ تو یہ سب چیزیں میرے لئے ممد اور معاون ہو کر موافقت کرنے سے باعث نعمت ہوں۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔

پھر چونکہ یہ دعا خود حضرت رب العلمین اور ملک السلطین کے دربار سے قبولیت کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے اور محض قبول فرمانے کی غرض سے اس دعا کی تعلیم دی گئی۔ اس لئے دعا کرنے والا اس سے اپنے مطلب کو پا لیتا ہے۔ اور اپنی مراد اور مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ جب دعا کرنے والا توجہ الی اللہ سے دعا کرنے کے بعد نزول کرنے سے اس عالم کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو اس دعا کی قبولیت کی برکت سے خدا تعالےٰ کے حضور سے کائنات عالم کے تمام ذرات اور تمام چیزوں کو حکم ہوتا ہے۔ کہ سب کے سب

اس کے ممد اور معاون ہو کر اس کے لئے باعث نعمت بنو۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز بھی حقیقت اور معنی کے لحاظ سے اس بندہ کے لئے مضرانہ پہلو نہیں ظاہر کرتی۔ بلکہ سب کی سب چیزیں اس بندہ کی خادم اور غلام بن جاتی ہیں۔ اور جب وہ بندہ درگاہ الٰہی دربار سے رخصت ہوتا ہے۔ تو دربار سے نکلتے ہی تمام چیزیں اس کی تعظیم اور خدمت کے لئے طیار ہو جاتی ہیں۔

پھر اہدنا الصراط المستقیم کی دعا سے اس بات کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ جف القلم بما ھو کائن کو جن معنوں میں لوگوں نے سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ اس دعا سے تو پتہ لگتا ہے۔ کہ ایک مغضوب علیہم اور ایک ضال انسان دعا سے منعم بن کر اپنی پہلی حالت کو بالکل بدل سکتا ہے۔ اور اہدنا میں ضمیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا عام مخلوق کی شفقت کے لحاظ سے ہے۔ تا دعا میں دوسروں کو شریک کر کے شفقت علی خلق اللہ کا پہلو بھی پورا کیا جاوے۔

پھر اس لئے بھی کہ تا جماعت کی شرکت سے دعا کی قبولیت اور بھی زیادہ ہو۔ اس طرح پر کہ ممکن ہے۔ دعا کرنے والا گنہگار ہو۔ اور اپنے گناہوں کی وجہ سے قبولیت دعا کے مقام کو حاصل کرنے میں عاجز ہو۔ اس لئے جب وہ اپنی دعا میں نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے گروہ کے لوگوں کو بھی ان کی کامیابی اور ان کی ترقی کے لئے داخل کریگا۔ تو گو یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اس قابل نہیں۔ کہ اپنی کمزور دعا اور کمزور توجہ سے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے فیوض الٰہیہ کا جاذب بنے۔ لیکن ان دوسرے پاک اور بزرگ لوگوں کو جب یہ دعا میں شریک کریگا۔ تو خدا تعالےٰ ان کی خاطر اس کی دعا کو بھی ضرور قبول فرمائے گا۔ کیونکہ وہ مقبول گروہ ہے۔ کہ جن کا اللہ تعالےٰ کو بہت ہی پاس ہے۔ اس لئے جب ان مقبولوں کے حق میں دعا قبول فرمائیگا۔ تو ان مقبولوں کی برکت سے بمنطوق ارشاد ھم رجال لا یشقی جلیسھم۔ اس دعا کرنے والے کی دعا کو اس کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اور رد نہیں کریگا۔

اور یہی وجہ ہے۔ کہ نماز کے لئے جماعت کا حکم ہے کہ پانچوں وقت کے فرائض کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اور جو اتقی اور اعلم اور اعرف ہونے کی وجہ سے دعا کے ذریعہ فیوض کے لئے بڑھ کر جاذب ہو۔ اُسے امامت کرنے کا حکم ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں امام کے معنے اکرمکم عند اللہ

اُنفا کہہ سکے ارشاد کے مطابق نفقہ صفت کا انسان ہے۔

امامت اور جماعت کا مسئلہ

امامت اور جماعت کا مسئلہ اہل اسلام کے لئے ایک ضروری سبق ہے۔ جو انہیں پانچوں وقتوں میں اس امر کے لئے متنبہ کرتا ہے۔ اور توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ کبھی بھی بلا کسی امام کے زندگی بسر نہ کریں۔ اور جس مکان اور زمان میں ان کا وجود پایا جائے۔ ایک امام کی اطاعت کے نیچے ہوں۔ اس صورت میں ان کو کم از کم دو فائدے ہوں گے۔ ایک وحدت اور اتحاد کا فائدہ جو باہمی ہمدردی اور شفقت کے لئے قوی محرک اور بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دوسرا امام اور اپنے بھائیوں کی دعاؤں میں شریک ہونے کا فائدہ۔ گناہوں کی شامت سے بہت سے ایسے مصائب آنے والے ہوتے ہیں۔ جو انسان کو تباہ و برباد کر دیں۔ لیکن محض امام اور اپنے بھائیوں کی دعاؤں کی وجہ سے وہ بلائیں اور وہ مصائب ٹل جاتے ہیں۔ اور ایسے بھائی جو حقیقی شفقت اور ہمدردی سے اپنے کسی بھائی کے لئے دعا کریں۔ وہ بجز اس کے میسر نہیں آتے۔ کہ وہ ایک ہی امام سے تعلق رکھنے سے اتحاد اور وحدت کی ایک ہی سلک میں منسلک ہوں۔ اور جن لوگوں کا کوئی امام نہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی واحد شخص کی سچی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتے ہیں۔ گو وہ بظاہر ایک ہی جگہ اکٹھے نظر کیوں نہ آئیں۔ ان میں حقیقی اتحاد اور حقیقی شفقت ہرگز نہیں پائی جاتی۔ ہاں ان کا اتحاد محض ایک بناوٹ اور تصنع ہے۔ جو صحیح معنوں میں تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی کا مصداق ہے ؎

پس کسی مومن اور مسلم کا بغیر ایک امام کی اطاعت کے گذارہ بہت ہی مشکل ہے۔ اور جو لوگ شخصی اطاعت کی جگہ جمہوریت یا حریت کو پسند کرتے ہیں۔ اس کا سارا باعث خودی اور خود رائی اور اتباع ہوا نفس پرستی ہے۔ اور بس۔ پس جن لوگوں کو آپ کسی امام وقت کے باغی اور مخالف پائیں گے۔ وہ محض اس لئے۔ کہ وہ تکبر کی وجہ سے خود روی کو چاہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں جن معنوں میں حریت کو لیا جاتا ہے۔ وہ بجز اس کے نہیں۔ کہ ہم جو چاہیں۔ کریں۔ شراب پئیں۔ زنا کریں۔ نہ مذہب کا جوا گردن پر ہو۔ نہ سلطنت کا۔ لیکن یہ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ اس حریت کا انجام کس بری حالت کے ساتھ تباہ کن اور بربادی بخش ہے۔

پھر جب حریت باطلہ کی یہ حقیقت ہے کہ محض خدا کی عبودیت حقہ کو ترک کر کے نفس امارہ اور

شیطان جیسے سخت دشمن کی اطاعت کے جوئے کو گردن پر اٹھایا جائے۔ تو بتاؤ نفس لاامر آزادی کاہے کی ہوئی۔ خدا کی اطاعت سے بھی بندہ ہی بنا۔ اور نفس اور شیطان کی اطاعت سے بھی بندہ ہی رہا ہاں فرق ہے تو یہ ہے۔ کہ بندۂ خدا بننے کو چھوڑ کر بندۂ نفس اور بندۂ شیطان بننے کو اختیار کیا گیا۔ توالغرض امام کی اطاعت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور امام وقت سے علیحدگی سم قاتل ہے۔ جو ابو جہل بنا دیتی ہے۔ ونعوذ باللہ من ذلک

اِہدنا کی مزید تفسیر!

ہاں پھر اِہدنا کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ کہ اِہدنا میں غیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں لانا نعبد اور نستعین کے صیغہ جمع کی مانند اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہادی اصل میں اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور ماسوی اللہ تمام مخلوق اس کی عابد اور مستعین اور اس کی ہدایت کی محتاج ہے۔ اور جو کچھ ہدایت وغیرہ کمالات سے کسی کے پاس ہے۔ وہ سب اسی ہادی خدا سے ہے۔ جس کے بغیر ہدایت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔

دُعا کا ہر ایک نبی محتاج ہے!

اور اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کا آنحضرت سے لیکر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ امتی تک عمر کے آخری وقت تک ورد کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ کوئی نبی ہو۔ یا صدیق اور کوئی شہید ہو یا صالح ہو۔ اور کوئی ادنےٰ ہو یا اعلیٰ۔ کسی امر کے نعمت غضب اور ضلالت کے تین پہلوؤں کو سمجھنے اور تمیز کرنے میں سبکے سب عاجز ہیں۔ اور سبکے سب اس بات کے محتاج ہیں۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے کسی امر کی حقیقت کو دریافت کرنے کے لئے عرض کریں۔ اور اس سے دعا کے ذریعے پوچھیں۔ اب جب آنحضرت سے لیکر ادنےٰ سے ادنےٰ امتی تک سب لوگ محتاج ہیں۔ تو کسی کا یہ کہنا کہ میں نے بجائے خود صراط مستقیم کو خوب سمجھ لیا ہے۔ یہ دعوےٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پس دعا کی انسان کو بہت ہی سخت ضرورت ہے جس کے سوا کام کا چلنا مشکل امر ہے۔

قبولیت دعا کے دلائل۔

ہاں یہ سوال۔ کہ قبولیت دعا کے دلائل کیا ہیں۔ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ قبولیت دعا کے اس قدر دلائل ہیں۔ کہ جنکا تقریر اور تحریر میں لانا مشکل ہے۔ ہاں کچھ نمونہ کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں۔

اوّل آپ قرآن کو ہی کھول کر دیکھو۔ کہ قرآن میں کس قدر دعاؤں کی قبولیت کے نمونے دئے گئے۔ آدم سے غلطی ہوتی ہے۔ جب وہ ربنا ظلمنا کی دعا کرتے ہیں۔ اور ادھر فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم کے الفاظ سے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔ اور اس غلطی کو معاف کیا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہُوا۔ کہ دعاؤں سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ اور توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی حضرت یونس کی دعا قبول ہوئی۔ اور آپ کو نجات ملی۔

پھر حضرت نوحؑ کی دعا ربّ لاتذر علی الارض من الکٰفرین دیارا کی طرف دیکھو۔ کہ وہ کس طرح قبول کی گئی۔ اور اسی دعا سے موذی کفار کہ جنہوں نے حضرت نوح کو بڑی بڑی تکلیف اور ایذا پہنچائی۔ پانی کے طوفان عظیم میں کس طرح غرقاب ہوگئے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک مومن کی دعا سے موذی تباہ ہو سکتے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم کی دعا رب ھب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم۔ کی طرف دیکھو۔ کہ وہ کسطرح سے قبول کی گئی۔ اور آپ کی اس دعا سے باوجود پیرانہ سالی اور آپکی بڑھیا بیوی کے خدا نے آپکے ہاں محض دعا کی برکت سے کسطرح اسمٰعیل جیسا فرزند عطا فرمایا۔ ایسا ہی حضرت زکریا کی دعا قبول ہوئی۔ اور یحیٰی پیدا ہُوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعا سے لاولد اور پاک اولاد بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ اور باوجود عدم اسباب ظاہریہ کے پھر بھی خدا کا فضل ہو سکتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم کی دعا ربنا وابعث فیھم رسولا۔ کی طرف غور کرو۔ کہ وہ قبول ہو کر آنحضرت کی بعثت سے کسطرح سے پوری ہوئی۔ اور باوجود ایک لمبا زمانہ گذرنے کے پھر بھی قبولیت کے شرف سے مشرف ہو کر ہی رہی جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مومن کی دعا اس کی نسلوں کی ہدایت کے لئے بھی قبول ہو کر ضرورت کے وقت کسی مامور کی صورت میں ضرور ہی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی دُعا اھدنا کا نتیجہ

پھر آنحضرت کی دعاء اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کی طرف غور کرو۔ کہ یہ دعا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود باجود کے ذریعہ کس طرح پوری ہوئی۔ الحمد کو آنحضرت کی دعا سمجھ کر اس سے میرا

یہ نتیجہ نکالنا اس طرح سے ہے۔ کہ عام مومن لوگ جب دعا فاتحہ پڑھتے ہیں۔ تو صراط الذین انعمت علیہم سے مراد پہلے منعم مراد لیکر ان کے انعامات کے لئے التدعا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ منعم گروہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح لوگ ہیں۔ جن کے جامع کمالات اور جامع برکات ہونے کے لحاظ سے سب کے سردار آنحضرتؐ ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ سب سے پہلے منعموں کے سردار ہیں۔ تو آنحضرتؐ اپنی اس دعا فاتحہ میں کون سے منعموں کا انعام طلب فرماتے تھے۔ کیونکہ پہلے منعموں کے کمالات تو آپ کو حاصل تھے۔ اس لئے اہدنا کی ضمیر جمع متکلم میں آنحضرتؐ کی امت کو داخل سمجھ کر اس دعا کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ آپ کی دعا کا یہ مطلب تھا۔ کہ پہلے سب منعم جو ہو گذرے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کی امت کو دئے جائیں۔ اور جو جو کمالات اور برکات پہلوں کو ملے ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کی امت کو عطا ہوں۔ سو جتنے کہ آنحضرتؐ کی دعا قبول ہوئی۔ اور پہلے سب قسم کے منعموں کے کمالات اور برکات آپ کی امت کو عطا ہوئے۔ اور آپ کی دعا سے ہر صدی کے سر پر اسرائیلی نبیوں کی مانند علماء مجددین پیدا ہوئے۔ اور واللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ کی بشارت کے ماتحت مسیح اور مہدی لقب کے آخری مجدد کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان میں مبعوث فرما کر پہلے سب نبیوں کے کمالات کا وارث انسان بھی آپ کی امت کو عطا کیا گیا۔

امت محمدیہؐ کے اولیاء بالخصوص جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ کی دعاؤں کی قبولیت

ایسا ہی قرآن میں دفع شر اور جلب خیر کے معنوں میں بہت سی دعائیں ہیں۔ جو قبولیت کے ساتھ اور قبولیت کے لئے ذکر کی گئیں۔ پھر امت کے اولیاء کرام کی زبان کو دعا کی قبولیت کے لحاظ سے قضاء و قدر کی طرح اٹل خیال کرتے ہیں۔ اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی قبولیت کا وہ تازہ اور زندہ نمونہ موجود ہے۔ کہ آج خیر و شر کے رنگ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ سب آپ کی دعاؤں کا ہی کرشمہ ہے آپ کی جلالی دعاؤں کا نمونہ لیکھرام کے قتل اور آتھم کی موت اور ڈوئی احمد بیگ کی ہلاکت سے ظاہر ہے۔ پھر ان لوگوں کی موت سے کہ جن کا کسی قدر نمونہ کے طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ حقیقۃ الوحی میں ذکر فرمایا۔

اور پھر آپ کے قول "ہر طرف یہ آفت جاں ہاتھ پھیلاتے کو ہے" کے مطابق دنیا میں

حضرت مسیح موعود کی دعاؤنکا وہ تازہ اور زندہ نمونہ موجود ہے کہ آج حوادث کے رنگ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب آپکی دعاؤنکا ہی کرشمہ ہے۔ آپکی جلالی دعاؤنکا نمونہ لیکھرام کے قتل اور آتہم کی موت ڈوئی اور احمد بیگ کی ہلاکت سے ظاہر ہے پھر ان لوگوں کی موت سے کہ جنکا کسیقدر نمونے کے طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ حقیقۃ الوحی میں ذکر فرمایا ہے اور پھر آپکے قول "ہر طرف یہ آفت جاں تھہ پھیلانیکو ہے" کے مطابق مختلف قسم کے عذاب جو طاعون ہیضہ قحط سالی۔ زلازل اور جنگوں کی صورت میں بار بار ظہور کر رہے ہیں جنکی تفصیل اور تفصیل کے نیچے سب افراد کی موت کا ذکر کہ جو آپکی جلالی دعاؤں کی قبولیت کا نشان ہے تقریر اور تحریر میں لانا مشکل اور محال ہے۔

اور آپکی جمالی دعاؤنکا نمونہ چار پانچ لاکھ انسان کی جماعت کا ہر فرد ایک زندہ نشان ہے۔ پھر آپکی بیوی اور بچے اور دوست اور انکے مشکلات کے دفعیہ کے لئے دعائیں اور برکات اور ہزاروں بیماروں کی آپکی دعاؤں سے شفا اور پھر اپنے مقدمات اور دوستوں کے مقدمات کیلئے دعاؤں سے فتوحات کا حاصل ہونا مشہور عالم نشان ہیں۔

پھر اسوقت ہمارے امام وقت کا خلیفہ ہونا آپکی دعاؤنکا ہی نتیجہ ہے کیونکہ آپکی دعاؤں پر آپکو فضل عمر کا الہام ہوا جو حضرت خلیفہ ثانی کی خلافت سے پورا ہوا یہ آپکی دعا کی قبولیت کا نشان ہے

مسیح موعود کے خلفاء اور آپ کی جماعت کی دعاؤنکی قبولیت

پھر آپکے بعد حضرت خلیفہ اول کی دعاؤں کی قبولیت اور حضرت خلیفہ ثانی کی دعاؤں کی قبولیت اور پھر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں احمدیوں کی دعاؤنکی قبولیت کا نمونہ اس زمانہ میں تازہ مثالیں ہیں جن سے عام لوگ واقف اور میرے خیال میں کوئی بھی ایسا احمدی نہیں ہوگا جس نے قبولیت دعا کا نمونہ اپنی دعا میں نہ پایا ہو۔

پس دعا کے دلائل و واقعات مشہودہ محسوسہ سے بڑھکر اور کیا ہو سکتے ہیں والسلام مع الاکرام

غلام رسول راجیکے

مسیح بن مریم کے بعد سلسلۂ خلفاء

پہلا خلیفہ پطرس

"مولٰنا سرور شاہ صاحب نے خطبۂ جمعہ میں فرمایا کہ حضرت مسیح کے بعد پطرس خلیفہ ہوا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اس پر ۶ جون کے پیغام میں ایک مضمون لکھا جسمیں پطرس کے خلیفہ ہونے سے انکار کیا مگر اسی ضمن میں مولٰنا کی شان میں اسقدر گستاخیاں کی ہیں اور تمسخر اور استہزاء سے کام لیا ہے کہ ہر ایک شریف انسان کو پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے اسکے جواب میں شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم نے یہ مضمون لکھا ہے جو اپنی زبردست استدلالات کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو تہذیب سے گفتگو کرنا بھی سکھا ئیگا یہ مضمون ۱۳ جون کو نومسلم موصوف نے لکھکر دیا تھا افسوس ہے کہ اسقدر دیر سے شائع ہوتا ہے"

آپ لکھتے ہیں حضرت مسیح کے بعد پطرس تو خلیفہ ہو گئے یہ پہلا جھوٹ اور افترا ہے انجیل موجود ہے مولوی سرور شاہ بتائیں کہ کس جگہ لکھا ہے کہ پطرس خلیفہ بنگیا اور حواریوں نے اسکے ہاتھ پر بعیت کی یہ مولوی صاحبکا افترا ہے جو محض خلافت کی تائید کے لئے گھڑ اگیا ہے۔

لیجئے صاحب! اب آپکی انجیل دانی کا راز ہم فاش کئے دیتے ہیں۔ لو اپنی دونوں آنکھیں کھولکر دیکھو شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ مبارک[1] ہے تو شمعون بر یونا کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اسی پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤنگا۔ اور عالم ارواح کے

---

[1] اسجگہ یسوع نے پطرس کو مبارک کہا ہے ہم ڈاکٹر مذکور سے آئندہ کے لئے کہدیتے ہیں کہ اول وہ اپنے کسی استاد سے سیکھ لیں کہ اسجگہ پطرس کی کیا تخصیص ہے کیونکہ اصل زبان میں دو الفاظ لفظ مبارک کے واسطے اپنے اپنے موقعہ ومحل پر استعمال ہوتے ہیں۔ ایک یولوگے منیاس اور دوسرا لولوگے تاس۔ پس خوب غور کر کے جواب دیں۔ کہ اس جگہ کون سا لفظ ہے اور کیوں ہ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دروازے اسپر غالب نہ آئینگے میں آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دونگا اور جو کچھ تو زمین پر باندھیگا وہ آسمان پر بندھیگا اور جو کچھ تو زمین پر کھولیگا وہ آسمان پر کھلیگا متی ۱۶ ۱۶ و ۱۹

اب اس عبارت سے ایک موٹی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یسوع نے صاف کہا کہ میں اسی چٹان پر (پطرس یعنی چٹان اور پتھر) اپنی کلیسیا بناؤنگا اور جس طرح بموجب مکاشفہ ۱۸ موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں اسی طرح پطرس کے پاس ہونگی۔

دوم یہ کہ جو کچھ پطرس زمین پر کریگا وہ آسمان پر کیا جائیگا جسکو پطرس رد کریگا اسے مسیح اور خدا باپ رد کریگا اور آسمان کے فرشتے بھی اسے فاسق وملعون کہینگے اور جس نے پطرس کو رد کیا اسنے مسیح اور خدا باپ کو رد کیا۔

پس ہم اپنی مخاطب سے دریافت کرتے ہیں کہ خلافت کی تشریح اور توضیح اسی کو کہتے ہیں یا کہ نہیں۔ اور اگر یہ خلافت نہیں تو خلافت اور کس چیز کا نام ہے ہم متی ۱۶ کی اور زیادہ تشریح کر دیتے ہیں اور پطرس کی تخصیص بتا دیتے ہیں۔

متی باب ۱۰ یسوع نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں ناپاک روحوں پر اختیار بخشا کہ انکو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں اسکی تطبیق مرقس ۳ اور لوقا ۹ و ۹ ہے اب یہ امر ظاہر ہے کہ ان مقامات سے پطرس کی خلافت اور تخصیص کے برخلاف کوئی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ معجزات تو تمام وے لوگ جو مسیح پر ایمان لاویں دکھا سکتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ یسوع نے بارہ کو چن لیا اور پھر ان تمام نے معجزات دکھائے خلافت پطرس کے خلاف کوئی دلیل نہیں چنانچہ مرقس باب ۱۶ میں لکھا ہے اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہونگے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالینگے نئی نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اٹھائینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنیوالی چیز پئینگے انہیں کچھ ضرر نہیں ہوگا وہ بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو اچھے ہو جائینگے اور نیز یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا بلکہ ان سے بھی بڑے بڑے کام کریگا۔ یوحنا ۱۴ آیت

پس معجزات اور دیگر امور میں تمام شاگرد شامل ہیں اور ایماندار بھی ویسے ہی حقدار ہیں مگر کلیسیا صرف مخصوص پطرس پر مسیح نے بنائی اور یہی تخصیص اور خلافت پطرسی کی دلیل ہے۔

لیجئے ڈاکٹر حضرت! ہمنے تو صرف ایک مقام سے ہی خلافت پطرس ثابت کر دی مگر اب آپ کسی

آیندہ پرچے میں یہ رونا روتے نظر آئینگے کہ یسوع نے خود کہا اگر کوئی شخص میری خدمت کرے تو میرے پیچھے ہولے اور جہاں میں ہوں وہاں میرا خادم بھی ہوگا یوحنا ۱۲:۲۶ یا یوحنا ۱۵:۱۶ میں لکھا ہے کہ یسوع نے کہا تم نے مجھے نہیں چنا بلکہ میں نے تمہیں چن لیا اور تمکو مقرر کیا کہ جا کر پھل لاؤ اور تمہارا پھل قائم رہے یا متی ۱۹:۲۸ میں مسیح کہتا ہی کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہولئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھکر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے مگر ہماری دلیل کو ان تمام مقامات سے کچھ ضعف نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یسوع پر ایمان لانے والے لوگ یسوع سے بھی بڑے بڑے کام کرینگے یوحنا ۱۴:۱۲ حتےٰ کہ بموجب یوحنا ۲۰:۲۳ کے گناہ معاف کرنے اور بخشنے میں بھی سب شاگرد مساوی الاختیار ہیں مگر یہ ہرگز کسی اور شاگرد کی تخصیص اور فوقیت اناجیل کی رو سے ثابت نہیں ہوسکتی کہ کلیسیا کی بنیاد مسیح نے اسی پر رکھی ہو اور یہ صرف پطرس کا ہی حصہ ہے اور یہی پطرس کی تخصیص اور خلافت ہے۔

اور اگر ہمارا مخاطب ڈاکٹر مذکور انجیل کا ذرا زیادہ مطالعہ کریگا تو اسکو یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ یسوع نے ایکدفعہ ستر شاگرد کو اسی طرح چنا تھا اور منادی کے لئے بھیجا تھا اور بموجب لوقا ۱۰:۱ کے سب کو رسول کا لقب دیا تھا مگر ہمارا مطالبہ پھر وہی ہے اور اسکا کسی پراٹسٹنٹ یا پراٹسٹنٹوں کے چیلے کے پاس ہرگز کوئی جواب نہیں ہے۔

اب ایک اور مقام ملاحظہ فرمایئے اور سر گریبان میں ڈالئے اور اپنے شب و روز انجیل کے ورد کرنے پر کف تاسف ملئے۔

پطرس کا رسولی خدمت پر از سر نو مقرر ہونا

اور جب کھانا کھا چکے تو یسوع نے شمعون پطرس سے کہا اے شمعون یوحنا کے بیٹے۔ کیا تو ان سے زیادہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اس نے اس سے کہا ہاں خداوند تُو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں اس نے اس سے کہا تو میرے برّے چرا[1] اسنے دوبارہ اس سے پھر کہا۔ کہ اے

---

[1] ہمارا مخاطب لکھتا ہی پطرس اگر مسیح کا سچا حواری تھا تو موحد ہوگا اسکو تثلیث سے کیا۔ لہذا اغلب ہے کہ یہ سب کچھ جانتا ہے کا جملہ پڑھ کر پطرس کو اور بھی بلند آواز سے تثلیثی بتایا کرے۔ اس لئے

شمعون یوحنّا کے بیٹے کیا تو مجھ سے محبّت رکھتا ہے وہ بولا ہاں خداوند۔ تو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھ کو عزیز رکھتا ہوں اس نے اس سے کہا تو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر۔ اس نے تیسری بار اس سے کہا اے شمعون یوحنّا کے بیٹے کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہی چونکہ اس نے تیسری بار اس سے کہا کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہے اس سبب سے پطرس نے دلگیر ہو کر اس سے کہا اے خداوند! تو تو سب کچھ جانتا ہی۔ تجھے معلوم ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں یسوع نے اس سے کہا کہ تو میری بھیڑیں چرا میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تو جوان تھا تو آپ ہی اپنی کمر باندھتا تھا اور جہاں چاہتا تھا پھرتا تھا مگر جب تو بوڑھا ہوگا تو اپنے ہاتھ لمبے کریگا اور دوسرا شخص تیری کمر باندھیگا۔ یوحنا کی انجیل باب ۲۱ آیت ۱۵-۱۸

ہمکو کچھ ضرورت نہیں کہ آیات مذکورہ کی خود کوئی تشریح یا تفسیر کریں کیونکہ وہ خود آپ اپنی تشریح اور تفسیر ہیں اور صاف سے صاف ہیں (بشرطیکہ پڑھنے والا کور باطن نہ ہو) پس ہم اپنے ذی علم علم سے پوچھتے ہیں کہ اس سے زیادہ زوردار الفاظ لانا جن سے پطرس کی تخصیص اور خلافت ثابت ہو سکے۔ ممکن ہیں ہرگز نہیں پس اگر آپ نے اب کسی دوسری جگہ کسی دیگر حواری کے واسطے از سر نو رسولی خدمت پر مقرر ہونا ثابت نہ کیا تو وہ جو کچھ آپ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے حق میں لکھ چکے ہیں۔ آپ پر صادق آئیگا گویا وہ معزز القاب آپنے صرف اپنے لئے خود منتخب کر کے ہمارا ہاتھ بٹایا جزاکم اللہ احسن الجزا۔

غور کا مقام ہے کہ یسوع مسیح اس تقریر کے عین بعد بقول اناجیل نویساں آسمان پر صعود کر نیوالا ہی صرف پطرس کو از سر نو رسولی خدمت پر مقرر کر کے اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی اسکے سپرد کرتا ہے اور پھر ساتھ ہی جوانی اور بڑھاپے کی مثال پیش کر کے تمام منکرین کی زبان بند کرتا ہے پس اگر یہ خلافت نہیں۔ تو پھر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴ سے

ہم اسکو سمجھائے دیتے ہیں کہ یہ ایک عام محاورہ ہے چنانچہ یہی فقرہ یوحنا نمبر ۱ باب ۲ میں تمام ایمانداروں کے واسطے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اگر آپ کو دعوے ہے کہ پطرس اور دیگر حواری موجودہ انجیل کی رُو سے تثلیثی تھے تو ذرا ہمارے مضمون الوہیت مسیح کا جو جنوری۔ فروری۔ مئی ۱۵ء کے تین نمبروں میں رسالہ ریویو میں شائع ہوا غور سے پڑھکر جواب دیں اور ہم نے اسمیں تمام دلائل در بارہ اثبات الوہیت مسیح جو اہل تثلیث کے علماء و فضلاء پیش کیا کرتے ہیں تحریر کر دئے ہیں اور پھر انکا رد ایسے طریق سے کر کے دکھایا ہی کہ آپکو یا آپکے کسی استاد کو ہرگز ایسا طریق کبھی نصیب نہیں ہوا۔

خلافت کی تشریح کے واسطے کسی ہمکلامی رکھنے والے لیکچرار کے لیکچر کی کیا ضرورت ہے؟ اور کس طرح اس لیکچر سے کوئی ثابت کر سکے گا۔

پس ہم صرف ان ہر دو مقامات سے ہی آپکی مدعا کی بطالت ثابت کر چکے ہیں اور ہم کو کچھ ضرورت نہیں کہ آپکے دیگر تمام اوہام کی بھی جو افسانہ کذب پر مبنی ہیں تردید کریں مگر صرف ناظرین پر یہ بات ظاہر کرنے کے واسطے کہ آپ دین مسیحی سے ناواقف اور نابلد ہونیکے باوجود ہمہ دانی کے مدعی ہیں۔ آپکے چند خرافات کو اہل نظر کی نظروں کے سلسنے رکھدیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آپنے خلافت حقہ مسیح موعود قادیانی کے خلاف کیا حال کیا کچھ ہمت کی ہے اور اس کمال میں آپکو کیا ید طولےٰ حاصل ہے۔

آپ لکھتے ہیں "کیونکہ پوپ پطرس کی گدی پر ہی بیٹھنے کے مدعی ہیں انہوں نے یہ سمجھا کہ پوپوں کی گدی دراصل مسیح کی خلافت نہیں بلکہ پولوس کی ہے ابتدا سے ہی تمام پوپ پولوسی مذہب کی تعلیم کی ہی اشاعت و ترویج کرتے رہے ہیں اور پطرس بیچارے سے نسبت تو صرف بہشت کی کنجیوں کے وارث بننے کے لئے پیدا کی گئی ہے" اس سے آگے لکھتے ہیں "وہ یہی یعقوب جو غیر قوموں سے شریعت کا بوجھ ہٹارہا ہے اور جس کا مثیل میاں محمود کو مولویصاحب بنانا چاہتے ہیں خدا جانے مولٰنا نے کیا سوچا جو یعقوب کو اس مماثلت کے لئے پسند کیا۔ ورنہ انجیل میں تو پطرس کے بعد پولوس ہی نظر آتا ہے جس نے ایسے کارنمایاں کرکے دکھائے ہیں کہ مسیحی مذہب کی کایا ہی پلٹ کردی اور لفظ پرستی اختیار کر کے اور مجاز کو حقیقت کا جامہ پہنا کے مسیح کی شان میں خوب غلو کیا اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔" یہ دلیل انجیل دانی اور تاریخدانی پر شاہد ناطق ہے۔ اور آپکے مسیحی مذہب کے عالم متبحر ہونے پر دال ہے۔

کیوں جی! حضرت! ڈاکٹر!! صاحب!!! اور وہ سب کچھ جو آپ مولوی سرور شاہ صاحب کو کہہ چکے ہیں کس سند پر آپنے یہ لکھدیا "ورنہ انجیل میں تو پطرس کے بعد پولوس ہی نظر آتا ہے۔"

بتلائیے کس وقت پطرس کے بعد پولوس نے ایسے کار نمایاں کئے اور کس وقت مسیح کی شان میں غلو کیا انجیل کے کون سے مقام کی رو سے آپنے اپنا یہ استدلال صحیح ظاہر فرمایا۔ آپنے کس تاریخ کی کتاب میں مطالعہ کیا کہ پطرس کے بعد پولوس نے یہ کام کئے اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔ کن وقتوں میں جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔

اگر آپ یہ دلیل نہ لکھتے تو میری حیرت وقعت نہ ہوتی کہ پیام پارٹی میں یہ اسسٹنٹ سرجن کیسا

ناظرین پر واضح ہو کہ اس اتنی بڑی علمیت کے مدعی کو تا حال یہ بھی معلوم نہیں کہ پطرس کس وقت فوت ہؤا۔ اور پولوس کب کون پہلے فوت ہؤا دوسرا کتنے سال بعد ہم آج اسکو بتائے دیتے ہیں۔ تا پھر ایسی بیہودہ دلیل اسکی زبان سے نہ سنیں۔

بھلا اس بیچارے کو کیا معلوم کہ تمام عیسائی مؤرخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پطرس مسیح کا خلیفہ اول ۶۷ء میں شہید ہؤا۔ اور پولوس رسول ۶۳ء یا ۶۸ء میں پطرس سے چند ماہ پہلے شہر روم میں ہی شہید کیا گیا۔ چنانچہ کلیسیا کی تواریخ ریونڈ جیمز جی ڈی ڈی مترجمہ پادری ای۔ ایم ویری صاحب (مصنفہ) ڈی ڈی کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے کہ رومی اسقفوں کا ذکر تواریخ میں نہیں ملتا۔ بیشتر وفات پولوس رسول کی جو ۶۳ء یا ۶۷ء میں ہوئی اور گمان غالب ہے کہ پطرس بھی ۶۷ء میں شہر روم میں شہید ہؤا اور نیز صفحہ ۴۴ و ۴۵ بھی ملاحظہ ہو۔

پس ہم کہتے ہیں کیوں آپنے ہمہ دانی کا اتنا بڑا دعوے کیا اور کیوں ہمار ہوئے اب اپنی اس بےعلمی کا لوگوں کو کیا جواب دوگے غالباً کہدوگے کہ ہماری مراد اس سے یہ نہ تھی کہ پطرس کے بعد پولوس نے ایسا کیا۔ بلکہ پطرس کی عین حیات میں ہی اسنے ایسا کیا مگر پھر دکھانا پڑیگا کہ کس سنہ میں ایسا کیا اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کر لی مگر آپ کی مجال نہیں کہ یہ تاویل کر سکیں کیونکہ آپنے خود ہی تشریحاً تحریر فرماتے ہوئے اس تاویل کی راہ ماری اور یہ کیوں یہ اسلئے کہ اس مضمون کے لکھتے وقت آپکے سر پر بےعلمی کا ایک جن چڑھا ہؤا تھا اور اس تمام ساختہ پرداختہ کے وہی حضرت پڑھے جن جوابدہ ہیں۔

ایسے شخص کی جو مسیحی مذہب سے بکلی بے بہرہ اور بےعلم ہے زیادہ تردید کرتے ہوئے ہمیں خود افسوس آتا ہے مگر اتمام حجت کے واسطے ہم اسکی بےعلمی کو اور بھی فاش کئے دیتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں یہ کہاں لکھا ہے کہ پطرس کے مرنیکے بعد یعقوب خلیفہ ہؤا ڈاکٹر صاحب نے بالکل غور نہیں کیا اگر وہ اپنے تحریر کردہ مقام اعمال ۱۲/۱۵ سے ذرا پہلے کی چند آیات مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہو گیا ہوتا کہ ان کا پولوس پطرس کے بعد والا فینکے اور سامریہ کے بیچ سے چل کر پطرس کے پاس فتوی لینے کے واسطے آتا ہے اور پطرس کے تقریر کر چکنے کے بعد یعقوب رسول کی پیش کردہ تجویز کو پطرس خلیفہ وقت اور پولوس رسول ہر دو نے تسلیم کر لیا ہے پس اگر یعقوب معزز او باوقعت شخص نہ تھا۔ تو اور کیا تھا؟

اور آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ جلسہ کس سن میں ہوا مگر خیر ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں تا آپ غور کریں یہ جلسہ ۵۰ء یا ۵۱ء میں منعقد ہوا کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۲۱ - اور ۶۳ء یا ۶۷ء میں پولوس شہید ہوا - اور ۶۷ء میں ہی پولوس کے چند ماہ بعد پطرس بھی شہید کیا گیا اور باقی رسولوں کی نسبت تواریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ انکی نسبت بہت تھوڑی خبر ملتی ہے کہا جاتا ہے کہ وہ عرب حبشستان فارس ہند اور کئی اور ممالک میں انجیل کی خوشخبری سناتے رہے کلیسا کی تواریخ صفحہ ۱۳ - مگر صرف یعقوب اور یوحنا کی نسبت لکھا ہے کہ یوحنا رسول کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ اسنے بہت برسوں تک خداوند کی ماں کو بیٹے اور محبت کے ساتھ شہر یروشلم میں اپنے پاس رکھا دیکھو یوحنا ۱۹/۲۶ و ۲۱/۲۰ اور ۱۳/۲۳ کے یوحنا رسول مسیح کا پیارا شاگرد تھا اور یہ یعقوب اسکا بھائی ہے مسیح یسوع کے ساتھ ہر وقت یہی تین شاگرد یعنی پطرس یعقوب اور یوحنا ہی رہے دیکھو لوقا ۸/۵۱ و ۹/۲۸ و متی ۱۷/۱ و مرقس ۱۴/۳۳ اور متی ۲۶/۳۷ لیکن جب مریم مرگئی وہ شہر افسس میں بودوباش رکھنے لگا اور وہیں موت تک ان کلیساؤں کی خبر لی جن کی بنیاد پولوس نے ڈالی تھی -

اور یعقوب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ یروشلم کا اسقف مقرر ہوا لیکن جب یعقوب نے وفات پائی کلیوپاس کا بیٹا شمعون یروشلم کی کلیسا کا اسقف مقرر ہوا پھر نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب کا راولپنڈی سے چیخنا چلانا چہ معنے دارد بھلا انکو کون سمجھائے کہ حضرت اپر وشلم میں ہی پطرس خلیفہ یا اسقف مقرر ہوا تھا - اعمال ۱/۱۵ یروشلم میں ہی پطرس نے متھیاہ کو رسولی خدمت پر مامور کیا تھا - اعمال ۲/۱۴ یروشلم میں ہی پطرس نے پہلے خلافت کے زمانہ میں وعظ کیا تھا - اعمال ۳/۱ یروشلم میں ہی اول لنگڑے والا معجزہ پطرس رسول سے ظاہر ہوا تھا اعمال ۴/۴ یروشلم میں ہی تین ہزار آدمیوں نے اول پطرس سے بپتسمہ حاصل کیا تھا اعمال ۲/۴۱ پس یروشلم میں ہی پطرس کے بعد کا اسقف اسکا جانشین سمجھا جاتا ہے جو یعقوب ہوا اور یعقوب رسول ہی وہ رسول ہے جس کا نام پطرس اور پولوس تمام شاگردوں سے پہلے لیا کرتے تھے چنانچہ پطرس نے جب ایک دفعہ مخالفین کے ڈر سے ہجرت اختیار کی تو سب سے پہلے یعقوب کو مطلع کرنا ضروری خیال کیا چنانچہ فرمایا یعقوب اور بھائیوں کو خبر کر دینا اعمال ۱۲/۱۷ اور پولوس نے بھی جب کبھی ذکر کیا تمام رسولوں کے نام سے پہلے یعقوب ہی کا نام ادب سے لیا ہے ۱ کرنتھیوں ۱۵/۷ تطبیق کرو دیگر مقامات سے پس ہمنے ثابت کر دیا اور نہایت واضح دلائل سے ظاہر کر دیا کہ پطرس کے بعد یعقوب ہی یروشلم کا اسقف مقرر ہوا - اب آپ کا حق ہے کہ اسپر کچھ اور لکھکر اپنی اور زیادہ بعلمی کا ثبوت دیں ہم تغیر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں پھر ڈاکٹر مذکور مولانا سرور شاہ کا یہ فقرہ نقل کر کے "اس انجمن نے کہا غیر اقوام میں تبلیغ کرنی چاہیئے

توپطرس جوکہ حضرت مسیح کا خلیفہ تھا اسنے کہا کہ تبلیغ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں میں ہونی چاہیئے کیونکہ مسیح صرف انہیں کے لئے آیا تھا۔ ہمیں باہر نہیں جانا چاہیئے" لکھتا ہے کہ لاحول ولاقوۃ (آپکی زبان پر یہ لاحول کیسے آیا) اللہ اللہ جمعہ کا خطبہ اور یہ جھوٹ رسولوں کے اعمال پڑھو۔

بھلا اس شخص سے کوئی پوچھے کہ رسولوں کے اعمال ۱۱ کی چند آیات تمنے کس اُستاد سے پڑھی تھیں جس نے آپکو بتایا تھا کہ پطرس نے کبھی کسی وقت میں غیر اقوام میں تبلیغ کرنے سے منع نہیں کیا پھر اسنے کس سے پڑھا کہ رسولوں کے اعمال کس سن میں لکھے گئے اور پطرس نے کبھی ایسا نہیں کہا اور ہرگز نہیں کیا اسنے یہ سمجھا۔ کہ مسیحیت کی تمام مذہبی کتب احمدیہ بلڈنگس کی کسی الماری میں مقفل بند کر رکھی ہیں اور ضرور!

ناظرین پر واضح ہو کہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ فلاں وقت میں پطرس رسول نے غیر اقوام میں تبلیغ نہ کرنے کے واسطے کچھ کہا تھا مگر اس ڈاکٹر کی شامت ملاحظہ فرمائیے کہ کس بیباکی سے چیختا چلاتا ہے ہم اسکو بتائے دیتے ہیں کہ ایک وقت میں پطرس ضرور اس بات کا حامی ہوا۔ کہ غیر اقوام سے الگ رہنا چاہیئے۔

کلسیا کی تواریخ مصنفہ ریونڈ جیمز جی ڈی ڈی ترجمہ پادری ای ایم ویری صاحب ڈی ڈی کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے۔

"یروشلم کے جلسہ علم کے بعد باقی رسولوں کی تاریخ کی نسبت بہت تھوڑی خبر ملتی ہے پطرس کی بابت معلوم ہے کہ وہ انطاکیہ کو گیا اور یہودیوں کی مخالفت کے خوف سے وہ غیر اقوام والے مسیحیوں سے الگ ہوگیا پولوس نے اسکو ملامت کیا پھر ذرا آگے لکھا ہے جیسا پولوس غیر قوموں کا رسول ہوا ویسا پطرس یہودیوں کا خاص رسول ہوا جو غیر ممالک میں تتر بتر ہو گئے تھے چنانچہ وہ روایتیں جن کے مطابق نیرو کے آخری ایام میں وہ روم کو گیا اور قریب اسوقت کے کہ جب پولوس شہید ہوا وہ بھی شہید ہوگیا"

پس ہم نے ثابت کر دیا کہ مولوی صاحب نے حق اور سچ کہا لہذا وہ سب کچھ جو آپنے مولوی صاحب کی شان میں لکھا وہ آپ ہی کی تعریف ثابت ہوئی اور ہمنے آپکی بہت رعایت کی کہ پراٹسٹنٹ علماء کی تواریخ

---

۹۱ بھلا اس بیچارے مسیحیت کے مذہب سے ناواقف آدمی کو کیا معلوم ہو کہ عیسائی لوگ متی ۱۵ اور ۲۸ کی تطبیق کس طرح کر کے معترضین کو کیا جواب دیا کرتے ہیں کاش کہ یہ شخص کچھ تو واقفیت بہم پہنچا کر تحریر کر[illegible] ۲ و ۳ فقرات صرف ان ہر دو علماء مسیحیت نے بوجہ پراٹسٹنٹ چرچ کے ممبر ہونیکی لکھے ہیں جنکا [illegible] طرزی ثبوت کچھ نہیں رکھتے

مصنف کے حوالے لکھے اگر رومن کلیسیا کی تواریخ کو مدنظر رکھکر آپکی غلطیوں پر سے پردہ اٹھایا جاتا۔ تو پھر آپ اپنے آپکو اکسٹریم انکش[۱] کرتے ہوئے نظر آتے۔

اب ہم دیکھینگے اور منتظر رہینگے کہ آپ ہمارا کیا جواب لکھتے ہیں یا بے فائدہ پیام پرچہ کے چند اوراق کو سیاہ کرنیکا ٹھیکہ لیتے ہیں۔

آخر میں ہم پوچھتے ہیں کہ آپنے جو یہ لکھا دربارِ خلافت سے خوشامدیوں کو تمغہ ملتا ہے یہ کس سند اور کس تہذیب کو مدنظر رکھکر لکھا یہ کہکر اس شخص نے ہم کو اپنے قلب کی حالت دکھلادی اور ہم کو بہت افسوس آیا اور یقین کرلیا کہ امن کے شاہزادہ عمانوئیل کے ساتھ اس شخص کی عداوت حد کو پہنچگئی۔ مگر ہم ناظرین کی خدمت میں ایک معمولی سے معمولی واقعہ پیش کرکے یہ دکھا دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے خیال میں کسقدر سچّا ہے اور ضد و بغض۔ کینہ میں کسقدر پکّا ہے۔

راقم مضمون ایک نومسلم ہے چند ایک خطوط کے اخیر میں جو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں اسنے تحریر کئے بلحاظ ادب صرف یہ لکھا کرتا تھا حضور کا غلام یا آپکا غلام۔ حضرت اقدس جو خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کے برحق خلیفہ ثانی ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

آپکے خطوں کے آخر میں ایک فقرہ ہوتا ہے جو پرانے زمانہ کے راجوں۔ نوابوں کو لکھتے تھے مجھے پسند نہیں ہم غریب لوگ ہیں سب عزت قادیان اور خدمت میں ہے ایسے الفاظ بادشاہوں کو مبارک ہوں میری طبیعت سادگی پسند ہے۔

پس وہ جو یسعیاہ نے مردانیوں سے انکے جھوٹ کی نسبت کہا تھا کہ جھوٹ بولتے ہیں وہی ان کی دہی ہم اس پیامی کو اسکے اس جھوٹ کے جواب میں کہتے ہیں کہ خوشامدیوں کو تمغہ ملتا ہے نہیں۔ بلکہ ناراضگی کا تمغہ ملتا ہے اور سادگی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

اس حسد اور بغض و کینہ کا نتیجہ آپنے ابھی سے دیکھ لیا کہ آپنے ایک مضمون لکھا جس سے آپکی بیعلمی الم نشرح ہوگئی اور پطرس خلیفہ ثابت ہوگیا (پھیرنے سے سوت ابرہی) فالحمد للہ رب العٰلمین۔ فقط

جواب کا طالب۔ ایک نومسلم از قادیان

---

[۱] رومن کلیسیا میں بموجب یعقوب کے خط ۵ باب ۱۴ کے بیمار کو کلیسیا کے بزرگوں کی حاضری میں آخری مالش کرنیکا دستور ہے یہ دستور اگرچہ تمام کلیسیاؤں میں ہے مگر عملاً مخصوص رومن کلیسیا میں زیادہ تر رائج ہے۔

(ماہ اگست میں) فہرست کتب (خاص رعایت)

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ	۱۰/	۵/	مجموعہ الہامات حصہ اول وکشوف	۴/	
پسچ بیان نظم پنجابی	۲/	۱/	حضرت اقدسؑ " دوم	عہ	
احسن القصص	۲/	۱/	" سوم	۴/	
در ثمین فارسی	۸/	۴/	کسر صلیب بڑا	۱/	۰/
در ثمین اردو	۸/	۸/	کسر صلیب چھوٹا	۱/	۰/
در ثمین مکمل	۸/		مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸/	۴/
مبادی الصرف	۲/	۱/	" " دوم	۸/	۶/
درس قرآن شریف کے نوٹ	[illegible]	[illegible]	" " سوم	۸/	۸/
ابطال الوہیت مسیح	[illegible]	[illegible]	خطبات نور حصہ اول	۱۰/	عہ
ادعیۃ الاحادیث	۱/	[illegible]	" " دوم	۸/	
صادقوں کی روشنی	۴/	۴/	ہدایات دربارہ معاملات	۲/	۱/
طبیب روحانی	۲/	۱/	کلام محمود	۴/	۴/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱/	۰/	ضرورت زمانہ	۸/	۶/
القاء ربانی	عہ/	۶/	احمد	۱/	۰/
البلاغ المبین	۱/	[illegible]	چمکار محمدی	۸/	۴/
خصوصیات مسیح موعود	۱/	۰/	چمکار مہدی	۲/	۱/
ادعیۃ القرآن	۲/	[illegible]	احمدی عقائد	۰/	[illegible]
نشان رحمت	۱/	[illegible]	الوصیت پر ایک نظر	۰/	[illegible]
نماز مترجم	۰/	۰/	ہور کھ سیدھ	۱/	۱/
غلامی	۵/	۳/	چیستان مرزا کا حل	۳/	۱/
عصمت الانبیاء	۱۰/	۷/	اسلام	۲/	۲/

بقایا دار توجہ فرماویں

تشحیذ کے خریداروں میں سے بعض احباب ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک ۱۴ء کا چندہ بھی ادا نہیں فرمایا پھر ایسے بہت ہیں جنکے نام ۱۵ء کا چندہ پیشگی وصول کرنے کے لئے فروری میں وی پی کئے گئے اور واپس آئے پھر اب ماہ جولائی میں انکے نام وی پی کئے گئے اور وہ بھی واپس آئے یہ بہت قابل اعتراض طرز عمل ہے اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ تشحیذ فنڈ بہت کمزور ہو گیا ہے اور دسمبر تک اخراجات کا چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے ایسے تمام احباب کے نام کارڈ بھی بھیجے گئے تاکہ وہ چندہ سالانہ ادا کرنیکا وقت بتائیں مگر دوستوں نے جواب تک نہیں دیا۔ جو لوگ اس قسم کے تساہل کے عادی ہیں وہ صرف تشحیذ ہی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ بلکہ وہ دوسرے خوش معاملہ خریداران تشحیذ کی بھی حق تلفی کرتے ہیں کیونکہ اس طرح رسالہ کے چھپنے میں مشکلات پیش آجانے کا غالب احتمال ہے۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ حقوق العباد کو پہچان کر اپنے اپنے ذمہ کا بقایا چندہ ادا فرماکر بروقت امداد کریں۔ ہم اپنی طرف سے تشحیذ کو عمدہ اور نافع اور دلچسپ بنانے میں محنت اور کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور زاید خرچ کر کے مقررہ حجم سے زیادہ پر رسالہ نکالتے ہیں۔ یہ رسالہ بھی ۵۲ صفحے کا ہے بجائے ۴۰ صفحے کے پھر مضمون بھی ایسا جامع ہے کہ احمدیہ لٹریچر میں (حضرت اقدسؑ کی کتابوں کے بعد اسکی نظیر مشکل سے ملیگی۔ احباب خریداروں کے بڑھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے تو کم از کم جو بقایا انکے ذمے ہے وہ تو ادا کریں اور جہاں سلسلہ کے اور اخبار خریدتے ہیں وہاں اپنے امیر و مطاع کے جاری کردہ رسالہ کو آئندہ جاری رکھنے میں ساعی ہوں۔ کیونکہ موجودہ صورتحال خطرناک ہے سارا سال رسالہ وصول کرتے رہنا اور مطالبہ کے وقت کہنا کہ بند کردو احمدیت کے خلاف ہے۔

میںجر تشحیذ الاذہان قادیان

انجمن تائید اسلام لاہور - کا تازہ ٹریکٹ پہنچا - جس میں وہ خط و کتابت درج ہے جو اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سکرٹری انجمن احمدیہ اور میاں پیر بخش صاحب تائید اسلام لاہور کے مابین مناظرہ کے متعلق ہوئی اس خط و کتابت سے صاف ظاہر ہے کہ ہم ہر طرح سے مباحثہ کرنے کو تیار تھے - مگر مدمقابل کو جرأت نہیں ہوئی اسلئے وہ عذر تلاش کرتا ہے اگر کچھ زعم ہے تو کیوں مقابل پر نہیں آتے

نسخے مجرب

سفوف مقوی دماغ و مقوی معدہ و دافع قبض و ہاضم طعام و کاسر ریاح و دافع قراقر و نفخ شکم کے لئے نہایت مفید ہے قیمت ڈبیہ خورد ۱۲ر ڈبیہ کلاں عہ

اکسیر چشم - آنکھوں کی سرخی خارش اور کرکرے جالا پھولا دھند اور آنکھوں کی گرمی کو دور کرتا ہے قیمت شیشی خورد ۸ر شیشی کلاں عہ

مرہم زنگاری - ناسور کہنہ اور ہر ایک قسم کے گندے پھوڑے اور زخموں اور گنج اور خارش کیلئے نہایت اکسیر ہے قیمت ڈبیہ خورد ۸ر ڈبیہ کلاں ۱۲ر

پتہ - تشحیذ - قادیان ضلع گورداسپور

سلسلہ احمدیہ میں ایک نئی جامع تصنیف

حجج احمدیہ

(ظہور المہدی)

اس کتاب میں جو ۳۵۲ صفحے حجم کی ہے - نہایت شرح و بسط سے احمدیوں کے تمام عقائد اٰمنت باللہ سے لے کر یوم الآخر تک درج ہیں - اور حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا پورا پورا ثبوت ہے قیمت بجائے دو روپے آٹھ آنہ (عہ) کے سوا روپیہ عہ

ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ قوت کی گولیاں

طاقت دینے والی دوائیوں میں مشہور دوائیں فاسفورس اسٹائنیا اور ڈیبیانہ ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اور اسلئے مغز۔ ہڈی۔ رگ۔ گوشت اور خون کو طاقت بخشنے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ اسکے استعمال سے بھوک بڑھتی ہے اور قوت ہاضمہ کی خرابی کو ایک ہی دو دن میں دور کر کے طبیعت کو بشاش اور جوانی کی بے اعتدالیوں وغیرہ سے چہرہ کی چمک جاتی رہی ہو تو تین ہفتے میں یہ گولیاں شکستہ جسم کو توانا بنا دیتی ہیں **اگر آپ آزمائش کرنا چاہتے ہیں** تو ایک لفافہ میں نصف آنہ کا ٹکٹ اور دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کا نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اسکے اس اشتہار کو کاٹ کر بھیجدیجئے **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائے گا قیمت ایس گولیوں کی ایک شیشی ع۸ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵؍ دوائیاں ہر جگہ ملتی ہیں۔

آئی او ڈائڈ ڈ سالسہ

گرمی و گٹھیا کی وجہ سے جسم میں چکتا کا ہونا زخم ہونا۔ درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا ناطاقتی کیوجہ سے خون خراب ہوگیا ہو۔ ان کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات دیگر بنا ہے اسلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنے والا ہے اور اسکے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں فہرست منگا کر ملاحظہ فرمایئے فی شیشی عار ڈاک محصول ۶؍

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سیلے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے اور بچہ سے ضعیف تک اسکے فائدہ سے آگاہ ہے یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے اسکے چار پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے اور خون کو گاڑھا بنا کر قوی کو مضبوط کرتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۲؍ شیشی خورد ۸؍ محصول ۶؍ ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

جلد ۱۰ — نمبر ۹

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء

شوال و ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عار طلباء سے عہ غیر ممالک سے عا

باہتمام شیخ عبدالرحیم صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور جناب ... عبداللہ ... قادیان سے شائع کیا

نمبر ۹ و ۱۰

آپ کا تشحیذ

رسالہ جنوری ۴۸ صفحے فروری ۸۴ صفحے مارچ ۴۰ صفحے اپریل ۵۶ صفحے
مئی ۴۸ صفحے جون ۴۸ صفحے جولائی ۴۴ صفحے اگست ۵۲ صفحے تھا

اور یہ ستمبر کا رسالہ ۶۸ صفحے علاوہ سرورق ہے۔ خریداروں کو ۴۰ صفحے ماہوار دینے کا وعدہ ہے اس حساب سے نو ماہ میں ۳۶۰ صفحے دینے چاہئیں مگر ہم خدا کے فضل سے ۴۸۸ صفحے دے چکے ہیں اور اگر ۴۸ صفحے ماہوار سمجھے جائیں (جو ہمنے اپنی مرضی سے کر دئے تھے بلکہ فی صفحہ ۲ سطریں بڑھا کر ۴ صفحے اور زائد کر دئے اور ۵۲ صفحے کا رسالہ ہو گیا ہے) تو بھی ۴۳۲ صفحے ہمارے ذمے تھے اور ہم ۵۶ صفحے زائد دے چکے ہیں اور پھر خدا کے فضل و رحم سے ماہوار عین وقت پر رسالہ پہنچاتے ہیں اور ہر رسالہ کا مضمون اپنی نوعیت میں ایسا مکمل ہوتا ہے کہ اگر وہ مستقل تالیف کی صورت میں فروخت ہو تو کارخانہ تشحیذ کو مالی رنگ میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے چنانچہ فروری کا رسالہ **نبوت احمد** پر ہے جس میں تمام حوالے نبوت پر جمع ہیں اپریل میں مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ النبوۃ فی الاسلام کی تمہید کا جواب ہے اگست کے رسالہ میں دعا پر ایک مکمل مضمون نکلا ہے اب اس رسالہ میں غیر مبائعین پر ایسے رنگ میں اتمام حجت ہے کہ وہ قیامت تک اسکا جواب نہیں دے سکتے اب آپ فرمائیے کہ آپنے اپنے پیارے تشحیذ کے لئے کیا کیا اس سال کوئی نیا خریدار دیا بلکہ **تین چار سو احباب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپنے اس سال کا چندہ بھی دیا ہے** بس خدارا انصاف ہم دفتر کے اخراجات کا کیا انتظام کریں جبکہ قریباً ہزار (۱۰۰۰) روپیہ بقایا ہے بعض احباب تو دو دو سال رسالہ لے کر اب مفقود الخبر ہو گئے ہیں یا مر گئے ہیں قریباً دوسو (۳۰۰) نے خریداری چھوڑ دی۔ جسکا اثر لازماً رسالہ کی باقاعدگی اور اخراجات پر پڑیگا۔ پس خوش معاملہ خریداران و بہی خواہانِ تشحیذ اس کسر اور کمی کو نئے خریدار مہیا کر کے پورا کر دیں اور بقایا دار اپنا بقایا ادا فرما دیں ایسا نہ ہو کہ تشحیذ کا خاتمہ ہو جائے۔

مینجر

پیغام حنیف

پیر جی حاجی محمد حنیف صاحب ڈیرہ دون نے اپنے رنگ میں غیر احمدیوں کو خوب تبلیغ کی ہے۔ اور جو اعتراضات سوالات انکے سامنے آئے ہیں۔ سب کا جواب دے گئے ہیں ۴۸ صفحے حجم تشحیذ کی تقطیع اور ایسی ہی لکھوائی چھپوائی۔ برادرم محمد یمین سے اس رسالہ کے حساب سے منگا کے مفت تقسیم کرنے کے لئے ایک روپے کے بیس رسالے محصولڈاک علاوہ۔ دینیات کے رسالے آمدہ از علیگڈھ کا ریویو اگلے رسالہ میں ہوگا گنجائش نہیں رہی۔ **اس رسالہ کے ساتھ جو ضمیمہ ہے۔ اسکے متعلق درخواستیں صرف تشحیذ قادیان کے نام آنی چاہئیں۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء

"کامل نبی"

المہدی نمبر ۴ و نمبر ۵ - پیامی رسالہ ایک دوست کے ذریعے دیکھا - جس میں سارا زور اسی بات پر ہے کہ گو مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ قرآن مجید میں احادیث صحیحہ میں حضور کے الہامات میں اور آپ کی عبارات میں آیا ہے مگر اس نبی سے مراد **ناقص نبی** ہے اس لئے ایسے حوالوں کی ضرورت تھی - جن سے یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعود ؑ نے نبوت کی نعمت سے ویسا ہی کامل طور پر حصہ پایا ہے - جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اور سید الرسل خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے - میں بہت خوش ہوں کہ بدول میری تحریک کے میرے نہایت عزیز بھائی محمد سعید سعدی لاہور نے اس ضرورت کو پورا کر دیا - فجزاہ عنی و عن سماء المسلمین (ایڈیٹر)

نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ اس امر کو تکرار سے شائع کیا گیا ہے - کہ ہم حضرت مسیح موعود

کی نبوت ظلّی ہی مانتے ہیں۔ یعنی یہ کہ آپ کی نبوت نورِ نبوت محمّدیہ سے مکتسب اور مستفاض تھی۔ کوئی علیحدہ یا بالمقابل مستقل طور پر نبوت نہ تھی۔ اور چونکہ وہ نبوت اپنی کثرت کمیّت اور صفائی کیفیّت اور نعماء حضرت احدیت کے لحاظ سے اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ جہاں پر جاکر ایک شخص کو منصبِ نبوت پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ نفسِ نبوت میں کامل نبی تھے۔ اور آپکی نبوت من حیث النبوۃ کامل اور اکمل نبوت تھی۔ لیکن تاہم جو دل کے اندھے ہیں وہ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم لوگ حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کامل نبی یقین کرتے ہیں۔ اور آپکی نبوت کو ظلی نہیں۔ بلکہ حقیقی بمعنی صاحبِ شریعت اور مستقل بمعنی براہ راست یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا الزام ان کا سراسر غلط اور بہتانِ عظیم ہے۔ ذیل میں میں بفضلہ تعالےٰ پچیس ایسے حوالے درج کرتا ہوں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ کامل نبی تھے۔ چنانچہ آپ ؑ فرماتے ہیں:۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کو کیا نعمت ملی؟

حوالہ نمبر ۱۔ "سو اصلی نعمت جس پر قوت ایمان اور اعمال صالحہ موقوف ہیں۔ خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے × × × × × **یہی وہ نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو** دی گئی تھی اور پھر اس امت کو حکم ہوا کہ اس نعمت کو تم مجھ سے مانگو کہ میں تمہیں بھی دونگا × ×" (براہین صفحہ ۱۴۱)

حضرتِ مسیح موعود کو انبیاء والی نعمت سے کامل حصہ ملا جیسے کہ فرمایا:۔

"سو مینے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے **اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے**۔ جو مجھ سے پہلے **نبیوں اور رسولوں** اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی" حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۲

پس ان دونوں حوالوں کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو دوسرے انبیاء کی طرح اس نعمت سے **کامل حصہ** ملا ہے۔ جو ان کو ملا تھا۔ پس معلوم ہُوا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت نبوت کاملہ تھی۔ ناقصہ یا جزویہ نہ تھی۔

حوالہ نمبر ۲۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہوگیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام حاصل ہوئے۔" (براہین حصہ ۵ صفحہ ۱۸۹)

اس حوالہ میں پورا عکس نبوت کا لفظ قابل غور ہے۔

حوالہ نمبر ۳ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور میں رسول اور نبی ہوں یعنے باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۳ حاشیہ)

اس حوالہ میں "ظلیت کاملہ" اور "محمدی نبوت کا کامل انعکاس" کے الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۴ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خدا تعالےٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھدی تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے۔ اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴ حاشیہ)

اس حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ آپ پر نبی اللہ کا لفظ پورے طور سے صادق آسکتا ہے۔ کیونکہ آپ کامل ظلیت کے ساتھ پیدا ہوئے اور آپ میں ظلی طور پر نبوت محمدی رکھدی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۵ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اھدنا الصراط المستقیم ... الخ پس یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ اس امت کے بعض افراد کو گزشتہ نبیوں کا کمال دیا جائیگا۔ اور نیز یہ کہ گزشتہ کفار کے عادات بھی بعض منکروں کو دی جائینگی۔ اور بڑی شد و مد سے آئندہ نسلوں کی گزشتہ لوگوں سے مشابہتیں ظاہر ہو جائینگی۔ چنانچہ بعینہ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جائینگے۔ اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا۔" (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵)

اس حوالہ میں "نبیوں کا کامل نمونہ" کے الفاظ خاص قابل غور ہیں۔

حوالہ نمبر ۶ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اُسکے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے۔ اور اسکو **تمام انبیاء کے صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا**" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ اور تمام انبیاء کے صفات کاملہ کے مظہر ہیں۔ یعنی جامع جمیع صفات کاملہ تمام انبیاء ہیں۔ پس کیا شک ہے کہ مسیح موعود واقعی کامل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۷ ۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور احادیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود حسین سے افضل ہے۔ اور **جامع کمالات متفرقہ** ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۴)

حوالہ نمبر ۸ ۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس امت میں بھی اُس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے۔ تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جاوے۔ سو خدا نے آخری زمانہ میں **اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا**" (نزول المسیح صفحہ ۸۹)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا کی یقینی قطعی وحی اس آخری زمانہ میں مسیح موعود پر اکمل اور اتم طور پر ہوئی ہے۔ پس چونکہ بموجب فرمودہ حضرت مسیح موعود

"میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

حضرت مسیح موعود کامل بلکہ اکمل اور اتم طور پر نبی ثابت ہوتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۹ ۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آنچہ داد است ہر نبی را جام ✤ داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ✤ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپکو صریح طور سے من حیث النبوۃ ایسا

ہی کامل نبی پیش کیا گیا ہے۔ جیسے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام تھے۔

حوالہ نمبر ۱۰ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود × × بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

کہاں ہیں وہ معاندین جو حضرت مسیح موعود کو نبی کہلانے کا مستحق خیال نہیں کرتے۔ وہ ذرا آنکھیں کھول کر اس حوالہ کو پڑھیں۔ کہ ان چند ہی لفظوں میں انکے تمام خیالات کا کماحقہ ردّ کیا گیا ہے

حوالہ نمبر ۱۱ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"میں بروزی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں"

(ایک غلطی کا ازالہ" صفحہ ۸)

اس حوالہ میں بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود میں تمام کمالات محمدیہ مع نبوت محمدیہ کا ظلی طور پر انعکاس ہے۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کامل نبی تھے۔ تو اسکا بروز اتم ہی کامل نبی ہو

حوالہ نمبر ۱۲ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا" ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۱

اس حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپکو جامع جمیع کمالات محمدیہ ٹھہرایا ہے۔ کاش کسی کے دماغ میں کوئی عقل ہو۔ تو وہ سوچے کہ مسیح موعود کو ناقص یا جزوی نبی قرار دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسقدر ہتک لازم آتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک اصول کی بات ہے۔ کہ ظل کا نقص اصل کے ناقص ہونے پر بدیہی دلیل ہے۔ پس اگر مسیح موعود جو باوجود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوۃ محمدیہ ہونے کے ناقص اور جزوی نبی ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ناقص اور جزوی ہی نبی تھے۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔

حوالہ نمبر ۱۳ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا۔ اور اسکو کامل بنایا۔ الخ

اُس نبی کریم کے لطف اور جُود کو میری طرف کھینچا۔ یہانتک کہ میرا وجود اس کا وجود ہوگیا۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہُوا۔ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہُوا"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

کیا کوئی ہے جو اس حوالہ پر خدا کے لئے غور کرے۔ اسمیں حضرت مسیح موعود کا کامل نبی اور عین محمد صلعم ہونا یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے۔ اور سوائے مخالفوں کے کوئی اس بات سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے کامسیح موعود پر رسول کریم کا فیض نازل فرمانا۔ اسکو کامل بنانا۔ یہانتک کہ اسکے وجود کو آنحضرت صلعم کا ہی وجود ٹھہرانا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مسیح موعود کامل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۱۴ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا .... پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لا۔ اور کافروں سے مت ہو"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۸)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کی روحانیت کے کمال اور نور کے غلبہ کے مظہر ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کامل نبی ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۵ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور اسمیں انکار کی گنجائش نہیں۔ اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنی سے سر نہیں پھیرتا"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلعم پہلی بعثت میں کامل نبی تھے۔ تو دوسری بعثت میں (جبکہ وہ مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے ویسے ہی مبعوث ہوتے ہیں) بھی کامل نبی ہونے ضروری ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جس طرح منہم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو سکے اگر رسول کریم آخرین میں (اسی طرح) موجود نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے × × × بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت **چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔** بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۱)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی بروزی صورت میں آنحضرت صلعم کی یہ بعثت پہلی بعثت سے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے پس اگر آنحضرت صلعم اپنی پہلی بعثت میں کامل اور مکمل نبی تھے تو کیا وجہ ہے کہ وہی آنحضرت صلعم جب مسیح موعود کی بروزی صورت میں دوبارہ تشریف لاویں۔ اور بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد روحانیت کے ساتھ ظہور کریں۔ تو نعوذ باللہ آپ کامل سے ناقص اور جزوی نبی ہو جاویں۔ جو مردود عقیدہ ہے۔ جو رفتہ رفتہ کفر تک نوبت پہنچائیگا۔

حوالہ نمبر ۱۷ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پس یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ مسیح موعود **محمدی حقیقت کا مظہر** ہے۔ اور جلالی حُلّوں میں نازل ہوا ہے۔ اسی لئے خدا کے نزدیک اسکا ظہور **نبی مصطفےٰ کا ظہور** مانا گیا ہے اور اسکا زمانہ رسول کریم کے **زمانی معراج کا منتہا اور خیر الوریٰ کی روحانی تجلی کا آخری سر اشمار** کیا گیا ہے۔ اور جہان کے پروردگار کا یہ پختہ وعدہ تھا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰۰)

حوالہ نمبر ۱۸ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک ✤ میرے آنے سے ہُوا **کامل بجملہ برگ و بار**"

(نظم براہین حصہ پنجم)

حوالہ نمبر ۱۹ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں : --

"میں اپنے خدا کی طرف سے **تمام تر قوت** اور برکت اور **عزت کیساتھ**

بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایک ایسے منار پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے پس خدا سے ڈرو اے جوانمردو اور مجھے پہچانو۔ اور نافرمانی مت کرو اور نافرمانی پر مت مرو" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵ - ۳۶)

اس حوالہ سے صریح طور سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل اور اکمل نبی تھے۔ اور کوئی ایسا مقام نہیں جس سے آپ محروم کئے گئے ہیں۔ بلکہ آپ کا قدم ایسے منار پر ہے جہاں پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۲۰ - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"اور ضرور تھا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی۔ ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کے منصبی کام تھے۔ لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے اسقدر خلود آپ کے لئے غیر ممکن تھا۔ کہ آپ اس آخری زمانہ کو پاتے۔ اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا۔ کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رُو سے گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا۔ یا یوں کہو کہ وہی تھا۔ اور آسمان پر ظلّی طور پر آپ کے نام کا شریک تھا × × × × × × × × اس چھٹے دن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلّیات احمدیہ و محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا۔ تا تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جاوے"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

اس حوالہ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(اول) یہ کہ تکمیل اشاعت ہدایت آنحضرت صلعم ہی کا منصبی کام ہے۔ اور وہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے ایک بروز کے ذریعہ سے یہ منصبی کام پورا ہوا۔

دوم۔ حضرت مسیح موعود آسمان پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے شریک ہیں
سوم۔ حضرت مسیح موعود مظہر تجلیات احمدیہ و محمدیہ ہیں۔ اور مظہر تام آنحضرت صلعم ہیں

حوالہ نمبر ۲۱۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے۔ وہ صرف اسم احمدؐ کی تجلی ہے" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

اور صفحہ ۹۵ حاشیہ پر فرمایا۔

"مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہؐ ہے۔ جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اکمل اور اتم طور پر اسم احمد کی تجلی اعظم کے مظہر ہیں کیونکہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم کے مورد ہیں۔

حوالہ نمبر ۲۲۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی × × (۲) دوسرا بعث احمدی × × × اور چونکہ آنحضرت صلعم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسٰے سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اسلئے خدا تعالےٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلایا" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

حوالہ نمبر ۲۳۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"چونکہ احمد کا نام خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے اسلئے احمد کے نام کو ہمیشہ شیطان کے مقابل پر فتحیابی ہوتی ہے اور ایسا ہی آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قویٰ کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو۔ اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو۔ اور پھر اسکے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو۔ جو خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا

کا ظل ہے یعنی احمدؐ۔ اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷)

اس حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپکو احمد قرار دیا ہے۔ اور احمد وہ نام ہے جو خداتعالے کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے جیسے کہ فرمایا۔

"خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جس کا مظہر اتم اسم احمدؐ ہے۔ × × ایسے وجود کو چاہتی تھی جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ)

پس یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود جو کچھ بھی تھے کامل اور مکمل تھے ناقص یا جزوی نہ تھے۔

حوالہ نمبر ۲۴ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں۔ جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اسکی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی اسلئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں۔ جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔ تو پھر اسمیں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح ؑ کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے۔ تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود اپنے نبی متبوع کی طرح کامل اور مکمل نبی تھے۔

حوالہ نمبر ۲۵ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"خداتعالے نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے" (دافع البلاء صفحہ)

پھر فرمایا۔

"مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی۔ جو اس پر نہیں کی گئی۔ تا لوگ سمجھیں کہ فضل خدا

کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

پھر فرمایا۔

"میں عیسےٰ مسیح کو ہرگز ان امورات میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا یعنے جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا۔ اور جیسے اسکی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں میں یقینی طور پر ان کے معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں۔ بلکہ ان سے زیادہ" (چشمہ مسیحی صفحہ ۳)

ان حوالجات کو درج کرنے سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ابن مریم سے ہر ایک شان میں بہت بڑھکر تھے۔ پس اگر مسیح ابن مریم کامل نبی تھا تو یقیناً مسیح موعود ان سے بڑھکر کامل نبی ہیں۔ والسلام۔ خاکسار محمد سعید سعدی لاہوری

مسیح ابن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے

منجملہ ان اختلافات کے جو ہمیں حامیان پیغام سے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بالعموم مسیح کا باپ مانتے ہیں۔ اور ہم اسکی پیدائش کو معجزانہ جانتے ہیں۔ چنانچہ مواہب الرحمٰن میں سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود نے اس امر کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کے عقاید میں داخل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "جو کہتے ہیں کہ عیسےٰ یوسف کے نطفے سے پیدا ہوئے۔ وہ حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھتے" اور لکھا ہے کہ "جو اس مسیح کے بے باپ پیدا ہونیکا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر کو جیسا کہ اس کا حق ہے نہ جانا۔ اور باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے۔" آپ کے کلمات طیبات سے ہے (دیکھو الحکم) کہ "جو اللہ تعالےٰ کو مسیح کے بے باپ پیدا ہونے پر قادر نہیں سمجھتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" اسقدر سخت تنبیہات کے ہوتے جو احمدی کہلا کر اپنے امام الحکم العادل کا فیصلہ نہیں مانتا۔ اسکے ایمان کا حال قابل افسوس ہے گو اس قسم کے گندے عقاید کا موجد مرحوم علیسے[۱] ہے۔ مگر ایک مضمون پیغام میں مسٹر فضل الٰہی نومسلم (جو نام نہاد اشاعت اسلام

(۱) پہلے تو مولوی محمد علی صاحب کا بھی یہی مذہب تھا۔ کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوا دیکھو ریویو جلد ۵ صفحہ ۲۷۵۔ اب وہ بھی اپنے دوسرے عقاید کی طرح اسے بھی بدلتے سنے جاتے ہیں۔

کالج لاہور کا پروفیسر ہے) کے نام سے چھپا ہے۔ جس میں از روئے اناجیل مسیح کو نعوذ باللہ یوسف کا صلبی بیٹا قرار دیا گیا ہے اسکے جواب میں احباب شیخ عبد الخالق صاحب نو مسلم کا مضمون ملاحظہ فرمائیں

مسٹر فضل الٰہی میں اگر کچھ دم خم ہے تو وہ کھلا کھلا نو مسلم موصوف کے مقابل میں آئیں۔ اور تحریراً یا

تقریراً اس سے فیصلہ کرلیں کہ اناجیل سے کیا ثابت ہوتا ہے گو ہم اناجیل کے ذمہ وار نہیں لیکن تاہم قرآن مجید جس بات کی زور شور سے تصدیق کرتا ہے۔ اس میں تحریف نہیں ہونی چاہئیے پھر ستم یہ ہے کہ مسٹر فضل الٰہی اتنے سال مشن کے ٹکڑے کھا کر انجیل سمجھنے کے قابل نہیں ہوئے اور قرآن مجید کی آیات میں دخل دیتے ہیں۔ چنانچہ آپکا استدلال ملاحظہ ہو۔

"حضرت عیسٰے کی نسبت قرآن کریم کا آخری فیصلہ سورۂ آل عمران میں حسب ذیل ہے ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین" (اسکا ترجمہ دیا ہے جو غلط بھی ہے) پھر لکھتے ہیں :-

ان آیات شریف میں چند الفاظ حل طلب ہیں۔ اوّل آدم اسکے معنے جنس انسان ہیں۔ دوم۔ ابتہال اسکے معنی دوسرے پر فیصلہ چھوڑنا مطلب یہ ہے۔ کہ جب نجران کے عیسائی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سوال پیش کیا تھا۔ کہ حضرت عیسٰے چونکہ بن باپ پیدا ہوئے ہیں لہذا وہ خدا ہیں۔ اسکا جواب یوں خدا تعالےٰ نے دیا ہے کہ عقل کے اندھو! مناظر قدرت اور مشاہدات فطرت کو دیکھو کہ باقی نوع انسان کی پیدائش جس طرح ہوئی ہے اسی طرح حضرت عیسٰی کی بھی ہوئی ہے۔ اگر تم کو شک ہے تو ہم اپنے لڑکے لڑکیاں میدان میں لائیں۔ اور عیسائی اپنے لڑکے لڑکیاں میدان میں لائیں یا تو ہمارے لڑکے لڑکیوں میں سے کوئی نکالکر دکھلادیں کہ کونسا بے باپ ہے۔ یا اپنا کوئی بچہ بے باپ نکال کر دکھلاؤ نیز ہم مسلمان اپنی عورتوں کو لاتے ہیں۔ اور عیسائی بھی اپنی عورتیں باہر لائیں۔

پس یا ہمارے میں سے کوئی عورت دکھاؤ کہ بے شوہر بچے جنتی ہے یا کوئی عیسائی لیڈی دکھاؤ جس کو بغیر شوہر کے بچے ہوتے ہوں "

یہ عجیب و غریب تفسیر جو دھرمپال کی شاگردی میں کی گئی ہے آپ اپنی تردید ہے۔ مگر تاہم فتنہ سے بچانے کے لئے اسپر جسقدر جرحیں کیجاتی ہیں۔ عقیدہ کا بانی محمد حسین مرہم عیسٰے جسقدر بھی دلائل پیشکرے تا اس زہر کا تریاق مہیا کیا جاوے۔

جرح اوّل۔ مسٹر فضل الٰہی والے معنے اگر لئے جاویں۔ تو تعالوا ندع ابنا ئنا و ابناء کم مسیح کی خرقِ عادت ولادت کے رد میں ایک علمی دلیل ہوگی۔ اور اگر اس آیت سے مباہلہ مراد لیا جاوے تو یہ ایک عملی فعلی دلیل ہے۔ اب ہمنے فیصلہ کرنا ہے کہ دونوں معنوں میں سے کونسے معنے مراد ہیں تو اسی آیت کے سیاق سباق پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ یہاں مباہلہ ہی مراد ہے۔ کوئی علمی دلیل نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم یعنے عیسائیوں سے یہ بات کہو کہ اگر عدم ابوت مستلزم الوہیت ہے تو آدم کو بھی خدا سمجھو کیونکہ اسکا بھی کوئی باپ نہ تھا۔ اور اگر باوجود بے باپ کے ہونیکے پھر بھی آدم خدا نہیں تو مسیح کو بے باپ ہونے کی وجہ سے خدا کیوں سمجھتے ہو پھر فرمایا فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم یعنی اس علمی دلیل کے بعد بھی جو شخص تجھ سے اس بارہ میں باوجود الیسی روشن اور بین دلیل کے جھگڑا کرے تو اب صرف ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ تم انہیں چیلنج دو اور کہو کہ علمی دلائل تم پر اثر نہیں کرتے اور اس سے تم راہ پر نہیں آتے۔ تو آؤ ہم سے عملی مقابلہ کر لو۔ اور اپنے بیٹوں بیبیوں اپنے لوگوں کو لیکر میدان میں عاجزی سے دعا مانگو۔ دعا کا مضمون کیا ہو۔ فرمایا فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین یعنی جھوٹے مذہب کے پیرو پر لعنت ڈالو۔

پس مسٹر فضل الٰہی کے معنوں کی تردید کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مختار معنوں کے لحاظ سے ندع ابنا ئنا ایک علمی دلیل ٹھہرتی ہے مگر قرآن کہتا ہے۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم یعنی ندع ابنا ئنا والی دلیل تب پیش کرو۔ جب حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم کے مطابق کوئی شخص علمی دلائل سے نہ مانتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ندع والی دلیل علمی دلیل نہیں۔ کوئی فعلی معیار ہے۔ جبھی تو فرمایا کہ جب علمی

دلائل سے کوئی نہ مانے اور پھر بھی جھگڑا کرے۔ تب اس کے سامنے یہ بات پیش کرو۔ دیکھو فقل تعالوا ندع ابنائنا جواب شرط ہے۔ اور اسکی شرط فمن حاجک فیہ من بعد ماجاءک من العلم ہے یعنی بیٹوں اور بیویوں کے بلانے کی اسوقت درخواست کرو۔ جب کوئی شخص علمی دلائل کے بعد بھی اس بارہ میں جھگڑا کرے پس مسٹر فضل الٰہی کے معنے اس لئے مردود ہیں کہ انکی رو سے ندع ایک علمی دلیل بنتی ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ ایسی دلیل ہے جو علمی دلائل کے بعد ایک کج بحث جھگڑالو کو دی جاوے۔

جرح دوم مسٹر فضل الٰہی ثم نبتھل کے یہ معنے کرتا ہے کہ مسلمانو! تم کافروں کو یہ علمی دلیل دو۔ اور چونکہ یہ دلیل نہایت بیّن اور روشن ہے اسلئے کافروں کو مخاطب کرکے کہو ثم نبتھل یعنے اے کافرو! ہم تم پر ہی فیصلہ چھوڑتے ہیں[۵۱]۔ لیکن اگر مسٹر فضل الٰہی ذرا بھی غور کرتا کہ نبتھل میں متکلم کون ہے تو وہ یہ معنے نہ کرتا نبتھل متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے مسٹر فضل الٰہی غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ نبتھل میں متکلم صرف مسلمان ہیں جبھی تو کافروں کو مخاطب قرار دیا ہے۔ اور یہ معنے کئے ہیں کہ ہم (مسلمان) تم (کافروں) پر ہی فیصلہ چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ نبتھل میں مسلمان اور کافر دونوں فاعل ہیں۔ کیونکہ عبارت یوں ہے **فقل** یعنے اے رسول کہدے تعالوا آؤ کافرو! ندع ہم اور تم دونوں پکاریں ابناءنا وابناءکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل پھر ہم اور تم دونوں ابتہال کریں۔ فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکذبین۔ پھر ہم اور تم دونوں جھوٹوں پر لعنت کی بددعا کریں غرض نبتھل میں مسٹر فضل الٰہی نے صرف مسلمانوں کو متکلم سمجھا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں تعالوا کے بعد جس قدر فعل ہیں سب متکلم مع الغیر کے صیغے ہیں اور سب کے فاعل مسلمان اور کافر دونو ہیں۔ اسلئے یہ معنے ہی نہیں بنتے کہ ہم فیصلہ تم پر چھوڑتے ہیں۔ یہ تو اس صورت میں بنتے جبکہ نبتھل میں صرف مسلمان متکلم ہوتے۔ مگر نبتھل کا عطف ندع پر ہے اور ندع میں پکارنے والے کافر اور مسلمان دونوں ہیں۔ اگر فیصلہ چھوڑنے[۵۲] کے ہی معنی لئے جاویں تو ثم نبتھل کے لفظی معنے یوں بنینگے۔ کہ ہم مسلمان اور تم کافر دونو فیصلہ چھوڑتے ہیں اور اسکی لغویت عیاں ہے ÷

۵۲ ـ یہ معنے لغت سے ہرگز ثابت نہیں۔

جرح سوم - یہی ایک آیت ہی جس میں مباہلہ کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ لیکن مسٹر فضل الہی کے معنوں کے رو سے یہ آیت مباہلہ کی نہیں رہتی۔ بلکہ صرف عدم خرق عادت و ولادت مسیح کے ثبوت میں ایک علمی دلیل ہے۔ اب ہمیں مسٹر فضل الہی بتاوے۔ کہ مباہلہ جو سنت نبوی ہے۔ اور جسے حضرت اقدس نے بھی معیار صدق و کذب تسلیم کیا ہے۔ اور کئی لوگوں سے مباہلہ بھی کیا ہے وہ کس آیت سے نکلتا ہے وہ کسی آیت سے اس آیت کے سوا ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کہ طریق مباہلہ یہ ہے ہاں ایک جگہ فتمنوا الموت ہے مگر موت پر آل ہے۔ اور آل کسی خاص موت کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنے وہ موت طلب کرو جو ہم کسی دوسری جگہ ذکر کر آئے ہیں۔

جرح چہارم - مسٹر فضل الہی لکھتے ہیں کہ آدم کے معنے جنس انسان کے ہیں۔ ابو البشر نہیں اس پر یہ جرح ہے کہ یہ معنے لغت عرب اور قواعد نحو کے خلاف ہیں کیونکہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم میں آدم محلاً مجرور ہے اور لفظاً مفتوح اور یہ اس لئے کہ آدم غیر منصرف ہے۔ کیونکہ عجمی اور علم ہے۔ لیکن مسٹر فضل الہی کے معنوں کے لحاظ سے جب آدم سے مراد ابو البشر نہ ہوا بلکہ جنس انسان ہوا تو علم نہ رہا۔ اب صرف عجمیت رہ گئی اور علمیت دور ہو گئی۔ اس لئے اس آیت میں لفظ آدم غیر منصرف نہ رہنا چاہئے تھا۔ مگر آیت میں باوجود زیر کے موقعہ کے پھر غیر منصرف کی طرح زبر کی جگہ زبر آئی ہے۔ غرض جرح یہ ہے کہ اگر آدم سے مراد ابو البشر نہیں بلکہ جنس انسان ہے تو پھر اس لفظ کو منصرف ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر اس آیت میں غیر منصرف ہے۔ اور اسی لئے زیر کی جگہ زبر آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں آدم سے مراد ابو البشر ہے ورنہ غیر منصرف نہ ہوتا۔

پانچویں جرح - کلام کی ترتیب چاہتی ہے کہ نبتہل کے معنے تضرع اور زاری کرنے کے ہوں اور فیصلہ چھوڑنے کے نہیں کیونکہ نبتہل کے معنے فیصلہ چھوڑنے کے کئے جاویں۔ تو ف لغو ٹھہرتی ہے ہاں اگر نبتہل کے معنے تضرع کرنے یا زاری کرنے کے لئے جاویں۔ تب فنجعل کی ف ٹھیک مناسب معلوم ہوتی ہے۔

چھٹی جرح - ان مثل عیسیٰ سے لیکر فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین تک عیسائیوں کے خلاف دو دلیلیں قرآن مجید نے دی ہیں۔ ایک یہ دی کہ عیسیٰ کی مثال آدم

کی مثال ہے پھر فرمایا کہ جو شخص اس دلیل کو سن کر بھی جھگڑا کرے تو اسکو ندع والی دلیل دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دو دلیلیں مختلف ہیں تبھی تو فرمایا کہ اس دلیل کے بعد بھی کوئی جھگڑا کرے۔ تب ندع والی دلیل پیش کرو۔ لیکن مسٹر فضل الہی والے اگر معنے کیے جاویں تب دونوں دلیلیں مختلف نہیں رہتیں۔ بلکہ ایک ہی بنجاتی ہے کیونکہ بقول مولوی فضل الہی آدم سے مراد جنس انسان ہے۔ اور عیسائیوں کو ان مثل عیسٰی میں یہ دلیل دی کہ عیسٰے بے باپ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ تمام جنس انسانی باپ اور ماں سے چلی ہے اسلئے جب سب ماں اور باپ سے پیدا ہوئے ہیں تو مسیح کو کیوں بے باپ مانتے ہو۔ اور دوسری دلیل ندع سے شروع ہوتی ہے۔ مگر یہ کوئی نئی دلیل نہیں ان مثل عیسٰی میں بھی تو یہی دلیل تھی ندع میں بھی وہی دلیل دی کہ ہم تم مرد عورت بچے عورتیں سب ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلئے مسیح کو کیوں بے باپ مانتے ہو۔ غرض مسٹر فضل الہی کے معنوں کی رو سے ان مثل عیسٰے میں اور ندع میں دو مختلف دلیلیں نہیں بلکہ ایک ہی دلیل ہے۔ اس میں بھی یہ فرمایا کہ سب انسان ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اس میں بھی یہی مضمون ہے کہ سب ماں باپ کے ذریعہ وجود پذیر ہوئے ہیں۔ مگر قرآن کی یہ آیت کہتی ہے کہ ان مثل عیسٰے میں اور دلیل ہے اور ندع میں کوئی اور دلیل ہے۔ کیونکہ فرمایا فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم یعنے ان مثل عیسٰے والی دلیل سے جب مخالف نہ مانے اور کج بحثی کرے اور یہ علمی دلیل وہ تسلیم نہ کرے تب اسے کہو تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی دلیل اور قسم کی ہے اور دوسری دلیل اور قسم اگر دونوں ایک ہی قسم کی دلیلیں ہوتیں۔ تو یہ کبھی نہ کہا جاتا۔ کہ اگر یہ دلیل نہ مانیں۔ تو وہ دلیل پیش کرو۔

ساتویں جرح۔ مسٹر فضل الہی لکھتا ہے کہ آدم سے مراد جنس انسانی ہے یعنے تم عیسائیوں کو کہو کہ مسیح اسواسطے بے باپ نہیں کہ تمام افراد انسانی کو دیکھو۔ کہ سب ماں باپ سے پیدا ہوئی ہیں اور جب سب ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تو مسیح بھی ماں باپ سے پیدا ہوا۔ لیکن یہ دلیل ایسی کچی ہے کہ قرآن کی طرف اسے نسبت دینا ہی اسکی ہتک ہے کیونکہ اس دلیل سے بجائے مسیح کا باپ ثابت ہونیکے الٹا مسیح بے باپ ثابت ہوتا ہے۔ یہ اس طرح پر کہ جنس انسانی نام ہے۔ انسانی

افراد کا اور انسانی افراد میں خود حضرت آدم ابو البشر بھی شامل ہیں۔ سو جب خدا نے عیسائیوں کو کہا کہ مسیح افراد انسانی جیسا ہے۔ اسکی ولادت کو ان کی ولادت پر قیاس کرو۔ تو جھٹ معترض کہہ سکتے ہیں۔ کہ افراد انسانی میں حضرت آدم بھی شامل ہیں۔ جو نکہ وہ بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے مسیح کا بے باپ ہونا ممتنع نہیں۔ کیونکہ دلیل تو تب بن سکتی ہے جبکہ ایک فرد بھی بے باپ نہ ہو۔ مگر جب ایک فرد بھی ایسا نکل آیا جو بے باپ ہے تو عیسائیوں کا دعویٰ صحیح ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریم کی وفات قد خلت من قبلہ الرسل والی آیت سے ثابت کی۔ اب اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے ایک نبی بھی زندہ ہوتا تو حضرت ابو بکر کا استدلال باطل ہو جاتا۔ اسی طرح حبیب اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کو کہا کہ عیسےٰ کی مثال، افراد انسانی کی مثال ہے۔ تو اربوں کروڑوں افراد انسانی میں سے ایک فرد بھی بے باپ ہونے کی صورت میں ہو۔ تو خدا تعالےٰ کا استدلال ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مسیح کا بے باپ ہونا ممتنع نہیں رہتا۔ اور بے باپ پیدا ہونے کا امکان ہو جاتا ہے غرض یہ معنے بالکل غلط ہیں جو مسٹر فضل الٰہی نے کئے اور مسیح کا بے باپ پیدا ہونا قرآن مجید کے دلائل بیّنہ سے ثابت ہے اگر کسی کو اس سے انکار ہے تو وہ میدان میں آئے

آٹھویں جرح۔ ہم نے نبتہل کے معنے کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتے ہیں کہ مان کر یہ جرح کی ہے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ نبتہل کے اصل معنے کا فیصلہ آپ پر چھوڑنے کے ہرگز نہیں۔ بلکہ اسکے معنے تمام کتب لغت میں التعان اور التضرع فی الدعا کے ہیں چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے۔ الابتہال الالتعان وبہ فسر الآیۃ ایضاً وابتہل اللہ ہم فیہم استرسلہم نافناہم سے نظر الدہر الیہم فابتہل۔

الابتہال التضرع والاجتہاد فی الدعاء واخلاصہ ومنہ قولہ تعالےٰ

ثم نبتہل اے نخلص فی الدعاء ونجتہد۔

والبہل اللعن بہلہ لعنہ۔ جلد ۷ صفحہ ۲۳۸

دیکھئے یہاں التعان اور التضرع فی الدعاء لکھکر اس آیت زیر بحث کا حوالہ دیا ہے۔ پس اس کے معنے بجز التعان اور دعا کے کچھ نہیں

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

دھرمپال کے شاگرد کا دامِ تزویر
اور
ہماری زبردست تنقید

"اس مضمون کے مطالعہ کیوقت یہ امر مدنظر رہے کہ اس میں زیادہ تر عیسائی نکتہ خیال سے عیسائی مسلمات کی بنا پر بحث ہے"۔ (ایڈیٹر)

گمراہ کرنے والے اُستادوں سے بچو

ان چرواہوں پر واویلا۔ جو میری چراگاہ کی بھیڑوں کو ہلاک و پریشان کرتے ہیں خداوند کہتا ہے اسلئے خداوند اسرائیل کا خدا اُن چرواہوں کی مخالفت میں جو میری قوم کو چراتے ہیں یوں کہتا ہے کہ تم نے میرے گلے کو پراگندہ کیا اور انہیں ہانک کے نکالدیا اور نگہبانی نہیں کی دیکھو میں تمہاری کاموں کی برائی تم پر ڈالونگا۔ خداوند کہتا ہے پھر میں انکو جو میرے گلے سے بچ رہے ہیں۔ ساری سرزمینوں سے جہاں جہاں انہیں ہانک دیا ہے جمع کرونگا اور انہیں انکے بھیڑ خانے میں پھیر لاؤنگا۔ اور وہ پھیلینگے اور بڑھینگے اور میں ان پر ایسے چوپان مقرر کرونگا جو انہیں چرائینگے اور وہ پھر نہ ڈرینگے نہ گھبرائینگے نہ گم ہو جائینگے خداوند کہتا ہے۔ یرمیاہ ۲۳ ا تا ۴

جسطرح بنی آدم کی خوش قسمتی سے ہر ظلمت کے زمانہ میں کوئی نبی مبعوث ہو کر ظلمت کو اجالے اور روشنی سے بدل دیتا ہے اسی طرح یہ بھی سنت قدیمہ ہے کہ بعض اہل نخوت و کبر کی بدقسمتی کی وجہ سے انبیاء کے بعد جھوٹے استاد اور ریفارمر خود اسی نبی کی امت میں سے ہی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں یرمیاہ نبی کا مذکورہ الہامی کلام بھی انہیں جھوٹے استادوں اور ریفارمروں کی یاد دلاتا ہے۔ اور بائبل کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اکثر انبیاء نے اپنی امتوں کو جھوٹے استادوں اور ریفارمروں کی تعلیم سے بچنے کے لئے اسی طرح متنبہ کیا ہے جس طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو دجال مردود کی تعلیم سے علیحدہ رہنے کے لئے سخت تاکیدی حکم فرمایا ہوا ہے مثلاً یرمیاہ اور یسعیاہ و حزقی ایل کے اکثر ابواب اسی مضمون سے پر ہیں۔ مسیح ناصری نے بھی متی ۷ میں تاکیدی حکم دیکر یرمیاہ کی طرح ان جھوٹوں کی شناخت کا معیار بھی قائم کر دیا ہے جیسے جسطرح یرمیاہ نبی نے بتایا کہ جھوٹے آخر کار ناکام رہینگے۔ اور خدا اپنے بندوں کی

جو ان سے بچ رہے ہونگے آپ حمایت کریگا۔ اسی طرح مسیح نے کہدیا کہ جھوٹوں کو تم انکے پھلوں سے پہچانوگے اور آیت نمبر ۱۹ میں کہدیا کہ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے پھر مسیح کے بزرگ حواری اور خلیفہ اول پطرس نے بھی کہدیا فرمادی کہ جسطرح اس امت میں جھوٹے نبی بھی تھے اسی طرح تم میں بھی جھوٹے استاد ہونگے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنیوالی بدعتیں نکالینگے اور اس مالک کا انکار کرینگے جس نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپکو جلد ہلاکت میں ڈالینگے
پطرس ۲ باب ۲ آیت ۱ تا آخر

یہی حال ہوا اس امت خیر الرسل کا جس کا آخری نگہبان مسیح موعود جیسا ذی شان نبی تھا۔ چنانچہ جھوٹے استادوں اور ریفارمروں نے ہر طرح سے اس امت کے لوگوں کو روکا کہ وہ مسیح موعود کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوں۔ اور پھر اسی سنت قدیمہ مذکورہ کی رو سے ان لوگوں میں سے بھی جو مسیح موعود کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہوئے تھے جھوٹے استاد اور ریفارمر اٹھ کھڑے ہوئے مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ اس نے پھر ان لوگوں کو جو بقول ریمیاہ بچ رہے تھے جمع کر لیا اور ان پر ایک ایسا نگہبان مقرر فرمادیا جس کے سائے تلے وہ بچے ہوئے بڑھتے اور پھیلتے ہیں۔ مگر ان استادوں اور ریفارمروں نے بقول پطرس حواری پوشیدہ طور پر بدعات نکالنے اور اس مالک کا انکار کرنے میں جس نے انہیں پستی سے نکالکر بلندی کی طرف کھینچا تھا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور آجکل احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان فٹ بال بنے ہوئے ہیں چنانچہ انکے سرغنہ نے اول ہی مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرکے صرف مجددین میں کا ایک والا عقیدہ گھڑ لیا۔ اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ مدت مدید تک وہ اپنے مضامین کے جوابات میں غیر احمدیوں اور عیسائیوں کے ہر ایک مضمون میں پڑھتا رہا۔ کہ ان مخالفین نے کن کن طریق سے مسیح موعود کی نبوت پر ہنسی اور استہزاء کیا ہے اور اسوقت آپ ایک طفل مکتب کی طرح گویا انکے ڈر سے ایسے چپ رہے کہ ہرگز نام تک اس عقیدہ کا نہیں لیا کہ مرزا صاحب نبی نہیں بلکہ صرف معمولی مجدد مگر مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے چند سال بعد پطرس ۲ باب ۱ تا آخر پر فی الفور مہر کردی۔

پیامی دلائل مسیح کے باپ ہونے پر

ظاہر ہے کہ جہاں سر گروہ کا یہ حال ہے۔ پھر اسکے گروہ کے دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا اور بقول سعدی ؎ اگر شاہ یک مرغ کباب کند لشکریان ہزار بیضہ۔ ان لوگوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ چنانچہ مشت نمونہ از خروارے پیام پرچہ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۵ء کے ایک مضمون نگار فضل الہی صاحب نومسلم کی جرأت دیکھئے جو اپنے مضمون بعنوان رسالہ "مسیح یا محمد" پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے ایک مسئلہ کے بارے میں

اپنی قلت بصارت کا ثبوت دیتا ہے لکھتا ہے کہ باقی رہا یہ گپوڑہ کہ وہ (مسیح ناصری) بے باپ تھے سو اناجیل میں تو صاف الفاظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ ملاحظہ ہو انجیل متی فارسی باب ۱ درس ۱۶۔ اور متی ۱۳ باب ۵۵ درس اور یوحنا ۱ آیت۔ یہ صاحب فضل الٰہی آجکل اشاعت اسلام کالج کے پروفیسر ہیں اور بخیال اہل پیام بائبل دانی میں یکہ خیال کئے جاتے ہیں مگر ہم گجرانوالہ میں پادری جیونمل کے مقابلہ میں انکے علم کا اندازہ کرچکے ہیں۔ القصہ ان تین حوالہ جات مذکورہ تک انجیلی دلائل کا خاتمہ ہے اسکے بعد آپنے قرآن کریم کی ایک آیت سنداً تحریر کرکے مسیح کو باباپ ثابت کرنا چاہا ہے۔

یہ حوالے دھرمپال کے رسالہ سے نقل کئے ہیں

اگرچہ ہمیں فضل الٰہی صاحب کی معلومات کے بقچہ کو ٹٹولنے اور کھولنے کی کچھ ضرورت نہیں (کیونکہ اسکی تحریرات ہمیشہ پرانی تحریرات کی تازہ یاد کا نمونہ ہوتی ہیں) مگر اتنا عرض کردینا بھی نامناسب نہیں ہوگا۔ کہ جس طرح نومسلم مذکور ہمیشہ سے چند معمولی کتب کا مطالعہ کرکے کسی معمولی نتیجہ پر پہنچا کرتا ہے۔ اسی طرح اسکے مذکورہ بالا قرآن شریف و انجیلی دلائل بھی اپنے نہیں ہیں۔ بلکہ انجیل کے ہرسہ حوالہ جات مسٹر دھرمپال بی اے کے رسالہ سلم الاسلام نمبر ۸ بابت ماہ فروری ۱۵ء سے نقل کئے ہوئے ہیں دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۵۰۹ وصفحہ ۵۱۲

اور قرآن شریف کے حوالجات معہ تغییر و نتیجہ انہیں صاحب دھرمپال جی بی اے کے رسالہ سلم الاسلام حصہ ہشتم نمبر ۹و۱۰ بابت ماہ مارچ و اپریل کے صفحہ ۵۹۴ و صفحہ ۵۹۵ سے نقل کرکے اپنی معلومات کے ذخیرہ کا انبار لوگوں کو دکھلایا ہے اور اس طرح اپنے آپکو مسٹر دھرمپال کا شاگرد ثابت کیا ہے مبارک!

ہمیں فضل الٰہی صاحب کی کسی تحریر کی تردید کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اسکا قلم کوئی نئی اور انوکھی بات لکھنا بالکل نہیں جانتا اور اسکی تردید کرنا بالکل آسان امر ہے۔ مگر چونکہ اسنے ابھی اپنی اس تحریر میں ایک حق اور صحیح بات کو گپوڑہ کہا ہے اسلئے ہمیں اسپر کچھ لکھنا پڑا۔ اور شاید ہم پھر بھی اس سے مخاطب ہوکر اپنا تضیع اوقات کرنا گوارا نہ کرتے اگر ہمیں اسکا یہ گپوڑہ مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف نظر نہ آتا اور چونکہ مسیح ناصری کے تولد بے پدر کو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تسلیم کیا ہے اور نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اپنی جماعت کے عقاید میں اسے داخل کیا ہے اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان ہرسہ انجیلی دلائل کا جو مسٹر نومسلم اپنے ان استادوں سے یاد کر لائے ہیں بدیہی بطلان اور رد تحریر کرکے ان لوگوں پر ایک بار اور اتمام حجت کریں۔

ہمیں بہت افسوس ہے کہ آج حضرت مسیح موعود کے بعد مسٹر محمد علی ایم اے کے مرید جہاں مسئلہ خلافت

ونبوت اور دیگر مسائل کے منکر ہیں وہاں ساتھ ہی مسیح ناصری کے تولد بے پدر کو گپوڑہ کہکر خود مسیح موعود علیہ السلام کے مسلمہ عقائد کو گپوڑہ کہتے ہیں کاش! ان لوگوں کے پیر مسٹر محمد علی ایم اے حضرت مسیح موعود کی عین حیات میں ہی صاف لکھدیتے کہ ہم مسیح ناصری کے بے باپ والے مسئلہ کو گپوڑہ سمجھتے ہیں اور قرآن شریف اور انجیل کے حوالہ جات تحریر کر دیتے مگر چونکہ اسوقت مسٹر دھرمپال بی اے نے اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا تھا شاید اسلئے آج کے دن تک انتظار کھینچنا پڑا تو گویا اب آپ لوگوں کے فرقہ کا نام دھرمپالی فرقہ نہایت موزون ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اگر اسوقت کسی مسلمان یا عیسائی کے سامنے اس مسئلہ کو اسی بیباکی کے ساتھ گپوڑہ کہا جاتا جسطرح آج آپ کے پروفیسر لکھتے ہیں تو کچھ شک نہیں ڈاکٹر عبدالحکیم کے ساتھ آپ بھی سفر کرتے ہوئے نظر آتے۔

بہر حال ان نومسلم صاحب کے انجیلی دلائل کو ہم ضرور پرکھینگے کیونکہ اس سے پہلے کئی بار منکران معجزہ اور یہود وغیرہ نے اس مسئلہ کو گپوڑہ کہا ہے جن کے ہمزبان ہو کر ہمارے مسٹر فضل الہی اس مسئلہ کو گپوڑہ کہتے ہیں فرق صرف اتنا ہی کہ اول الذکر ہر دو گروہ نے انجیل کے بیان کی بنا پر اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا بلکہ اپنی خام فیلسوفی کیوجہ سے اس مسئلہ کے منکر رہے ہیں اور اپنی بحث کے مکمل کرنیکے لئے کبھی کبھی انہوں نے چند اناجیل کی آیات کی رو سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ مسئلہ گپوڑہ ہی مگر اس طریق میں انہوں نے ہمیشہ منہ کی کھائی اور انہیں لوگوں کے مال میں سے ان صاحب فضل الہی نے بھی کچھ نکما اور بودا مال سرقہ کر کے اپنا ایک قصہ بنایا مگر بہت ہی نکما اور فضول جیسا ابھی ثابت کیا جائیگا۔

پہلی دلیل سو اناجیل میں تو صاف لفظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا ملاحظہ ہو انجیل متی فارسی ترجمہ از ہنری مارٹن مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۴۲ء۔ ویوسف شوہر مریم است ویسوع کہ بمسیح موسوم است از و زائیدہ شد باب ۱ ورس ۱۶ (اردو ترجمہ) متھان سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ (یہ دونوں جملے بخیال فضل الہی صاحب فارسی انجیل میں محذوف ہیں کیا عجیب ترجمہ ہے جو شوہر تھا مریم کا۔ جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔ انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶۔ یہ دلیل جیسا کہ ہم بتا چکے مسٹر دھرمپال کے رسالہ سلم الاسلام نمبر ۲ بابت فروری ۱۹۱۳ء کے صفحہ ۵۱۲ سے نقل کیگئی ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ ان میاں کے پیر دستگیر دھرمپال جی (بی اے) نے حوالہ درست تحریر کیا تھا یعنے متی باب ۱ آیت ۱۶۔ مگر یہ ان کے شاگرد دونوں جگہ یعنے اصلی فارسی و ترجمہ اردو کے آگے حوالہ غلط تحریر کرتے ہیں یعنے متی باب ۲ ورس ۱۶ مسیح ناصری نے سچ کہا ہے۔ شاگرد اپنے

استاد سے بڑا نہیں متی ۱۰ باب ۲۴ آیت

اس دلیل کی تردید اب حقیقت اس دلیل کی سنئے فضل الٰہی صاحب کچھ عرصہ عیسائی رہے معلوم نہیں کہ جب کوئی آپ ہی سا دل و دماغ رکھنے والا معترض یہ اعتراض کرتا تھا کہ لوقا نے مسیح کے نسب نامہ میں آدم کو خدا کا بیٹا اسی طرح قرار دیا ہے جسطرح اس نسب نامہ کے اور آدمیوں کو اپنے اپنے ابا کا جسمانی بیٹا۔ اور سلسلہ وار اسی طرح آدم کا جسمانی باپ خدا کو لکھدیا ہے جسطرح اور آدمیوں کے جسمانی ابا کا ذکر کیا ہے تو کیا جس طرح اور آدمی اپنے اپنے باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے اسی طرح آدم بھی خدا کے نطفہ سے پیدا ہؤا تھا تو ایسے معترض کو آپ کیا جواب دیا کرتے تھے دیکھو لوقا کی انجیل ۳ باب ۳۸ انوش بن سیث بن آدم بن اللہ۔ پس فضل الٰہی صاحب کی اس دلیل سے روز روشن کی طرح عیان ہوگیا کہ عیسائیت میں آپنے بائبل کو خوب ہی سمجھ کر پڑھا تھا جس پر اب اور چلا ممکن نہیں۔

فضل الٰہی صاحب غور کیجئے اور عینک اتار کر پڑھئے کہ جس طرح لوقا باب ۳ آیت ۳۸ میں لکھا ہے کہ آدم خدا کا بیٹا۔ اسی طرح متی ۱ باب میں لکھا ہے کہ یوسف شوہر مریم است و یسوع کہ بمسیح موسوم است از و زائیدہ شد۔ اور حقیقت ہر دو نسب نامہ کی دونو آیات کی یہی ہے کہ جس طرح آدم خدا کے نطفہ سے پیدا نہیں ہؤا تھا۔ اسی طرح مسیح یوسف کے نطفہ سے پیدا نہیں ہؤا تھا۔ اور جسطرح آدم کی تربیت و پرورش کے بظاہر اسباب نہ تھے۔ صرف خدا کے ساتھ آدم کے ظاہری تعلقات تھے۔ اسی طرح مسیح کی تربیت و پرورش کے بظاہر اسباب تھے اسکے یہ تعلقات صرف یوسف کے ساتھ وابستہ تھے پس اسی لئے اناجیل نویسوں نے یوسف کو مسیح کا شرعی باپ لکھدیا۔

دوسرا جواب پھر کیا آپکو معلوم نہیں کہ یہودیوں میں ہمیشہ[1] باپ کی طرف سے نسب نامہ شروع ہؤا کرتا تھا

---

[1] جس طرح لاہور شہر کے تھی۔ اسی ٹر اور دیگر تماشا گاہوں میں عام طور پر اکثر انگریزی خواں کوٹ پتلون پہننے والے بابو لوگوں کا جمگھٹا ہوتا ہے اسی طرح کے فیشن کے لوگ جو چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ نیز بعض بلانے خیالات کے ٹکڑہ دھوتر اکی دوپلی ٹوپی پہننے والے بھی ہیں مگر پھر بھی کثرت اولی الذکر گروہ کی ہے لہٰذا عجب نہیں کہ کسی انگریزی کی ضخیم کتاب کا حوالہ دے کر اپنا کوئی کرتب و کرشمہ دکھا جاویں اسی لئے ہم اول ہی لکھدیتے ہیں کہ قبل زمانہ موسوی اسرائیل

اور چونکہ مریم یوسف کی چچیری بہن تھی لہذا بموجب رواج یہود کے اناجیل نویسوں نے ان نسب ناموں کو یوسف کی طرف منسوب کر دیا۔ اور صرف ایک پشت یعنی یوسف مریم کے دادا کے نام سے پہلے یوسف کے باپ یعقوب کا نام لکھدینے میں کوئی مضائقہ خیال نہ کیا پھر اس میں کون قباحت لازم آئی جو آپنے یہ تحریر کرکے لوگوں کو جتلادیا کہ عیسائیت میں آپنے علم تطبیق حد سے زیادہ پڑھا تھا۔

تیسرا جواب پھر آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تہا کہ قدیم ترین نسخوں مثلاً ای۔بی سی اور ڈی میں لوقا کے ۳ باب ۲۳ آیت میں یہی لکھا ہے کہ جب یسوع تیس برس کا تہا اور جیسا کہ سمجھا جاتا تھا یوسف کا بیٹا تہا چنانچہ آجتک ایسے نسخوں میں اسی طرح لکھا ہے دیکھو انجیل لوقا فارسی۔ کہ از زبان اصلی یونانی مجدداً در شہر اصفہان ایران ترجمہ شد۔ وبعد تصحیح و ترمیم بنفقہ پنجاب بائبل سوسائٹی در مطبع امریکن مشن لودیانہ طبع پوشید ۱۸۹۲ء۔ وخود عیسیٰ وقتیکہ شروع کرد قریب بسی سالہ بود وحسب گمان خلق پسر یوسف۔ آخر آپنے کچھ سوچا ہوتا۔

دوسری دلیل کیا یہ یوسف بڑھئی کا بیٹا نہیں ہے اور اسکی ماں مریم نہیں کہلاتی اور اسکے بھائی یعقوب اور یوسیس اور شمعون اور یہودا۔ اور اسکی سب بہنیں ہمارے ساتھ نہیں (انجیل متی باب ۱۳ درس ۵۵ و ۵۶) یہ دلیل واقعی ایک مضبوط دلیل اور قاطع برہان ہے کیونکہ اول ہی آپکا صحیح حوالہ لکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے بڑھ گیا اور یہ ایک عجیب بات ہے بلکہ آپکا معجزہ کیونکہ آپکے استاد مسٹر دھرمپال نے یہی الفاظ لکھکر حوالہ متی ۱۲ لکھا تھا جو غلط تہا دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۵۰۹ پس اگر کبھی وہ آپکی متی ۱۲ والے حوالہ کے غلط لکھنے پر جس کو آپنے دو دفعہ متی ۱۲ لکھا تھا۔ گوشمالی کریں تو آپ فخر الفور کہدیں کہ آپنے بھی ایک حوالہ غلط لکھا تہا۔ اور اس صورت میں وہ معقول جواب کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ ۔ کے اور رواج اور مذہبی اصول تھے اور انکے نسب نامے عورتوں کی طرف بھی منسوب کئے جاتے تھے جیسے بنی قتورہ۔ بنی راخل۔ بنی لیاہ۔ بلہاہ۔ زلفہ۔ بنی ہاجر وغیرہ (اور یعقوب کے تمام قبائل کے نام دراصل یعقوب علیہ السلام کی بیویوں سے چلے ہیں) یا ماں کی طرف سے اصل رشتہ سمجھا جاتا تہا جیسا کہ یوسف کے قصہ سے ظاہر ہے کہ اس نے اپنے بھائی کے واسطے لفظ ماں کا بیٹا استعمال کیا دیکھو پیدائش ۴۳/۲۹ و ۴۴/۲۰ و ۲۷ مگر توریت نے انکی ممانعت کردی اور یہ رواج مٹ گئے اور اصل رشتہ باپ کا ہی حسب حکم شریعت سمجھا جانے لگا دیکھو استثنا ۲۵/۵ تا ۱۰ اور ۲۱/۱۵ تا ۱۷ اور اگرچہ قبل از موسیٰ علیہ السلام خاوند افسر سمجھا جاتا تہا مگر موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے خاوند بھی کئے تابع شرعاً بیوی کو رہنا پڑا دیکھو استثنا باب ۲۴/۱ تا ۵ اور عبری کا وہ فقرہ جس کا ترجمہ مرد و عورت کے ساتھ بیاہا گیا) اڑ گیا اور اسکی جگہ مرد کی جورو بنی کا رواج ہوگیا پس سٹرتو مسلم نہایت سوچکر جواب دیں اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ موسیٰ کے بعد کبھی کسی بزرگ نقیہ فریسی یہودی کا نسب نامہ حسب شریعت موسوی ماں کی طرف منسوب نہیں کیا گیا

آپکو معاف کردینگے۔

جواب ۔کیوں جی مسٹر نومسلم۔ اگر آپکا کوئی اولڈ کرسچن حریف کسی مجلس میں آپکا ذکر خیر بصورت ذکر بد شروع کردے اور ایک دو ایسی باتیں جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہوں آپکی طرف منسوب کردے تو آپ بلاچون وچرا تسلیم کرلینگے اور اگر آپ تسلیم نہیں کرسکتے تو پھر کس طرح آپ یہودیوں کی باتونکو حق اور صحیح سمجھکر مسیح کے تولد بے پدر سے انکار کرسکتے ہیں کیا آجتک آپکو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ یہودی ہمیشہ مسیح پر طرح طرح کے الزام لگایا کرتے تھے اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھا

۲۔ پھر کیا آپکو معلوم نہیں کہ یہودیونے بھری مجلس میں مسیح سے سوال کیا تہا تیرا باپ کہاں ہے یوحنا ۸:۱۹ اور پھر منجملہ یہودنے طاعن بنکر مسیح کو مطعون کیا تہا کہ ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے ہمارا ایک باپ ہے یعنے خدا یوحنا ۸:۴۱ پس کیا لوگ آپکے ہمخیال اور مؤید و مصدق یہود کی یہ ساری باتیں مسیح کے حق میں تسلیم کرلینگے؟ پھر آپکو یہ بھی خیال نہ آیا کہ باوجود اس امر کے کہ یہود کی مقدس کتابوں کے رو سے تمام یہود خدا کے بیٹے ہیں۔ پس اگر بخیال آپکے یہودی مسیح کو یوسف کے نطفہ سے جانتے اور مانتے تھے تو پھر مسیح کے اس قول کو کہ میں بھی خدا کا بیٹا ہوں۔ کیوں تمسخر اور حقارت اور کنایت کی نظر سے دیکھتے تھے جیسا کہ یوحنا ۶:۴۲ اور ۱۰:۳۶ سے ظاہر ہے۔

۳۔ کچھ تعجب نہیں کہ کل کلاں کو ہمارے یہ مسٹر نومسلم یہودیوں کے ان بیانات کی بناپر جو متی ۲۷:۶۳ اور یوحنا ۱۹:۱۲ میں درج ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو نعوذ باللہ دھوکے باز اور قیصر کا باغی لکھدیں کیونکہ متی ۲۷:۶۳ میں قیصر کے سامنے یہود مسیح کو دھوکے باز کہتے ہیں اور یوحنا ۱۹:۱۲ کے رو سے اسے باغی قرار دیتے ہیں۔ پس یہودیوں کی ایسی باتوں کا وہی سہارا لیگا جس نے بیشرمی کا آسرا لے رکھا ہو۔ اور یہود کے ہاتھ بک چکا ہو۔

۴۔ پھر کتنا بڑا تعجب ہے کہ اس شخص نے بائبل کے علم تطبیق کا کبھی نام تک نہیں سنا کیونکہ اگر وہ متی ۱۳:۵۵ کی متوازی آیت مرقس میں تلاش کرتا۔ تو اسے صاف معلوم ہوگیا ہوتا کہ مرقس ۶:۳ میں یہود کے یہ الفاظ ہیں۔ کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب و یوسس اور یہودا و شمعون اسکے بھائی ہیں۔ پس آپکے گواہ یہود تو اسے مریم کا بیٹا کہتے ہیں پھر اسکا مطلب سمجھاؤ۔ کیوں مرقس ۶:۳ میں اسکی ابنیت کو مریم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیا یہودیوں میں ماں کی طرف سے نسب نامہ شروع کیا کرتے تھے؟ اور اسجگہ بڑھئی اسلئے کہا کہ مریم کا باپ بھی اسی خاندان سے تھا جس سے کہ یوسف تھا پس اسکا کیا جواب ہے۔ کیا اسی جہالت کی دستار فضیلت پر آپ انجیل کی رو سے مسیح کو یوسف کا بیٹا ثابت کرنے چلے تھے۔

۵۔ آپکے استاد مسٹر دھرمپال نے بھی اول یہی دلائل تحریر کئے تھے مگر چونکہ وہ ایک گریجوایٹ تھو

انہوں نے فی الفور اپنے رسالہ میں لکھدیا کہ ان حوالجات پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہاں پر غیر لوگوں نے مسیح کی ابنیت کو ایک یونانی کی طرف منسوب کیا ہے ممکن ہے کہ انکا خیال غلط ہو دیکھو رسالہ سلم الاسلام بابت ماہ فروری ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۰۵ پس کیا آپ اپنے استاد کی طرح خود ہی اپنے ان حوالجات کی تردید شایع کرینگے مگر آپ ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ مسٹر دہرمپال نے ان حوالجات کو خاص محکم دلائل نہیں بتایا تہا مگر آپکی جہالت عجیب بلندی پر ہے کیونکہ آپنے اپنی خاص تنقید میں اول ہی ایسے لغو اور بے بنیاد حوالجات پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی کہ جس سے آپکی انجیل دانی پر بٹہ لگ گیا کاش! آپ کچھ سمجھکر بات کرنا سیکھتے کیونکہ اگر اختصار نویسی کے خیال سے صرف تین حوالجات ہی تحریر کرنے تھے تو وہ کوئی مضبوط اور مستحکم مفید مطلب حوالجات تحریر کرنے تھے مگر آپنے یوں ہے اور یہ تمام حوالجات لکھکر خود ہی اسبات کا ثبوت دیدیا کہ ہم مضبوط دلائل ایسی محکم بنیاد پر قائم کیا کرتے ہیں اب آپ ناحق دہرمپال صاحب کی او نقل اڑائینگے ۔

تیسری دلیل جسکا ذکر موسیٰ نے اور توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہمنے اسے پایا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ہے انجیل یوحنا باب ۱ درس ۴۵

جواب ۔ فضل الہی نے غور نہیں کیا کہ یہ کس نے کہا تھا اب ہم اسکو بتادیتے ہیں کہ یہ فلپس نے نتن ایل سے کہا تہا ۔ اور اس فلپس باشندہ بیت صیدا کو ابھی نئی نئی دولت ایمان نصیب ہوئی تھی (جسکو شاید ابھی پورا دن بھی نہیں گزرا تہا) اور فلپس نے اپنے سابقہ خیال سے ہی نتن ایل سے یہ کہدیا کہ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے ۔ بھلا فضل الہی صاحب آپنے انجیل کی کسی آیت کا حوالہ تو دیا ہوتا کہ دیکھو فلاں جگہ اور فلاں وقت خود مسیح نے فلپس سے کہا تہا کہ میں یوسف کا بیٹا ہوں پھر کیا آپکے خیال میں مسیح کے سامنے ہی فلپس نے نتن ایل کا مسیح کی نسبت وہی خیال تہا ۔ جو عام طور پر یہود ملعون کا تہا چنانچہ مسیح کا نام سنتے ہی نتن ایل نے فی الفور کہدیا اے ربی تو خدا کا بیٹا ہے تو اسرائیل کا بادشاہ ہے آیت ۴۹ پس ہم فضل الہی سے دریافت کرتے ہیں جس صورت میں فلپس کے غلط خیال کی بنا پر (یا جسکو آپنے غلط طریق سے سمجھا) یوسف کو مسیح کا باپ لکھنے میں اصرار کرتے ہیں ۔ اسی موقع میں آپکو کیا حق حاصل ہے کہ نتن ایل کے خیال کی بنا پر مسیح کو خدا کا جسمانی بیٹا نہ تسلیم کریں ۔ اور کیوں جبر ایسے اپنی منطق اور نیز ایمان کی مرمت کرکے بپتسمہ حاصل نہ کریں ۔

انجیل سے مسیح کا بے باپ ہونا ثابت ہے

یہانتک تو ہمنے صرف فضل الہی کے چند لغو اور باطل اوہام کا ازالہ کیا اور ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا اسی قدر وقت خرچ ہوا ۔ کیونکہ اس سے کوئی عام فائدہ نہیں ہوا فقط فضل الہی کی بے علمی کا راز

اور انجیل سے بکلی ناواقف ہونیکا اسرار لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ اناجیل کے رُو سے مسیح کو بے باپ تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ ہی نہیں اور فضل الٰہی صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ صرف گپوڑہ ہے نہ صرف غلط بلکہ دانستہ کذب پر مبنی ہے۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جن اقوام نے اپنی خام فیلسوفی کی بنا پر مسیح کی معجزانہ پیدائش سے انکار کیا ہے۔ ہمیشہ غضب الٰہی انکے شامل حال رہا ہے۔ لوگ جو ناجیہ قرآن شریف پڑھنے کے اور مسیح موعود کے عقائد مسلمہ سننے اور نیز اناجیل جاننے کے بھی مسیح کے تولد بے پدر کا انکار کرینگے کیونکہ اپنے عقاید کے بارے میں اطمینان کامل رکھ سکتے ہیں اسلام میں کبھی کوئی فرقہ ایسا نہیں ہوا جو اس مسئلہ کا انکار کر کے سرسبز و شاداب اور پھلا پھولا ہو۔ اور تعداد اسکی معدودے چند سے بڑھکر ایک معقول حد تک پہنچگئی ہو عیسائیوں کے درمیان بھی کبھی کوئی فرقہ آجتک ایسا برپا نہیں ہوا جس نے اناجیل کی بنا پر اس مسئلہ کا انکار کیا ہو اور وہ اس مسئلہ کا عیسائی رہکر انکار بھی کیونکر کر سکتے تھے۔ جبکہ وہ خود اپنی سب سے پرانی انجیل متی [ل] کے شروع باب میں ہی یہ پڑھتے ہیں۔

پہلی دلیل | اب یسوع مسیح کی پیدائش اسطرح ہوئی کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اسے بدنام کرنا نہیں چاہا تھا

[ل] ان میاں فضل الٰہی کی ایک اور جہلی کی دلیل بھی ہم سنائے دیتے ہیں۔ ان صاحبکو یاد ہوگا کہ گوجرانوالہ میں عین مباحثہ کے وقت استادی میر محمد اسحق صاحب نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کونسی انجیل سب سے پرانی ہے (اسوقت فضل الٰہی میر صاحب کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا) تو ان صاحب نے جواب دیا تھا کہ مرقس اور لوقا کی انجیلیں سب سے پرانی ہیں اور میر صاحب نے اس بات کا جب مجھ سے تذکرہ کیا تو میں نے جواب دیا۔ کہ متی اور یوحنا کی انجیلیں سب سے پرانی ہیں۔ میر صاحب نے کہا کہ فضل الٰہی صاحب کہتے ہیں کہ لوقا و مرقس کی اناجیل پرانی ہیں۔ اور جب میں نے ہنستے ہوئے ان سے پوچھا کہ کیوں صاحب! مرقس و لوقا کی اناجیل کی نسبت آپ نے کسی تاریخ کی کتاب میں پڑھا کہ یہ انجیلیں پرانی ہیں اور کیا آپ نے کبھی لوقا کا دیباچہ بھی نہیں پڑھا ہے یا کیا کم از کم پادری عمادالدین صاحب ڈی ڈی کی تفسیر متی کا بھی مطالعہ نہیں کیا کہ یہ متی اور یوحنا رسول تھے اور اول ان کی انجیلیں تھیں مابعد مرقس و لوقا نے مضامین ان سے لئے۔ اور عبارت ان کی اپنی تھی (دیباچہ تفسیر متی مصنفہ پادری عمادالدین صاحب) اور کیا آپ کو معلوم نہیں کہ متی کی انجیل قدیم ترین نسخوں میں بھی پائی جاتی ہے یہ بات تو بچے بھی جانتے ہیں۔ تو یہ صاحب فضل الٰہی مسیحیت کے جید عالم بالکل دم بخود رہ گئے۔ مگر اب ایک اور دعوی کر بیٹھے ع

مگر او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

پچکے سے اسکے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دیکر کہا اے یوسف ابن داؤد۔ اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اسکے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے وہ بیٹا جنے گی اور تو اسکا نام یسوع رکھنا متی کی انجیل ۱ باب ۱۸ تا ۲۱

کیوں جی مسٹر۔ ان الفاظ سے زیادہ زوردار الفاظ اور کونسے لائے جا سکتے ہیں۔ جن سے مسیح بے باپ ثابت ہو سکے۔ غور کرو ۱۔ متی نے صاف لکھا جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔

۲۔ متی انجیل نویس نے یوسف کے واسطے لفظ راستباز موزون خیال کر کے لکھا کیا کبھی انجیل پڑھتے وقت آپ کے کسی استاد نے آپکو اس لفظ کا مطلب بھی سمجھایا تھا۔ یا کہ نہیں سنئے بموجب بائبل کے راستباز اسکو کہتے ہیں۔ جنکی تعریف اصطلاح اسلام میں یومنون بالغیب ہے چنانچہ عیسائیوں کے رسول پولوس نے اسکی تشریح کر دی کہ کتاب مقدس کہتی ہے کہ ابراہیم خدا پر ایمان لایا اور یہ اسکے لئے راستبازی گنا گیا روم ۴ باب ۳ اور اسکی زیادہ تشریح یہ ہے کہ باوجود ابراہیم اپنے بڑھاپے کے خدا کی اس بات پر کہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا اور تیری اولاد بیشمار ہوگی۔ ایمان لے آیا اور اس بات کا ہرگز خیال نہ کیا یہ کس طرح ہو سکتا ہے ورآنحالیکہ میں بالکل بوڑھا ہوں مگر نہ خدا کی اس بات پر ایمان لے آیا اور یہ اسکے لئے راستبازی گنا گیا پیدائش ۱۵ باب ۶ اب جائے غور ہے کہ یوسف نے کونسا ایسا کام کیا۔ جس کے سبب سے اسے راستباز کہا گیا سو وہ کام یہی تھا کہ اسنے بموجب ہدایت و ارشاد الہی اپنے ہاں لے آیا آیت نمبر ۲۴۔ اور یہ اسکے لئے راستبازی گنا گیا گویا اپنی راستبازی پر اسنے مہر کر دی اور اسی لئے متی نے اسے راستباز لکھ دیا۔

۳۔ وہ بیٹا جنیگی تو اسکا نام یسوع رکھنا۔ کیا آپ کے کسی استاد نے جب یہ آیت آپکو پڑھائی تھی تو اسوقت فقرہ تو اسکا نام یسوع رکھنا کی تفسیر کر کے بائبل کے علم تعلق سے آپکو آگاہ کیا تھا ہرگز نہیں بس اب سن لو۔

لوقا کی انجیل میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش کا مفصل ذکر ہے وہاں پر بھی یہ جملہ تو اسکا نام یوحنا رکھنا آیا ہی چنانچہ لکھا ہے کہ جب زکریا کو خوشبو جلاتے وقت فرشتہ دکھائی دیا اور اسپر دہشت چھا گئی تو فرشتے نے اس سے کہا اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیری بیوی الیشبع تیرے لئے بیٹا جنیگی تو اسکا نام یوحنا رکھنا۔ اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی اور بہت سے لوگ اسکی پیدائش کے سبب خوش ہونگے لوقا ۱ باب ۱۳ اب جائے غور ہے کہ یہاں پر

ف زکریا کو کہا کہ بہت سے لوگ اسکی پیدائش سے خوش ہونگے یوسف کو کہا کہ وہی اپنے لوگوں کو انکے گناہوں سے نجات دیگا متی ۱ باب ۲۱ ظاہر ہے جس طرح لوقا ۱ باب میں کسی خاص شخص کی استثنا نہیں اسی طرح متی ۱ باب میں بھی کسی کو مستثنےٰ نہیں کیا بلکہ عام لوگوں کا ذکر کیا جس میں یوسف بھی شامل ہے اور جن ... مراد صرف روحانی تعلقات ہیں

کیوں کہا تیری بیوی تیرے لئے بیٹا جنیگی سو صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ زکریا کے نطفہ سے پیدا ہونا تھا۵ پھر دوسری آیت میں زکریا کو کہا ،، تجھے خوشی وخرمی ہوگی یہ کیوں کہا سو یہ امر بھی صاف آشکارا ہے کہ چونکہ یوحنا نے زکریا کے نطفہ سے پیدا ہونا تھا اسلئے جتلا دیا کہ دوسرے لوگوں کی طرح جسطرح ہر ایک باپ کو خوشی ہوتی ہے تجھے بھی خوشی وخرمی ہوگی مگر یوسف کے لئے ہرگز یہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے اسکی وجہ یہی ہے کہ مسیح نے اسکے نطفہ سے پیدا نہیں ہونا تھا اور نہ صدیقہ مریم کا حمل اسکی طرف منسوب ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے ہی صدیقہ خدا کی قدرت سے حاملہ ہوگئی تھی۔

۴۔ اب دوسری طرف نگاہ کرو کہ مقدسہ مریم کو مسیح کی پیدائش کی خبر سننے سے ضرور نہایت خوشی ہوئی اور اسنے خداوند کی بڑی حمد اور تعریف کی لوقا ۱/۴۶ اور کہا کہ دیکھ اب سے تمام پشتیں مجھے مبارک کہینگی لوقا ۱/۴۸ یہ کیوں صرف اسلئے کہ مسیح نے بطن اطہر صدیقہ سے پیدا ہونا تھا اور مسیح کے تمام تعلقات پیدائشی صرف مریم سے وابستہ تھے اسی لئے مریم کو بھی خوش ہونا چاہئے تھا اور اس پیدا ہونیوالے لڑکے کی آئندہ تکلیفوں اور دکھوں کے باعث مریم کو ہی رنج وغم ہونا تھا چنانچہ لوقا کی انجیل میں لکھا ہے کہ شمعون نام ایک راستباز بزرگ نے جو ملہم بھی تھا اور روح القدس سے اسے آگاہی ہوئی تھی کہ جب تک تو مسیح کو نہ دیکھ لیگا نہ مریگا اور اس نے جب مسیح کو ہیکل میں اسوقت جبکہ اسکی ماں مریم اور اسکا شرعی باپ یوسف جملہ شرعی رسوم ادا کر رہے تھے گود میں لیا تو مقدسہ مریم سے کہا دیکھ یہ اسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اٹھنے کے لئے اور ایسا نشان ہونے کے لئے مقرر ہوا ہے جسکی مخالفت کیجائیگی بلکہ خود تیری جان بھی تلوار سے چھد جائے گی لوقا ۲/۳۵ آیت

اس بزرگ شمعون نے یہ مریم سے کیوں کہا یوسف سے کیوں نہ کہا صرف اسلئے کہ وہ لڑکا یوسف کے نطفہ سے نہ تھا بلکہ مریم کے شکم سے تھا مگر جب ایسے ایسے دلائل کے ہوتے ہوئے ہم فضل الہی سے یہ سنتے ہیں کہ یہ ایک گپوڑہ ہے۔ ورنہ اناجیل میں تو صاف لفظ لکھے ہوئے ہیں کہ وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا تو ہمیں صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس نے نہ تو کبھی بائبل کو سمجھا اور نہ مسیحیت کے مسائل کو باوجودیکہ چند سال عیسائی رہا۔ چہ جائیکہ چند ماہ مسلمان کہلوا کر قرآن شریف سمجھ جانے کا مدعی بن بیٹھے۔

دوسری دلیل پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا اور اسکو نہ جانا جبتک وہ بیٹا نہ جنی اور اسکا نام یسوع رکھا۔ متی ۱/۲۴،۲۵ دیکھو متی نے صاف الفاظ میں لکھدیا کہ یوسف نے مریم کو چھوا تک نہیں جب تک کہ مسیح جو خدا کی قدرت سے تھا پیدا نہیں ہوا۔ پھر ہم ان جاہلوں اور ابلہ فریبوں سے کیا کہیں جو کہتے ہیں کہ انجیل میں صاف

۵ اسلئے کہدیا تیرے لئے بیٹا جنیگی مگر یسوع کی پیدائش کی خبر دیتے وقت یوسف کے لئے یہ الفاظ ہرگز استعمال نہیں ہوئے کیونکہ اس مولود نے یوسف کے نطفہ سے پیدا نہیں ہونا تھا۔

الفاظ لکھے ہیں کہ وہ یوسف کا بیٹا تھا اناجیل تو پکار پکار کر کہتی ہیں کہ ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

تیسری دلیل ودر ماہ ششم جبرائیل فرشتہ از جانب خدا بہ بلدے از جلیل کہ ناصرت نام داشت۔ فرستادہ شد نزد باکرہ نامزد مردے مسمّٰی بہ یوسف از خاندان داؤد ونام آں باکرہ مریم بود پس فرشتہ نزد او داخل شدہ گفت سلام اے نعمت رسیدہ خداوند باتوست وتو درمیان زناں مبارک کہ مریم چوں اورا دید۔ از سخن او مضطرب شدہ متفکر شد کہ ایں چہ نوع تحیت است فرشتہ بدو گفت اے مریم ترساں مباش زیراکہ نزد خدا نعمت یافتہ واینک حاملہ شدہ پسرے خواہی آورد اور ایسوع خواہی نامید او بزرگ خواہد بود وبہ پسر حضرت اعلیٰ مسمّٰی شود وخدائے خداوند تخت پدرش داؤد را بدو عطا فرماید و او برآل یعقوب تا ابد پادشاہی کند و سلطنت اورا نہایت نخواہد بود ومریم بفرشتہ گفت ایں چگونہ میشود وحال آنکہ مردے را نشناختہ ام فرشتہ در جوابؔ وے گفت روح القدس بر تو خواہد آمد وقدرت حضرت اعلیٰ بر تو سایہ خواہد افگند ازآنجہۃ آں مولود مقدس پسر خدا خواندہ میشود و اینک الیصابات از خویشان تو۔ نیز در پیری بہ پسر حامل شدہ وایں ماہ ششم است مراورا عاقر میخواندند۔ زیراکہ نزد خدا ہیچ امر محال نیست دیکھو لوقا کی انجیل فارسی جو اصفہان میں ترجمہ ہوئی ۱۸۹۲ء

ہم اپنے مخاطب سے پوچھتے ہیں کہ

(ا) فرشتے نے مریم کو کیوں کہا کہ تو عورتوں میں سے مبارک ہے کیونکہ اگر بخیال شما مسیح نے یوسف کے نطفہ سے پیدا ہونا تھا تو وہ کونسی انوکھی بات تھی جس کے لئے اسے مبارک کہا گیا اور اگر کہو کہ جس کا بیٹا نبی ہونیوالا تھا اگر وہ ماں مبارک نہیں تو اور کون مبارک کہلوانے کا مستحق ہوسکتا ہے تو پھر بتاؤ اس سے پہلے ملاقی۔ ذکریا۔ حجی صفنیاہ۔ میکاہ۔ یوناہ۔ دانی ایل۔ حزقی ایل یرمیاہ۔ یشعیاہ ہر ایک نبی کے پیدا ہونے سے پہلے جبرائیل ان نبیوں کی ماؤں کو یہی الفاظ کہکر خوشخبری دیا کرتا تھا اور اگر یہ کہو کہ چونکہ وہ ایک عظیم الشان نبی تھا اسلئے اسکی والدہ کو بشارت کے ساتھ مبارک کہا گیا تو پھر بتاؤ مسیح موعود علیہ السلام جس کے ہاتھ پر تمہارے پیر نے بیعت کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ میں مسیح ناصری سے بڑھکر ہوں تو پھر کیا اسکی پیدائش کیوقت بھی ایسا ہوا مگر ہمیں خیال ہے کہ آپ اپنا وہی عقیدہ جوابًا تحریر کردینگے جسکو آپ لوگوں نے اپنا اکل وشرب بنایا ہوا ہے یعنے مسیح موعود نبی نہ تھا صرف ایک مجدد تھا واویلا اُن پر! جو احمدیت کا دم بھرتے ہوئے ایسے عقیدہ کو قبول کرلیتے ہیں۔

(ب) فرشتے نے کہا کہ وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کریگا اور اسکی بادشاہت کا آخر نہیں ہوگا۔ آیت ۳۲ و ۳۳ کیوں جی مسٹر آپ نے اس آیت کو اپنے استاد سے کس طرح سمجھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو

یاد نہیں رہا بس اب ہم آپکو سنا دیتے ہیں یہ آیت بخیال عیسائیاں یسعیاہ ۹/۶ والی پیشگوئی کی تشریح ہی جہاں لکھا ہی ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا ہماری لئے ایک لڑکا تولد ہؤا نام اسکے بشیر۔ سلامتی کا شہزادہ ہونگے سلطنت اسکے کندھے

پر ہوگی۔

عجیب کے لفظ پر غور کرو اگرچہ عجائبات قدرت کی کچھ حد نہیں مگر پیدا ہونے والے موعود کی نسبت یہ لفظ ایک خاص معنی دیتا ہے جس کے سچے معنے اور تفسیر صرف مسیح کی پیدائش بے پدر ہی ہو سکتی ہے اور یہی اس لڑکے کی شناخت رکھی ہے عیسائی اسکے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسکا مردوں میں سے جی اٹھنا بھی عجیب تھا اور مطلب انکا یہ ہوتا ہی کہ مسیح کی سوانح کے سارے واقعات عجیب و غریب ہیں مگر ہم مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ یسعیاہ ۹/۶ میں صاف لکھا ہی ہمکو ایک لڑکا بخشا گیا ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہؤا۔ پس یہاں پر صرف اسکی پیدائش ہی کے ساتھ ربط دینے کو لفظ لڑکا لکھکر عجیب لکھا۔ اور ساتھ ظاہر ہے کہ مسیح بخیال اناجیل توبیاں جب دوبارہ زندہ ہؤا اسوقت لڑکا نہ تھا۔ اسلئے بخیال عیسائیوں کے اس عجیب واقعہ کا یسعیاہ نے ذکر نہیں کیا۔

(ج) مریم نے فرشتہ کو کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جس صورت کہ میں مرد کو نہیں جانتی آیت ۳۴ فرشتے نے اسکا یہ جواب دیا تہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالےٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی آیت ۳۵ پس مسٹر فضل الٰہی بتاوے کہ اگر بخیال اسکے مسیح نے یوسف کے نطفہ سے پیدا ہونا تہا تو پھر روح القدس اور قدرت کے سایہ کی تشریح کی کیا ضرورت تہی کیا مریم (نعوذ باللہ) دہریہ تھی۔ جو خدا کی قدرت کو نہیں مانتی تہی ہرگز نہیں اسنے حیرانی صرف اسوجہ سے ظاہر کی تہی کہ یہ کسطرح ہو سکتا ہی بغیر مرد کے کوئی عورت حاملہ ہو جائے تو فرشتے نے اسکے جواب میں یہی الفاظ آیت ۳۵ والے کہے تھے اور آگے ایک زندہ مثال سے اسکی تسلی بھی کی تہی۔

(د) اور دیکھ تیرے رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونیوالا ہی اور اب اسکو جو بانجھ کہلاتی تہی چھٹا مہینہ ہے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی امر محال نہیں آیت ۳۶ و ۳۷

یہ ایک مثال پیش کر کے فرشتے نے مریم کا اطمینان کیا کہ دیکھ بڑھاپے میں بیٹا نہیں ہو سکتا پھر جبکہ خاوند بھی بوڑھا ہو اور اسکی عورت بوڑھی ضعیفہ عورت بانجھ بھی ہو مگر خدا کے نزدیک یہ ناممکن امر بھی ممکنات سے ہے چنانچہ جا اور دیکھ کہ تیری رشتہ دار الیشبع بھی باوجود ضعیفہ اور عاقر ہونیکے چھ ماہ سے حاملہ ہی پس تو کیوں خیال کرتی ہی کہ یہ کسطرح ہوگا خدا کے نزدیک یہ محال امر نہیں ایسا ہی ہوگا کہ مرد تجھے نہ چھوئیگا۔ اور تو روح القدس

سلہ یہ بات [illegible] عیسائی مسلمات کی بنا پر ہے - ۱۲

سے حاملہ ہو جائیگی چنانچہ مریم بموجب لوقا ۳۹/۱ اپنی تسلی اور الیشبع کو دیکھنے کے لئے یہودا کے ایک شہر میں گئی اور زکریا کے گھر میں داخل ہو کر الیشبع کو دیکھ کے اپنا اطمینان کر لیا۔

چوتھی دلیل اناجیل میں مسیح کی ماں مریم کو تقریباً تیس بار مسیح کی ماں لکھا ہے نمونہ کے طور پر دیکھو متی ۱۸/۱ و ۱۱/۲ و ۱۳/۲ و ۱۴/۲ و ۲۰/۲ و ۲۱/۲ و ۴۶/۱۲ و ۴۷/۱۲ و ۵۵/۱۳ اور مرقس ۳/۶ اور لوقا ۲۷/۱ و ۳۴/۲ و ۴۳/۲ و ۵۱/۲ و ۱۹/۸ و ۴/۲ اور یوحنا ۱/۲ و ۳/۲ و ۵/۲ و ۱۲/۲ و ۲۵/۱۹ و ۲۶/۱۹ و ۲۷/۱۹ وغیرہ مگر یوسف کو شاید زیادہ سے زیادہ اٹھ بار مسیح کا شرعی باپ انجیل نویسوں نے تحریر کیا ہے جنمیں سے بہت جگہ یہود کے اس خیال کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ یوسف کا بیٹا ہے اب غور کا مقام ہے تیس بار مریم کا بیٹا فضل الہی کو نہ جنچا اسکو اگر جنچا تو صرف چند بار یوسف کو یہود کے زبانی مسیح کے باپ والا مسئلہ جنچا اور اسنے اسباب کا خیال نہ کیا کہ یہ تو دوسرے غیر لوگوں کے خیالات ہیں جو کسی تحقیق پر مبنی نہیں یہ مسیح کے حق میں آپ کی اور آپکے استادوں کی دشمنی ہے کہ اسکا باپ یوسف تجویز کیا اور معجزہ کو باطل کرنا چاہا کیونکہ اگر اناجیل کے الفاظ پر ہی غور کر کے آپ کس نتیجہ پر پہنچا کرتے ہیں تو پھر کیوں کثرت کو دیکھکر یہ اقرار نہیں کرتے ہو کہ وہ خدا[ف۱] کا بیٹا تھا کیا تین چار یہود کا کلام سنکر آپ فی الفور کہہ سکتے ہیں کہ مسیح یوسف کے نطفہ سے تہا مگر ایک صد بار خدا کا بیٹا پڑھکر اسکو خدا کا بیٹا نہیں مان سکتے۔

پانچویں دلیل کسی نے کیا خوب کہا ہے من آنم کہ من دانم اگر اس معیار کی رُو سے بھی ہم اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق تفحص کریں تو ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو خود بھی یہ دعوی تہا کہ میں بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں چنانچہ متی ۴۱/۲۲ تا ۴۴ سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسیح نے کس طرح یہ دعوی کیا۔ تشریح اسکی یہ ہے۔ کہ چونکہ یہود اپنی خباثت اور جبلی شرارت کی وجہ سے ہمیشہ مسیح علیہ السلام کو مطعون کیا کرتے تھے کہ تیرا تو باپ ہی نہیں پھر تو مسیح موعود کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ اسنے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہونا تہا۔ مسیح نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا ہے۔ اگر وہ بخیال شما داؤد کا بیٹا ہے تو پھر داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے۔ کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے نہ کر دوں +

ف۱ جسطرح یہودیوں کے کہنے سے یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ مسیح یوسف کے نطفہ سے تہا۔ اسی طرح ہم عیسائیوں کے کہنے کے مطابق یہ بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ مسیح خدا کا بیٹا یا اقنوم ثانی ہے بلکہ جس طرح ہم از روئے اناجیل یوسف کو مسیح کا شرعی باپ مان سکتے ہیں۔ اسی طرح خدا کو مسیح کا روحانی باپ کہہ سکتے ہیں نہ تو بموجب قاعدہ کلیہ کے مسیح یوسف کا بیٹا تھا اور نہ خدا کا بلکہ مریم کا بیٹا خدا کی قدرت سے۔ ادریس۔

زبور ۱۱۰ آیت دشمن لاجواب ہوگئے چنانچہ متی ۲۲ میں لکھا ہے اور کوئی اسکے جواب میں ایک بات نہ بول سکا اور نہ اس دن سے پھر کسی نے اس سے سوال کرنے کی جرأت کی۔

مسٹر فضل الٰہی غور کریں کہ اگر بخیال جناب مسیح واقعی یوسف کے نطفہ سے تھا تو کیوں نہ یہود کو جواب دیا کہ میں داؤد کے خاندان سے سچا اور پکا اسرائیلی ہوں کیوں اسنے یہ کہا کہ آنے والا موعود جسطرح تم سمجھتے ہو اسی طرح داؤد کی نسل سے نہیں ہوگا اور اسی طرح جسمانی رنگ میں میں بھی نہیں ہوں اور کس طرح زبور ۱۱۰ کی تفسیر اور معنی کی طرف انہیں اشارہ کیا کہ چونکہ میں روح القدس کی طرف سے ہوں اسی لئے وہ مجھے خداوند کہتا ہے اور مسٹر نومسلم کو اگر دقت نظر حاصل ہوگی تو معلوم ہوگا کہ آجتک یہودی مناظرین نے یوسف کے نسب نامہ کو غلط ثابت نہیں کیا اور نہ کوئی اسپر ایسا اعتراض کیا نہ تو کسی مسیح کے ہمعصر یہودی نے نہ اسکے بعد مگر صدیوں کے بعد جب عیسائیوں اور یہودیوں میں عداوت کا بازار گرم ہوا تو ایک دو یہودیوں نے یہ کہا کہ اسکا رد ایسے طریق سے کیا گیا کہ آجتک یہود کو چوں کرنے کی مجال نہیں اور شاید اگر عیسائیت کی حالت میں ہمارے مسٹر فضل الٰہی صاحب کو کبھی کسی یہودی کے ساتھ گفتگو کرنیکا موقعہ ملا ہوگا تو خود دیکھ لیا ہوگا۔ کہ آج تک مسیح کے اس جواب اور دلیل کا یہود کچھ بھی جواب نہ دے سکے۔ بشرطیکہ اسوقت مسٹر کو یہ دلیل بھی کسی نے بتائی ہو۔

ہم نے مسیح کے تولد کی نسبت فضل الٰہی صاحب کے گھوڑے کو جو صرف فاسد اور باطل اوہام کی بنا پر تھا۔ اس سے زیادہ مضبوط اور قوی دلائل سے رد کر دیا۔ جن کے وہ مستحق ہو سکتے تھے اور آئندہ کو بھی آپ کی انجیل دانی کی قلعی کھولنے کے لئے تیار ہیں۔ فقط

(راقم جواب کا طالب ایک نومسلم از قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عقاید ہم نے بدلے ہیں
یا
مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقائے

آجکل غیر مبائعین کی طرف سے یہ مشہور کیا جا رہا ہے کہ ہم نے باتباع سیدنا ولو العزم حضرت مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد اپنے عقاید بدل دئیے ہیں اور اب ہمارے وہ عقیدے نہیں رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم الوصال سے قبل تھے اسکے لئے مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل کا یہ مضمون نہایت دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور انشاء اللہ بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوگا کیونکہ اس میں مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے ان مضامین سے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ۱۹۰۱ء سے پہلے لکھے گئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب بھی انہی معنوں میں نبوت مسیح موعود کے قائل تھے جن معنوں میں کہ ہم قائل تھے اور ہیں اور بفضلہ تعالےٰ رہینگے۔ اور یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ سیدنا محمود کا ابتداء سے یہی عقیدہ تھا جو اب آپ اعلان فرما رہے ہیں یہ مضمون غیر مبائعین اور مولوی محمد علی صاحب پر ایک حجت ملزمہ ہے جس کے جواب سے وہ کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے چاہئیے کہ حق پسند سعید روحیں اسپر غور فرمائیں

(ایڈیٹر)

اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق میاں صاحب کے عقائد ان عقائد کے سراسر برخلاف ہیں جن کی تعلیم خود حضرت اقدسؑ نے جماعت کو دی تھی اور جن پر جماعت احمدیہ آپکی زندگی میں قائم تھی۔ اب میاں صاحب کے کہنے سے جماعت کے اکثر حصہ نے اُن حضرت اقدس کے بتائے ہوئے عقائد کو چھوڑ کر ان نئے عقائد کو اختیار کر لیا ہے۔

جواب واقعات اس اعتراض کو باطل قرار دیتے ہیں۔ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے میں نے اس امر میں بہت غور کیا ہے۔ کہ آیا

حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں تبدیلی آئی ہے یا مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں۔ میرے نزدیک یہ امر روز روشن سے بھی بڑھکر صاف اور ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد اب بھی وہی ہیں جو حضرت اقدس کی زندگی میں تھے کوئی تبدیلی ان میں نہیں آئی جسقدر تبدیلی آئی ہے وہ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ غیر مبائعین کے عقائد میں آئی ہے باقی جماعت انہی عقائد پر قائم ہے جن پر وہ حضرت اقدس کی زندگی میں قائم تھی۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ذی انصاف شخص واقعات پر غور کرنے کے بعد میرے اس بیان کی تصدیق کریگا۔ اور جو خیال آپ نے ظاہر فرمایا ہے اسکو کبھی صحیح تسلیم نہیں کریگا۔

ریویو آف ریلیجنز حضرت اقدس اور جماعت احمدیہ

میرے مکرم دوست! یہ امر آپ سے ہرگز مخفی نہیں ہوگا۔ کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ایک ماہوار رسالہ ہے۔ جو حضرت اقدس کی زندگی میں جاری ہوا۔ بلکہ خود حضرت اقدس نے اپنی طرف سے جاری کرایا اور اسکے اجرا کی اصل غرض ہی حضور کی تعلیم کو دنیا میں شائع کرنا تھی جیسا کہ اسکے پہلے ہی نمبر کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

"ہم سب سے اوّل اس رسالہ میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا مصلح اسوقت کون ہے۔ اور پھر ہماری اس رسالہ کے اغراض میں سے دوسری غرض یہ ہے کہ وہ مصلح کن دلائل اور نشانوں کیساتھ اپنے تئیں منجانب اللہ ظاہر کرتا ہے پھر تیسری غرض یہ ہے کہ اسکی اخلاقی تعلیم کیا ہے پھر چوتھی غرض یہ ہے کہ وہ کن اعتقادات کو سکھلاتا ہے اور کن سے منع کرتا ہے۔ پانچویں غرض یہ ہے کہ وہ کن کن علوم اور معارف کو لایا ہے اور اُس کے معارف کس کتاب الٰہی کے موافق ہیں اور اس سے نکلتے ہیں چھٹی غرض یہ ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے عمل اور سلوک کا وہ کیا راہ سکھلاتا ہے۔ یہی ستہ ضروریہ اصل اغراض اس رسالہ کے ہونگے۔" (صفحہ ۸)

اسکے ایڈیٹر شروع سے مولوی محمد علی صاحب تھے۔ جو ۱۹۰۹ء تک اس کام پر متعین رہے یہ رسالہ حضرت اقدس کی نظر سے اور جماعت احمدیہ اور نیز کثیر التعداد غیر احمدیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی نظروں سے گزرتا رہتا تھا۔ غرض اس میں شائع شدہ مضامین ہمیشہ حضرت اقدس اور جماعت احمدیہ اور دیگر لوگوں کے مطالعہ میں آتے رہتے تھے۔ پس یہ ممکن نہیں کہ اس میں کوئی ایسا مضمون شائع ہو جو حضرت اقدس کی تعلیم کے سراسر خلاف ہو اور پھر وہ حضرت اقدس سے بھی مخفی رہے۔ اور

تمام جماعت احمدیہ سے بھی بالکل پوشیدہ اور مستور رہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ حضرت اقدس ایسے ذمہ وار رسالہ میں ایسے خطرناک مضمون کو دیکھکر اسکی تردید نہ فرمائیں اور نہ جماعت احمدیہ اس پر اطلاع پاکر اسکے خلاف آواز اٹھائے اور یہ بات تو وہم میں بھی نہیں آسکتی کہ ایسا غلط مسئلہ اور حضرت اقدس کی تعلیم کے سراسر خلاف عقیدہ متواتر کئی سال تک اس رسالہ میں شائع کیا جاتا ہے۔ اور حضرت اقدس کی وفات تک بڑے زور سے اسے ایسے رسالہ میں جس کی غرض ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو دنیا کے سامنے صحیح طور پر پیش کرنا ہو شائع کیا جاوے اور حضرت اقدس کبھی بھی اسکی تردید نکریں بلکہ اسکی خریداری اور اشاعت کے لئے تمام جماعت کو بڑے زور سے تاکید فرماویں۔ اور تمام جماعت احمدیہ بھی ایسے غلط مضمون کو پڑھکر اور اسے حضرت اقدس کی تعلیم اور سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے سراسر خلاف پاکر نہ کبھی خود اسکی تردید کرے اور نہ حضرت اقدس کی خدمت میں گزارش کرے کہ حضور آپ ہمیں ہمیشہ اور تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہ رسالہ جو آپکی طرف سے ہی شائع ہوتا ہے کچھ اور ہی عقاید کی تعلیم دیتا ہے جو حضور کی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں۔ اور پھر ان عقائد کو آپکی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہم ان متخالف اور متضاد عقائد میں سے کونسے عقائد کو اختیار کریں بلکہ تمام جماعت ہمیشہ اپنے عمل سے ان مضامین پر مہر تصدیق کرتی رہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر رسالہ مذکورہ سے اس بات کی بابت کبھی استفسار نہ کیا جاوے کہ کیا وجہ ہے آپ احمدی کہلا کر ایسے مضامین اپنے قلم سے لکھکر اس رسالہ میں شائع کر رہے ہیں۔ اگر کبھی کسی نمبر میں ضمناً کوئی فرو گذاشت ہوگئی ہو۔ اور حضرت اقدس نے یا جماعت کے لوگوں نے اس غلطی کا ازالہ نہ کرایا ہو تو یہ کچھ جائے تعجب نہیں مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ سالہا سال تک ایسے رسالہ میں ایسی غلط تعلیم پیش کیجاتی رہے جو سلسلہ کے بنیادی مسئلہ کو ہلا دینے والی اور اسلام کی بیخکنی کا موجب ہو۔ اور باوجود اسکے نہ حضرت اقدس اسکا ازالہ فرمائیں۔ اور نہ جماعت احمدیہ اسکی تردید کی طرف متوجہ ہو۔

ریویو کے چند مضامین کا حوالہ جن میں حضرت اقدس کو نبی اور رسول ثابت کیا گیا ہے

اس تمہید کے بعد اب میں آپکی توجہ ان مضامین کی طرف منعطف کرتا ہوں۔ جن میں مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کو نبی اور رسول بتاتے رہے ہیں۔ اور آیات قرآنیہ اور دلائل حدیثیہ سے اور دیگر مذاہب کی مستند مذہبی کتابوں سے آپکی نبوت ورسالت کو بڑے زور کے ساتھ

ثابت کرتے رہے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعہ سے آپ پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ حضرت اقدس کی زندگی میں آپکی نبوت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا کیا عقیدہ تھا اور جماعت احمدیہ کیا عقیدہ رکھتی تھی۔ اور حضرت اقدس کی اس بارہ میں کیا تعلیم ہے؟ اسجگہ اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ ایسے تمام مضامین کو نقل کیا جاوے اس لئے میں ان میں سے صرف بعض مضامین کی نشاندہی کر دیتا ہوں۔ تاکہ جب آپ چاہیں۔ ریویو کے فائلوں میں سے آسانی سے نکال کر مطالعہ میں لا سکیں۔ لیکن زیادہ مفید یہ ہوگا کہ آپ شروع سے لیکر ۱۹۰۹ء تک (یعنے جب تک اس رسالہ کو مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹ کرتے رہے) کے ریویو کے تمام فائل ایک نظر دیکھ جائیں ورنہ سردست آپ ان میں سے حسب ذیل مضامین کو مطالعہ میں لائیں۔

(۱) ریویو جلد ۴ نمبر ۱۰ (ایک نیا معترض) صفحہ ۳۹۴ تا ۴۰۱

(۲) " " " ۱۲ (عصر جدید کا بیوجہ جوش اور سلسلہ احمدیہ کی اصل غرض) ۴۶۳-۴۶۹

(۳) " " ۵ " ۵ (سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد) ۱۶۳-۱۹۲

(۴) " " " " ۶ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختصر حالات) ۲۲۸-۲۴۲

(۵) " " " ۱۱ (ایک نیا معترض نمبر ۲) ۴۲۷-۴۳۷

(۶) " " ۶ " ۳ (آخری زمانہ کا مصلح) ۸۱-۱۰۸

(۷) " " " " ۷ (شاندار مستقبل کی پیشگوئی) ۲۶۸-۲۷۴

(۸) " " ۷ " " (حضرت مسیح موعود کی وفات پر چند مختصر نوٹ) ۲۹۱-۲۹۲

ریویو کی بعض عبارتیں ایسا آپکی سہولت کی غرض سے اسجگہ ریویو آف ریلیجنز کی بعض عبارتیں نقل بھی کر دیتا ہوں۔

نبی یا مدعی نبوت (۱) مولوی محمد علی صاحب خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"آیا ایک متعصب آدمی جو ایک نبی کے خلاف رائے قائم کر چکا ہو جیسے آپ اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اور پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کر چکے ہیں وہ ایسی مبہم باتوں میں ایک نبی کے خلاف اعتراض پر ہاتھ ڈال سکتا ہے یا نہیں۔" (جلد ۵ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۹۵)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی بیان کیا ہے۔ بلکہ

اس نام کا اطلاق آپ پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مساوی طور پر اور ایک ہی معنے میں کر کے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ نفس نبوت میں حضرت مسیح موعود میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) "انبیاء علیہم السلام شہرت پسند نہیں ہوتے اور یا اسلئے ہوتا ہے کہ ناپاک لوگوں کو اس اعتراض کا موقعہ نہ ملے کہ وہ ایک جاہ طلب اور شہرت پسند انسان ہے جس نے یہی ایک ذریعہ شہرت حاصل کرنیکا سوچ لیا ہے انکے لئے اپنے گوشۂ خلوت سے باہر نکلنا سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے مگر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اور اسکی فرمانبرداری میں وہ اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ کر اسی کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہی حالت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی جیسا کہ متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں۔ بلکہ ایک عرصہ دراز تک جبتک اللہ تعالےٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت توبہ لیں۔ آپکو کسی سے کچھ سروکار نہ تھا اور سالہا سال تک گوشۂ خلوت سے باہر نہیں نکلے۔ یہی سنت قدیم سے انبیاء کی چلی آتی ہے" (جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

اس حوالہ میں بھی مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو خدا تعالےٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی بیان کر کے بتایا ہے کہ انبیاء کے متعلق اللہ تعالےٰ کی جو سنت قدیم سے چلی آتی ہے اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی نبی ہیں اور انہی انبیاء کے زمرہ میں سے ہیں۔ جنکو اللہ تعالےٰ قدیم سے مبعوث کرتا آیا ہے اور لفظ نبی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے اسی طرح آپ پر بھی صادق آتا ہے۔

(۳) "چونکہ یہ فتنہ ہر چہار اکناف عالم میں پھیل چکا ہے اسلئے یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس میں **موعود نبی** کا نزول مقدر تھا" (جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۸۳)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موعود نبی کے نام سے ذکر کر کے بتایا ہے کہ آپ کے متعلق جو پیشگوئیاں قرآن کریم حدیث شریف اور دیگر مذاہب کی کتابوں میں ہیں۔ وہ آپکو نبی قرار دیتی ہیں اور اس طرح سے بتا دیا ہے کہ جن معنوں میں قرآن کریم اور حدیث میں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انہی معنوں میں آپ بھی نبی ہیں۔

(۴) "فارسی الاصل (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہوئی ہے

اسکی جزء قرآن شریف میں موجود ہے چنانچہ سورہ الجمعہ میں آیا ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ ترجمہ خدا تو وہ ہے کہ جس نے اُمّی لوگوں میں سے یہ رسول مبعوث کیا کہ انہیں اسکی آیات سنائے اور انہیں پاک بنائے اور کتاب وحکمت کی ان کو تعلیم دے گو وہ پہلے عیاں طور پر غلطی میں پڑے ہوئے تھے اور نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئی وہ قوم بھی انہیں لوگوں کے ہمرنگ ہوگی اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا جو انہیں خدا کی آیات سنائیگا اور انہیں پاک بنائیگا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیگا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے قرآن کریم سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح نبی ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول تھے۔

(۵) "آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے۔ انہیں آخرین کہا گیا ہے اور یہی وہ لفظ ہے جو بجنسہ یا جس کے مترادف الفاظ ان تمام پیشگوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں جو مسیح موعود کے نزول کے متعلق ہیں" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو فارسی الاصل نبی بتایا ہے اور اسکے اثبات میں قرآن اور حدیث کو پیش کیا ہے۔

(۶) "پیشگوئی کے بیان میں اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ نبی آخر زمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۸)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو نبی آخر زمان بیان کیا ہے۔

(۷) "ان ابتدائی اور خارجی امور کے فیصلہ سے ہم اب اس حالت میں ہوگئے ہیں۔ کہ اس نبی آخر زمان کے دعوے کی تصدیق کو سمجھنے کے لئے اندرونی شہادت پر غور کریں" (جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۹)

اس حوالہ میں بھی مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کا ذکر نبی آخر الزمان کے نام سے کیا ہے۔

(۸) مولوی محمد علی صاحب خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔کہ:۔
"مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔کہ ایک مدعی نبوت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اسکا حق پر ہونا کھل جائے۔" (جلد ۴ نمبر ۱۲ صفحہ ۴۶۴)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں عیسائیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں غیر احمدیوں کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت مسیح موعود ع پر لفظ مدعی نبوت کا اطلاق کر کے ظاہر کیا ہے کہ جن معنوں میں نبی کا لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی صادق آتا ہے

(۹) اور جلد ۵ نمبر ۱ میں لکھتے ہیں۔کہ:۔
"(ا) خواجہ غلام الثقلین صاحب نے چار اصول سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے پرکھنے کیلئے قائم کئے تھے یعنے عدل و انصاف۔کفایت شعاری۔سعی و محنت اور اتفاق قومی۔میں نے ان کی اس بحث کی غلطی کو ظاہر کر کے دکھایا تھا کہ یہ وہ اصول نہیں جو کلام ربانی میں حق اور باطل کے درمیان امتیازی نشانوں کے طور پر قائم کئے گئے ہوں۔نہ ہی ان باتوں پر زور دیکر ہم کسی مفید نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔بلکہ امتیازی نشان سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں وہ ہے جس کو قرآن کریم نے اس پختہ اور حتمی وعدہ کے رنگ میں بیان کیا ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا۔" (صفحہ ۲۷)

"(ب) نصرت اور تائید اس طرح پر جو سلسلہ نبوت کے ساتھ خاص ہے جھوٹے مدعی کو کبھی نہیں ملتی۔" (صفحہ ۳۱)

"(ج) چار باتیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کے ان معنوں کی تردید میں جو میں نے بیان کئے ہیں پیش کی ہیں۔جو انکے اپنے الفاظ میں نقل کیجاتی ہیں۔
"...شیطان نے خدا کی عزت کی قسم کھائی ہے کہ وہ سب کو گمراہ

گویا گا....... شیطان اپنے اس خیال میں سچا ہو گیا........ ۲- بنی
اسرائیل کی عورتوں کو چھوڑ کر فرعون اور قوم فرعون انکے بچوں کو قتل کر دیتی
تھی....... ۳- مسیح مصلوب ہوئے اور یہودونے فتح حاصل کی..
.... ۴- خلفاء اربعہ اور سبطین میں سے منجملہ چھ کے پانچ نفس
دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے.......؟

بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن
کریم نے کیا قرار دیا ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتادیں
کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت
مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے باقی مدعی نبوت کون کون ہیں۔ کیا
شیطان مدعی نبوت ہے؟ کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار لڑکے
مدعی نبوت تھے؟ کیا خلفاء اربعہ اور سبطین مدعی نبوت تھے
اگر نہیں تو ان باتوں کو امرِ زیرِ بحث سے کیا تعلق ہے؟ (پیغام صلح ۱۳۱؍۱۳۲)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ :-

(۱) خواجہ غلام الثقلین نے سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے پرکھنے کے لئے چند اصول بیان کئے جس پر میں نے انکی غلطی کو ظاہر کر کے انہیں بتایا کہ مدعی نبوت کی صداقت کے پرکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر نہیں فرمائے یعنے حضرت مرزا صاحب تو مدعی نبوت ہیں اور انہی معنوں میں نبوت کے مدعی ہیں جن معنوں میں قرآن کریم میں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے اسلئے انکے دعوی کی صداقت معلوم کرنے کے لئے انہی معیاروں کو مدنظر رکھنا چاہئے جو قرآن کریم نے انبیاء کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اس قسم کی نبوت نہیں کہ جس قسم کی اس امت کے دیگر اولیاء اور مقربین اور محدثین کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے۔ بلکہ آپ انہی معنوں میں نبی میں

جن معنوں میں دیگر انبیاء علیہم السلام جیسے مسیح ناصری وغیرہ نبی تھے ظاہر ہے کہ خلفاء اربعہ و سبطین رض رؤیا صالحہ سے جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے مُرتّشرف تھے اور بالخصوص ان میں سے حضرت عمر رض کا نام تو خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے محدث ہذہ الامۃ رکھا ہے اور محدث پر جزوی نبی اور ناقص نبی کا لفظ اطلاق پاتا اور صادق آتا ہے۔ سو مولوی محمد علی صاحب نے اس حوالہ میں محدثوں کو انبیاء سے الگ کرکے اور ان کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی جیسے حضرت مسیح ناصری وغیرہ نبی تھے بیان کرکے ظاہر کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت جزوی یا ناقص نہیں بلکہ پوری یعنے کامل نبوت ہے۔ اور کہ آپکی نبوت کو ناقص قرار دینا گویا تمام انبیاء علیہم السلام کو ناقص قرار دینا ہے کیونکہ جن معنوں میں پہلے انبیاء کرام نبی تھے انہی معنوں میں آپ بھی نبی ہیں۔ اور جن دلائل سے ان انبیاء کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے ان تمام دلائل سے آپکی نبوت بھی ثابت شدہ ہے۔ پس آپکو ناقص نبی یا جزوی نبی کہکر جو حملہ آپ پر کیا جاویگا وہ صرف آپ پر نہیں ہوگا بلکہ اسکی زد تمام انبیاء پر پڑے گی۔

(۱۰) اور ریویو جلد پنجم میں صفحہ ۴۳۱ پر خواجہ غلام الثقلین کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں۔ کہ:۔
"استفادہ کی خواہش تو آپ کو کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ آپ ایک مدعی نبوت کے خلاف میدان میں نکلے تھے"

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو مدعی نبوت بیان کیا ہے۔

(۱۱) اور ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۴ میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ
"مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدعی نبوت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اسکا حق پر ہونا کھلجائے۔"

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے آنحضرت کو عیسائیوں کے مقابل پر اور حضرت اقدس کو غیر احمدیوں کے مقابل پر مدعی نبوت بیان کیا ہے۔

(۱۲) اور اسی جلد کے صفحہ ۴۶۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ:۔
"ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے۔ اوّل یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں۔ اور دوسرا یہ کہ اسکی نبوت کو اور اسکے منجانب اللہ ہونیکو تسلیم کریں۔۔۔۔۔۔"

سو یاد رکھنا چاہئیے کہ بعینہٖ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے " (صفحہ ۴۶۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے بڑی تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح نبی ہیں۔ جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام جو قدیم سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے ہیں نبی تھے اور آپ نبی ہونے کے لحاظ سے انبیاء و رُسل کے زمرہ میں داخل ہیں یہ نہیں کہ پہلے انبیاء تو سچ مچ کے نبی ہوتے تھے لیکن آپ نعوذ باللہ یونہی جھوٹے موٹے اور محض برائے نام نبی ہیں۔ غرض جیسے پہلے نبی تھے۔ ویسے ہی آپ بھی نبی ہیں اور جو پہلے انبیاء کا کام ہوتا تھا وہی آپکا کام ہے۔

رسول۔ پیغمبر۔ مرسل اور مدعی رسالت

(۱) مولوی محمد علی صاحب بعض غیر احمدیوں کی طرف اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

"آہ! عجب حالت ہے ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کو پیسہ کمانیکے لئے بالکل ترک کر دینا چاہئیے۔ اور دوسری طرف خدا کا وہ برگزیدہ رسول ہے۔ جو اس شخص کو اپنے ساتھیوں میں نہیں سمجھتا جو دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا " (جلد ۴ نمبر ۲ صفحہ ۶۹)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر برگزیدہ رسول کے نام سے کرتے ہیں۔

(۲) "یہ الفاظ ایسے وقت میں شائع کئے گئے تھے۔ جب ڈوئی کے عروج کا ستارہ اوج پر تھا اور یہ وہم بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ ایسا ذلیل ہو جائیگا ہاں اسکے انجام سے سوائے عالم الغیب خدا کے کوئی واقف نہ تھا اور اس نے جیسا کہ خود فرمایا ہے کہ لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اپنے ایک برگزیدہ رسول پر اس انجام کو ظاہر فرمایا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ خدا کے سچے مرسل کے سامنے ہلاک ہوگا " (جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱۴۹)

اس حوالہ میں مولوی صاحب نے نہ صرف برگزیدہ رسول اور سچے مرسل کے لفظوں میں حضرت اقدس ع

کا ذکر کیا ہے بلکہ آپکی نبوت و رسالت کے ثبوت میں قرآن کریم کی ایک زبردست دلیل بھی دی ہے۔

(۳) مولوی محمد علی صاحب رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں "سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد" کے عنوان کے ذیل میں حضرت اقدس کی نبوت و رسالت کے متعلق اپنے عقیدہ اور سلسلہ احمدیہ کے عقیدہ کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

"باوجود اسکے کہ اس شخص (یعنے چراغ دین جمونی ناقل) نے دعویٰ رسالت کیا اور اسلام پر اس کا حملہ سخت تھا کیونکہ وہ عیسائی مذہب کو بھی سچا مانتا تھا کس مولوی نے اسکی مخالفت کی ہے کس نے کفر کا فتوے تیار کیا ہے کس نے اخباروں اور رسالوں کے ورق اسکی مخالفت میں سیاہ کئے۔ کیا جائے تعجب نہیں ہے کہ ایک شخص (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) جو اسلام کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو۔ اور اسلام کی صداقت کو تمام دنیا میں ثابت کر رہا ہو۔ اور تمام عقائد باطلہ کی تردید کر رہا ہو۔ اسپر تو فتووں کا اسقدر جوش و خروش ہو کہ کھانا پینا اور سونا بھی حرام کر دیا جائے۔ اور جب ایک دوسرا شخص عیسائی مذہب کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو اور بظاہر اپنے آپکو مسلمان کہتا ہو تو اسکی مخالفت کے لئے ایک سطر بھی نہ لکھی جاوے پھر جس کی مخالفت کیگئی تھی وہی کامیاب ہو اور دوسرا ہلاک ہو۔ اگر دعویٰ محض دعوے رسالت ہی مخالفت کا باعث ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ چراغ دین کی مخالفت نہ ہوئی حالانکہ ابھی مولوی محمد حسین صاحب زندہ ہی ہیں" (جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۶۶)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو **مدعی رسالت** اور آپکے دعوے کو **دعویٰ رسالت** بیان کیا ہے۔

(۴) "خود طبیعتیں بتا رہی ہیں کہ یہ وہی آخری دن ہیں جنکا وعدہ دیا گیا تھا۔ ان کے ماسوا ہر ایک مذہب میں اور بھی بعض علامات اور قرائن ایسے پائے جاتے ہیں۔ جن سے یہ زمانہ معین کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام پیشگوئیاں اس امر میں متفق ہیں کہ **پیغمبر آخر زمان** کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا۔ جبکہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور شور سے جمع ہو جاینگی۔ جس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں نہ

گزری ہو" - (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸۱)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو نہ صرف پیغمبر آخر زمان کے نام سے ذکر کیا ہے بلکہ تمام مذاہب عالم کی پیشگوئیوں کو اس امر کا مثبت بیان کیا ہے - اور نیز حضرت اقدس کی شان کی عظمت اور آپکے کام کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جس فساد اور ضلالت کے مقابلہ کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں اسکی نظیر کسی پہلے زمانہ میں کبھی نہیں گزری - اور اس پر بھی تمام مذاہب کی پیشگوئیوں کو شاہد قرار دیا ہے -

(۵) پھر عبارت مذکورہ بالا کے ساتھ ہی لکھتے ہیں - کہ :-

"اور ہر ایک مذہب بیان کرتا ہے کہ موعود پیغمبر کے نزول کے ساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اسوقت ایک سخت خطرناک جنگ ہوگا اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح پائینگی" (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸۱)

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کو موعود پیغمبر کے نام سے ذکر کیا ہے -

امتی کا لفظ ان مذکورہ بالا حوالوں میں جہاں جہاں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نبی - رسول - مدعی نبوت - مدعی رسالت - موعود نبی - موعود پیغمبر - پیغمبر آخر زمان - نبی آخر زمان وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں - وہاں کہیں بھی **امتی** کا لفظ ساتھ نہیں رکھا - حالانکہ رسالہ الوصیۃ میں جو دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہو چکا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھ چکے تھے - کہ

"اسکا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں"

پس باوجود حضرت اقدس کے اس ارشاد کے مولوی محمد علی صاحب کا حضرت اقدس کے متعلق بار بار نبی اور رسول کا لفظ استعمال کرنا اور ایک دفعہ بھی امتی کا لفظ ساتھ استعمال نہ کرنا - اور پھر باوجود حضرت اقدس کا اسے غلطی نہ قرار دینا اور جماعت احمدیہ کا اس کے متعلق اسوقت قطعاً سوال نہ اٹھانا صاف طور پر ثابت کر رہا ہے کہ حضور کے مذکورہ بالا ارشاد کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ امتی کے لفظ کو ساتھ ملائے کے بغیر آپ پر نبی یا رسول کے لفظ کا اطلاق جائز نہیں ہے - بلکہ اس ارشاد کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپنے منصب نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل کیا ہے -

ظلی بروزی وغیرہ الفاظ اسی طرح ان تمام حوالجات میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت اقدس کیلئے نبی اور رسول کا لفظ استعمال کرتے ہوئے ظلّی۔ بروزی۔ غیر حقیقی اور غیر مستقل کے الفاظ بھی استعمال نہیں کئے اور اس پر بھی نہ کبھی جماعت احمدیہ نے مولوی صاحب پر اعتراض کیا۔ اور نہ کبھی حضرت اقدس نے اس غلطی کا (اگر یہ غلطی تھی) ازالہ کروایا جس سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک اور تمام جماعت احمدیہ کے نزدیک اور مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک یہ الفاظ **نفس نبوت** کے منافی ہرگز نہیں بلکہ صرف قسم نبوت کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور ان کے اطلاق یا عدم اطلاق کا **نبی** کے اصل مفہوم پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور کہ انکے اطلاق کے بغیر آپ کے لیے لفظ **نبی** اور **رسول** کا استعمال بالکل صحیح اور درست اور حضرت اقدس کے دعوے کے عین مطابق ہے۔

لفظ نبی اور رسول کا حضرت اقدس کیلئے عام طور پر استعمال کرنا نیز ان حوالجات میں بار بار **نبی** اور **رسول** کا لفظ عام بول چال کے طور پر حضرت اقدس کے لئے استعمال کرنے پر حضرت اقدس اور تمام جماعت احمدیہ کا اسے **غلطی** نہ قرار دینا بلکہ برقرار رکھنا ثابت کرتا ہے کہ آپ کے لئے ایسے طور پر انکا استعمال صحیح اور جائز ہے اور کہ سنہ ۹۹ ء میں یا اس سے پیشتر اس بات کو حضرت اقدس کے ناپسند فرمانے کی وجہ در اصل وہی ہے جو خود حضور نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰ میں بیان فرمائی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ القول الفصل صفحہ ۹ الغایت صفحہ ۲۴ و حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۰ الغایت صفحہ ۳۳)

حضرت اقدس زمرہ انبیاء میں داخل ہیں اسی طرح مولوی صاحب نے ان حوالجات میں اس بات پر بھی بہت زور دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود اسی طرح زمرۂ انبیاء میں داخل ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام ؑ داخل ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس مدعا کو ذیل کے حوالجات میں بھی بیان فرمایا ہے۔

(۱) "سلسلہ احمدیہ کا اہم مقصد اور اس مشن کی اصل غرض دنیا میں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان کو از سرِ نو زندہ اور تازہ کر کے انسان کو پاکیزگی کی راہوں پر چلاوے اور گناہ سے نجات پانے کی راہ بتاوے اس سلسلہ کا یہ دعوے ہے کہ صرف اسی میں شامل ہو کر انسان ان راہوں کو پا سکتا ہے۔ اور اس دعوے کی تشریح یوں کیجاتی ہے کہ خدا تعالےٰ

پر ایمان صرف منہ کی ایک بات ہے جب تک کہ دل اس صداقت کے یقین سے بھرا ہوا نہ ہو۔ جس کا اقرار منہ سے کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ کی ہستی پر قدرت کے ملاحظہ سے بھی دلائل پیدا ہوتے ہیں مگر یہ دلائل صرف اس منطقی نتیجہ تک انسان کو پہنچا سکتے ہیں کہ خدا ہونا چاہیئے مگر اس خدا کو پہچاننا اور یقین سے جان لینا کہ واقعی وہ ہے بھی یہ ایک بالکل الگ امر ہے اور اسکا حصول صرف اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت نمونے دیکھے جاویں۔ جن کا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہی اور ہوتا رہا ہے۔ اور قدیم سے یہی سنت الٰہی چلی آئی ہے کہ خدا تعالےٰ ایسے اوقات میں جب زندہ ایمان لوگوں کے دلوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنی عظیم الشان قدرتوں کا اظہار بذریعہ خارق عادت نشانوں کے کرکے اپنی ہستی کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے جس سے انکی زندگی میں ایک پاک تبدیلی واقع ہوتی ہے ایسی ہی ضرورت اس زمانہ میں ہی کیونکہ گذشتہ انبیاء کے نشان بطور قصوں کے ہو گئے ہیں'' (جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۸۲)

(۲) ''کوئی نبی اللہ صرف دفع شر ہی کے لئے مامور و مبعوث نہیں کیا گیا۔ بلکہ دفع شر ایک ابتدائی مرحلہ ہوتا ہی جس کے بعد اعلیٰ اصول نہایت برجستگی اور مضبوطی کے ساتھ قائم کئے ہوتے ہیں اور اگر دفع شر سے یہ مقصود حاصل کرنا مد نظر نہ ہو تو پھر یہ بالکل بے حیثیت اور بیقدر بات ہی اسی طرح مسیح موعود کا حال بھی ہے وہ اس قانون الٰہی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا'' (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹۵)

(۳) ''اب جب یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا منہاج نبوت کے رُو سے انکار نہیں ہو سکتا اور حضرت مسیح موعود پر اگر کوئی مطالبہ ہو سکتا ہے تو منہاج نبوت کے رُو سے ہی ہو سکتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہو گا کہ پھر ما بہ الامتیاز کیا ہے جس سے جھوٹے اور سچے میں شناخت ہو...... سو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو خود پیشگوئیوں میں کثرت اور کیفیت کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ قرآن شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اظہار علی الغیب کو اللہ تعالےٰ انبیاء اور رسل کے لئے مخصوص کرتا ہے یعنے کثرت سے غیب کی

اطلاع دینا۔" (جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۹۲)

"(۴) تمام دنیا کو تلاش کر لو۔ تاریخ کے ورقوں کو ایک ایک کر کے الٹ ڈالو۔ مگر ان سب باتوں کا مجموعہ سوائے خدا کے برگزیدہ نبیوں کے ہرگز کہیں نہ پاؤ گے۔" (جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۹۳)

"(۵) جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دیجاتی۔ بلکہ اسے ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے . . . . اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا۔ پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالےٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کے رُو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا۔ بلکہ صادقوں اور اپنے سچے **رسولوں** والا سلوک کرتا ہے اسکی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالےٰ سے جنگ کرنا اور اسکے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے اس سے بڑھکر اور کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں۔ تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکیگی۔" (جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۹۴)

ان حوالجات کے پیش کرنے سے کیا مقصود ہے؟

ان عقائد مذکورہ بالا کے مقابلہ میں مولوی محمد علی صاحب اب جن عقائد کا اظہار اور اشاعت کر رہے ہیں وہ میں ذیل میں بیان کرتا ہوں لیکن پیشتر اس سے کہ میں مولوی صاحب کے جدید عقاید کا ذکر کروں۔ پھر اپنے اصل مدعا کی طرف آپکی توجہ منعطف کراتا ہوں۔ میرا اصل مقصود صرف یہی نہیں ہے کہ ان حوالجات کے ذریعہ سے مولوی محمد علی صاحب پر اتمام حجت کروں۔ بلکہ میرا اہم مقصود ان کے پیش کرنے سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت اقدس کی نبوت کا عقیدہ آپکی رحلت کے بعد نہیں گھڑ لیا گیا۔ بلکہ آپ کی زندگی میں بھی جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ تھا۔ ہاں اگر کوئی شخص اس زمانہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہنے کا شرف حاصل نہ کر سکا ہو۔ اور آپکی تحریرات و تصنیفات کے مطالعہ سے بھی محروم رہا ہو۔ اور سلسلہ کے اخبارات اور رسائل سے بھی غافل رہا ہو۔ اور پھر ساتھ ہی اسے عام طور پر جماعت کے راسخین فی العلم سے ملاقات اور استفاضہ کا موقع بھی نہ ملا ہو اور اس وجہ سے وہ اپنے عقائد کی اصلاح نہ کر سکا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اسے حضرت اقدس کی تعلیم سے صحیح طور پر آگاہی حاصل کرنیکا موقع ہی نہیں ملا اور نہ وہ اپنے عقائد کو درست کر سکا اسی طرح وہ شخص بھی مستثنیٰ ہے۔ جو باوجود ان ذرائع کے میسر آنے کے اور باوجود پورے طور پر اتمام حجت ہو چکنے

کے منافقانہ طور پر دل سے ان عقائد حقہ کا منکر رہا ہو۔ اور شیطان اخرس کی طرح اپنے اصلی عقائد کے اظہار سے اُس زمانہ میں خاموش رہا ہو۔ اور باوجود بار بار ان عقائد کی اشاعت ریویو جیسے رسالہ میں ہوتی ہوئی دیکھکر اس نے نہ کبھی اپنے عقائد کی اصلاح کی ہو۔ اور نہ کبھی ان شائع شدہ عقائد کا اظہار حضرت اقدس پر یا جماعت پر کیا ہو

غلطیوں کے ازالہ کے متعلق حضرت اقدس کا معمول

جب ہم حضرت اقدس کا یہ طریق عمل دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی آپکو اپنی جماعت کے کسی فرد کے متعلق یہ علم ہوجاتا کہ اُس کے عقائد میں فلاں غلطی ہے تو آپ فی الفور اس غلطی کے ازالہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی اشاعت کی ضرورت بھی یہی پیش آئی تھی کہ ایک احمدی پر ایک مخالف نے یہ اعتراض کیا کہ جس شخص کے ہاتھ پر تم نے بیعت کی ہوئی ہے وہ نبوت کا مدعی ہے تو اس احمدی نے اس سے انکار کر دیا سو چونکہ یہ جواب غلط تھا اسلئے حضور نے ایک الگ مفصل اشتہار کے ذریعہ سے اس غلطی کا ازالہ فرمایا۔ اسی طرح جب ایک احمدی کے متعلق حضور کو اطلاع پہنچی۔ کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو حضور کی تعلیم کے خلاف ہیں تو اسی وقت حضور نے اشتہار تبلیغ الحق کے ذریعہ سے اس غلطی کا ازالہ فرمایا۔ اسی طرح ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کے بدر کی ڈائری مظہر ہے کہ ایک احمدی پر ایک نواب ریاست نے یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نبوت و رسالت کے مدعی ہیں جس کے جواب میں اس احمدی نے کہا کہ حضور فرماتے ہیں۔ من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب۔ تو اس واقعہ کو سُن کر حضور نے بڑے زور سے اس جواب کی غلطی کو ظاہر کیا اور فرمایا کہ ہم نبوت کے مدعی ہیں اور ہم پر نبوت کی تعریف صادق آتی ہے اسلئے ہم نبی اور رسول ہیں اور بھی اسکی سینکڑوں مثالیں ہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کی نبوت کا مسئلہ آج گھڑ لیا گیا ہے حضور کی زندگی میں جماعت احمدیہ اس عقیدہ سے آشنا نہ تھی۔ اگر آپ نبی نہیں تھے تو کیا وجہ ہے کہ آپنے ان ریویو میں شائع شدہ غلطیوں کا ازالہ نہ فرمایا

حضرت اقدس کا نفی نبوت کو غلطی قرار دینا۔

آپ انہی واقعات پر غور فرمائیں۔ اگر حضرت اقدس نبی نہیں تھے۔ اور آپکا نبوت کا دعوی نہیں تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ جب ایک صاحب سے ایک مخالف

نے کہا کہ تمہارا پیشوا نبوت کا مدعی ہے۔ اور ان صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ تو اس خبر کو سُن کر حضرت اقدس نے اسے ایک غلطی قرار دیکر ایک لمبے اشتہار کے ذریعہ سے اس کا ازالہ فرمایا۔ اور اسی طرح جب ایک صاحب نے ایک رئیس کے اس سوال پر کہ تمہارے پیشوا مدعی نبوت ہیں یا نہیں۔ جواب میں خود حضرت اقدس ہی کا یہ شعر پڑھا کہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ ہاں ملہم استم و زخداوند منذرم۔ تو اس خبر کو سنکر آپ نے اسے اخفاء حق قرار دیا۔ لیکن برخلاف اسکے ریویو آف ریلیجنز جیسے ذمہ وار رسالہ میں سالہا سال تک کل دنیا میں اس عقیدہ کی اشاعت ہوتی ہوئی دیکھکر کبھی بھی اسے غلطی نہیں قرار دیا۔ اور اس کی تردید میں کبھی ایک سطر بھی لکھ کر نہیں شائع فرمائی۔ اور نہ کبھی زبانی طور پر اس کا ازالہ فرمایا

اس مسئلہ کے متعلق حضرت اقدس کی تعلیم اور آپ کی زندگی میں اسکے متعلق جماعت کا عقیدہ

سو جبکہ ریویو آف ریلیجنز جیسے رسالہ میں حضرت اقدس کی زندگی میں سالہا سال تک متواتر طور پر حضور کی نبوت و رسالت کے عقیدہ کو دنیا میں شائع کیا جاتا رہا اور یہ رسالہ حضور کی نظر سے اور جماعت احمدیہ کی نظر سے گذرتا رہا۔ اور کبھی بھی اسکی تردید نہ کی گئی تو اس سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آپکی زندگی میں جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ تھا اور آپکی بھی یہی تعلیم تھی۔

ہاں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جس طرح مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ایک رسالہ بنام "ایک نہایت ضروری اعلان" تیار کر کے اور چھپوا کر

چھپا کر رکھ چھوڑا تھا۔ اور پھر مولوی صاحب مرحوم کی وفات کے انتظار میں لگ گئے تھے اور جب تک حضرت ممدوح کے آثار زندگی باقی تھے اسوقت تک اسے بالکل مخفی رکھا۔ اور جب وہ وقت آگیا جس کے انتظار میں انکی آنکھیں لگی ہوئی تھیں تو جھٹ آپ نے اسے شائع کردیا۔ تو اس صورت میں میرا استدلال صحیح نہیں ہوگا مگر رسالہ ریویو آف ریلیجنز تو ایک متفق الشیوع رسالہ ہے جو ہمیشہ ماہ بماہ شائع ہوتا ہے اسلئے یہ عذر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ اسوقت نعوذ باللہ تمام جماعت کچھ ایسی خواب غفلت میں پڑی سوتی تھی کہ باوجود اس رسالہ کی بلاناغہ اشاعت کے انہیں بالکل کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس میں کیا عقائد شائع کئے جارہے ہیں۔ اور نہ ہی نعوذ باللہ حضرت اقدس اسے مطالعہ میں لاسکتے تھے تو پھر بھی یہ عذر ہو سکتا ہے مگر جب یہ بات نہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ عقائد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد اب گھڑ لئے گئے ہیں۔

حضرت اقدس کی نبوت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا نیا عقیدہ

مذکورہ بالا عقائد کے مقابلہ میں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کرتے رہے ہیں۔ اب جس عقیدہ کی آپ اشاعت کر رہے ہیں اور جو اپنا عقیدہ بتا رہے ہیں وہ یہ ہے:-

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی ہی بیخکنی سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے۔ اگر تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو۔" (دیکھو اخبار پیغام صلح جلد دوم نمبر ۱۱۹ بابت ۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

اجمالی طور پر اس نئے عقیدہ کا انکے پہلے شائع کردہ عقائد سے مقابلہ

اس بیان میں مولوی محمد علی صاحب نے اولاً یہ بتایا ہے۔ کہ مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) نبی نہیں انکو نبی ماننے سے اسلام کی بیخکنی ہوتی ہے حالانکہ مولوی صاحب خود ہی متواتر کئی سال تک آپکی نبوت کو ثابت اور اس عقیدہ کو دنیا میں شائع کرتے رہے ہیں۔ اور ثانیاً یہ بتایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہو چکنے کا عقیدہ رکھنا بڑی خطرناک غلطی ہے حالانکہ یہی مولوی صاحب ریویو جلد ۵ نمبر ۵ میں "سلسلہ احمدیہ کے مختصر

حالات و عقاید" کا عنوان قائم کر کے اسکے ذیل میں احمدیہ عقاید کا ذکر اور غیر احمدیوں کے ساتھ اس سلسلہ کے اختلافات عقائد کا بیان کرتے ہوئے اس مذکورہ بالا عقیدہ کو ان غیر احمدیوں کا عقیدہ اور سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے مخالف عقیدہ قرار دیکر اسکے مقابل پر اس مسئلہ کے متعلق سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔کہ :-

"یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا آپکے بعد ایسا نہیں آسکتا جس کو نبوت بدوں آپکے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالےٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپکے متبعین کامل کے لئے جو آپکے رنگ میں رنگین ہو کر آپکے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں انکے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔" (صفحہ ۱۸۶ رسالہ مذکور)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے جو عقائد پہلے حضرت اقدس کی زندگی میں تھے وہ اب نہیں رہے اور جن عقائد کو وہ خود احمدیہ عقاید اور غیر احمدیوں کے خلاف عقاید بتا چکے ہیں انکو وہ اب چھوڑ کر ان کے بجائے انہوں نے وہی عقاید اختیار کر لئے ہیں جنہیں وہ غیر احمدیوں کے عقائد باطلہ اور احمدیہ عقائد کے مخالف عقائد بتا چکے ہیں اور بڑے زور سے انکا ابطال کر چکے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کا اعتراف کہ انکار نبوت کے عقیدہ کی بنیاد میں نے ہی ڈالی ہے

اخبار پیغام صلح کے اس مذکورہ بالا حوالہ میں گو مولوی محمد علی صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نبوت کا عقیدہ گویا ایک نیا عقیدہ ہے۔ جو آج گھڑ لیا گیا ہے جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔کہ :-

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخکنی سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے"

(اگر مولوی صاحب بجائے الفاظ نبی قرار دینا کے نبی ماننا رکھتے تو یہ دھوکہ پیدا نہ ہوتا۔ مگر

مگر انہوں نے نبی قرار دینا کے الفاظ رکھکر عمداً مغالطہ دینا چاہا ہے) اور گو خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ لوگ بھی خلق خدا کو یہی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور ساری دنیا کی آنکھ میں خاک ڈال کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بلکہ میاں صاحب کے عقائد میں اور ان کے مبایعین کے عقائد میں تبدیلی آئی ہے مگر یہ لوگ حق کو کہاں تک چھپا سکتے ہیں۔ جو بات حق ہوتی ہے۔ اور ایک شخص اسے حق سمجھتے ہوئے عمداً اسے چھپانا چاہتا ہے۔ تو خواہ وہ شخص کتنی ہی کوشش کرے تاہم بعض اوقات وہ حق بات بے ساختہ اسکے منہ سے نکلجاتی ہے۔ اور حق بر زبان جاری ہوجاتا ہے یہی حال مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ چنانچہ اخبار مذکورہ میں حوالہ مذکورہ بالا سے چند سطریں اوپر مولوی صاحب غیر مبایعین کو مخاطب کرتے ہوئے اس نئے عقیدہ متعلق مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ کہ :-

جو شخص وقوف پہل کرتا ہے وہ سب کا ذمہ وار ہو جاتا ہے۔ مینے بیشک پہل کی ہے اور تم نے میری بات کو صحیح سمجھ کر مان لیا ہے [۱]

اس حوالہ میں مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے بیساختہ یہ بات نکل گئی ہے کہ مسئلہ نبوت کے متعلق جو عقیدہ مینے اب پیش کیا ہے اسکی بنیاد مینے ہی ڈالی ہے ورنہ پہلے جماعت احمدیہ اس عقیدہ سے بکلی ناآشنا تھی۔ سب سے پہلے مینے یہ عقیدہ ظاہر کیا۔ اور باقی جس قدر اب منکران نبوت مرزا صاحب نظر آتے ہیں۔ وہ خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب کے سب میرے ہی شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے مجھ سے ہی یہ سبق حاصل کیا ہے کوئی ان میں سے یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہی سے مرزا صاحب کی نبوت کا منکر ہوں۔ اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو وہ سراسر جھوٹا ہے۔

مولوی صاحب کی نیک نیتی کا ایک کھلا ثبوت۔ کیا مولوی صاحب نے اپنے سابقہ پیش کردہ دلائل کی تردید کر دی ہے

اسجگہ اسباب کو ظاہر کر دینا بھی غیر موزوں نہیں ہوگا کہ مولوی محمد علی صاحب جن دلائل سے حضرت اقدس کی نبوت کو ثابت کرتے رہے تھے۔ انہوں نے اس عقیدہ کو بدلنے اور اسکے

[۱] اگر مولوی صاحب اپنے ان الفاظ کے متعلق یہ بات کہیں کہ ان سے میرا مقصود اپنی تبدیلی عقاید کا اعتراف کرنا نہیں تھا۔ بلکہ یونہی بلا ارادہ میرے منہ سے نکل گئے تھے تو اس صورت میں یہ سوال باقی رہیگا کہ جب آپکی تبدیلی عقائد صاف ظاہر ہے تو پھر

خلاف عقائد کی اشاعت کرنے کے وقت ان دلائل میں سے کسی ایک دلیل کو بھی نہیں توڑا۔ ان پر واجب تھا کہ پہلے وہ ان دلائل کا ابطال کرتے جنہیں وہ خود مخالفین کے سامنے بڑے زور سے پیش کرتے رہے تھے اور اسکے بعد وہ حضرت اقدس کی نبوت سے انکار کا اعلان کرتے مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے آپ ہی مولوی صاحب کی خدمت میں سفارش کریں کہ وہ نمبروار ان تمام دلائل کو توڑیں اور اگر وہ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے تو جتنی جزوں میں وہ ان دلائل پر بحث کر کے حضرت اقدس کی نبوت کو ثابت کر چکے ہیں اتنی سطروں میں ہی انکی تردید کریں۔ تعجب کی بات ہے کہ مولوی صاحب اس موضوع پر خامہ فرسائی فرمانے سے بالکل کنارہ کش ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے موجودہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے متعدد رسائل لکھکر شائع کر چکے ہیں۔ آخر اس کام کے لئے بھی تو انہیں اپنا کچھ قیمتی وقت وقف کرنا چاہیئے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ حضرت اقدس کی نبوت کو سورہ جمعہ کی آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم سے پورے طور پر ثابت کر چکے ہیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ آیت لا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کو بار بار آپکی نبوت کے اثبات میں پیش کر چکے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل سے آپکی نبوت ثابت کر کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ آیت انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا سے بڑے زور کے ساتھ آپکو اسی طرح کا نبی ثابت کر چکے ہیں۔ جس طرح کے نبی پہلے انبیاء کرام تھے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ وہ اس بات کو بہت زور سے دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہیں کہ تمام مذاہب عالم کی پیشگوئیاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو **نبی آخر زمان** قرار دیتی ہیں۔ جب ان باتوں سے انکار نہیں ہو سکتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج سے چند سال پہلے تو یہ دلائل قطعی طور پر حضرت اقدس کو نبی ثابت کرتے تھے۔ مگر اب ان دلائل کے موجود ہوتے ہوئے بھی مرزا صاحب کو نبی ماننے کا عقیدہ خطرناک غلطی بن گیا۔

مولوی صاحب کے نئے پیش کردہ دلائل

ممکن ہے کہ اسکے جواب میں یہ کہا جاوے کہ جب مولوی محمد علی صاحب اپنے موجودہ عقائد کے ثبوت میں کئی دلائل پیش کر رہے ہیں تو ان کے ان پہلے پیش کردہ دلائل کا خود بخود بطلان ثابت ہو گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جن دلائل کو وہ اپنے

موجودہ عقیدہ کے اثبات میں پیش کر رہے ہیں وہ دلائل تو اسوقت بھی موجود تھے جبکہ مولوی صاحب اپنے پہلے عقائد کو قرآنی دلائل سے ثابت کر رہے تھے - اگر اسوقت ان کے پچھلے دلائل کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج وہی دلائل جنہیں مولوی صاحب قرآنی دلائل سے باطل ثابت کر چکے ہیں سچے ہو گئے - اگر کسی دلیل کے سچا ہونیکا صرف یہ معیار ہو کہ مولوی محمد علی صاحب اسے پیش کرنے والے ہیں تو بیشک ان کے پچھلے دلائل کو سچا ماننا پڑیگا - مگر پہلے دلائل بھی خود مولوی صاحب کے ہی پیش کئے ہوئے ہیں ان کا اب کیا علاج کیا جاوے -

میں اسجگہ اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا - کہ انکا جماعت کے بڑے حصہ کو احمدیہ عقائد سے برگشتہ قرار دینا اور ان کے عقائد کو نئے گھڑے ہوئے عقائد بتانا یا اپنے ان پہلے دلائل کے جواب سے سکوت اختیار کرنا اس معاملہ میں کس حد تک انکی نیک نیتی ثابت کرتا ہے اور نہ میں اس بحث میں پڑنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے سابقہ عقائد کو جنہیں وہ عقاید احمدیہ اور اسلام کی تعلیم جو سلسلہ احمدیہ پیش کرتا ہے کے عنوان کے نیچے شائع کرتے رہے ہیں ترک کر کے اور ان کے خلاف عقائد کی اشاعت کر کے اب وہ شرعاً اور عقلاً اور عرفاً کس نام کے مستحق ہیں - مجھے ان بحثوں سے کچھ غرض نہیں ہے میں تو صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جن دلائل کی بنا پر وہ حضرت اقدس کی نبوت کو ایک عرصہ دراز تک ثابت کرتے رہے ہیں - انکا اب وہ کیا جواب دیتے ہیں

مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب

اس موقع پر بیجا نہیں ہوگا - اگر میں مولوی محمد علی صاحب کے وہ الفاظ آپ کے سامنے پیش کر دوں جنہیں مولوی صاحب موصوف ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کے متعلق اسکے ارتداد کے موقع پر ریویو میں لکھ چکے ہیں - اور پھر ساتھ ہی ان تمام الفاظ کو خود مولوی صاحب پر بھی چسپاں کر کے دکھا دوں - تاکہ آپ پر میرے مطالبہ یا سوال کے صحیح یا غلط ہونے کی حقیقت روشن اور واضح ہو جائے - گو مولوی صاحب کا وہ تمام مضمون جو وہ ڈاکٹر مذکور کے متعلق لکھ چکے ہیں پورے طور پر خود مولوی صاحب پر چسپاں ہو رہا ہے مگر میں اسجگہ اس میں سے صرف چند فقرے نقل کر دیتا ہوں - اگر آپ مفصل دیکھنا چاہیں تو ریویو جلد ۵ نمبر ۷ کو مطالعہ میں لائیں -

مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کی نسبت لکھتے ہیں	خود مولوی محمد علی صاحب کے متعلق
ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے چند ماہ ہوئے ایک ترجمہ انگریزی میں قرآن شریف کا شائع کیا جس میں اسنے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی صداقت کو قرآن شریف اور حدیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے۔ اور ان دلائل سے یہ قطعی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں لیکن مرتد ہوتے وقت ان دلائل میں سے ایک کو بھی نہیں توڑا۔ بلکہ چند اور باتیں پیش کی ہیں۔ . . . . اور وہ باتیں آج وجود میں نہیں آئیں۔ بلکہ اُسوقت بھی موجود تھیں جب اسنے حضرت مرزا صاحب کا منجانب اللہ اور مسیح موعود ہونا ثابت کیا تھا . . . . . . یہ باتیں آج ڈاکٹر صاحب کے علم میں نہیں آئیں۔ بلکہ جسوقت اسنے اردو تفسیر میں حضرت مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت کیا تھا۔ یا پھر جسوقت ابھی چند ہی ماہ ہوئے انگریزی ترجمہ میں ایسا ہی ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسوقت یہ سب باتیں موجود تھیں . . . . . . پھر اگر یہ تمام امور اسوقت منافی مسیحیت نہیں تھے تو اب کیونکر ہو گئے۔ آخر جس طرز استدلال سے اب وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے اسکو بھی تو دنیا کے سامنے کھولکر بیان کرنا چاہیئے . . . . اگر ایک شخص نے مرزا صاحب کے متعلق یہ رویہ اختیار کیا ہی تو کل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی رویہ وہ اختیار کر سکتا ہے۔ کیونکہ آخر آنحضرت پر بھی اعتراض کرنے والے موجود	مولوی محمد علی صاحب نے چند سال ہوئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے اور ان دلائل سے یہ قطعی نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی اور رسول ہیں۔ لیکن اس عقیدہ کو چھوڑ کر اسکے مخالف عقائد اختیار کرتے وقت انہوں نے ان دلائل میں سے ایک کو بھی نہیں توڑا۔ بلکہ چند اور باتیں پیش کی ہیں اور وہ باتیں کوئی نئی نہیں ہیں۔ بلکہ اسوقت بھی موجود تھیں جب انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا نبی اور رسول ہونا ثابت کیا تھا۔ یہ باتیں آج مولوی محمد علی صاحب کے علم میں نہیں آئیں۔ بلکہ جسوقت انہوں نے ریویو آف ریلیجنز میں حضرت مرزا صاحب کا نبی اور رسول ہونا ثابت کیا تھا۔ اسوقت بھی یہ سب باتیں موجود تھیں۔ پھر اگر یہ تمام امور اسوقت منافیٔ نبوت و رسالت نہیں تھے۔ تو اب کیونکر ہو گئے۔ آخر جس طرز استدلال سے اب وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اسکو بھی تو دنیا کے سامنے کھولکر بیان کرنا چاہیئے۔ اگر ایک شخص نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ تو کل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی رویہ وہ اختیار کر سکتا ہے کیونکہ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے بھی موجود ہیں میں مولوی محمد علی صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ دلائل جو

مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبد الحکیم کی نسبت لکھتے ہیں	خود مولوی محمد علی کے متعلق
ہیں میں ڈاکٹر عبد الحکیم سے یہ پوچھتا ہوں۔ کہ وہ دلائل جو اسنے تائید مسیح موعود میں دئے ہیں وہ اب بھی صحیح ہیں یا غلط ہو گئے ہیں مثال کے طور پر میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ دلیل جو ڈاکٹر مذکور نے اپنے ترجمہ میں دی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ۲۷ سال سے اپنے الہامات کو شائع کر رہے ہیں۔ اور انکا سلسلہ روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ مفتری کے متعلق اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اسکو مخذول و مردود کرتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے اب جب ۲۷ کے بجائے ۲۸ سال اس دعوے پر گذر گئے۔ تو اب یہ دلیل کیوں اسی مدعا کو ثابت نہیں کرتی پھر یہ دلیل کہ قرآن شریف اور حدیث کی رُو سے ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن مقررہ تاریخوں پر مہدی کے ظہور کا نشان ہے۔ اب کیونکر اس پہلے مدعا کو ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ ایسا ہی وہ ان تمام دلائل کو پڑھ کر جو پہلے دے چکا ہے۔ اب ان کا باطل ہونا ثابت کرے۔ تو ہم بھی مان لیں گے کہ واقعی جیسا وہ دعوے کرتا ہے۔ اسکا مرزا صاحب کے سلسلہ سے مرتد ہونا نیک نیتی پر مبنی ہے۔ ورنہ یہی کہنا پڑیگا۔ کہ تفسیر اور ترجمہ کے بیچنے کے لئے یہ بھی ڈاکٹر صاحب نے ایک چال چلی ہے۔ ایسا ہی جب تک	انہوں نے اثبات نبوت و رسالت حضرت مسیح موعودؑ میں دئے ہیں وہ اب بھی صحیح ہیں یا غلط ہو گئے ہیں مثال کے طور پر میں پوچھتا ہوں کہ یہ دلیل جو مولوی محمد علی صاحب نے ریویو جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹۶ میں دی ہے کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ اور اس سے یہ ثابت کیا ہو کہ جس طرح امیوں میں آنحضرت رسول بناکر مبعوث کئے گئے تھے اسی طرح آخری زمانہ میں بھی ایک نبی مبعوث ہوگا۔ اور اسی نمبر میں صفحہ ۱۸۱ پر لکھا ہو کہ خود طبیعتیں بتا رہی ہیں کہ یہ وہی آخری دن ہیں جنکا وعدہ دیا گیا تھا انکے ماسوا ہر ایک مذہب میں اور بھی بعض علامات اور قرائن ایسے پائے جاتے ہیں جن سے یہ زمانہ معین کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام پیشگوئیاں اس امر پر متفق ہیں کہ پیغمبر آخر زمان کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا جبکہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور شور سے جمع ہو جائینگی جس کی نظیر کسی زمانہ میں نہ گذری ہو اور ہر ایک مذہب بیان کرتا ہے کہ موعود پیغمبر کے نزول کیساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اسوقت سخت خطرناک جنگ ہوگا اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح

مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق	خود مولوی محمد علی صاحب کے متعلق
وہ یہ ثابت نہ کرے۔ کہ کیوں وہ اعتراضات جن کا اسے پہلے سے علم ہے۔ آجتک اس مدعا کو ثابت نہ کرتے تھے۔ جن کے ثبوت میں آج وہ انہیں پیش کرتا ہے۔ تو لازماً ہمیں ماننا پڑیگا۔ کہ اس کی پہلی تحریریں بھی نفاق پر مبنی تھیں اور دل میں کچھ اور تھا اور لکھ کچھ اور رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ یقین کرنے کے وجوہات بھی ہونگے۔ کہ یہی حالت اس کی ان تحریروں کی ہے۔ جو وہ اسلام کی تائید میں لکھ رہا ہے۔ یعنے وہ بھی کسی ذاتی غرض پر مبنی ہیں" (ریویو آف ریلیجنز۔ جلد ۵ نمبر ۷ صفحہ ۲۷۵ لغایت ۲۷۷)	فتح پائینگی اور صفحہ ۳۰ میں لکھا ہی کہ "چونکہ یہ فتنہ ہر جہلد اکناف عالم میں پھیل چکا ہی اسلئے یہی وہ آخری زمانہ ہے جسمیں موعود پیغمبر کا نزول مقدر تھا" اور پھر یہ دلیل کہ اُس نے جیسا کہ وعدہ فرمایا ہی کہ لا یظھر علٰی غیبہٖ احداً الا من ارتضٰی من رسول اپنے ایک برگزیدہ رسول پر اس انجام (ڈوئی کی ہلاکت) کو ظاہر فرمایا" (جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۲۹) اب کیونکر اس پہلے مدعا کو ثابت کرنے سے قاصر ہے ایسا ہی ان تمام دلائل کو پڑھکر جو پہلے وہ دے چکے ہیں اب انکا باطل ہونا وہ ثابت کریں تو ہم مان لینگے کہ واقعی جیسا وہ دعوٰے کرتے ہیں انکا عقیدہ نبوت و رسالت حضرت مسیح موعود کو چھوڑنا نیک نیتی پر مبنی ہے ورنہ یہی کہنا پڑیگا کہ بعض ذاتی اغراض کے لئے حسب معمول یہ بھی مولوی صاحب نے ایک چال چلی ہی ایسا ہی جبتک وہ یہ نہ ثابت کریں کہ کیوں وہ دلائل جنکا انہیں پہلے سے علم تھا آجتک اس مدعا کو ثابت نہ کرتے تھے جسکے ثبوت میں آج وہ انہیں پیش کرتے ہیں تو لازماً ماننا پڑیگا کہ انکی پہلی تحریریں بھی کسی ذاتی غرض پر مبنی تھیں اور دل میں کچھ اور تھا اور لکھ کچھ اور رہے تھے اور اسکے ساتھ ہی یہ یقین کرنیکے وجوہات بھی ہونگے کہ یہی حالت انکی ان تحریروں کی ہی جو وہ اسلام کی تائید میں لکھ رہے ہیں یعنے وہ بھی کسی ذاتی غرض پر مبنی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی

ممکن ہے کہ اسجگہ آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو۔ کہ میںنے تو اپنے اعتراض میں میاں صاحب کے عقائد کی تبدیلی کا ذکر کیا تھا۔ نہ کہ مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ یہ کہ مولوی محمد علی صاحب کے عقائد میں تبدیلی آگئی ہے۔

سو اسکے جواب میں معروض ہے کہ اوّلاً تو میں اوپر جو کچھ لکھ چکا ہوں اسی سے یہ سوال حل ہو جاتا ہے کیونکہ میں ثابت کر چکا ہوں مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کی زندگی میں رسالہ ریویو میں جن عقائد کی اشاعت کرتے رہے ہیں۔ انہیں تمام جماعت احمدیہ مانتی تھی پس جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب انہی عقائد کی اشاعت کر رہے ہیں تو پھر اس بات میں کیونکر شک و تردد ہو سکتا ہے کہ حضور ممدوح کے عقائد میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

مولوی محمد علی صاحب کی شہادات حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقاید وغیرہ کے متعلق

علاوہ اسکے میں آپ کے سامنے اسکے متعلق خود مولوی محمد علی صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ مولوی صاحب موصوف ریویو جلد ۹ نمبر ۳ میں رسالہ تشحیذ الاذہان پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹرڈکشن انکی قلم سے لکھا ہوا ہے جماعت تو اس مضمون کو پڑھیگی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں اور مردار دنیا پر گدّوں کی طرح گرتے جاتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں تو اسوقت میں ہمیشہ سے خدا تعالےٰ کی یہ سنت الٰہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم پھیلائے۔ اور

لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھلائے۔ پھر لوگ جو معاصی میں بالکل اندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور یا اسے دُکھ دیتے ہیں اور اسکے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اسلئے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دیتا ہے کہ آخر کار وہی مغلوب ہونگے اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آویگا۔ سو ایسا ہی ہوتا ہے یہ اللہ تعالےٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔

ایسا ہی اسوقت ہوا ...... اسوقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس برس کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور خیال انکے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقعہ پر نہیں۔ بلکہ مینے دیکھا ہے۔ کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے ....

ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھکر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اسکا اثر تو چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ نہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افترا کرتا ہے تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے اس افترا کو چھپا بھی لے۔ مگر اپنے ہی بچّوں سے جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتے ہیں

چھپا نہیں سکتا۔ وہ اسکی ہر ایک حرکت و سکون کو دیکھتے ہیں ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقعہ پر اسکے خیالات کو ظاہر ہوتا ہُوا دیکھتے ہیں" (جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۰۷ الغایت ۱۱۹)

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اس تحریر میں جو آج سے ساڑھے نو سال بیشتر کی اور حضرت اقدس کی وفات سے سوا دو سال پہلے کی ہے مندرجہ ذیل امور بوضاحت بیان کئے ہیں۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی مانتے ہیں۔ اور آپ کو انہی انبیاء کے زمرہ میں سے سمجھتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنی قدیم سنت کے مطابق مبعوث فرماتا رہا ہے۔

۲۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحب کا عقیدہ غلط ہو۔ کیونکہ آپ ہر وقت حضور کے ساتھ رہتے ہیں۔ حضور کی ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ اور ہر موقعہ پر آپ کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہُوا دیکھتے ہیں اسلئے حضور کے دعاوی آپ سے مخفی نہیں رہ سکتے۔

۳۔ آپکی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ حضرت اقدس کے دعاوی کو اور حضور کی گفتگو کو سمجھ ہی نہ سکتے ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپکو اسی عمر میں اسقدر فہم عطا فرما رکھا ہے۔ کہ آپ تشحیذ الاذہان جیسے خالص دینی اور مذہبی رسالہ کو جس کا مقابلہ تمام ادیان عالم سے ہے اور جس کی اشاعت کی اہم غرض حضرت اقدس کے دعاوی کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ ایڈٹ کرتے ہیں اور پھر آپ کے لکھے ہوئے مضامین بطور ایک نشان اور اعجاز کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہیں۔ نیز اس علم کی تائید میں آپکی عمر کا سوال بھی نہیں پیش کیا جاسکتا۔ کیونکہ بفضل خدا آپکی عمر اسوقت اٹھارہ انیس برس کی ہے۔

۴۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے خارق عادت طور پر دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا وہ جوش بخشا ہُوا ہے جس میں تکلّف کا کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ پس آپ پر صراحتاً یا کنایتاً یا اشارۃً اسلام کی ہتک کا الزام لگانا سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ اور آپ پر ایسا الزام لگانے

والاشخص والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً واثماً مبیناً کا مصداق ہے۔

۵۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ مگر برخلاف اس کے خارق عادت طور پر آپکو دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا سچا جوش ہے۔ پس آپکی طرف کھیل کود کا شغل منسوب کر کے نعوذ باللہ آپکو دین سے غافل اور حضرت اقدس کی تعلیم سے ناواقف قرار دینا اپنے تئیں خدا تعالےٰ کی لعنت کے نیچے لانا ہے اعاذنا اللہ منہ

اس سے بڑھکر اس بات کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقاید میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جو کچھ تبدیلی آئی ہے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے عقائد میں ہی آئی ہے۔ جیسا کہ آج سے گیارہ سال پیشتر اللہ تعالےٰ نے اسکی بابت خبر دیدی تھی۔ جو حضرت اقدس کے اس رؤیا سے ظاہر ہے۔ کہ :۔

"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ" ۶۱

بعض لوگ اس مکاشفہ کی یہ تاویل کیا کرتے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی دنیا کے متعلق نہیں۔ بلکہ آخرت کے متعلق ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اس صورت میں بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذاد البعیر الضال اناد یھم الا ھلم۔ فیقال انھم قد بدلوا بعدک[عل] فاقول سحقاً سحقاً (صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۲۷ طبع نولکشوری) یعنے بعض لوگ میرے حوض پر سے دور کر دیئے جائینگے جیسے گم کردہ راہ (گم شدہ) اونٹ کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ میں انہیں اپنی طرف بلاؤنگا۔ کہ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ تو مجھے بتایا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد انقلاب کی راہ اختیار کر کے اپنے عقائد و اعمال تبدیل کر لئے تھے تب میں کہونگا کہ ان کے لئے دوری ہو۔ دوری ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخلصین کو اپنی طرف نہیں بلائینگے بلکہ مرتدین کو بلائینگے۔ جو اپنے تئیں بظاہر مومنوں میں شامل قرار دیتے ہونگے۔ تب ان کے جھوٹ اور دھوکے کو ظاہر کر کے انہیں الگ کر دیا جائیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وامتازوا الیوم ایھا المجرمون

عل بعدک پر غور کیجیے۔

یعنی اے قطع تعلق کرنے والو! الگ ہو جاؤ۔

اولوالعزم محمود احمد اسکے مقابل پر حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق بھی بعض بشارتیں ہیں جن کے حضور ممدوح کے متعلق ہونے سے غیر مبائعین حضرات بھی انکار نہیں کر سکتے اور جو آپکی ولادت سے بھی پیشتر کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ "اسکا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلیگا" ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالےٰ پیشگوئیوں میں جب کسی آنے والے کی خبر دیتا ہے اور اسکا نام بتاتا ہے تو اس نام میں اس آنے والے شخص کی صفات کی طرف اشارہ ہوتا ہے (چنانچہ اخبار پیغام جلد اول نمبر ۷۹ بابت ۲۔ نومبر ۱۳ء میں بھی اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے اور صریح طور پر بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد آپ کے والدین نے نہیں رکھا تھا۔ بلکہ صفتی طور پر آپ پر صادق آتا ہے)

پس مذکورہ بالا الہامی بشارت میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی بابت پیشگوئی موجود ہے۔ کہ آپ نعوذ باللہ مذموم نہیں ہونگے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محمود ہونگے۔ اور آپ کے کام دین کی شوکت و عظمت کا موجب ہونگے اس سے زیادہ میں کیا لکھوں اب آپ خود ہی سوچیں کہ ای الفریقین احق بالامن (دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق امن و سلامتی کی راہ پر چل رہا ہے)

کامل نبی حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مرزا صاحب کو کامل نبی مانتے ہیں۔ اور نبوّت کے معاملہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اور حضرت مسیح موعود میں کوئی فرق نہیں بتاتے۔ صرف آقا و غلام اور استاد و شاگرد کا فرق بتاتے ہیں اور اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور نیز حضرت مسیح موعود کی ہتک ہے۔ اسکے جواب میں معروض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر اگر تو کوئی رسول کامل نبی نہیں کہلا سکتا۔ خواہ موسیٰ ہو یا عیسےٰ یا مسیح موعود علیہم السلام۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاء گذر چکے ہیں۔ اُن کے کمالات کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے وہی نسبت ہے جو جزو کی نسبت کل سے ہوتی ہے جیساکہ جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

خاتم الانبیاء والرسل است ❊ دیگراں ہمچو جزو داوچو کل است

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو کمالات اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں۔ وہ آنحضرت ۲۰

لہ دیکھو اشتہار ۱۔ جولائی ۱۸۸۸ء اس پیشگوئی کو حضرت خلیفہ ثانی کے حق میں مولوی محمد علی صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ دیکھو

ہی کے کمالات ہیں۔ آنحضرت سے الگ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی کمال نہیں دیا گیا اسلئے اسجگہ مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ مقابلہ ہمیشہ غیر کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں کوئی غیریت ہی نہیں۔ وہاں مقابلہ کے کیا معنے ہ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر آکر دنیا میں کوئی نبی بھی **کامل نبی** نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح اگر **کامل نبی** سے یہ مراد لیجائے۔ کہ **صاحب شریعت نبی**۔ تو اس صورت میں بھی نہ حضرت عیسےٰ ؑ نبی کامل ہونگے۔ اور نہ حضرت مسیح موعود کیونکہ یہ دونوں غیر تشریعی نبی ہیں (حضرت عیسےٰ کے غیر تشریعی نبی ہونے کا اخبار پیغام میں اعتراف کیا گیا ہے دیکھو جلد اول نمبر ۱۵ صفحہ ۳)

ہاں حضرت موسیٰ ؑ نبی اس تعریف کی بنا پر کامل نبی ہونگے کیونکہ وہ صاحب شریعت نبی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توضیح مرام میں **کامل نبی** کے یہی معنے کئے ہیں جو حضور نے عربی عبارت کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔ لیکن اگر **کامل نبی** کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ **پورا نبی** جس کے مقابل پر **ادھورے نبی** کا لفظ ہے یعنے ½ نبی یا ¾ نبی یا ¼ نبی یا ⅕ نبی یا ⅙ نبی یا ⅐ نبی یا ⅛ نبی یا ⅑ نبی تو ان معنوں کے رو سے خدا تعالےٰ کے کسی نبی کو **کامل نبی** نہ ماننا بڑی معصیت ہے قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء اللہ سارے ہی کامل ہوتے ہیں جیسے کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تمام منعموں کو چار درجوں میں تقسیم کر کے سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء کا بتایا ہے۔ پس جس شخص کو کمال حاصل نہیں ہے وہ خواہ صدیقین میں سے ہو۔ یا شہدا میں سے یا صالحین میں سے ان میں سے تو ہو سکتا ہے۔ مگر جب تک وہ ابھی مرتبہ کمال کو نہیں پہنچا وہ **نبی** ہی نہیں ہے۔ پس **نبی** خواہ کوئی سا ہو وہ کامل ہی ہے۔ اس بنا پر حضرت عیسےٰ زکریا یحییٰ۔ الیاس جو نبی اللہ تھے سبھی **کامل نبی** تھے۔ پس جب ایسے انبیاء جن کے کمالات کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کیساتھ ایسی ہی ہے جیسے ستاروں کی نسبت سورج کے ساتھ ہے وہ بھی **کامل نبی** ہیں۔ تو جس نبی کے کمالات خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات ہیں اسکو **ناقص نبی** کیونکہ کہہ سکتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

۱؎ یاد رہے کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا جب تک تمام محمدی کمالات و فضائل اسکے آئینہ ظلیت میں منعکس نہ ہوں

والسلام کی بعثت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت ہے۔ اگر یہ سچ نہیں ہے تو پھر آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے کیا معنے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے کہ اس آیت میں ان آخرین کے درمیان جس شخص کی بعثت کی پیشگوئی ہے وہ میں ہی ہوں پس اگر حضرت اقدس کا یہ دعویٰ سچا ہے اور خدا تعالےٰ اس بات کا گواہ ہے کہ آپکا دعویٰ سچا ہے تو ماننا پڑیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں ذرہ بھر بھی غیریت نہیں ہے۔ جو کچھ حضرت مسیح موعود کا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ حضرت مسیح موعود کا ہے۔ کیونکہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دوبارہ بعثت کی خبر دیتی ہے کسی غیر کے آنے کی ہرگز خبر نہیں دیتی۔ پس ماننا پڑیگا۔ کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات ہیں وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات ہیں اسلئے آپ ناقص نبی نہیں۔ بلکہ کامل نبی ہیں۔ کیونکہ نعوذ باللہ آپکو ناقص نبی ماننے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ناقص نبی ماننا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں صفحہ ۶ پر فرماتے ہیں۔ کہ :-

"وہ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا"۔

اور خطبہ الہامیہ میں صفحہ ۱۷۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ من فرّق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی یعنے جس نے مجھ میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں تفریق کی۔ اس نے نہ مجھے دیکھا نہ پہچانا۔ غرض جب حضرت اقدس نبی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہیں۔ تو پھر ناقص نبی ہونے اور کامل نبی نہ ہوتے کے کیا معنے ؟ بالخصوص جبکہ حضرت اقدس کا دعویٰ ہے۔ کہ ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام ❊ داد آں جام را مرا بتمام

بلحاظ نبوت آنحضرت اور مسیح موعود میں فرق

باقی رہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں حضرت مسیح موعود میں نبوت کے معاملہ میں فرق سو جو فرق ہمیں خود حضرت مسیح موعود

بتایا ہے اس پر تو ہمارا ایمان ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا منصب کسی اور نبی کے طفیل سے نہیں ملا۔ بلکہ مستقل طور پر ملا۔ لیکن حضرت اقدس کو یہ منصب اس طرح مستقل طور پر نہیں ملا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانی کے ذریعہ سے عطا ہُوا۔ نیز یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک کامل بلکہ اکمل کتاب اور اکمل شریعت لائے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کوئی نئی شریعت یا نئی کتاب نہیں لائے۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے مطاع اور حضرت مسیح موعود ہمیشہ کے لئے آپ کے مطیع ہیں۔ لیکن جو فرق ہمیں نہ قرآن کریم بتاتا ہے نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ ورنہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے۔ ایسا کوئی فرق ہم نہیں مانتے اور ایسے فرقوں سے ہم اسلئے بیزار ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی۔

اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا بیان اور اسمہ احمد کا مصداق

مولوی محمد علی صاحب بھی ریویو میں متعدد جگہ ظاہر کر چکے ہیں کہ نفس نبوت میں آنحضرتؐ میں اور حضرت اقدس میں کوئی فرق نہیں ہے چنانچہ جلد ۵ کے صفحہ ۹۶ پر تو اس مدعا کو قرآن کریم آیت واٰخرین منھم سے ثابت کیا ہے اور جلد ۵ کے صفحہ ۱۷۴ پر آپ لکھتے ہیں کہ "قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں یا دو ظہور ہیں۔ اور آپ کے دو ناموں محمد اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم میں انہی دو بعثتوں کی طرف اشارہ ہے۔"

اس حوالہ میں مولوی صاحب نے بتا دیا ہے کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پہلی بعثت میں نبی تھے۔ ضرور ہے کہ دوسری بعثت میں بھی آپ نبی ہوں۔ جو مسیح موعود کی بعثت ہے اور اگر آپکو آپکی دوسری بعثت کے لحاظ سے نبی نہ تسلیم کیا جاوے۔ یعنے حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان نہ لایا جاوے تو یہ نہ صرف مسیح موعود کی نبوت کا انکار ہوگا۔ بلکہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار لازم آئیگا اور نیز اس حوالہ میں آپنے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں آنحضرتؐ کی پہلی بعثت کی بابت پیشگوئی کا ذکر نہیں بلکہ اسمیں آپکی دوسری بعثت کی پیشگوئی کا ذکر ہے یعنی اسکا مصداق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

مجھے آپکے ان الفاظ سے بار بار تعجب آتا ہے کہ میاں صاحب حضرت نبی کریمؐ اور حضرت اقدس میں نبوت کے

رُو سے صرف آقا اور غلام اور اُستاد اور شاگرد کا فرق نظر آتے ہیں اور کوئی فرق نہیں بتائیے کیا یہ کوئی فرق نہیں ہے یا یہ کہ فرق نہیں پایا جا سکتا ہے کہ ہم ان دو خدا کے سچے نبیوں میں سے ایک کو تو سچ مچ کا نبی مانیں اور دوسرے کو نعوذ باللہ یونہی جھوٹا موٹا نبی۔

حضرت مسیح موعود کو نبی ماننے میں آنحضرتؐ کی عزت ہے یا آپکی نبوت کے انکار میں

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کے عقاید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک ہوتی ہے مگر آپ یہ نہیں بتلاتے کہ وہ کونسے عقاید ہیں جن میں آنحضرتؐ کی اور حضرت اقدس کی عزت ہے آپ ہی بتلائیے کہ کیا میں یہ مان لوں کہ اللہ تعالیٰ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کا وعدہ کر گے اور ساتھ ہی اسکی تفسیر اولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین میں کر کے نعوذ باللہ اپنے وعدہ کو بھول گیا۔ یا کہ اسنے ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کا وعدہ سنا کر یہ تو پورا کر دیا مگر اپنا وعدہ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا نعوذ باللہ بھول گیا۔ یا یہ مان لوں کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا یہ وعدہ غلط ہو گیا۔ یا میں یہ مان لوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض برائے نام خاتم النبیین ہیں۔ ورنہ در اصل آپکی اتباع کی برکت سے اس منصب نبوت کو کوئی نہیں پا سکتا۔ یا میں یہ مان لوں کہ یہ تمام وعدے تو بیشک سچے تھے مگر جو شخص (حضرت اقدس) اس عہدہ پر کھڑا کیا گیا وہ نعوذ باللہ اس لائق نہیں کہ ایسے انعامات عالیہ سے عطا ہوں یا میں یہ مان لوں کہ اس شخص کا تو کوئی قصور نہیں ہے مگر یہ امت نعوذ باللہ بجائے **خیر امت** ہونیکے **اشر الامم** ہے اسلئے وہ ایسی نعمت نہیں حاصل کر سکتی۔ میں اس مسئلہ کو ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے اگر ایک شخص کو چار درجے کے مختلف انعامات میں سے اعلیٰ درجہ کا انعام مل جائے۔ تو اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کیونکر لازم آتی ہے۔

اخبار پیغام صلح کے سابقہ اعلان اور نبوت حضرت مسیح موعودؑ

بالآخر میں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اخبار پیغام صلح لاہور جو اب کچھ عرصہ سے حضرت مسیح موعود کے دعوٰی نبوت و رسالت کے ابطال کے لئے اپنا سارا زور خرچ کر رہا ہے اور اپنے باطل مدعا کو پورا کرنے کے لئے سر توڑ کوششوں میں لگا ہوا ہے پہلے

انہی عقائد حقہ کا اعلان کئی بار کر چکا ہے جن کے ابطال کے لئے اب اسکے کالم وقف شدہ ہیں۔ چنانچہ اخبار مذکور کی جلد اول کے نمبر ۲۵ پرچہ ۱۶ ستمبر ۱۳ء میں مندرجہ ذیل اعلان شائع ہو چکا ہے۔

"ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ .... ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپکی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقاید کو بفضلہ تعالےٰ چھوڑ نہیں سکتے۔"

اور اخبار مذکور کی جلد اول نمبر ۴۲ پرچہ ۱۶ اکتوبر ۱۳ء میں حسب ذیل اعلان شائع ہو چکا ہے

"معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈالدیا ہے۔ کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا و ہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے ہم تمام احمدی جنکا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو اس زمانہ کا نبی۔ رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔"

میری غرض ان حوالوں کو آپکی خدمت میں پیش کرنے سے یہ نہیں ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان اعلانوں کے رُو سے مولوی محمد علی صاحب اور دیگر غیر مبایعین "جنکا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کیساتھ تعلق ہے" اور جو اب حضرت اقدس کے دعویٰ نبوت و رسالت کو نہ صرف استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ اسکے ابطال میں پورے زور اور نہایت سرگرمی سے لگے ہوئے ہیں آیا باقرار خود مسلوب الایمان ہو چکے ہیں یا نہیں اور نہ یہ امر دریافت کرنا مجھے مطلوب ہے کہ انکی یہ غلیظ قسمیں جو انہوں نے ان مذکورہ بالا اعلانوں میں کھائی تھیں سچی قسمیں تھیں یا سراسر جھوٹی۔ بلکہ میں آپ سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ فرمان الٰہی اذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ پر عمل پیرا ہو کر اور ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ کو پیش نظر رکھکر ارشاد الٰہی یایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ

دلوا علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین کے مطابق اور حکم ربانی یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ کے ماتحت ٹھیک ٹھیک اور صحیح صحیح طور پر بیان فرمائیں آیا حضرت صاحبزادہ صاحب اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے احمدی عقائد حقہ احمدیہ کو ترک کر کے ان کے خلاف عقائد اختیار کر رہے ہیں یا کہ مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء

الٰہی سلسلے اور ارتداد

ممکن ہو کہ اجگہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مولوی محمد علی صاحب کے انقلاب میں تو واقعی کچھ شبہ نہیں ہو لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ یہ سلسلہ (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ مولوی صاحبکا یہ انقلاب تو اس سلسلہ کی صداقت کا ایک بڑا بھاری عظیم الشان نشان ہی نہ کہ نعوذ باللہ اسکے کذب کی دلیل کیونکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا حضرت اقدس کے ایک رؤیا نے پہلے سے مولوی صاحب کے اس انقلاب کی خبر دیدی تھی (دیکھو رسالہ مکاشفات صفحہ ۳۰)

اور نیز براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۸۷ میں جو ۱۹۰۵ء کی لکھی ہوئی کتاب ہے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ کہ

"بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا۔ کہ انکو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائینگے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائینگے۔ پس مقام خوف ہے"

علاوہ اسکے خود مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر عبد الحکیم کے ارتداد کے موقع پر ریویو جلد ۵ نمبر ۲ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ

"جب کبھی اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح کے لئے کسی نبی کو مامور فرما کر بھیجتا ہے اور اسکے ذریعہ سے مخلصین کی ایک جماعت کو اکٹھا کرتا ہی تو ساتھ ہی بعض ایسے لوگ بھی خدائی جماعتوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جنکے ایمان کچھ ادھ کمزور ہوتے ہیں پھر یا تو یہ لوگ مامور سے تعلق پیدا کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کر لیتے ہیں۔ اور یا اگر انہوں نے مامور سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا تو اس شاخ کی مانند جو تنے کے ذریعہ جڑھ سے غذا حاصل نہیں کرتی آہستہ آہستہ خشک ہو کر کاٹ دیئے جاتے ہیں اور ایک جماعت ایسی بھی ہوتی ہی جو منہ سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں نور ایمان نے جگہ پیدا نہیں کی ہوتی اور نہ وہ ان ہدایتوں پر چلتے ہیں جو مخلص مومنین کو خدا کی راہ میں ترقی کرنے کے لئے بتائی جاتی ہیں گویا مخلص مومنین کے علاوہ ایک جماعت مرتدین کی اور ایک جماعت منافقین کی ہوتی ہے .... اور اس میں ایک یہ مصلحت

بھی معلوم ہوتی ہو کہ جب مامور من اللہ کے ہزارہا دشمن بیرونی طور پر ہوتے ہیں۔ جو اس کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اندرونی طور پر بھی جو لوگ چاہیں۔ اس سے کھلم کھلا چھپکر دشمنی کرلیں تا ہی کوشش وہ اسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کر سکتے ہیں کرلیں تا آخر میں ان تمام بیرونی اور اندرونی دشمنوں کو ناکام اور نامراد کرکے اور مامور من اللہ کو ان سب پر غالب کرکے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ مامور من اللہ کی تائید میں کام کرتا ہوا دکھاوے اسلئے ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض وقت وہ لوگ جنکو ظاہر طور پر بعض لوگوں کی نظروں میں مامور سے ایک گہرا تعلق ہوتا ہے وہ بھی مرتد ہو جاتے ہیں۔ اور پھر دشمن خوشی کے مارے بغلیں بجاتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کے باوجود مامور کو محفوظ رکھتا اور اسکے سلسلہ کو ترقی دیتا ہے۔ اور کوئی بات خواہ وہ ابتداء میں اس سلسلہ کے لئے کیسی ہی خطرناک معلوم ہو۔ دراصل صرف اس سلسلے کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے اور اسکی ترقی۔ نشوونما کا ذریعہ بنجاتی ہے۔ ۱۱۱ (صفحہ ۲۲۷ و ۲۶۰)

پس مولوی صاحب کا یہ انقلاب سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک بڑا بھاری عظیم الشان نشان ہے کہ جس سے کوئی ذی عقل و شعور انکار نہیں کر سکتا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب امین و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(خاکسار محمد اسمٰعیل احمدی عفا اللہ عنہ)

تذکرۃ المہدی) - پیر سراج الحق صاحب نعمانی (جو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں انیس بیس سال رہے) نے اپنا سفرنامہ لکھنا شروع کیا تھا۔ وہ اپنا سفرنامہ تو غالباً بھول گئے۔ حضرت اقدس کی مجالس کا ذکر چھیڑ کر ہمیں تڑپا دیا جس میں مولویوں سے مناظرات اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلے ہوئے نکات اور کلمات طیبات اور اپنے دعوے کے دلائل محکمات کا خوب ذکر ہے اور یہ مضامین کا مجموعہ جناب میر قاسم علی صاحب کی توجہ سے کتابی صورت میں ۳۰۷ صفحہ حجم کے ساتھ تذکرۃ المہدی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مفید دلچسپ موجب ازدیاد ایمان عوام الناس میں سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کا عمدہ ذریعہ ہے تاہم میں اس کتاب کو تاریخی رنگ میں سوانح کی حیثیت دینے کو تیار نہیں یعنے اسپر تنقید کی گنجائش ہے کیونکہ مؤلف صاحب ایک صوفیانہ مذاق کے بزرگ ہیں۔ اور اپنے رنگ طبیعت کے مطابق انہوں نے واقعات کو قلمبند کیا ہے یہ کتاب ہر تعلیمیافتہ احمدی کے پاس ہونی چاہئیے اور ناخواندہ لوگوں کو سنانی چاہئیے قیمت صرف ایک روپیہ ملنے کا پتہ میر قاسم علی ایڈیٹر الفاروق قادیان

نمبر ۵۶۴
رجسٹرڈ ایل

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملا کر بنا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش، کھجلی، چھاجن، ایرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا۔ اسوجہ سے تیل لگانے کیساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا۔ ایڈوڈائزڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئیے۔ قیمت فی شیشی ۸ محصولڈاک ایک سے چار تک ۶ سالسا قیمت دو روپیہ ۲ محصول ۶

گھیگھے کی دوا

گھیگھا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہو جانے سے آرام نہیں ہوتا۔ مگر تھوڑے دن کا ورم ہے تبھی علاج برابر کرنے سے چھوٹ جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے۔ دوا ایک ماہ تک کرنا چاہئیے۔ اس میں صرفہ بھی بہت کم ہے۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے۔ جو کہ ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے۔ قیمت کھانے کی دوا ۱۲ لگانے کی دوا ۴ محصولڈاک ۵

فصلی بخار و تلی کی دوا

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و تلی کی دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کر سکتی۔ ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گھٹا دیتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ چودہ آنہ محصولڈاک چھ آنہ ۶ شیشی خورد آٹھ آنہ ۸ محصولڈاک پانچ آنہ ۵ دو شیشی چھ آنہ ۶

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی
دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک بار ایک مضبوط دانت کو ہینگ کے سرے پر روئی لپیٹ کر اسے اس دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگانے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو روئی ڈبو کے اسمیں ... فوراً درد بند ہو جاتا ہے قیمت ۴ محصولڈاک ... شیشی ...

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی
پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

ان گولیوں میں کونین نہیں ہے جہاں بار بار کونین یا کونین ملی ہوئی دوائیاں کھانے پر بھی بخار نہ جاتا ہو یہ گولیاں ایسی ہی حالت کے لئے بنی ہیں انکے استعمال سے پرانے سے پرانا ملیریا فوراً دفع ہو جاتا ہے قیمت ۲۴ گولیاں فی ڈبیہ آٹھ آنہ محصولڈاک

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

جلد ۱۰ — نمبر ۱۰ و ۱۱

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۵ء

؍؍ ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ؏ طلباء سے ۱۲؍ غیر ممالک سے ؏

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب مصری ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام صاحب ... نے قادیان سے شائع کیا

انجمن تشحیذ الاذہان ...

اکتوبر و نومبر دو مہینوں کا تشحیذ

مینے پچھلے مہینے حساب کرکے بتایا تھا کہ ستمبر تک ۴۸۸ صفحے آپکو دئے جاچکے ہیں حالانکہ ۴۳۲ صفحے ہمارے ذمہ تھے اب یہ رسالہ دو مہینوں کا ۵۶ صفحوں پر ہے کیونکہ ۵۶ صفحے پہلے زائد ہیں یہ کل ۱۱۲ صفحے ہوئے اور ہمارے ذمے ہیں ۹۶ صفحے پس اب بھی ۱۶ صفحے زائد ہیں۔ ہم نے خریداروں کی کوئی حق تلفی نہیں کی بلکہ معاہدہ سے زیادہ دیا ہے البتہ خریداروں میں سے ۵۰ ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے ابھی چندہ سالانہ نہیں دیا اور پچھلے سالوں کا بقایا ایک ہزار روپیہ الگ ہے اسکا اثر تشحیذ کے فنڈ پر پڑا ہے اور اب تین ماہ کا خرچ چلانا دشوار ہوگیا ہے پس میں بہی خواہان تشحیذ سے عرض پرداز ہوں کہ اگر وہ تشحیذ کو مفید سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جاری رہے تو اسکے خریدار بڑھانے میں کوشش فرمائیں اور بقایا دار اپنا بقایا ادا کریں۔ (مینیجر)

سرمۂ نور

(دفتر تشحیذ قادیان سے ملتا ہی)

اسکا نسخہ ذی کمال حکیم حاذق حضرت مولوی نورالدین صاحب کا تجویز کردہ ہے جس میں دوا اور دعا دونوں موجود ہیں ایسے اصحاب کے لئے جو کتب بینی کے شائق ہوں لیکن بوجہ کمزوری بصارت وغیرہ نہ پڑھ سکتے ہوں یہ سرمہ حکم اکسیر رکھتا ہے۔ دھند۔ غبار۔ پڑوال بڑھے ککرے۔ پانی کا بہنا۔ پلکوں کا گل جانا۔ ابتدائی نزول الماء وابتدائی پھولا دیگر امراض چشم کے لئے ازحد مفید پایا گیا ہے پھر لطف یہ کہ ہر طبقہ کے لوگ اسکو استعمال کرسکتے ہیں کیونکہ آنکھوں میں بالکل سیاہی معلوم نہیں ہوتی ہے بوڑھے بچے ہر ایک کے لئے یکساں مفید ہے بطور نمونہ منگوائیے فائدہ نہ ہو قیمت واپس لیجئے اس سے بڑھکر اور کیا معیار صداقت ہوسکتا ہے۔

اطلاع چونکہ ظہور المہدی کی قیمت ۱۵ اکتوبر کے بعد دو روپے عہ ہوجائیگی اسلئے جو صاحب چاہیں آجکل میں عہ پر منگوالیں مینیجر تشحیذ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء
و ماہ نومبر "

ایک نبی اور عامل میں فرق

اس زمانہ کا نبی

مولوی نیاز محمد صاحب فتحپوری نے "معجزات انبیاء و دیگر اعمال محیرہ کا فرق" کے عنوان سے ایک مضمون خطیب میں چھپوایا ہے جس میں ایک عامل اور نبی میں فرق بتایا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ "یہ بالکل صحیح ہے کہ آج کسی کو مشاہدہ نہیں کرایا جاسکتا کہ دیکھو ایک عامل و نبی میں یہ فرق ہے کیونکہ عامل بہت ہیں اور نبی کوئی نہیں"۔ بس یہ فقرہ ہے جو مضمون ہذا کا محرک ہے۔ کیونکہ میں مولوی صاحب موصوف کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں ایک نبی کو مبعوث فرمایا اور اس کے ہاتھ پر اسقدر نشانات ظاہر ہوئے۔ کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو بھی انکی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ مولوی نیاز محمد صاحب گذشتہ انبیاء کے معجزات کو عاملوں کے مقابل میں پیش کرتے ہیں مگر اس زمانہ کے نبی کا ذکر تک نہیں کرتے اور میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ مولوی صاحب موصوف حضرت مرزا غلام احمدؑ

مسیح موعود کی نبوت سے اپنے اصول مسلمہ کی بناء پر انکار کر سکیں جو باتیں ایک عامل اور نبی میں فرق کے طور پر بیان کی گئی ہیں خود ان پر تنقید کی گنجائش ہے مگر تاہم ہم پہلے ان کا اقتباس دیتے ہیں اور پھر انہی مسلّمہ اصول کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرینگے۔

(۱) پہلا فرق تدرج کا ہے عامل مسمریزم سے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ بدوں تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پہ ڈال سکے اور انبیاء کے لئے یہ شرط ضروری نہیں۔

(۲) اعمال نفسانی و روحانی میں اجتماع حواس تخلیہ امور دنیا سے بے تعلقی تشویش ظنون تردد خاطر سے دوری ہونی چاہئے۔ لیکن برخلاف اسکے انبیاء علیہم السلام کے ہزاروں معجزات اضطراب اور پریشان خاطری کی حالت میں رونما ہوئے بلکہ محاصرہ اور نرغۂ اعداء میں خاص طور سے انکا ظہور ہوا۔

(۳) جس قدر آلات و وسائل قوت نفسانی و روحانی کے بڑھانے میں آجتک معلوم ہوئے ہیں انبیاء علیہم السلام ان میں سے کسی کے محتاج نہ تھے۔

(۴) جب کوئی عامل مسمریزم اپنا اثر کسی دوسرے پر بغرض سلب امراض پہنچانا چاہتا ہے تو اسکو کسی واسطہ و رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اسکے محتاج نہ تھے۔ ان کو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ ادہر منہ سے کہا اور اُدہر ہو گیا۔

(۵) مسمریزم کے معمول کے حواس خمسہ ظاہری بالکل مسلوب ہو جاتے ہیں لیکن برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کسی کو امر غائب کا معائنہ کراتے تھے تو وہ شخص اپنی معمولی حالت میں رہتا تھا۔

(۶) مسمریزم کا اثر پورا ہونے میں یہ شرط ہے کہ جس پر اثر ڈالا جائے اثر یا موثر کا منکر نہ ہو لیکن انبیاء علیہم السلام جو جس قدر زیادہ منکر ہوتا تھا۔ اسی قدر زیادہ اظہار اعجاز کرتے تھے۔

(۷) کیسا ہی زبردست عامل سحر و مسمریزم اور کیسا ہی خواص حروف کا عالم کیوں نہ ہو لیکن انبیاء پر اسکے علم و عمل کا اثر نہیں ہو سکتا اور انبیاء کا اثر اعجاز کوئی عامل نہیں روک سکتا۔

(۸) اکثر لوگ عامل تسخیر ارواح و نفوس ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ نجوم و جفر کے ذریعہ واقعات گذشتہ کا پتہ بتا سکتے ہیں اور حالات آئندہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ

نکالنا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسی قوت بہم پہنچائی غلط ہے ایک عامل میں مابہ الامتیاز اسکی قوت عمل ہے لیکن نبی میں کوئی خصوصیت اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ عامل نہایت ردّی اخلاق کے ہوتے ہیں اور انبیاء کا تو غرض ہی یہ ہے کہ دنیا میں اخلاق حسنہ کو رائج کریں اور کفر و ضلالت کو مٹائیں یہ آٹھ تو مابہ الامتیاز جو ایک عامل اور نبی میں جناب فتحپوری نے لکھے ہیں۔ انکی بناء پر ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسی قسم کی مشق یا عمل و تکمیل ضبط و خیال سے اپنے اندر کوئی قوت پیدا کی ہو جس کی بنا پر ان سے معجزات کا صدور ہوتا ہو۔

بلکہ جیسا کہ نمبر ۵ میں لکھا ہے آپ سے اکثر اوقات معجزات کا صدور عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت میں ظہور پذیر ہوا۔

دیکھئے۔ ایک مقدمہ فوجداری ہوا آپ نے قبل از وقت یہ بھی بتایا کہ مجھ پر کوئی نرغہ اعداء ہونے والا ہے اور پھر یہ کہ میں بری ہونگا اور میرے مخالف کو باوجود ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کے سزا ہوگی چنانچہ مواہب الرحمٰن میں قبل از فیصلہ شائع فرمایا اوحی الی انہ یرید ان یتخطف عرضک ثم یجعل نفسہ غرضک × × وسرأیت کانی احضرت محاکمۃ کالماخوذین و رأیت ان اٰخر امری نجات بفضل رب العلمین ولو بعد حین وبشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المہین۔

اب یہ نشان کہ جس میں چار پیشگوئیاں ہیں اور خدا نے اپنے مامور کی ہر طرح نصرت کی بتاؤ کسی عامل میں اسکی نظیر ہے اور کیا یہ مطابق اصل موضوعہ نمبر ۲ عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت ظہور پذیر نہیں ہوا۔

(ب) پھر اسی ضمن میں سنیئے کہ آپ پر ایک خون کا مقدمہ بن گیا اسکے بارے میں آپ نے عین نرغۂ اعداء و اضطرار کے وقت پیشگوئی فرمائی مخالف باوجود ہر طرح کے ساز و سامان کے ناکام رہیگا اور میں بری ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس الہام قبل از وقت کا کافی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

(ج) ایسا ہی پولیس نے ایک مقدمہ بنا دیا اس بارے میں خدا تعالےٰ نے آپ سے فرمایا

نکالنا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسی قوت بہم پہنچائی غلط ہے ایک عامل میں مابہ الامتیاز اسکی قوت عمل ہے لیکن نبی میں کوئی خصوصیت اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ عامل نہایت ردّی اخلاق کے ہوتے ہیں اور انبیاء کا تو فرض ہی یہ ہے کہ دنیا میں اخلاق حسنہ کو رائج کریں اور کفر و ضلالت کو مٹائیں

یہ آٹھ نو مابہ الامتیاز جو ایک عامل اور نبی میں ہیں جناب فتحپوری نے لکھے ہیں۔ انکی بناء پر ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کسی قسم کی مشق یا عمل تکمیل ضبط و خیال سے اپنے اندر کوئی قوت پیدا کی ہو جس کی بنا پر ان سے معجزات کا صدور ہوتا ہو۔

بلکہ جیسا کہ نمبر ۲ میں لکھا ہے آپ سے اکثر اوقات معجزات کا صدور عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کے وقت میں ظہور پذیر ہوا۔

دیکھئے۔ ایک مقدمہ فوجداری ہوا آپ نے قبل از وقت یہ بھی بتایا کہ مجھ پر کوئی نرغہ اعداء ہونے والا ہے اور پھر یہ کہ میں بری ہونگا اور میرے مخالف کو باوجود ہر طرح کی مالی اور جانی امداد کے سزا ہوگی چنانچہ مواہب الرحمٰن میں قبل از فیصلہ شائع فرمایا اوحی الی انّہ یرید ان یتخطف عرضک ثم یجعل نفسہ غرضک × × × و ساریت کاتی احضرت بھا کمتہ کالماخوذین و رءیت ان اخر امری نجات لفضل ربّ العٰلمین ولو بعد حین و لبشرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المھین۔

اب یہ نشان کہ جس میں چار پیشگوئیاں ہیں اور خدا نے اپنے مامور کی ہر طرح نصرت کی بتاؤ کسی عامل میں اسکی نظیر ہے اور کیا یہ مطابق اصل موضوعہ نمبر ۲ عین اضطرار اور نرغۂ اعداء کیوقت ظہور پذیر نہیں ہوا۔

(ب) پھر اسی ضمن میں سنئے کہ آپ پر ایک خون کا مقدمہ بن گیا اسکے بارے میں آپ نے عین نرغۂ اعداء و اضطرار کے وقت پیشگوئی فرمائی مخالف باوجود ہر طرح کے ساز و سامان کے ناکام رہیگا اور میں بری ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر کسی کو شک ہے تو اس الہام قبل از وقت کا کافی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

(ج) ایسا ہی پولیس نے ایک مقدمہ بنا دیا اس بارے میں خدا تعالیٰ نے آپ سے فرمایا

انا نجالدنا فانقطع العدو واسبابه سو اسکے مطابق وہ اسباب بھی ہلاک ہوئے اور ناحق عداوت سے مقدمہ بنانے والا شمن بھی

(ن) پھر اور سنیئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آریوں کو عیسائیوں کو ہندوؤں کو بیگانہ مسلمانوں کو آپ سے عداوت اور سخت عداوت تھی۔ آپکی جان کے لاگو تھے اور قتل کے فتوے بھی ہوچکے تھے مگر آپنے اس نرغۂ اعدا میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ واللّٰہ یعصمك من الناس ان تمام مخالفوں سے اللہ تمہاری حفاظت کریگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کیا۔ انی متوفیك ورافعك الیّ کہ میں تجھے طبعی موت سے عزت کے ساتھ اپنی طرف بلاؤنگا تیری موت کسی کے ہاتھ سے نہیں ہوگی چنانچہ باوجود مباہلے کرنیکے اور باوجود حق بات پر آخر عمر تک قائم رہنے اور دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہنے کے آپ قتل سے محفوظ رہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے ماتحت رہے پس اگر دنیا کے کسی عامل یا مسمرائزر میں یہ نظیر ہے تو دکھاؤ۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو میں نے بیان کئے۔ کہاں گئے ملک کے تمام عامل اور مسمرائزر وہ کیوں اپنا اثر باوجود مخالفت شدیدہ کے آپ پر نہ ڈال سکے اور کیوں بڑے بڑے خواص حروف کے علم و عمل کا اثر نہ ہوسکا اور کیوں آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔

پھر نمبر ۳ کے مطابق سلب امراض بغیر کسی واسطے کے کردینا اور خدا کی طرف سے یہ طاقت دیا جانا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہوگیا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

۱۔ سنیئے! نواب محمد علیخان کا لڑکا عبدالرحیم خان شدید تپ محرقہ سے علیل ہوا۔ تجربہ کار ڈاکٹروں اور ایک بہت بڑے حکیم حاذق مولانا نورالدین رضؓ نے یہ فیصلہ کردیا کہ اب علاج یونانی یا ڈاکٹری سے اسکا بچنا ناممکن ہے۔ تو اسوقت جبکہ وہ لڑکا مردہ کے حکم میں تھا اور چند سانس ہی باقی سمجھے جاتے تھے۔ حضور نے اسکے لئے دعا کی اور معلوم ہوا کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپنے جناب الہی میں عرض کیا کہ اگر دعا کا موقعہ نہیں رہا تو شفاعت کرتا ہوں — وہ شفاعت قبول ہوئی اور اس لڑکے کی حالت میں فوری تبدیلی ہونے لگی اور پھر وہ تندرست ہوگیا اور آج تک زندہ موجود ہے بس اسے کہتے ہیں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ملنا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہوگیا۔

انا نجالدنا فانقطع العدو واسبابه سو اسکے مطابق وہ اسباب بھی ہلاک ہوئے اور ناحق عداوت سے مقدمہ بنانے والا دشمن بھی۔

(د) پھر اور سنیئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آریوں کو عیسائیوں کو ہندوؤں کو بلکہ خود مسلمانوں کو آپ سے عداوت اور سخت عداوت تھی۔ آپکی جان کے لاگو تھے اور قتل کے فتوے بھی ہو چکے تھے مگر آپ نے اس زرغۂ اعداء میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا۔ کہ واللہ یعصمک من الناس ان تمام مخالفوں سے اللہ تمہاری حفاظت کریگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کیا۔ انی متوفیک ورافعک الی کہ میں تجھے طبعی موت سے عزت کے ساتھ اپنی طرف بلاؤنگا تیری موت کسی کے ہاتھ سے نہیں ہوگی چنانچہ باوجود مباہلے کرنیکے اور باوجود حق بات پر آخر عمر تک قائم رہنے اور دشمنوں سے مقابلے کرتے رہنے کے آپ قتل سے محفوظ رہے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے ماتحت رہے پس اگر دنیا کے کسی عامل یا مسمرائزر میں یہ نظیر ہے تو دکھاؤ۔ مگر ان شرائط کے ساتھ جو میتے بیان کئے۔ کہاں گئے ملک کے تمام عامل اور مسمرائزر وہ کیوں اپنا اثر باوجود مخالفت شدیدہ کے آپ پر نہ ڈال سکے اور کیوں بڑے بڑے خواص حروف کے علم و عمل کا اثر نہ ہوسکا اور کیوں آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔

پھر نمبر ۳ کے مطابق سلب امراض بغیر کسی واسطے کے کر دینا اور خدا کی طرف سے یہ طاقت دیا جانا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

۱۔ سنیئے! نواب محمد علیخان کا لڑکا عبدالرحیم خان شدید تپ محرقہ سے علیل ہوا۔ تجربہ کار ڈاکٹروں اور ایک بہت بڑے حکیم حاذق مولنا نورالدین رضؓ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب علاج یونانی یا ڈاکٹری سے اسکا بچنا ناممکن ہے۔ تو اسوقت جبکہ وہ لڑکا مردہ کے حکم میں تہا اور چند سانس ہی باقی سمجھے جاتے تھے۔ حضور نے اسکے لئے دعا کی اور معلوم ہوا کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ تب آپنے جناب الہی میں عرض کیا کہ اگر دعا کا موقعہ نہیں رہا تو شفاعت کرتا ہوں۔ وہ شفاعت قبول ہوئی اور اس لڑکے کی حالت میں فوری تبدیلی ہونے لگی اور پھر وہ تندرست ہو گیا اور آج تک زندہ موجود ہے پس اسے کہتے ہیں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ملنا کہ ادہر منہ سے کہا اور ادہر ہو گیا۔

(ب) ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو سخت بخار ہو گیا انکو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہی مرنیوالوں کی طرح وصیت بھی کردی حضور انکی عیادت کو گئے۔ جاتے ہی ایک جلال میں فرمایا کہ اگر آپکو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط کیونکہ مولوی محمد علی صاحب جس دار میں رہتے تھے اسکے متعلق الہام تھا انی احافظ کل من فی الدار یہ کہکر جب نبض پر ہاتھ لگایا۔ تو یا تو یہ حالت تھی کہ وہ بخار سے پھنک رہے تھے یا دست مبارک لگتے ہی بدن ایسا سرد ہو گیا کہ تپ کا نام ونشان نہ تھا اور وہ تندرست ہو گئے اسکے متعلق جس طرح آپ چاہیں۔ تسلی کر سکتے ہیں۔ پس آپ اپنے اصل کے مطابق ایمان لائیے کہ حضرت مرزا غلام احمد کو خدا سے وہ طاقت دیگئی تھی جو انبیاء کو دی جاتی ہے۔

(ج) نبی زادہ مبارک احمد کو غشی پر غشی آئی تھی سب حاضرین نے کہدیا کہ لڑکا فوت ہو گیا حضور نے آکر ہاتھ رکھا توجہ کی تو دو تین منٹ کے بعد دم کو سانس آنا شروع ہو گیا اور لڑکا زندہ ہو گیا۔

(د) ایک لڑکے کو دیوانہ کتے نے کاٹا اسے کسولی علاج کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں سے پوری احتیاط کے ساتھ علاج کروا کے واپس آیا تو یہاں وہ علامات ظاہر ہو گئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں کسولی تار دیا گیا وہاں سے جواب آیا کہ اب اسکے لئے کچھ نہیں ہو سکتا تب حضور نے اس پر توجہ فرمائی اور دعا کی اور وہ تندرست ہو گیا اور اس قسم کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ ان علامات کے ظاہر ہونے کے بعد (اور وہ بھی علاج کروا کے) کوئی صحتیاب ہوا ہو۔

میں امید کرتا ہوں یہ چار واقعات صحیحہ آپ پر حجت قائم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ کوئی دشمن سے دشمن بھی نہ کہے گا کہ آپ ایسے سلب امراض یا قریب المرگ لوگوں کو زندہ کرنے کے لئے کسی قسم کے اسباب سے کام لیتے تھے مثلاً مریض کا کپڑا۔ یا کسی قسم کا کوئی حیلہ جو عامل کیا کرتے ہیں امر غائب کا مشاہدہ کرنے کے لئے تو چار لاکھ سے زیادہ انسان گواہ ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ان آنکھوں سے مشاہدہ کرادیا اور ایمان غیب سے شہود میں آگیا اور ہمنے وہ کچھ دیکھا جسکو اندھی دنیا باوجود آنکھوں کے نہیں دیکھ سکتی فالحمد للہ رب العلمین

پھر آپنے تمام جہان کو چیلنج دیا کہ طاعون کے پودے اس ملک میں لگائے جارہے ہیں توبہ کرو۔ اپنے مامور پر ایمان لاؤ۔ اس بلاء عظیم سے بچائے جاؤ گے لوگوں نے توجہ نہ کی طاعون

پھیلا اور بڑے زور سے پھیلا ملک میں بڑے بڑے عامل ہیں مسمرائزر ہیں خود ہلاک ہوئے مگر اس طاعون کو نہ روک سکے۔ ہاں ایک خدا کا نبی تھا جس نے بڑے زور سے اعلان کیا کہ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوا ہے (۱) انی احافظك خاصۃ (۲) انی احافظ کل من فی الدار (۳) آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ میں تجھے خصوصیت سے طاعون سے بچاؤنگا۔ اور جو اس چار دیواری کے اندر ہیں وہ بھی بچائے جائینگے اور پھر اسکے مقابلہ میں جو یہ دعوی کریگا کہ میں بھی بچایا جاؤنگا یا میری چار دیواری میں بھی لوگ محفوظ رہینگے وہ ضرور اسی عذاب سے ہلاک ہونگے ہمنے اپنی آنکھوں سے خدا کا یہ کلام پورا ہوتے دیکھا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس امتحان میں پورا اترے اور یہ دعوی کر سکے کہ ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے

اسی طرح آپنے اسوقت جبکہ آپکو کوئی جانتا نہ تھا خدا کا یہ کلام شائع کیا کہ حان ان تعان وتعرف بین الناس اور باوجود انگریزی سے بکلی ناواقف ہونے کے یہ الہام سنایا

I shall give you a large party of Islam

میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا اور یہ کہ یاتون من کل فج عمیق دور دور سے لوگ چلکر آئینگے اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایسا ہی ہوا۔ اور آپ کو ہر طرح سے کامیابی و کامرانی دی گئی آپکے اثر اعجاز کو کوئی نہ روک سکا۔ کسی خواص حروف کے عالم کا علم و عمل کام نہ آیا۔ آپکا یہ نشان زیادہ تر منکروں ہی کے ذریعہ پورا ہوا۔

پھر آپنے لکھا ہے کہ عامل نہایت ردی الاخلاق ہوتے ہیں مگر انبیاء کے ذریعہ ایک عالم کے اخلاق بدلتے ہیں اخلاق حسنہ کا رواج ہوتا ہے کفر و ضلالت مٹ جاتے ہیں۔ سو اس معیار پر بھی حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت لے لیجئے۔ آپکے خلق عظیم کا ایک زمانہ شاہد ہے پھر پانچ لاکھ سے زیادہ مسلمان اس بات کا زندہ گواہ ہے کہ آپنے اخلاق حسنہ کا رواج دیا اور کفر و ضلالت کو مٹایا۔

بیشک نجومی اور رمال اور کاہن بھی بعض آئندہ کے واقعات بتاتے ہیں مگر جیسا کہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے انبیاء کو ان سے ایک مابہ الامتیاز ہے انکی پیشگوئیاں قوموں کے بننے اور بگڑنے کے متعلق ہوتی ہیں اور پھر وہ صرف اخبار عن الغیب ہی نہیں ہوتیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر یوں کروگے تو یوں ہوگا اور یوں کروگے تو یوں یہ ایک ایسا امر ہے جس میں الہی اقتدار اور جلال پایا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ بات سیدنا مسیح موعود کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے پھر آپنے قرآن مجید کو بطور ایک معجزہ پیش کرکے اس کے بے مثل

ہونے اور اسکی نظیر نہ لاسکنے کو بھی نبوت کا امتیازی نشان ٹھہرایا ہے چونکہ ہمارے مسیح موعود کی نبوت نبوت محمدیہ سے مستفاض اور مکتسب ہے اسلئے آپکو بھی ظلّی طور سے یہ معجزہ ملا - اور آپنے بہت سی کتابیں عربی میں ایسی شایع کیں جن کی نسبت مخالفین کو چیلنج دیا گیا ہے - کہ وہ اسکا معارضہ کریں مگر عرب و عجم کے مشاہیر علماء سے کوئی نہ اٹھا جو یہ مقابلہ کرسکے ہاں لو نشاء لقلنا مثل ھذا کہنے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بہت تھے اور اب بھی ہیں -

میں امید کرتا ہوں کہ یہ مختصر تحریر مولوی نیاز محمد خان صاحب کے غور و تدبّر کے لئے کافی ہوگی اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ اسپر کیا اعتراض کرتے ہیں آیا اپنے اصول مسلمہ پر قائم رہتے ہیں یا اپنی تردید خود اپنی زبان قلم سے فرماتے ہیں -

ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

پیغامی سید شاہین نامی کہتے ہیں کہ بیشک حضرت اقدس کے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب مرزا شریف احمد صاحب اور پھر (سیدنا و امامنا) مرزا محمود احمد صاحب بشارت کے مطابق ہوئے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صالح اور قائم علی الحق اور داعی الی الحق رہیں - چنانچہ اسی بنا پر وہ کھلا کھلا کہتے ہیں کہ یہ تینوں بیٹے گمراہ اور مسیح موعود کے بارے میں غلو کرکے ضالین میں داخل ہوچکے ہیں اور اسوقت یہود و نصاریٰ کی تلاش کرنے کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ قادیان میں اور خود مسیح موعود کے اہلبیت میں موجود ہیں یہ سب کچھ مرزا عبد الکریم پونچھ والے اور مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حال ہی میں لکھا ہے ان کو واضح ہو کہ آئینہ کمالات اسلام میں حضرت اقدس فرماتے ہیں - قد اخبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوّج و یولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یاباہ و یکون من عباد اللہ المکرمین (ص ۵۷۸) رسول اللہ صلعم نے خبر دی کہ مسیح موعود نکاح کریگا اور اسکو اولاد دی جائے گی اور اسمیں اشارہ ہے - کہ

اللہ اسے ولد صالح دیگا جو اپنے باپ کے مشابہ (باپ کا مثیل) ہوگا۔ اور اسکے خلاف نہ ہوگا۔ اور اللہ کے بزرگ بندوں میں سے ہوگا۔"

اب سوال یہ ہے کہ مسیح موعود نے نکاح کیا یا نہیں پھر اس سے اولاد ہوئی ہے یا نہیں۔ اب اگر تمام بچے اپنے باپ کے خلاف عقاید شائع کر رہے ہیں اور اس راہ پر گامزن ہیں جس پر ان کا مقدّس باپ تہا تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنے نہیں کہ یہ پیشگوئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی حضرت مرزا صاحب کے حق میں پوری نہیں ہوئی کیونکہ اگر پیشگوئی پوری ہوتی تو ضرور تہا کہ ولد صالح بھی اس نکاح سے پیدا ہوتا جو سیرت میں اپنے باپ کا مثیل ہوتا اور ذرا بھی اسکے خلاف نہ ہوتا بلکہ اللہ کے مکرم معظم بندوں میں سے ہوتا۔ جب پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو حضرت صاحب کے مسیح موعود ہونے میں شک ہوگیا جو صحیح نہیں پس ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق صالح اولاد دی جو صحیح عقائد اور صالح اعمال والی ہے۔ پھر حضور اسی کے ساتھ عام قانون کے رنگ میں فرماتے ہیں:۔

ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین۔ (صفحہ ۵۷۹) آئینہ کمالات

اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت اسی صورت میں دیتا ہے کہ صحیح عقاید اور نیک اعمال والی اولاد مقدّر ہو پس یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ ہر بیٹے کی بشارت قبل از وقت دی گئی ہے اور تم نہ مانو خود مسیح موعود فرماتے ہیں "ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے" اب بتاؤ کہ اگر یہ بیٹے صحیح عقائد پر قائم نہیں بلکہ نہ صرف خود گمراہ بلکہ گمراہ کرنے والے ہیں تو کیا دوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود اپنے دعویٰ میں صادق نہیں تھے۔ نبی ہونے سے تو پہلے ہی انکار ہے اب ولی بھی نہ رہے کیونکہ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت دیتا ہی نہیں جب تک کہ ان کا صحیح العقائد وصالح الاعمال ہونا مقدر نہ ہو۔ آپ کی اولاد مشرک اور غلط عقائد کو پھیلانے والی ہے۔ تو آپ نبی ہے نہ ولی اور یہ باطل امر ہے۔ پس یہی صحیح ہے کہ پیغامی ضلالت پر قائم ہیں اس کا جواب اگر کچھ ہے تو دیں۔

غیر احمدی کا جنازہ

اس جنازہ کے جواز کیلئے ۱۹۰۲ء کی ایک ڈائری پیش کی جاتی ہے ....

مگر اسکی تشریح ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء کے البدر میں کیگئی ہے جس کی بعینہٖ نقل دی جاتی ہے۔

"فرمایا اگر متوفی بالجہر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اسکا جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا کی پاک ذات ہے" "فرمایا جو لوگ ہمارے مکفر ہیں اور ہم کو صریح گالیاں دیتے ہیں۔ ان سے السلام علیکم مت لو۔ اور نہ ان سے ملکر کھاؤ۔ ہاں خرید و فروخت جائز ہے اسمیں کسی کا احسان نہیں"

"جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ ادہر کا اور نہ ادہر کا ہوں اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور

جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں انکو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے ایسے لوگ اصل میں منافق طبع ہوتے ہیں انکا یہ اصول ہوتا ہے کہ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام ان لوگوں کو خدا سے تعلق نہیں ہوتا بظاہر کہتے ہیں کہ ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے مگر یاد رکھو کہ جو شخص ایک طرف کا ہوگا۔ اس سے کسی نہ کسی کا دل ضرور دکھے گا"

(البدر نمبر ۱۴ جلد ۲۔ ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء)

اصل حکم یہ ہے کہ مرنے والا اگر مکذب نہ ہو تو اسکا جنازہ پڑھ لیں اور اس سے آگے تشریح فرمائی کہ مکذب کون ہے؟

۱۔ جو شخص نہ اِدہر کا ہے (یعنی احمدی) نہ اُدھر کا (یعنے غیر احمدی۔ اور پختہ غیر احمدی وہی ہوگا جو اپنے علماء کے فتویٰ کے موجب حضرت مسیح موعود کو کافر کہے گا۔ یا انہیں اپنے دعویٰ میں (نعوذ باللہ) کاذب و مفتری ٹھہرائیگا یا گمراہ قرار دیگا) وہ بھی مکذب ہے۔

۲۔ جو شخص مصدق نہیں یعنی بیعت نہیں کرتا مگر کہتا ہے کہ میں انہیں اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے اور منافق طبع ہیں ایسے اشخاص کا جنازہ بھی جائز نہیں۔

اب فرمائیے تیسری قسم کونسی رہ گئی جس کے جنازہ کے متعلق فتویٰ پوچھا جاتا ہے جو مکفر ہے

اسکا جنازہ تو بہ اتفاق فریقین ناجائز ہے جو حضرت اقدس کی تکذیب کرتا ہو آپ کو دعوے میں جھٹلاتا ہو یعنی آپکو مفتری جانتا ہے یا گمراہ کہتا ہے اسکا جنازہ بھی جائز نہیں۔ باقی ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم انہیں اچھا جانتے ہیں مگر بیعت نہیں کرتے۔ انکی نسبت بھی حضور فرماتے ہیں۔ کہ اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے اور مخالف اور منافق طبع پس اسکا جنازہ بھی جائز نہ ہوُا۔ اور باقی چوتھی قسم اگر کوئی ہے تو پیش کیجئے اسکے متعلق حضرت صاحب کا حکم دکھایا جائے۔

مسئلہ کفر کے متعلق ایک نئی بات

"غیر مبایعین سے خطاب"

حضرت مسیح موعود کو جو کافر کہتے ہیں انکی نسبت حضرت اقدس علیہ السلام آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۶ میں فرماتے ہیں۔

"میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں مگر اب مجھکو بتلایا گیا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہو اور اسکو اہل قبلہ اور کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پاکر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے"

یعنے کافر کہنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں (باوجود اہل قبلہ اور کلمہ گو ہونے کے) پھر حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں فرماتے ہیں۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے کو اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے"

اس سے ثابت ہوُا کہ مسیح موعود کو نہ ماننے والے بھی اسلامی شریعت کے فتوے کے رُو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اگر کسی کو اسپر اعتراض ہو تو پیش کرے۔

"کامل نبی"

نمبر ۲

(گذشتہ سے پیوستہ)

تشحیذ الاذہان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں خاکسار کا ایک مضمون "کامل نبی" کے عنوان سے شائع ہوا ہے چونکہ مضمون کی نوعیت چاہتی ہے کہ مضمون اپنے اندر بھی کامل ہو لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں چند ایک اور حوالے یہاں درج کردوں جو اگلے مضمون میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ آج کے مضمون میں میں صرف دس حوالے اور درج کرتا ہوں امید ہے کہ ناظرین ان حوالوں کو اگلے مضمون کے حوالوں کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی تکلیف گوارا فرماوینگے اور وہ حوالے حسب ذیل ہیں۔

(حوالہ نمبر ۲۶) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنے منعم علیہم پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور **آخری اینٹ** کے ساتھ بنا کو کمال تک پہنچاوے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں × × × × اور میں منعم علیہم گروہ میں سے **فرد اکمل کیا گیا ہوں**"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

اگر کسی کو ضد اور تعصب نے اندھا نہیں کر دیا تو وہ ضرور اس حوالہ کو پڑھکر ہماری اس بات کی سچے دل سے تصدیق کریگا کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔ کیونکہ قرآن کے رُو سے منعم علیہم گروہ نبی صدیق۔ شہید اور صالح کا گروہ ہے پس مسیح موعود منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل ہونے کی وجہ سے نبی ہیں اور کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۲۷) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"وہ جو منعم علیہم کے وارث ہوئے ان میں سے بعضوں نے انعام سے حصہ نہ پایا۔ مگر تھوڑا سا حصہ عقاید اور احکام میں سے انکو ملا۔ اور اسی پر انہوں نے قناعت کی اور بعض ان میں سے درمیانی چال والے ہیں اور وہ اسی اپنی چال پر کھڑے ہو گئے اور تکمیل اور کمال کے درجہ تک نہیں پہنچے اور ان میں سے **ایک فرد** ہے کہ خدا

نے اسکو چنا اور امام بنایا اور اسکو کامل کیا اور نیکیوں میں اسکو مرتبہ سبقت بخشا۔ اور وہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور درجوں سے مخصوص کرتا ہے پس وہی مخصوص وہی مسیح موعود ہے جو اس قوم میں ظاہر ہوا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۰۵)

اس حوالہ سے تین باتوں کا پتہ لگتا ہے۔

(اول) یہ کہ مسیح موعود ہی وہ فرد مخصوص ہے جسکو خدا نے کامل نعمت سے حصہ بخشا ہے۔ یعنے کامل نبی بنایا ہے۔

(دوم) یہ کہ مسیح موعود کے علاوہ امت محمدیہ میں ہرگز کوئی شخص نبی کہلانے کا مستحق نہیں

(سوم) یہ کہ مسیح موعود کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کو نعمت سے کامل حصہ نہیں ملا۔ مگر تھوڑا

(حوالہ نمبر ۲۸) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہمارے نبی کی روحانیت کا زمانہ پانچویں ہزار سے شروع اور چھٹے ہزار کے آخر تک کامل ہوا۔ اور اسکی طرف خدا تعالےٰ کا قول اشارہ کرتا ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ × × ×" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۴)

پھر آگے چل کر فرمایا:۔

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اُس روحانیت کی ترقیات کا انتہی نہ تہا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنے اسوقت **پوری طرح** سے تجلی فرمائی۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷)

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود واقعی اور حقیقی معنوں میں نبی تھے اور کامل اور مکمل نبی تھے۔

کیونکہ اگر آنحضرت صلعم اجمالی صفات کی روحانیت کے ساتھ کامل نبی تھے تو بلاشبہ مسیح موعود جو آنحضرت صلعم کی روحانیت کی کامل اور پوری تجلّی کے مورد ہیں کامل نبی ہوئے۔

(حوالہ نمبر ۲۹) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"آثار میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ حالانکہ

آنجناب کی بعثت قطعاً اور یقیناً پانچویں ہزار میں تھی پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلی تام کے وقت کی طرف اور استیفاء مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے کمال کی طرف اور جہان میں محمدی فیوض کے موج مارنے کے دنوں کی طرف۔ اور یہ چھٹے ہزار کا آخر ہے جو زمانہ کہ مسیح موعود کے لئے مقرر ہے۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۹)

اس حوالہ میں "تجلی تام اور "روحانیت کے ظہور کے کمال" کے الفاظ قابل غور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود واقعی کامل نبی تھے۔ کیونکہ ان دو باتوں سے آنحضرت صلعم بھی کامل نبی ہے

(حوالہ نمبر ۳۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"کمالات متفرقہ جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریم میں بڑھکر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہمکو عطا کئے گئے اسلئے ہمارا نام آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ نوح۔ داؤد۔ یوسف۔ سلیمان یحییٰ عیسےٰ وغیرہ ہے × × × × × × × پہلے تمام انبیاء ظلّ تھے۔ نبی کریم کی خاص خاص صفات میں۔ اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں"

(الحکم اپریل ۱۹۰۲ء)

اس کلام مسیح موعود میں بعض فقرات توجہ طلب ہیں۔

(اول) تو یہ کہ تمام کمالات متفرقہ انبیاء علیہم السلام حضرت نبی کریم میں سب سے بڑھکر تھے اور پھر یہی تمام کمالات کے سب مسیح موعود میں موجود ہیں۔ یا یوں کہو کہ مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ ہے۔

(دوم) یہ کہ تمام انبیاء ظلّ تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات کے مگر مسیح موعود تمام صفات میں نبی کریم کے ظلّ ہیں۔ پس اس سے بھی صریح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۱) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم

کیا جائیگا۔ یعنے اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(حوالہ نمبر ۳۲) حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جسقدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی **شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی** × × × × × × × × × پس اسوجہ سے نبی کا نام پانیکے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں × × × × × × × × × × اسلئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت **کو پورے طور پر** پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اس عبارت کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو نبوت کی نعمت سے کامل حصہ ملا ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۳) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ... الخ سے ظاہر ہے اور **رسول سے** مراد اسجگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور **مسیح موعود بھی مراد** ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۶)

اس حوالہ کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود من حیث النبوۃ ویسے ہی کامل نبی تھے جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود نے لفظ رسول سے اپنا مراد لینا انہی معنوں میں لیا ہے جن معنوں میں حضرت نبی کریم کو اور کون نہیں جانتا کہ حضرت نبی کریم کامل نبی تھے۔ پس حضرت مسیح موعود بھی کامل نبی ہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۴) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے جو مجھ سے

پہلے گزر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا۔" (خط بنام ڈوئی مندرجہ مکتوبات احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۲۰)

اب اگر مسیح ناصری باوجود مسیح موعود سے کم فضیلت رکھنے کے اور باوجود خدا کی کمتر تجلی پانے کے کامل نبی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسیح موعود جو مسیح ناصری سے افضل اور بہت زیادہ بڑھکر اور خدا کی وسیع تجلی پانے والا ہے وہ کامل نبی نہیں۔

(حوالہ نمبر ۳۵) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود کی وحی و تعلیم و بیعت مدار نجات ہے

جیسے کہ فرمایا:۔

"خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اسکو **مدار نجات** ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ حاشیہ)

نجات بجز پیروی نبی کامل کے حاصل نہیں ہو سکتی

جیسے کہ فرمایا:۔

"کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے بجز **نبی کامل کی پیروی** کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۸)

پھر فرمایا:۔

"خدانمائی **کا آئینہ** میں ہوں۔" (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

پھر فرمایا:۔

"میرا آنا خدا کے **کامل جلال** کے ظہور کا وقت ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی پیروی سے ہی کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے مل سکتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود ہی خدانمائی کے اسوقت آئینہ ہیں اور وہی ہیں جنکی بیعت اور تعلیم اور وحی کو خدا نے مدار نجات ٹھہرایا ہے پس چونکہ آپکی پیروی سے نجات وابستہ ہے اور نجات بجز نبی کامل کی پیروی کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی لہذا بموجب عبارت صریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۸ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں۔

(سعدی لاہوری)

میں کون ہوں

از حضرت مسیح موعود

(۱) نبی کا نام پانے کے لئے (صرف) میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں، اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

(۲) میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۳) میں رسول اور نبی ہوں باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ (حاشیہ نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۴) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء)

(۵) اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۶) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

(۷) میں تحقیق مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۵۵)

(۸) سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں۔ (دافع البلاء)

(۹) اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰)

(۱۰) خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں (نزول المسیح)

(۱۱) میں احمد مہدی ہوں۔" (خطبہ الہامیہ)

(۱۲) میں منعم علیہ گروہ سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۳)

(۱۳) اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا ہے میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو۔ (خطبہ الہامیہ)

(۱۴) میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے × × میرا نام محمد و احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)



(۱۵) میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹)

(۱۶) میں خاتم الاولیاء ہوں مجھ سے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)

(۱۷) میں حکم اور عدل ہو کر آیا ہوں" (خطبہ الہامیہ)

(خاکسار محمد سعید سعدی)

حضرت مسیح موعود کے دعوی کا ثبوت

اثبات نبوت نبی کریم صلعم کے بعد

خاتم الانبیاء کے بعد نبی آنے کی پہلی دلیل

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں اسکے متعلق اللہ تعالے سورہ اعراف ع ۴ میں یوں فرماتا ہے یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ یعنی اے بنی آدم تمہارے پاس رسول آئینگے جو تمپر میری آیتیں بیان کرینگے یہ آیت حضرت نبی کریم پر نازل ہوئی جس میں انبیاء کی آمد کے متعلق اللہ تعالے نے ایک وعدہ دیا ہے اگر انبیاء کا سلسلہ منقطع ہونا تھا تو کیا نعوذ باللہ اُسنے یہ آیت یونہی فضول اتاری۔ یا نعوذ باللہ اسکو یہ بات ہی بھول گئی تھی کہ نبی کسی نے بھی نہیں آنا۔

اس آیت میں بنی آدم سے کیا مراد ہے؟

پھر یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالے نے پہلے کبھی آدمؑ یا انکی اولاد سے یہ وعدہ کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نہیں تو اسکے دو جواب ہیں (۱) اگر پہلوں کے لئے تھا تو یہاں بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ قرآن مجید کوئی تاریخ کی کتاب نہیں وہ تو نور ہدایت ہے اگر کوئی پچھلا واقعہ بیان کرتا ہے تو وہ بھی اسلئے کہ اس امت میں بھی ایسا ہی ہونے والا ہے نعوذ باللہ فضول قصے بیان کرنا قرآن کا کام نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ دعوی دلیل سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس سے آگے پیچھے سب احکام اسی امت محمدیہ کے لئے بیان فرمائے ہیں چنانچہ یہ حکم کہ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ پھر یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَیْرٌ ۔ یہ خطاب اللہ تعالے نے اس امت کی اصلاح کیلئے

مدنظر رکھکر فرمائے ہیں۔ بنابریں مفسرین نے بھی یک زبان ہوکر اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیتیں جو اس سے پہلے آئی ہیں وہ سب اسی امت کو مخاطب کرکے فرمائی گئی ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر اس آیت میں بعض پچھلے واقعات کا ذکر کرنا مدنظر ہوتا تو جیسے اللہ تعالےٰ نے اول پچھلے واقعات کو بیان کرتے ہوئے اشارات رکھے ہیں انہیں قرائن میں سے اسکے پہلے بھی کوئی نہ کوئی قرینہ آتا لیکن یہاں مطلق یہ بات نہیں مثلاً اللہ تعالےٰ نے واذ قلنا سے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں یا قلنا یا واذ قال اللہ سو اور یہاں یہ بات نہیں پس اس قرینہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اسی امت محمدیہ کے لئے ہے۔

یہ رسل ظلی و بروزی نبی ہوں گے۔

پھر اس میں ایک بات ایسی بیان فرمائی کہ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں یہ حکم اسی امت محمدیہ کے لئے ہے وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انبیاء موعودین جو اس امت میں تشریف لائینگے وہ مستقل انبیاء (یعنے براہ راست نبوت پانیوالے) کی صورت میں نہیں آئینگے اور حقیقی نبوت کا سلسلہ بھی آپ کے بعد بند ہے یعنے آنحضرت صلعم کے بعد تشریف لانے والے انبیاء نہ تو براہ راست نبوت پائینگے نہ کوئی نئی شریعت لائینگے بلکہ شریعت تامہ جو آنحضرت کو عطا ہوئی اسی کو تازہ کرنیکے لئے آئینگے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم ہی کے فیوض سے بہرہ ور ہوکر بطور آپ کے ظل یا بروز کے پہلی ہی شریعت کو جو رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے گی دوبارہ دنیا میں پھیلائینگے اسی وجہ سے یقصّون فرمایا کیونکہ مستقل نبیوں کی نسبت قرآن مجید نے یتلون کی اصطلاح مقرر فرمائی ہے اور ظلی و بروزی نبی کے لئے یقصون کی یہ اسلئے کہ قصہ وہی ہوتا ہے۔ جو پہلے کسی سے روایت شدہ ہوتا ہے پھر اگر کوئی اور آدمی کسی شخص کو وہی قصہ سناتا ہے تو اسکے لئے عربی زبان میں قصّ کا لفظ مقرر ہے

خاتم الانبیاء کے بعد نبی آنے کی دوسری دلیل

دوسری دلیل آنحضرت کے بعد نبی کے آنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں ہمیں ایک دعا سکھائی جو ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ نماز پنجگانہ میں اسکو پڑھے پھر اللہ تعالےٰ نے سورہ نساء میں اسکی تشریح یوں فرمائی ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا (النساء ع ۹) یعنی وہ لوگ جنکے درجات کے حصول کے لئے ہم نے تم کو سورہ فاتحہ میں

ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء۔ صالحین۔ لیکن ایک بات ہے وہ یہ کہ ان مراتب کے حصول کا ذریعہ آنحضرت ہی کی اطاعت[1] ہے پس تم اسی کے ذریعہ یہ مراتب حاصل کر سکتے ہو۔ یہاں اس امر کا بھی فیصلہ کر دیا کہ نبی کریم کے بعد مستقل نبی کوئی نہیں آسکتا ہاں آپ کی اطاعت سے بروزی رنگ میں آسکتا ہے اب یہ کہنا کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں سکتا محض جہالت ہے

تیسری دلیل پھر اللہ تعالٰے نے سورہ صٰفّٰت میں بہت سے نبیوں کا ذکر فرما کر بار بار فرماتا ہے کہ کذالک نجزی المحسنین لیکن افسوس کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو ایسی کثیر تعداد میں ہے کہ آنحضرت نے خود فرمایا کہ انی اکاثر بکم الامم اور باوجود اسکے کہ اللہ تعالٰے نے جعلنا کم امۃ وسطاً اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس فرمایا ایک بھی ایسا فرد کامل نہ ہو جسے پورے طور پر یہ نعمت دیگئی ہو تعجب ہے حیرت ہے افسوس ہے کہ اس دعا کو پڑھتے پڑھتے صدہا سال گزر گئے لیکن ابھی تک جس بات کی دعا مانگی گئی وہ کسی کو نہ حاصل ہوئی اور کوئی بھی اس انعام کا مستحق نہ ہوا نعوذ باللہ من ذالک حضرت موسیٰ نے تو اپنی قوم سے کہا کہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء۔ لیکن مثیل موسیٰ کی امت کو باوجود ایک خاتم النبیین کے درجہ پانے والے نبی کی امت ہونے اور امۃ وسطاً اور خیر امۃ کا خطاب پانے کے اس انعام کا چہرہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا کیا اس میں خود آنحضرت کی کسر شان لازم نہیں آتی کہ آپکو تو اللہ تعالٰے نے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء کا خطاب دیا لیکن کمالات نبوت کے فیوض جو اور نبیوں کی امتوں کو عطا ہوئے آپکی امت اس سے محروم ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ کی امت میں تو ہزاروں نبی آئیں لیکن مثیل موسیٰ جو موسیٰ سے بدرجہا افضل ہے اسکی ظلیت میں ایک نبی آنے کی بھی گنجائش نہ ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ مثلاً ایک معلم تو ایسا ہے جس سے علم سیکھ کر کئی لوگ عالم بن سکتے ہیں اور دوسرا ایسا ہے کہ جس سے علم حاصل کر کے کوئی شخص قطعاً ایک معمولی عالم ہونے کی بھی امید نہیں رکھتا پس ظاہر ہے کہ ان میں سے پہلا دوسرے کی نسبت بدرجہا افضل ہے تو اس قاعدے کے موجب خود آنحضرت بلکہ آپکی شریعت کا نقص لازم آتا ہے۔

خاتم النبیین کے کیا معنے اب مخالفوں کے اسپر دو اعتراض پڑتے ہیں ایک خاتم النبیین

---

[1] یہی وجہ ہے کہ ومن یطع اللہ ورسلہ نہیں فرمایا بلکہ الرسول فرمایا یعنے جو اللہ کی اور اس خاتم النبیین کی پیروی کریگا وہ حسب استعداد نبی یا صدیق یا شہید یا صالح ہو جائے گا ۱۲

کا اور دوسرا لانبی بعدی والی حدیث کا جسے اکثر پیش کرتے ہیں۔

سو پہلے کا تو یہ جواب ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ خاتَم ہے نہ کہ خاتِم پس ہم مانتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین یعنی انبیاء کی مُہر تھے اسمیں اللہ تعالےٰ نے یہ بتایا ہے کہ جیسے گذشتہ انبیاء کی نبوت آپکی تصدیقی مہر سے ثابت ہوتی ہے ایسے ہی آئندہ بھی آپکی اتباع ہی میں انبیاء آسکتے ہیں اور مستقل یعنی براہِ راست نبوت پاکر کوئی نبی نہیں آسکتا جب تک کہ آپکی اسکے متعلق تصدیق نہ ہوگی کلی طور پر نبوت آپ ہی کو عطا ہوئی پہلے پچھلے انبیاء سب جزوی نبوت لیکر آئے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپنے فرمایا کُنتُ نبیًّا و اٰدم بین الماء والطین میں نبی تھا اور آدم پانی اور طین کی حالت میں تھا۔ پس مہر سے یہ مراد ہے کہ آئندہ بھی آپکی تصدیق سے ہی نبی ثابت ہونگے۔ اور مہر اعتبار کے لئے ہی ہوا کرتی ہے اسی بنا پر قرآن کریم کا دعوےٰ ہے کہ مصدقًا لما بین یدیہ دوسرا اسکا یہ جواب ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالےٰ نے نبی کریم کے لئے مقام مدح میں فرمایا ہے اب اس سے انبیاء کا سلسلہ منقطع سمجھنے کی صورت میں تو آپکی نعوذ باللہ مذمت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین یعنے آنحضرت کا یوں جسمانی بیٹا جیسے تم زید کو بتاتے ہو کوئی نہیں لیکن ہاں خاتم النبیین یعنے روحانی تعلق سے جو کوئی بھی اسکے رنگ میں رنگین ہوگا وہی اسکا بیٹا ہے یہ اسلئے فرمایا کہ مشرک آپکو ابتر کا خطاب دیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تردیداً فرمایا کہ ہرگز آپ ابتر نہیں ہیں کیونکہ آپکا فیضان بہت وسیع ہے۔

آپکے بعد میں آپکے ہزاروں فرزند مجددین خلفاء اولیاء ہیں جو آپکے روحانی ورثہ لینے والے ہیں پھر وہ ولیعہد ہے جو آپ کے تمام کمالات و فضائل کا وارث ہے پس آپ ان سب کے روحانی باپ ہیں۔

لانبیّ بعدی کے کیا معنے ہیں

پھر لانبی بعدی والی حدیث کے کئی جواب ہیں اول یہ کہ میں پیچھے ثابت کر آیا ہوں کہ اس امت میں انبیاء کا آنا ایک ضروری اور لامحالہ امر ہے۔ دوم یہ کہ حضرت مسیح آخر زمان جن کی نسبت نبی کریم اور ہزارہا اولیاء کرام اور انبیاء عظام خبر دیتے آئے وہ بھی آپکے بعد ہی آنے والے ہیں اور وہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ نبی اللہ ہیں۔ سوم پھر نبی کریم کی یہ حدیث کہ لو کان ابراھیم حیًّا لکان نبیًّا۔ یہ سب باتیں اس

حدیث کے نقیض واقع ہیں تو پھر ہمیں کوئی ایسا طریقہ ڈھونڈنا چاہئے کہ جس کی رُو سے ان میں تطبیق ہو جاوے سو غور کرنے سے ہمیں پتہ لگ جاتا ہے کہ نبی کریم کی یہ حدیث کس موقعہ پر اور کس لئے بولی گئی مشکوٰۃ میں یہ سب قصہ آتا ہے ایک دفعہ حضرت نبی کریم ؐ کو کسی جنگ پر تشریف لے گئے آپ مع تمام صحابہ کے روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے اور چونکہ پیچھے تمام صحابہ اور نبی کریم کے اہلبیت کے لئے کوئی خادم خاص نگران نہ تھا اسلئے آپ نے مناسب سمجھا کہ حضرت علی کو پیچھے چھوڑ جائیں جب حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ میں ایک جنگ میں شمولیت سے محروم رہ جاؤنگا تو وہ غمناک ہوئے اسپر آنحضرت نے حضرت علیؓ سے یہ الفاظ کہے یا علی اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (اے علی کیا آپ راضی نہیں کہ آپ میرے پیچھے ایسے ہی رہیں جیسے ہارون موسیٰ کے پیچھے رہے تھے) کئی باتوں میں حضرت علی رضؓ ہارون کے مشابہ ہو سکتے تھے جیسے ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی تھے حضرت علی بھی بھائی تھے لیکن سگے نہ تھے چچیرے تھے جیسے حضرت موسیٰ ہارون کو اپنے پیچھے قوم کا نگہبان مقرر کر گئے تھے آپ نے بھی حضرت علی کو اس بات کے لئے مقرر فرما دیا لیکن ایک ایسی بات تھی جو ہارون میں تو پائی جاتی تھی اور حضرت علی میں نہ تھی وہ یہ کہ حضرت ہارون تو نبی تھے جیسے قرآن سے ثابت ہے وھبنا له من رحمتنا اخاه ھارون نبیًّا اور حضرت علی نبی نہ تھے اسلئے نبی کریم نے فرمایا کہ حضرت ہارون تو نبی تھے لیکن لا نبی بعدی تم میرے پیچھے نبی نہیں ہو۔

چہارم حضرت عایشہ مجمع البحار جو حدیث کی لغت ہے اسکی آخری جلد کے تکملے میں فرماتی ہیں۔ نبد کی تشریح کے نیچے) قولوا انه خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنے جو لوگ کرتے ہیں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ انکے رُو سے حضرت عایشہ کے قول کی تردید ہوتی ہے

پنجم۔ اس حدیث کے معنے حضرت مسیح موعود نے خود کئے ہیں کہ لا نفی کمال کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلعم کی اس حدیث کے معنے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے صلوٰۃ خداج (ناقص) کئے ہیں پس لا نبی بعدی کے یہ معنے ہوئے کہ میرے بعد نبوت کاملہ تامہ (جو وحی شریعت کی حامل ہوتی ہے) والا نبی یعنے صاحب شریعت نبی کوئی نہ آئے گا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر نفی جنس ہی کے معنے لئے جائیں۔ تو اس سے ہر ایک قسم کا نبی

ساقط ہو جاتا ہی پس مخالف جو ایک مستقل رسول یعنی مسیح بن مریم کو خاتم النبیین کے بعد لاتے ہیں۔ وہ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس سے لازم آئیگا کہ اُسے بھی نہ مانا جائے اور پھر ان معنوں سے نبی کریم کے اس قول کی کہ سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ تردید ہوتی ہے نیز آپ کا یہ ارشاد خلاف واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کیونکہ جب نفی جنس ہو تو ضرور ہے کہ مبشرات کا سلسلہ بھی بند ہو جائے پس ہمیں ضرور اسکے معنے اُس موقع کے مطابق جب آپ نے یہ حدیث فرمائی کرنے چاہئیے جو یہ ہیں کہ حضرت علی میرے بعد ہارون کی حیثیت میں ہیں مگر نبی نہیں اور یہ کہ صاحب نبوت کاملہ تامہ یعنے نئی شریعت لانے والا نبی آپ کے بعد نہیں آئیگا۔ بلکہ جو آئیگا آپکی اتباع یا ظلیت میں پہلی ہی شریعت کو بیان کرنے والا ہوگا۔

مسیح موعود کس شان کا نبی ہے

واضح ہو کہ نبی کریم کو خدا تعالٰے نے وہ شان بخشی ہے کہ اس شان کا اور کوئی نبی نہیں آیا جیسے آپ فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے امت مرحومہ محمدیہ کے علماء بھی شریعت موسوی کے انبیاء کے بعض کمالات حاصل کرینگے پس جو مثیل ہونے کے علاوہ خود نبی ہو وہ بدرجۂ اولی ان سب سے بہتر ہوگا پھر آپکو وہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ جو خاتم الانبیاء سے ظاہر ہے پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے عَلَّمَہٗ شدید القویٰ ذو مرۃٍ فاستویٰ پھر فرمایا ثم دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ پھر پہلے انبیاء تو ایک ایک قوم کی طرف ایک خاص غلطی کو جو اُن میں موجود ہوتی تھی دور کرنے آئے اور ہمارے نبی کریم تمام جہان کی قوموں کی طرف تمام غلطیوں کے دور کرنے کے لئے تشریف لائے۔ چنانچہ سورہ شوریٰ میں سب سے آخر اللہ تعالےٰ نے آنحضرت کو مخاطب کیا کہ تجھکو ایک کامل تعلیم دی گئی ہے اسلیے کہہ کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا پہلی تمام شرائع اس شریعت کی ایک جزو تھیں کیونکہ وہ مختلف قوموں کیطرف ایک ہی وقت میں کئی کئی آئیں۔ اسلیے شریعت کامل ہے کہ ایک ہی شریعت کل اقوام عالم پر آئی اور تا قیامت یہی شریعت ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ واوحی الیّ ھٰذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ تو اسوجہ سے آپ کی امت کا نبی بھی پہلے انبیاء سے افضلترین مرتبہ رکھتا ہے اور وہ سب سے بڑا اور افضل ہے اور وہ سب سے بڑا اور افضل مسیح موعود ہے۔ جس کی نسبت آنحضرت نے فرمایا

کہ کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم امامکم منکم یعنے تمہاری کیسی بہتر حالت ہو گی جبکہ تم میں مسیح ابن مریم اتریگا کیونکہ وہ حقیقت میں میری ہی دوسری بعثت ہو گی جیسے سورہ جمعہ و آخرین منہم سے ظاہر ہے۔ کہ وہ نبی پہلے امیین میں مبعوث ہوا پھر آخرین میں مبعوث ہو گا تقدیر عبارت یوں ہوئی۔

عیسےٰ ابن مریم امت محمدیہ سے آنیوالا ہے

اب میں یہ بتاؤنگا کہ یہ عیسےٰ ابن مریم آپ تے مسیح موعود کو کہا اور یہ کہ پہلا مسیح آ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ میں سب سے پہلے یہ بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کو عیسیٰ بن مریم کیوں کہا کئی باتیں ہم کو مابین مشابہت کی ملتی ہیں (۱) یہ کہ اُس زمانہ میں سب سے بڑی قوم عیسائیوں کی ہو گی اور خاص اس قوم کے مقابلہ میں ایک جنگ روحانی آپ کے ذریعہ ہو گی بات یہ ہے کہ جب کوئی نبی مرجاتا ہے تو اسکی قوم میں ضرور ایسے نقص پیدا ہو جاتے ہیں جو بڑھتے بڑھتے ایسے ہو جاتے ہیں کہ اس نبی کی روح یہ حالت دیکھکر اللہ تعالےٰ سے التجا کرتی ہے کہ اے خدا تو مجھے ہی دوبارہ دنیا میں بھیج تا انکی اصلاح ہو۔ اسپر اسکی دعا کو قبول کر کے ایک اور نبی بھیجا جاتا ہے جو اس کام کو سر انجام دیتا ہے اب حضرت صاحب کا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں تمام انبیاء کی قومیں راہ راست سے بھٹک کر دور جا پڑی ہیں لیکن ان کی ضلالت اتنا سخت نہیں ہے جتنی کہ مسیح کی قوم کی ہے کیونکہ دنیا میں زبردست قوم ان سے بڑھکر کوئی نہیں پیدا ہوئی اسلئے خاص اصلاح جو حضرت صاحب نے کرنی ہے وہ مسیح کی قوم کی کرنی ہے پس ؎ چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ؛ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند کے ماتحت آپکو اسم مسیح سے موسوم کیا۔ پھر چونکہ اور بھی تمام قوموں کی اصلاح آپ کے سپرد ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے کہ آپ امت محمدیہ کی اصلاح کرنے آئے محمد مہدی کہلائے اور اس لحاظ سے کہ یہود کی اصلاح کرنے آئے آپکو موسیٰ اور سلیمان کہا گیا لیکن خاص اصلاح جو کرنی ہے وہ نصاریٰ کی ہے اسلئے ابن مریم کہا گیا۔

(۲) دوسری وجہ عیسےٰ ابن مریم کہنے کی یہ ہے کہ جیسے مسیح ابن مریم شریعت موسوی کے آخر اور اسکی تکمیل کے لئے آئے اسطرح آپ بھی مثیل موسیٰ کی شریعت کے اشاعت ہدایت میں مکمل ہیں جیسے مسیح ابن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح آپ نے بغیر کسی سلسلہ کے پیر کے روحانی تولید پائی اور ابن مریم کہلائے ؎

دگر استاد را نامے ندانم ✤ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

ابن مریم خود نہیں آسکتے

اگر ابن مریم خود آئیں تو اُن کے آنے سے نبی کریم کی نبوت اور آپکی تعلیم ناقصہ ثابت ہوتی ہی کیونکہ مسیح ناصری جزوی نبوت لیکر آئے تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ کی تعلیم اور شریعت جزوی تھی یعنے صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے آیا ہوں اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ ایک عورت آپکے پاس آئی اور کہا کہ مجھے بھی وہ کچھ سکھا جو کہ باپ نے تجھے دیکر بھیجا ہے لیکن جواب دیا کہ میں سؤروں کے آگے موتی نہیں ڈالتا سو صریحاً ظاہر ہے کہ آپنے سوائے بنی اسرائیل کے اور کسی کو وہ شریعت نہ سکھائی جو انکو دی گئی تھی تو ایک جزئی نبی نبی کریم کی شریعت کی تکمیل کے لئے کس طرح آسکتا ہے جبکہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ آنحضرت کی شریعت کاملہ کل دنیا کے لئے تھی پھر حضرت نبی کریم کی اسمیں ہتک شان بھی ہے کیونکہ اس طرح آپکی شریعت ایسی ثابت ہوتی ہے کہ جسے سیکھکر کوئی ایسا انسان نہیں پیدا ہو سکتا جو وہ شان حاصل کرے جو مکمّلِ شریعت موسوی کو حاصل ہوئی پس بلفظ دیگر یہ کہنا پڑیگا کہ شریعت محمدیہ ناقص شریعت ہے کہ باوجود تمام دنیا کے لئے ہونے کے ایک ایسا نبی جو جزوی شریعت کا مکمل ہوا۔ اسکو اگر لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ کے مطابق پھیلاتا ہے اور خود یہ کسی ایسے انسان کو نہیں پیدا کر سکتی جو اس پیشگوئی کا مصداق بنے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس قاعدے کے ماتحت کیا وہ شریعت جو نبی کریم لائے افضل اور مفید ہے یا وہ شریعت جو حضرت موسیٰ لائے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو نئی شریعت کے آنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ پہلی بعد میں آنے والی سے بڑھکر ہے پس ضرور ہے کہ جو اس شریعت کی تکمیل اشاعت کیلئے آئے وہ مثیل موسیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی امت سے آئے نہ کہ موسیٰ کی شریعت کا پیرو کیونکہ اس صورت میں معلّم (آنحضرتؐ) کی کسر شان ہے

دوسری وجہ ابن مریم کے خود نہ آنے کی یہ ہے کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ سو اسکے متعلق بڑی عظیم الشان آیت سورہ مائدہ رکوع ۱۶ میں یوں آتی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

اسمیں ہمیں دو باتیں ملتی ہیں۔(۱) عیسائیوں کا رد دیکھو حضرت مسیح نے خود اقرار کیا کہ مینے تثلیث نہیں سکھائی تھی۔(۲) غیر احمدیوں کا رد یعنے وہ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں۔ پس حضرت مسیح یہاں پر دو زمانے بتلاتے ہیں (۱) آپ کا اپنی قوم میں شہید رہنے کا زمانہ اور وہ وفات سے پہلے تمام زمانہ پر مشتمل ہے کیونکہ اس کے بعد آپ فلمّا توفیتنی فرماتے ہیں نہ کہ فلمّا رفعتنی الی السماء اور دوسرا زمانہ وفات سے بعد کا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مینے اپنی وفات سے پہلے پہلے ان میں اس باطل عقیدہ کو نہیں پھیلنے دیا اور انکی ہر طرح سے نگرانی کرتا رہا ہوں۔ ہاں جب آپنے وفات دیدی تو اسوقت آپ ہی نگہبان تھے اگر بعد میں یہ عقیدہ پھیلا ہو تو آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ پس حضرت مسیح کا پہلا قول یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنی وفات سے پہلے ان کے نگران رہے ہیں اور یہ تثلیث کا عقیدہ آپکی حیات میں بالکل نہیں پھیلا۔ لیکن جب آپ اپنی قوم سے جدا ہوئے اور وہ جدائی وفات سے ہوئی ہے تو اسوقت نصاریٰ میں شرک پھیلا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا عیسائیوں میں تثلیث موجود ہے تو بداہتاً ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ جتنا زور ان میں اسکا ہے اتنا کبھی نہیں ہوا۔ تو ہر ایک سلیم الفطرت انسان کو ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح ضرور مطابق آیت مذکورہ وفات یافتہ ہیں۔ اسی طرح کنت انت الرقیب علیہم میں عیسائیوں کے بگڑنے سے اپنی لاعلمی جو حضرت عیسےٰ نے بیان کی تو اس سے یہ ثبوت ملگیا کہ آپ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں میرے بعد کیا ہوا۔

لفظ توفّی کے متعلق واضح ہو کہ جب کبھی یہ فعل ہو اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو تو ضرور یقیناً روح قبض کرنے کے معنے ہوتے ہیں جیسے کہ لغت کا حوالہ دیتا ہوں توفاہ اللہ۔ اماتہ۔ توفّی فلان مات فاللہ المتوفّی والعبد المتوفّٰی

(منجد صفحہ ۸۲۱)

وفات مسیح کی دوسری دلیل

دوسری آیت مسیح ناصری کی وفات کے متعلق یہ ہے

(یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الخ) یہاں بھی صریح الفاظ میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میں تجھے پاک موت دیکر وہ الزام جسکے رُو سے تجھ کو یہود نعوذ باللہ لعنتی ٹھہراتے ہیں رفع کر دونگا اور صلیبی موت جو ایک نبی کے لئے شایان نہیں ہے اس سے بچا لونگا یہاں پر بعض لوگ تقدیم اور تاخیر کا ڈھکونسلا چلاتے ہیں جو بہت ہی بیہودہ ہے کیونکہ تقدیم اور تاخیر ہمیشہ کسی وجہ سے ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص مضمون لکھتے لکھتے وہ بات جو پہلے لکھنی تھی پیچھے یا جو پیچھے لکھنی تھی پہلے لکھدے (یہ ہمیشہ جلدی سے ہوتا ہے) یہ کوئی خوبی نہیں۔ بلکہ عیب ہے اور ایک کمزوری ہے اور بعض دفعہ اشعار میں ایسا ہوتا ہے اور وہاں بھی یہی حال ہوتا ہے صرف قافیہ بندی میں کوئی نقص پیدا ہونیکی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف جو تمام صفات کا جامع اور غلطیوں اور کمزوریوں سے پاک ہے یہ بات منسوب کرنی صرف ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

تیسری دلیل۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقہ کانا یاکلان الطعام۔ یہاں بتایا کہ حضرت ابن مریم اور ان کی ماں پہلے کسی زمانہ میں کھانا کھاتے تھے کیونکہ کانا کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب نہیں کھاتے بلکہ پہلے کھایا کرتے تھے تو اگر مسیح زندہ تھے تو ضرور تھا کہ یہ کہا جاتا کہ پہلے تو دونوں کھایا کرتے تھے لیکن خود حضرت مسیح اب بھی کھاتے ہیں کیونکہ ہر ایک جسم جو بھی خدا نے پیدا کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ طعام کھائے جیسے اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام۔ پس اگر حضرت مسیح کو مع جسم کے آسمان پر مانا جائے تو ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ طعام بھی کھاتے ہیں پھر اس پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ بھی ماننے پڑینگے یعنے جو بھی طعام کھائے ضرور ہو کہ پاخانہ بھی کرے اور پیشاب بھی کرے پھر اسکو بیوی کی ضرورت ہو۔ پھر آگے جو نتائج نکلتے ہیں سب ہوں حالانکہ ایسی باتوں کے لئے خدا تعالےٰ نے زمین بنائی ہے اگر کہا جائے زندہ ہیں لیکن طعام نہیں کھاتے تو یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ نص صریح قرآنی جو ہر ایک جسم کیلئے کھانا اللہ تعالیٰ کا قانون بتلاتی ہے نعوذ باللہ جھوٹی ماننی پڑے گی اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ جسم تو اوپر نہیں گیا۔ البتہ روح گئی ہوگی سو یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ ایک مومن اور نبی کی روح

آسمان پر جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت مسیح کی روح منجملہ اور وفات یافتہ انبیاء کی روحوں کے دیکھی۔

چوتھی دلیل۔ پھر اجماع صحابہ جو قد خلت من قبلہ الرسل (اس سے پہلی آیت ما محمد الا رسول ہے) پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہُوا صاف طور پر بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ اتنے صحابہ میں سے ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں حالانکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسیح آخری زمانہ میں اترنا ہے پس تعامل بھی مطابق حدیث علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المھدیین بتلاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم فوت ہو گئے تھے۔

پانچویں دلیل پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون کہ فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون بتلاتا ہے کہ رفع عیسےٰ آسمان پر ایک ناممکن اور خلاف سنت اللہ بات ہے کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں ظرف کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے جو کہ حصر کا فائدہ دیتا ہے (یہ بلاغت کا قانون ہے) یعنی اسکے معنے یہ ہیں کہ بجز زمین کے اور کہیں بھی ہرگز تم نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اور کہیں مر سکتے ہو اور بعث ثانی بھی اسی زمین سے ہو گی پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً و امواتاً یعنے زمین میں ایسا جذبہ نہیں رکھا گیا کہ یہ اپنی چیزوں کو خواہ جاندار ہوں بیجان ہوں اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتی۔

چھٹی دلیل علاوہ ازیں اور بھی کئی آیات ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ (۱) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً و ھم یخلقون امواتٌ غیر احیاءٍ یہاں سے دو باتوں کا پتہ لگتا ہے ایک یہ کہ غیر احمدیوں کا یہ بیہودہ اعتقاد کہ حضرت مسیح چمگادڑیں پیدا کرتے تھے بالکل غلط ہے (۲) یہ کہ معبود مانتے ہیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف تم الوہیت منسوب کرتے ہو وہ خود مخلوق خدا تھے اور دوسرے عوام الناس کی طرح مر چکے ہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے۔

ساتویں دلیل و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہمارا قانون ہے کہ اگر کسی کی عمر میں کوئی غیر معمولی اضافہ کریں۔ تو وہ نہایت ہی کمزوری کی حد کو پہنچ جاتا ہے اسکے وہ قوےٰ ہرگز نہیں رہتے جن سے وہ اُس زندگی کا مزا اٹھا سکے لیکن افسوس کہ غیر احمدی

کہتے ہیں کہ مسیح دو ہزار سال سے زیادہ عمر پانے کے بعد بھی وہ کام آکر دنیا میں کریگا کہ جسے ایک جوان آدمی بھی نہیں نبھا سکتا۔

ومنکم من یتوفّٰی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئاً

یہ آیت بھی اس سے پہلی کی تقریباً مترادف ہے۔

آنیوالا کون ہے اور اس کے صفات

پس جب کہ خدا کے فضل سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن مریم کسی صورت میں بھی دوبارہ نہیں آسکتا اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسکی جگہ پر جو آئیگا وہ کون ہوگا۔ اسکا حُلیہ اور اسکے زمانے کے متعلق جو پیشگوئیاں احادیث میں مذکور ہیں وہ کونسی ہیں اور کسطرح سے صادق آتی ہیں۔

(۱) عن ابن عمران رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل اٰدم سبط الشعر تنطف او تھراق رأسہ ماءً قلت من ھٰذا قالوا ابن مریم حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں حالت رؤیا میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا ایک آدمی گندم گون اور سیدھے بالوں والا دیکھا۔ اسکے بال ایسے صاف تھے کہ گویا پانی ٹپک رہا ہی میںنے پوچھا کہ یہ کون ہی تو ملائکہ نے جواب دیا کہ ابن مریم (بخاری ۴۸۹ - ۸۷۶ - ۱۰۵۵) بخاری میں دو حلیے آئے ہیں ایک تو یہی جو اوپر مذکور ہے اور دوسرا یہ کہ فاما عیسٰے فاحمر جعد عریض الصدر یعنے عیسٰے تو سرخ رنگ کا گھنگرالے بالوں والا چوڑے سینے والا ہے۔

لہٰذا اختلاف حلیتین سے ثابت ہُوا کہ عیسٰے ابن مریم دو ہیں اول مسیح ناصری دوم امت محمدیّہ میں سے ایک نبی اللہ جو مصداق ہو کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم کا۔ پس احادیث بخاری و مسلم کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ مسیح محمدی کا حلیہ تو پہلا ہے اور مسیح بنی اسرائیل کا دوسرا کیونکہ پہلے حلیئے والے مسیح موعود کے ساتھ دجال کا ذکر آتا ہے اور دوسرے کے ساتھ نہیں آتا پس اس سے ان میں تمیز ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ پہلا حلیہ حضرت صاحب کا ہے پھر اس میں ایک بات ایسی ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح اسی امت ہی سے آئیگا وہ یہ کہ اس حدیث میں فیکم و امامکم منکم کا لفظ تبلاتا ہے کہ وہ مسیح اسی امت ہی سے آئیگا جیسا کہ قرآن کریم میں سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں اللہ تعالےٰ نے رسولوں کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی بتایا کہ وہ انہیں میں سے

آئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم اور جیسے حضرت ابراہیم کی دعا ہے۔ جو آپ نے اپنی اولاد کے بارے میں فرمائی ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم الخ اے خدا تو انہیں میں سے رسول بھیج جو تیری آیتیں اُن پر پڑھے یہ بھی ایک امتی فضیلت ہے کہ اسی میں سے رسول بھیجے جائیں اسی لئے فرمایا کہ مسیح بن مریم جیسا عظیم الشان نبی جس سے شیطان کی آخری جنگ ہوئی وہ تمہیں میں سے آئے گا۔

(۲) عن ابی سعید رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یملک سبع سنین رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ فی باب اشراط الساعۃ رواہ الحاکم ایضاً۔ چونکہ یہ حدیث صدی چہاردہم کا مصداق لامہدی الا عیسےٰ کا ہے لہذا حلیہ مہدی کا جو اس حدیث میں موجود ہے یعنے روشن پیشانی والا اسپر صادق آتا ہے اور اسوقت میں تمام زمین کا ظلم سے پُر ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ تثلیث اور بت پرستی تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور شرک سے بڑھکر کونسا ظلم ہوگا ان الشرک لظلم عظیم غلبۂ اسلام اور توحید کامل کا دنیا میں ہونا یقینی طور پر متوقع ہے کیونکہ الہامات مندرجہ براہین وغیرہ میں یہ غلبۂ اسلام مذکور ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح کا غلبہ پورے سات برس تک رہے کیونکہ پیشنگوئی کا اکثر حصہ پورا ہو چکا ہے سو ضرور ہے کہ یہ جزو بھی واقع کی صورت اختیار کرے یاد رہے کہ یہ غلبۂ اسلام بحجت ہے نہ بہ سیف

(۳) تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس رواہ احمد وابوداؤد۔ قیامت قائم ہوگی اس حالت میں کہ نصاریٰ سب لوگوں سے زیادہ ہونگے والحمد للہ کہ اپنے وقت موعود پر مسیح موعود تشریف لائے۔

(۴) عن ابی ھریرۃ قال فیما اعلم عن رسول اللہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ھکذا فی المشکوٰۃ فی کتاب العلم ورواہ الحاکم ایضاً۔ اس چودھویں صدی میں سے ۳۲ برس گزر گئے اور پیشگوئی جو حدیث صحیح سے آنحضرت صلعم سے ثابت ہے وہ نعوذ باللہ جھوٹی نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی دوسرا ایسا مجدد جو اسوقت اپنا فرض منصب ادا کر رہا ہو موجود نہیں ہے پس ہر ایک مومن کو جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو۔ لازم

اور واجب ہے کہ اس امام برحق کو مان لے جو ساتویں ہزار میں پانچویں ہزار کے مجدد اعظم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی کا مظہر ہے۔

(۵) وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ (بخاری) شراح حدیث اسکی شرح میں لکھتے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین۔ اس حدیث صحیح اور متفق علیہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود بوقت غلبہ صلیب پرستی آویگا اور حجج وبراہین سے اسکی تردید کریگا۔ اور نشانات سے اپنے متبعین کا ایمان اس درجہ پر پہنچائیگا کہ وہ اپنے دین کے متعلق تمام قسم کے فتن سے محفوظ ہو جاینگے

(۶) حدیث نواس بن سمعان میں موجود ہے فقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرأ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم الیٰ قولہ صلے اللہ علیہ وسلم اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ مقابلہ مسیح کا دجال سے بحجت و برہان وادعیہ کے ہوگا نہ کہ تلوار سے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنہ دجالیہ انتہا درجہ کو پہنچیگا اور اہل اسلام میں ان کے دفع کرنے کی تاب نہ رہیگی تب اللہ تعالےٰ مسیح موعود کو اپنے وقت پر بھیجدیگا چنانچہ وہ اپنے معینہ وقت پر آچکا۔ پس مژدہ ہے ایمان اور ایقان کے نشنوں کے لئے پھر اس حدیث کے ساتھ یضع الحرب والی حدیث بھی آتی ہے جس میں اس بات کا رد ہے جو غیر احمدیوں کا اعتقاد ہے۔

(۷) عن ابی حصین رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما بین خلق اٰدم الی قیام الساعۃ امرًا اکبر من الدجال (مسلم) قال البغوی فی تفسیر لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس اَلنَّاسُ الدجال۔ -

اس حدیث اور اس تفسیر سے ایک تو یہ پتہ لگ گیا کہ دجال کا فتنہ بڑا فتنہ ہے۔ دوم وہ ایک آدمی نہ ہوگا بلکہ ایک گروہ کا نام ہے۔ پس مطابق حدیث کے تمام تواریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس زمانہ جیسا ابتلا کبھی پیدائش دنیا سے آجتک نہیں ہوا۔ ہزار ہا کتابیں اسلام کی تردید میں شائع ہوئیں اور کروڑوں روپیہ اسپر خرچ ہوا قریب تھا کہ اسلام کا نام ہی مٹ جاتا۔ اگر خدا تعالےٰ اپنے رحم سے اسکی حفاظت نہ کرتا جیسے کہ اسکی مشیت کا تقاضا ہے۔ کہ حق

مذہب کا وہ حامی ہوتا ہے۔

(۸) عن ابی ہریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ واخرین منھم لما یلحقوا بہم قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سال ثلثا وفینا سلمان الفارسی ثم قال لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ھؤلاء۔ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ نبی کریم کی بعثت ثانی کا ذکر جو سورہ جمعہ میں ہے اسی طرح مسیح بن مریم کا بھی دوبارہ آنا ہے پس آنحضرت نے فرمایا کہ میری بعثت ایک فارسی نسل شخص کے ذریعہ ہوگی تو آپنے تشریح کردی مسیح بن مریم کی بعثت کیونکر ہوگی۔ کیونکہ غیر احمدی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم خود آئیگا۔ لیکن ہم تو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ ۲ آنحضرت دوبارہ آئینگے پس جب سب مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت کی بعثت بروزی رنگ میں ہوگی تو مسیح ناصری کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ خود آئیگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسیح موعود فارسی ہوگا۔ پس یہ بھی حضرت مسیح موعود نے اپنی متفرق کتابوں میں ثابت کردیا ہے پھر ایمان کی حالت جو اس مسیح کی آمد کے زمانہ میں ہوگی اسکا نقشہ بھی آنحضرت صلعم نے حدیث میں کھینچا ہے۔

پھر حدیث میں آیا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت ابن مریم یخرج من تحت المنارۃ البیضاء شرقی دمشق (کنز العمال)

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے انکے نزول کا ٹھیک پتہ دیا اور وہ یہ کہ دمشق سے ٹھیک جانب شرق کو ہوگا چنانچہ قادیان تخمیناً بتیسویں درجہ پر شرق کو دمشق سے واقع ہے اور دمشق تقریباً ۳۳ درجہ مغرب کو اور منارہ کے معنے نور چمکنے کی جگہ جس کے متعلق عین منارہ ہی کا لفظ الہام میں آیا ہے۔

(۹) عن انس ابن مالک قال لیس من بلد الا سیطاہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ لیس من نقابھا نقب الا علیہا الملئکۃ صافین یحرسونہا (بخاری صفحہ ۲۵۳)

ظاہر ہے کہ جس گروہ کی یہ خبر ہے۔ اس کے افراد تمام بلاد دنیا میں پھیل گئے جیسے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ وھم من کل حدب ینسلون مگر مکہ اور مدینہ میں ان کا ابتک کوئی دخل تصرف

نہیں ہے۔

(۱۰) عن کعبؓ قال یطلع من المشرق قبل خروج المھدی نجم ولہ ذنب ویضیئی* اقتراب الساعۃ والے نے کہا کہ یہ ستارہ ۱۲۷۵ھ میں جمادی الآخر میں نکلا تھا دو مہینے تک ٹھہر کر غائب ہو گیا پھر ۱۸۹۶ء میں بھی نکلا۔ چنانچہ کئی اخبارات میں بھی شائع ہو چکا۔

(۱۱) ان للمھدی آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔ یہ اجتماع خسوف وکسوف تو اریخ غیر معمولی ہیں ممالک مشرقیہ خصوصاً پنجاب میں ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں مطابق ۱۸۹۴ء واقع ہو چکا۔ تمام اخبارات اور ہیئت دانوں نے اسکے عجائبات لکھے۔ فالحمد للہ

پھر قرآن کریم میں جو علامات آئے وہ بھی خدا کے فضل سے سب کے سب ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہوئے مثلاً اذا الصحف نشرت و اذا العشار عطلت و اذا النفوس زوجت و اذا النجوم انکدرت الخ یہ سب علامات پوری ہو گئیں ان کے متعلق کوئی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت صاحب کی کتابوں میں اسکی بار بار تشریح آئی ہے۔ اور سینکڑوں دفعہ یوں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

آخر میں صرف یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کی آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے اس آخری زمانہ کے رسول کا نام ظاہر ہے جو آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا مظہر اتم ہونیوالا تھا آنحضرت احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اولین مصداق تھے مگر یہ کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم احمد تھا چنانچہ اسی لئے عبادات میں محمد ہی آتا ہے اور جائز نہیں کہ اسکی بجائے کوئی احمد استعمال کرے، اور لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھے پھر وھو یدعی الی الاسلام (اور وہ اسلام کیطرف بلایا جاتا ہو) بھی بتاتا ہے کہ اس سے مراد نبی کریم نہیں کیونکہ آپ تو بانی اسلام تھے اسمیں تو کسی ایسے شخص کا ذکر ہو سکتا ہے جو آپ کے خلفاء میں سے ہو اور جسے لوگ مفتری سمجھکر اسلام کی طرف بلائیں پس یہ احمد مسیح موعود ہی جو نبی کریم کی دوسری بعثت (حسب وعدہ واخرین منھم) کا مظہر اتم ہے اور جسکا وجود آنحضرت ہی کا وجود ہے اور بروزی رنگ میں وہی نبی خاتم الانبیاء ہے جو سب کو معلوم ہے کہ بیعت لیتے وقت اپنی رسالت کا اقرار ان الفاظ میں لیا کرتا تھا کہو آج میں احمد کے ہاتھ پر .... (اور صاف ظاہر ہے کہ احمد اور رسالت بر طبق پیشگوئی لازم و ملزوم ہیں) اور جسکی نسبت قرآن مجید میں اسی آیت سے متصل ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ آیا ہے۔ اسپر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ مسیح موعود کے لئے ہے اور اسی کے زمانہ میں کل دینوں پر غلبہ ہوگا۔ فامنوا بہ ولا تکونوا من الکافرین واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین ۞

عبد الجلیل متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

یہ مضمون مدرسہ احمدیہ کے طلباء کو جو انعامی مضمون دیا گیا تھا اس میں مضمون اول ... اصلاح کے بعد ... نہیں بدلا ...

ایک حدیث کی تشریح

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد الخ (متفق علیہ مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

اس حدیث کی تشریح اکثر مولوی صاحبان یوں کیا کرتے ہیں کہ مسیح جب آویں گے تو اسقدر مال لٹائینگے کہ کوئی قبول نہیں کریگا ہر شخص مال و دولت سے مالا مال ہو جائیگا۔ حالانکہ یہ معنے قرآن اور حدیث کی رُو سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں مگر مولوی صاحبان کی موجودہ دنیاوی حالت انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ اسکے یہی معنے کریں۔ ظاہر ہے کہ جب مسیح مال لٹائینگے تو دو صورتیں ہونگی یا تو وہ مسلمانوں کو مال دینگے اور وہ نہیں لینگے یا وہ کفار کو دینگے اور وہ قبول نہیں کرینگے۔

ایک مسلم مال لینے سے انکار نہیں کرسکتا

صورت اول میں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایک خدا تعالے کا پیارا نبی جس کی آمد کی تمام انبیاء خبر دیتے آئے وہ ایک مسلمان کو مال دے اور وہ ناشکری سے انکار کردے خصوصاً قرآن کریم کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ما اتکم الرسول فخذوہ کہ رسول جو تم کو دے وہ لے لو ایک مسلمان تو قرآن کریم کے خلاف مسیح کے دیئے ہوئے مال کے لینے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور پھر رسول اللہ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ما اعطیت بغیر مسئلۃ فخذہ یارک اللہ لک حضرت عمرؓ کو آنحضرت نے کچھ دیا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں تو غنی ہوں آپ کسی حاجتمند کو دیں آپ نے فرمایا کہ جو چیز تو بغیر سوال کئے دیا جائے تو اس کو قبول کر خدا تعالے اسکو تیرے لئے مبارک کریگا پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مومن پاک اور مبارک چیز کو قبول نہ کرے بلکہ اگر قرآن اور حدیث کی یہ تاکید نہ بھی ہوتی۔ تو بھی مسلمان تو تبرکاً مسیح موعود کا دیا ہوا مال ضرور قبول کرتے

ایک کافر بھی مال لینے سے انکار نہیں کریگا

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کفار کو مال دینگے اور وہ قبول نہیں کرینگے یہ معنے قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن

کے رُو سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو مال و دولت بہت عزیز ہوتی ہے حتیٰ کہ اسکے بدلے میں وہ خدا کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن آدم کے لئے اگر دو وادیاں سونے کی بھری ہوئی موجود ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کریگا۔ سوائے مٹی کے ابن آدم کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی پس جب ایسی حالت ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کفار کو مسیح مال دیں اور وہ قبول نہ کریں بلکہ کفار جو دنیا کے شیدا ہیں وہ تو مسیح کے بڑے شکر گذار ہو کر اور بھی لالچ کرینگے۔

غیر احمدیوں کے معنے ایک اور وجہ سے بھی غلط ہیں

علاوہ اسکے ان معنوں میں ایک اور دقت یہ پیش آتی ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک جس قدر انبیاء آئے ہیں سب نے دنیا کے پنجے سے چھوڑانے اور خدا کی طرف لگانے کی کوشش کی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث اور تجربہ و مشاہدہ سے یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مال و دولت انسان کو خدا سے غافل کرنے والی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے کہیں زکوٰۃ لگا دی ہے اور کہیں قسم کے کفارات اور صدقات اور قربانیاں رکھدی ہیں اور کئی مدین مصرف مال کی اسی غرض سے نکالیں تا کہ انسان کی نظروں میں مال کی محبت کم ہو اور غفلت کی نوبت نہ پہنچے پس یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح منہاج نبوت کے خلاف لوگوں کو دنیا دار بنانے کی کوشش کریں اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کے لئے غفلت کے سامان مہیا کریں حالانکہ نبی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ غفلت کی ظلمت سے لوگوں کو نکالیں پس ان معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح پر سخت الزام آتا ہے۔

پیشگوئی کے معنے قبل از وقت نہیں سمجھے جا سکتے

اصل بات یہ ہے کہ قبل از وقوع پیشگوئیوں کے معنے کرنا اور سمجھنا بہت دشوار امر ہے جبتک خدا تعالےٰ خود تصریح کر کے نہ سمجھا دے۔ نبیوں کو بھی ان کے معنے کرنے میں غلطی لگ جاتی ہے چنانچہ حضرت نوحؑ سے خدا تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ میں تیری قوم کو تباہ کرونگا اور تجھے اور تیرے اہل کو بچاؤنگا۔ اب حضرت نوحؑ نے اہل کے مفہوم میں اپنے بیٹے کو بھی شامل کیا اور عرض کی رب ان ابنی من اھلی و ان وعدک الحق۔ بحالیکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک نبیوں اور پاکوں کے اہل میں بھی وہی شامل ہوتا ہے جو انکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے جو ایسا نہ ہو لنگہ اہل سے خارج کر دیا جاتا ہے اسی واسطے جواب ملا۔ انہ لیس

من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کو بتایا گیا کہ لمبے ہاتھوں والی بیوی آپ کی سب بیبیوں سے پہلے فوت ہوگی۔ اسکا ظاہری مفہوم جو آپکی ازواج مطہرات نے لیا وہی آپنے بھی لیا (ورنہ آپ ضرور انکو حقیقی معنوں سے آگاہ کرتے) لیکن واقعات نے اسکے یوں معنی کھولے کہ حضرت زینب پہلے فوت ہوئیں جو کہ سخاوت کے لحاظ سے لمبے ہاتھ رکھتی تھیں پس مولوی صاحبان کو مناسب تھا کہ قبل اسکے کہ واقعات اس پیشگوئی کے معنوں کو کھولتے اپنے دل میں کوئی خاص معنے متعین نہ کرتے یا کم از کم ان پر اصرار نہ کرتے تا اس ٹھوکر سے بچ جاتے۔

اس حدیث کے صحیح معنے

دیکھو واقعہ نے اسکے معنے یوں کھولے ہیں اور یہی حقیقی معنے ہیں جو معجزہ کے رنگ میں پورے ہوئے اور اپنے اندر ایک عظمت اور شان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود نے کتاب براہین احمدیہ شائع کی اور اشتہار دیا کہ جو کوئی اسکا رد لکھے دس ہزار روپیہ میں اسکو انعام دونگا اگر اعتبار نہ ہو تو یہ رقم بنک میں جمع کرائی جا سکتی ہے جو ردّ لکھنے کے بعد جواب دہندہ کو دیجائے گی مگر آجتک کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا جو اس کتاب کا ردّ لکھے پھر مولوی ثناء اللہ و دیگر علماء کے مقابلہ میں اعجاز احمدی لکھی اسکا بھی دس ہزار روپیہ انعام رکھا مگر مخالفین کا ایسا ناطقہ بند ہوا کہ آجتک کسی کو جواب کا حوصلہ نہ ہوا۔

اسی طرح حمامۃ البشریٰ و نجم الہدیٰ و تحفہ گولڑویہ و کرامات الصادقین میں بھی انعام کا وعدہ ہے مگر کوئی شخص علماء عرب و عجم سے نہ نکلا جو یہ مال قبول کرتا پس فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یفیض المال ولا یقبلہ احد۔

الغرض منکرین مسیح کے لئے تو اس رنگ میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ انبیاء کے منکر دنیا کے زیادہ گرویدہ ہوتے ہیں پس دنیا کے رنگ میں بھی ان کے لئے یہ نشان ظاہر ہوا۔ باقی رہے مومنین سو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مومن کا مال درہم اور دینار نہیں بلکہ خداتعالےٰ کی طرف سے جو خاص حقائق اور معارف ملے جاتے ہیں وہ مومن کا مال اور دولت ہوتے ہیں پس مسیح موعود نے اگر حقایق اور معارف کا ان کے لئے ایسا دریا بہا دیا کہ سنبھال نہ سکے اور انکی کثرت نے انکو تھکا دیا۔

مخالفین کو چاہئیے کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابیں غور سے پڑھیں شاید اس حقیقی دولت سے ان کو کچھ حصہ ملجائے۔

(راقم حافظ جمال احمد۔ مبلغین کلاس)

ایک سوال کا جواب

عالم حقائق آگاہ مولٰنا محمد سرور شاہ صاحب نے ایک سوال کا جواب اس عالمانہ اور محققانہ رنگ میں دیا ہے جس کی ان سے توقع کیجا سکتی تھی میں اس مضمون کے بارے میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ پیامی حضرات اس واقعہ سے عبرت پکڑیں۔ اہلبیت نبوت سے جو بغض و نقار وہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے لئے الزامات تراشتے رہتے ہیں وہ الٰہی غضب سے ڈریں اور حرکت ناشائستہ کا انجام سوچیں کہ کیا ہوگا یہ ایک چھوٹی سی بات نہیں بلکہ بڑا بول ہے جو وہ بولتے ہیں اس بدظنی کی سزا میں وہ سلسلہ سے عملاً خارج ہو چکے ہیں اور روز بروز دور ہوتے جاتے ہیں قریب ہے کہ دہریت کے لق و دق میدان میں وحید و طرید ہلاک ہوں۔ اعاذنا اللہ منہا"

سوال میرے ایک مکرم دوست نے واقعہ افک کی نسبت (جو کہ حضرت صدیقہ عائیشہ پر باندھا گیا تھا اور جس کا بیان سورہ نور میں ہے) یہ سوال کیا ہے کہ واقعہ افک سے پہلے زنا پر چار گواہوں کا پیش کرنا اور بصورت نہ پیش کر سکنے کے اتہام زنا لگانے والوں کو ۸۰ درہ لگانا مشروع اور شرعی حکم ہو چکا تھا۔ یا کہ واقعہ افک کے پیش آنے کے بعد یہ شرعی حکم صادر ہوا۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت تو ہو نہیں سکتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان دو صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے اس پر نہایت قوی اعتراض وارد ہوتا ہے۔

کیونکہ بصورت پہلے مشروع ہونیکے یہ بڑا بھاری اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب شرع نے الزام زنا پر چار گواہ نکالانا۔ اور بصورت نہ لانیکے حد قذف لگانا مقرر کیا ہوا تھا تو پھر آنحضرت صلعم کیوں ایک ماہ متردد رہے اور عائیشہ رض کو استغفار کی ترغیب دی۔ اور ایک ماہ تک انکو کالمعلقہ رکھا بلکہ اس عرصہ میں ان سے بات چیت بھی ترک کر رکھی۔ اور کیوں حکم شرعی کے مطابق ان سے چار گواہ نہ طلب فرمائے اور بصورت عجز کیوں انکو حد قذف نہ لگائی اور کیوں انکے چار گواہ نہ لانے پر انکو جھوٹا اور عائیشہ کو بری قرار نہ دیا اور کیوں شرعی حکم پر عمل نہ کیا۔

اور پہلے مشروع نہ ہونے کی صورت میں ان سے کیوں چار گواہوں کا مطالبہ کیا حالانکہ یہ مطالبہ

تب ہی ہو سکتا تھا کہ اس سے پہلے یہ شرعی قانون قرار پا چکا ہوتا اور نہ لا سکنے کی صورت میں ۸۰ درّہ لگانا بھی صریح ظلم ٹھہرتا ہے کیونکہ اجرائے قانون سے پہلے کے فعل پر سزا شرعاً اور عقلاً ظلم ہے

الجواب اس سوال کے جواب سے پہلے ہم کلام اللہ اور حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان سے ان دو صورتوں میں سے کس کی تعیین ثابت ہوتی ہے۔

سورہ نساء میں فرمایا ہے واللتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ شھداء فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اثبات زنا کے لئے گواہوں کا مطالبہ اسوقت شروع ہوا ہے جبکہ ابھی لعان اور حد زنا مشروع نہیں ہوئے جیساکہ فامسکوھن حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا سے ثابت ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ استشہاد اربعہ شہود کا حکم (جو سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیت کریمہ ہی ضرور مقدم ہوگا (بلکہ ہے) اس آیت کے نزول سے جس میں اس سبیل کا بیان ہو جسکو اس آیت کریمہ میں امساک فی البیوت کے لئے غایت اور نہایت قرار دیا ہے۔

اب ہم ان آیات کو تلاش کرتے ہیں کہ جن میں اس موعود سبیل کا بیان ہے تو وہ الزانیۃ و الزانی فاجلدوا کلوا احد منھما الخ میں ہے جو کہ سورہ نور کے ابتداء میں واقعہ افک سے پہلے نازل شدہ ہیں۔

یہ تو تحقیق نفس چار گواہ کے مطالبہ کی نسبت ہے کہ یہ بیانِ سبیل پر مقدم ہے اور بیانِ سبیل واقعہ افک پر مقدم ہے اور اسی طرح چار گواہ نہ لانے کی صورت میں اتہام لگانے والوں کے جھوٹا ہونے کا بیان بھی اسی طریق کے ساتھ واقعہ افک پر مقدم ہے کیونکہ سورہ نساء کی اس آیت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائینگے تو انکا بیان کردہ الزام محض اتہام اور جھوٹا الزام ہوگا۔ رہی یہ بات کہ اگر وہ چار گواہ نہ لا سکیں تو پھر انکو ۸۰ درے لگاؤ۔ تو اسکا ذکر گو سورہ نساء میں نہیں لیکن سورہ نور ہی سے ثابت ہے کہ واقعہ افک کے نزول سے پہلے یہ مشروع ہو چکا تھا سورہ نور کا پہلا رکوع سورۃ انزلنھا سے شروع ہو کر وان اللہ تواب حکیم تک ختم

ہوتا ہے جس میں پہلے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مأۃ جلدۃ الیٰ قولہ وحرم ذٰلک علی المؤمنین میں حد زنا اور زانیہ اور زانی کے نکاح کا بیان ہے اسکے بعد والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ الیٰ قولہ فان اللہ غفور رحیم میں محصنات پر اتہام زنا لگانے اور چار گواہ نہ لاسکنے کی صورت میں ۸۰ درے لگانے اور مردود الشہادت قرار دینے کا ذکر ہے اسکے بعد والذین یرمون ازواجہم الیٰ قولہ وان اللہ تواب حکیم میں اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگانے اور پھر اپنی ذات کے سوا اور چار گواہ نہ لاسکنے کی حالت میں اربعہ شہادات اور لعنت اور غضب الٰہی کی اپنے لئے بددعا کرنیکا بیان ہے۔

اسکے بعد دوسرا رکوع ان الذین جاؤا بالافک سے شروع ہوکر وان اللہ رؤف رحیم پر ختم ہوتا ہے اور افک کے فیصلہ کے لئے یہی رکوع نازل ہوا ہے جو کہ ۱۰ آیتیں ہیں جیسا کہ افک کی حدیث میں آیا ہے جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہے اور جس میں آتا ہے کہ قد مکث اشہرا لا یوحی الیہ اور پھر اسکے آخر میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں ثم تحولت فواللہ ما رام مجلسہ حتی انزل اللہ علی رسولہ فاخذہ من البرحاء ما یاخذہ حتی یتحدر منہ مثل الجمان من العرق فی یوم شات من ثقل ما نزل علیہ فسری عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یضحک ویقرأ ان الذین جاؤا بالافک الخ اور پھر پہلے رکوع میں والذین یرمون ازواجہم الخ جیسی آیتیں موجود ہیں جو کہ صاف بتاتی ہیں کہ واقعہ افک کے متعلق وہ ہرگز نہیں ہیں۔ پس اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ماہ تو پہلا رکوع دوسرے سے پہلے نازل ہوا ہے اور پھر دوسرے رکوع کا طرز بیان یہ رکھنا کہ جب فلاں فائدہ تھا تو کیوں تم نے سنتے ہی یہ نہ کہدیا کہ یہ افک مبین ہے اور فلاں امر کے لحاظ سے کیوں تم نے سنتے ہی یہ نہ کہدیا کہ یقیناً یہ بہتان عظیم ہے۔ پھر خصوصاً دو چار گواہ نہ لائے تھے تو وہ اللہ کے نزدیک کاذب تھے الخ صاف بتاتا ہے کہ چار گواہوں کے مطالبہ کا ارشاد پہلے سے نازل شدہ اور معمول بہا تھا۔

تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ محض احتمال ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ چار گواہوں کا اس صورت

میں مطالبہ کرنا چاہیئے اور اسکو پورا نہ کرنے کی صورت میں الزام لگانے والے کاذب ہیں اور نیز ان کو ۸۰ درہ لگانا چاہیئے"۔ فیصلہ افک کی آیات سے اور فیصلہ کے وقت سے پہلے نازل ہوچکا تھا تو اب میں ان باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں جو کہ بطور اعتراض اس صورت پر پیش کی گئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ جب ایسا تہا تو پھر کیوں آپ ایک ماہ تک متردد رہے اور کیوں عائشہ کو استغفار اور توبہ کی ترغیب دی اور ایک ماہ تک اسکو کالمعلقہ رکھا بلکہ بات چیت بھی اس سے ترک کردی اور کیوں اس شرعی حکم پر عمل نہ کیا کہ چار گواہ طلب کرتے اور عجز کی صورت میں انکو کاذب اور عائشہ رضہ کو بریہ قرار دیتے۔

پس اسکی نسبت عرض ہے کہ اگر اس مقدمہ کا مجرد فیصلہ مدنظر ہوتا۔ تب تو چار گواہ طلب کرنے پر اگر وہ چار گواہ نہ لاتے تو مجرد اس نہ لانے کے ساتھ حضرت عائشہ رضہ کو بری کردیتے اور کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ رہتی لیکن قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنے اور آثار کے مطالعہ اور واقعات اور حالات میں غور کرنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر فقط فیصلہ ہی مدنظر نہ تہا۔ بلکہ یہاں پر چونکہ اہلبیت نبوت پر الزام تھا اور منافقوں نے بڑی کوشش سے مسلمانوں میں اسکو پھیلا دیا تھا اور بعض ضعیف لوگوں پر اسکا بہت برا اثر ہوچکا تھا۔ اور فیصلہ قانونی ہو یا شرعی ہو۔ اور اسکا کرنے والا معمولی انسان ہو۔ یا عظیم الشان نبی ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جیسا فیصلہ ہوا ہے واقعہ میں بھی یونہی ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کی چالاکی سے یا ثبوت مہیا نہ ہونے سے فیصلہ کچھ دیا جائے اور واقعہ میں اسکے خلاف ہو چنانچہ خود آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات ایک لسان شخص ہو۔ اور میں فیصلہ اسکے حق میں دیدوں۔ تو اس سے وہ چیز اور زمین اسکا حق نہیں ہوجاتی۔ بلکہ میں گویا اسکو آگ کا ایک ٹکڑہ دے رہا ہوں۔ پس چار گواہوں سے عاجز ہونے کی صورت میں گو آنحضرت صلعم حکم بریت کا بھی دیدیتے تو بھی یہ ممکن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں وہ بدظنی قائم رہتی جو کہ منافقوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ضعفاء کے دلوں میں خوب ڈالدی تھی۔ تو اس صورت میں اول تو اہلبیت نبوت کی نسبت بدوں شہادت الہیہ کے محض از خود ایسی قبیح بدظنی ہی انکی ہلاکت اور تباہی کیلئے کافی تھی اور پھر اس سے بھی بڑھ کر آنحضرت صلعم کی نسبت انکے دلوں میں طرح طرح کے گندے خیالات پیدا ہوتے جب وہ دیکھتے کہ آپ کا فلاں عورت کے ساتھ ایسا پیار کا تعلق اور برتاؤ ہے اور الخبیثات للخبیثین الطیبات للطیبین پر خیال کرکے نہیں معلوم کہ وہ کس وادی میں جا ہلاک ہوتے

اور انکے دین و ایمان کا کیا حشر ہوتا۔

پس ایک مقدمہ میں جلد فیصلہ دینے کی نسبت نبی کے لئے مومنین کو ہلاکت اور تباہی اور بے دینی اور گمراہی سے بچانا اور اصلاح الناس زیادہ ضروری اور اہم مقصد اور مقدم ترین فرض ہے سارا یہ امکان ہی کی حد تک نہیں بلکہ قرآن مجید سے صاف ثابت ہے کہ یہ امر واقعہ ہے۔ چنانچہ سورہ نور کی اسی رکوع کی چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ یہ ظاہر ہے کہ کسی جماعت کے وہ افراد جو کہ سب سے زیادہ اسکے اہل اور مستحق ہیں کہ وہ کسی امر سے بچیں یا کسی امر کو ضرور کریں۔ ان افراد کی خلاف ورزی کی حالت میں اُس جماعت کے دوسرے لوگوں سے بالکل امان اٹھ جائے گا۔ مثلاً جب کسی بادشاہ کے بیٹے اور حرم اور وزراء دوسرے بادشاہوں کے لئے اس ملک میں جاسوسی کریں یا رشوت لیں تو نیچے ادنیٰ ملازمین کی نسبت کب اطمینان ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بچینگے پس نبی کریم کی ایسی عزیزہ بی بی اور ابوبکر کی بیٹی اسطرح نبی کریم کی صحبت میں رہتی ہو۔ اور اسکی نسبت بعض کے دل میں یہ خیال رائج ہو کہ اسنے اس بدی کا ارتکاب ضرور کیا ہے تو پھر وہ اپنے یا اور دوسرے مومنوں کی نسبت (جنکو عائیشہ کا اعلیٰ مقام ہرگز حاصل نہیں) کب یہ اطمینان کر سکتے ہیں کہ وہ اس بدی سے بچتے ہیں یا بچینگے یا انکی بیبیاں اور انکی بیٹیاں یا بہنیں بچتی ہیں یا ضرور بچینگی۔ اسی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیراً وقالوا ھذا افک مبین ۔ پہلے تو مومنوں کو مخاطب کیا ہے لیکن ظن المومنون الخ میں ان کو مخاطب کرکے ایمان کے عنوان اور لقب کے ساتھ ذکر فرما کر ظن خیر بانفسھم کا اصل سبب اور باعث بتایا ہے کہ وہ ایمان ہے اور فرمایا تم اپنی جانوں پر بھلائی کا خیال کرتے (کہ مومنین اور مومنات اس سے بچتے ہیں اور آئندہ بچینگے۔ اور یہ اسی وقت تم کر سکتے ہو کہ جب عائیشہ جیسی مومنہ کو اس سے پاک خیال کرو لیکن جب تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ عائیشہ رضہ ام المومنین بنت ابی بکر صاحبۃ الرسول اس سے ملوث ہے تو پھر تم کبھی دوسرے مومنوں اور مومنہ عورتوں کو اس سے پاک نہیں گمان کر سکتے) اور اس صورت میں ضروری تھا کہ تم اس خبر کو سنتے ہی کہدیتے کہ یہ کھلا کھلا افترا ہے۔

فاسق کی خبر کی نسبت اگرچہ ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا فرما کر تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اور

تحقیق سے پہلے قبول اور رد ممنوع قرار دیا ہے لیکن یہاں پر فرمایا ہے کہ ظن خیر بانفسہم کی بنا پر سنتے ہی بدوں کسی تحقیق کے انتظار کے لازم تھا کہ تم اس خبر کو کھلا افتراء کہدیتے پھر چونکہ قرآن مجید میں الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین جیسی کثرت کے ساتھ آیات موجود ہیں جن سے وہ قاعدہ صاف صاف ثابت ہوتا ہے جو کہ سورہ نور میں الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت کے الفاظ کیساتھ ذکر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس قاعدہ کے لحاظ سے نعوذ باللہ من ذلک اگر عائشہ حبیبۃ الرسول خبیثات سے ہے تو پھر سید الرسل پر خبث کا الزام لازم آتا ہے اور حضور پر اسکے لازم آنے سے خدائے قدوس پر (کہ جس نے حضور علیہ السلام کو اپنی رسالت، اور دوستی اور محبت کیلئے سب نسل آدم سے چنا ہے) نعوذ باللہ من ذلک خبث کا الزام لازم آتا ہے۔ بنابریں اس قاعدہ کے لحاظ سے بھی لازم آتا ہے کہ حضرت عائشہ بلکہ آپکی مانند جن کو یہ اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ وہ سب ایسے گندی الزاموں سے بری ہوں یہی وجہ ہے کہ سورہ نور میں آیت مذکورہ بالا کے متصل فرمایا ہے اولئک مبرؤن مما یقولون یعنے وہ لوگ کہ جن کے ساتھ رسول جیسے اطیب الطیبین کو اس قسم کا تعلق ہو وہ لوگ ان سب الزاموں اور اتہاموں سے ہمیشہ کے لئے بری کئے ہوئے ہیں (اور بری کرنے والا وہی علیم وخبیر وحدہٗ لاشریک ہے) جو ان کے مخالف اب (یعنی نزول آیت کے وقت) لگاتے ہیں یا آیندہ کہینگے جیساکہ ایک روافض کا گروہ موجود ہے جو کہ اس آیت کے نزول کے بعد اور خداوند تعالےٰ کے اس فیصلہ کو بار بار پڑھنے کے بعد پھر اس خدا کے بری کئے لوگوں پر گندے سے گندے الزام منہ پر لاتا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ انکی تبرہ بازی کا جواب خداوند تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ دوسری دفعہ خداوند تعالےٰ نے اسی قاعدہ کی بنا پر مومنوں کو خطاب کرکے فرمایا ولولا اذ سمعتموہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحٰنک ھذا بھتان عظیم یعنے کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تھا تو سنتے ہی کہتے کہ اس میں کلام کرنیکے ہم مجاز نہیں۔ کیونکہ الطیبات الخ کے قاعدے سے خدائے قدوس پر بھی اس سے خبث کا الزام لازم آتا ہے پس اسکے خیال سے تم ڈر جاتے اور خدا کا جلال تمہارے سامنے آجاتا اور تم اسوقت اسکی قدوسیت کا سبحانک کیساتھ اظہار کرتے ہوئے کہدیتے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

ایک رکوع میں دو دو دفعہ جدا جدا دو قاعدوں کی بنا پر مومنوں کو فرمایا کہ کیوں تمنے سنتے ہی اسکو افک مبین اور بہتان عظیم نہ کہدیا اور اسکے علاوہ تیسری بات یہ فرمائی کہ لولا جاءو علیہ باربعة شھداء فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون ٭ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لمسکم فیما افضتم فیہ عذاب عظیم ٭ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم مالیس لکم بہ علم وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ العظیم یعنی کیوں نہ یہ لوگ چار گواہ لائے (اور ظاہر ہے کہ گواہ تب ہی لائے جایا کرتے ہیں کہ پہلے انکا مطالبہ ہو پس ان الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ چار گواہوں کا ان سے مطالبہ ہوا۔ پر وہ نہ لاسکے) اور جب وہ گواہ نہ لائے تو پھر فیصلہ اور نتیجہ بالکل صاف تہا کہ وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں (اور جب یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہی اللہ کے نزدیک کاذب ہیں تو پھر کسی طرح تمہارے لئے جائز نہ تہا کہ تم پھر اس الزام میں ایک قابل تحقیق امر کی طرح لگے رہتے اور کچھ لوگوں سے سنتے اور کچھ سناتے۔ بلکہ) اگر اللہ کا تم پر فضل اور اسکی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو پھر جس بات میں تم لگے ہوئے تھے۔ اسکے باعث سے تم کو بڑا عذاب پکڑتا۔ جبکہ تم اسکو اپنی زبانوں کے ساتھ لیتے جاتے اور اپنے مونہوں کے ساتھ وہ کہتے تھے جسکا تم کو علم نہیں اور تم اسکو آسان سی بات خیال کرتے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھی۔

غرضکہ اس سارے رکوع میں مومنوں ہی کو کہا ہے جو کچھ کہا ہے اور کہا بھی یہی ہے کہ اول تو تمکو چاہیئے تھا کہ سنتے ہی اسکو افک مبین اور بہتان عظیم کہتے۔ خیر اگر یہ موقعہ ہاتھ سے گیا تھا۔ تو پھر جب ان سے گواہ طلب ہوئے اور وہ نہ لاسکے اور الٰہی فیصلہ یہی ہے کہ نہ لانے کی صورت میں الزام لگانے والے کاذب ہونے میں تو تم کو چاہیئے تھا کہ اب اسکو جھوٹا الزام سمجھ لیتے اور آئندہ اس میں نہ لگے رہتے لیکن تم پھر بھی باز نہ آئے۔

اور جب آیات قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ باوجود گواہ نہ لاسکنے کے مومنوں کا ایک حصہ اس میں لگا رہا اور باز نہ آیا تو اب آپ غور فرمائیں کہ اس حالت میں اگر آنحضرت عائشہ رضؓ سے عند اللہ بری ہونے پر صفائی کر لیتے اور پہلے کی طرح برتاؤ کرتے تو ایک بڑا حصہ ہلاک اور تباہ ہو جاتا۔

علاوہ بریں نبوت کی شان ہی ایسی ہے کہ وہ گندے اتہاموں سے برأت چاہتی ہے۔ اور

شرعی یا قانونی فیصلہ گو ظاہری حدود وغیرہ سے بری کر دیتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں سے بدظنی کو رفع نہیں کر سکتا حدیث میں ایسا مقدمہ نظر آتا ہے جو اس بات کو صاف صاف ظاہر کرتا ہے ایک عورت پر اسکا خاوند تہمت لگاتا ہے اور مقدمہ حضور ع کی خدمت میں آتا ہے اور حضور لعان کا حکم دیتے ہیں اور قرآن مجید میں صاف آیا ہے ویدرأ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات الخ اور وہ لعان کر جاتی ہے اسپر حضور ص قرآنی حکم کے مطابق اسکو حد سے بری فرماتے ہیں لیکن باوجود اس فیصلہ کے اسکے بری عن الزنا ہونے پر کوئی یقین نہیں کیا بلکہ اسکا گمان اسپر پھر بھی قائم رکھا اور فرمایا کہ اگر فلاں حلیہ کا بچہ لائے تب تو اسکے خاوند کا بچہ ہوگا۔ اور اگر فلاں حلیہ کا ہو تب اسکو اس شخص کا بچہ سمجھنا چاہیئے جسکی اسکو تہمت لگی تھی الخ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ میں بری ہونے کے ساتھ یہ لازم تھا کہ بدگمانی بھی اس سے رفع ہو جائے اور یہ بدگمانی شانِ نبوت کے بالکل مخالف تھی پس جس طرح ان لوگوں کو ہلاکت سے بچانا اس بات کو چاہتا تھا کہ باوجود فیصلہ شرعی میں بری ثابت ہونے کے حضور اسوقت تک علیحدگی اختیار فرماویں کہ کوئی ایسا امر پیدا ہو جائے جو کہ اس بدگمانی کو ان کے دلوں سے نکال دے۔ اسی طرح شان نبوت بھی اسی کی مقتضی تھی کہ جب تک یہ بدظنی رفع دفع نہ ہو جائے۔ تب تک علیحدگی کا التزام کیا جائے۔ امر اول کی مثال اگر اس حدیث سے ملتی ہے کہ آنحضرت ع عایشہ رض کو فرماتے ہیں اگر تیری قوم حدیث العہد بالکفر نہ ہوتی تو میں ضرور کعبہ کو گرا کر حطیم کو اس میں داخل کرتا تو امر دوم کے ثبوت کے لئے یہی حدیث کافی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بی بی سے باتیں فرما رہے تھے جب بعض صحابہ پاس سے گزرے تو انکو بلا کر فرمادیا۔ کہ یہ میری فلاں بی بی ہے حالانکہ امت کے سب افراد کے لئے یہ کوئی لازم نہیں کہ جب ان کے اہلبیت ساتھ ہوں تو ہر ایک گزرنے والے کو بلا بلا کر کہتے رہیں کہ یہ میری اہلیہ ہے۔

اب رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ سے دریافت کرنا یا حضرت عایشہ رض کو استغفار کا ارشاد فرمانا۔ سو یہ کسی بدظنی کی وجہ سے نہیں تھا۔ ورنہ بدظنوں کے عتاب میں آپ بھی شریک ہوتے۔ بلکہ یہ حسن ظن کی وجہ سے تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عایشہ رض کے حالات سے اسکی بریت کا یقین تھا۔ مگر یہ خیال کرکے کہ باوجود اسکے افک کا معرض ظہور میں آنا اور بدظنی کے دفع کرنیکے لئے کسی صورت کا ابتک مہیا نہ ہونا ضرور

کسی اور کمزوری کے باعث ہے اور اسکا حقیقی اور روحانی علاج استغفار ہے۔ چنانچہ اسی علاج سے قرآن مجید میں بریت نازل ہوئی۔ اور حضرت علی وغیرہ لوگوں سے دریافت کرنا بھی اسی وجہ سے تھا کہ آپ جانتے تھے کہ یہ راستباز ضرور صفائی کی شہادت دینگے اور ممکن ہو کہ اس سے بدظن پشیمان ہوں پر وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو آپنے فیصلہ الٰہی کا انتظار کیا اور یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ جن سے آپنے دریافت کیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر انکی بریت کی شہادت دی لیکن پھر بھی حضور علیہ السلام نے کوئی فیصلہ فرمایا۔

پس ان وجوہات اور اہم ترین دینی مقاصد کے لئے چند روزہ علیحدگی اختیار کرنا کوئی قابلِ عتاب امر نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ رکوع جو افک کے موقعہ پر نازل ہُوا ہے۔ اس سب میں ان مومنوں کو عتاب ہے جو کہ اس بات کے پیچھے پڑے رہے ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا انتظار مرضی الٰہی کے مطابق تھا نہ مخالف۔ اور اس افک کو بل ھو خیر لکم اسی وجہ سے فرمایا ہو کہ اسی کی وجہ سے ایک طرف تو مومنوں کو اس خطرناک راہ کے خطرۂ عظیم سے آگاہ کیا کہ جو بھی اس خطرناک راہ یعنی اہلبیت نبوت پر گندے اتہام لگانے اور ان کے ساتھ کینہ رکھنے میں پڑا ہے خواہ سعد بن عبادہ کی طرح نقباء رسول اللہ سے اور سید الانصار ہو۔ ضرور وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا حزب اللہ سے باہر نکلجاتا ہے۔ چنانچہ سعد بن عبادہ پہلے افک میں شریک ہُوا۔ پھر ابوبکر کی خلافت کا مخالف اور بالآخر جماعۃ المومنین اور مدینۃ الرسول کو ترک کر کے قیصر کے ملک میں چلا گیا نعوذ باللہ من ذٰلک اور دوسرے طرف عائشہ رضؓ اور آپ جیسا تعلق بالرسول رکھنے والوں کے لئے دائمی اور قطعی فیصلہ خداوند علیم وخبیر کی طرف سے یہ صادر ہوگیا کہ اولٰئک مبرأون مما یقولون ہ

محمد سرور احمدی از قادیان مدینۃ المسیح

ملہ اہلبیت نبی اللہ مسیح موعود سے بگاڑ کر کے خلافت کا مخالف اور مدینۃ الرسول کا تارک خدا سے ڈرے اور ضرور ڈرے۔ (ایڈیٹر)

مباحثہ لدھیانہ کے متعلق دو اعتراض و جواب نکا

اعتراض لدھیانہ میں جو مباحثہ میر قاسم علی صاحب احمدی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان ہُوا۔ اسمیں احمدیوں کا شرط ہار جانا احمدیوں کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

جواب اگر یہ بات سچی تسلیم کر لی جاوے تو بہت سخت خرابی پیدا ہوتی ہے کیونکہ شرط تو صدیق اکبرؓ نے بھی ہاری تھی۔ اب اگر شرط ہار جانے سے ہی کسی کا کچھ نہیں رہتا۔ تو آپ اسلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

سنیئے! جب وحی الٰہی الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین نازل ہوئی تو اسپر حضرت صدیق اکبر نے کفار قریش سے کچھ اونٹ بطور شرط مقرر کئے اور میعاد شرط تین اور ۹ کے درمیان ۶ سال مقرر ہوئی لیکن چھ سال مقررہ گزر گئے قبل اسکے کہ اہل روم اہل فارس پر غالب آویں تو کفار نے مال شرط لے لیا۔ اب ساتویں سال وحی حق کی خبر پوری ہو گئی تو کیا اب اسلام کا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ہم اس بارے میں صحیح حدیث پیش کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی جلد دوم کے صفحہ ۱۶۷ پر سورہ الروم کی تفسیر کے ضمن حدیث صحیح درج ہے۔ اس حدیث کا صحیح ترجمہ نواب صدیق حسن خان نے کیا ہے۔

ترمذیؒ نے نیاز بن عکرم اسلمی سے روایت کی ہے کہ جس دن آیت الم غلبت الروم الآیۃ نازل ہوئی اس دن فارس نے روم کو دبایا ہُوا تھا اور مسلمانوں کی خوشی اسمیں تھی کہ لڑائی کا میدان روم کے ہاتھ میں رہے کیونکہ مسلمان اور روم دونوں اہل کتاب ہیں اور اسی بھید کا پتہ دیتا ہے اللہ تعالےٰ کا یہ قول یومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ الآیۃ اور قریش کی خوشی تھی کہ فارس جیتے کیونکہ یہ دونوں فرقے کتاب نہیں رکھتے اور نہ ان کو رسل کے مبعوث ہونے پر ایمان ہے تو جب اللہ تعالےٰ نے اس آیت مطہرہ کو نازل فرمایا تو ابو بکر مکے کے اردگرد پکارتے پھرتے تھے الم غلبت الروم ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔ فی بضع سنین تو قریش کے چند آدمیوں نے ابو بکر سے کہا کہ یہ ہمارے تمہارے درمیان

شرط ہی تمہارا یار (رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم) تو دعویٰ کرتا ہے کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر غالب ہو جاوینگے کیا ہم اس بات پر تیرے ساتھ گرو نہ باندھیں (یعنی شرط مقرر نہ کریں) ابو بکر نے کہا کیوں نہ باندھو (راوی کہتا ہے) اور یہ قصہ گرو باندھنے کی حرمت سے پہلے کا ہے[علہ] تو ابو بکر اور مشرکوں نے شرط باندھکر گرد کا مال رکھدیا اور مشرکین نے ابو بکر سے کہا کہ بضع کو کیا بنائیں یہ لفظ تو تین برس سے لیکر نو برس تک مدت کو شامل ہی ہمارے لئے بیچوں بیچ کا مقرر کرو کہ وہاں جاکر ہماری شرط ختم ہو جاوے راوی نے کہا آخر کار چھ برس کی میعاد پر فیصلہ کر لیا گیا پس روم کی فتح ہونے سے پہلے ہی چھ برس گزر گئے تو مشرکوں نے ابو بکرؓ کی شرط جیت لی پس جب ساتواں برس داخل ہوا۔ تو روم فارس پر غالب ہو گئے راوی نے کہا تو مسلمانوں نے ابو بکر رض کو چھ برس کی میعاد مقرر کرنے کی وجہ سے معیوب ٹھہرایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو بضع سنین کا لفظ فرمایا ہے (چھ برس کی تحدید اپنی طرف سے کیوں نکالی) راوی نے کہا اس موقعہ پر بہت لوگ مسلمان ہو گئے اسی طرح ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا پھر کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے عبد الرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث کے سوا کسی اور طریق سے ہم اسے نہیں پہنچتے یا،،

مذکورہ بالا ترجمہ بچنے کے بعد صدیق الحسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ :-

"اور اسی کی مشابہ تابعین کی ایک جماعت سے مرسل مروی ہوئی ہے جیسے عکرمہ اور شعبی اور مجاہد اور قتادہ اور سدی اور زہرہ وغیرہم" (دیکھو تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱۱ ملا) معلوم ہوا کہ تابعین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے کہ بلاشبہ ابو بکر صدیق نے پہلے شرط ماردی تھی اور جبکہ حدیث صحیح ہے تو ایک اہلحدیث مولوی کو تو اس سے انکار نہ کرنا چاہئے تھا خصوصاً جبکہ ان کے فرضی مجدد نواب صدیق الحسن خان صاحب نے اس حدیث کو حسن صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

ہاں مولوی صاحب شاید یہ کہیں کہ اس حدیث صحیح کے بعد جو یہ لکھا ہے کہ

لا نعرفہ الا من حدیث عبد الرحمٰن بن ابی الزناد لہذا یہ حدیث غریب ہے تو میں کہتا ہوں کہ بیشمار صحیح احادیث ہیں۔ جو از روئے سلسلہ روایت غریب ہیں۔ لیکن غریب ہونے سے وہ غیر صحیح نہیں ہو جاتیں۔ اسی طرح یہ حدیث ہے اور کوئی حدیث اسکے معارض موجود نہیں ہے

علہ جو شرط حرام ہے وہ دو طرف ہوتی ہے ۱۲

لہذا اس حدیث کے غریب ہونے سے مولوی صاحبکا یہ حق نہیں کہ وہ اسکو تسلیم کرنے سے انکار کردیں غریب کے تو معنے صرف اسی قدر ہیں کہ حدیث کے راویوں میں سے کہیں کوئی راوی اکیلا ہے وبس سو اگر ایک راستباز راوی اکیلا ہے تو اسکی روایت صحیح ہوگی نہ غلط۔ پھر جبکہ تابعین کی جماعت کا بھی یہی مذہب ہے تو حدیث مذکور کے غریب ہونے سے صحیح روایت کا انکار کرنا ایک حماقت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کو دوسری احادیث بھی تقویت دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ حدیث ترمذی تفسیر سورہ الروم صفحہ ۱۶۷ پر ہے اسمیں یہ فقرہ قابل ذکر ہے۔ فجعل اجل خمس سنین فلم یظهروا فذکروا ذلک للنبی صلعم فقال الا جعلته الی دون قال اراہ العشر × × ×

هٰذا حدیث حسن صحیح غریب۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ پہلی دفعہ جو پانچ سال کی میعاد مقرر تھی وہ گذر گئی اور پھر اہل روم اہل فارس پر غالب آگئے پہلی روایت میں چھ سال میعاد مقررہ بیان کی گئی ہی لیکن ہر دو روایت میں صدیق اکبر کی مقرر کردہ میعاد میں پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کو تسلیم کرلیا گیا ہے اور یہی ہمارا دعوی ہے۔

اب شاید مولوی صاحب کہیں کہ پھر تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی میں جو اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے۔ کہ:۔

راهن ابوبکر وابی ابن خلف علی عشر قلائص من کل واحد منهما وجعل الاجل ثلاث سنین فاخبر ابوبکر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال البضع ما بین الثلث والی التسع فزائده فی الخطر ومادّه فی الاجل فجعلا ها مائة قلوص الی تسع سنین ومات ابی بن خلف من جرح رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد قفوله من احد وظهرت الروم علی فارس یوم الحدیبیة فاخذ ابوبکر الخطر من ورثته ابی وجاء به الی الرسول فقال تصدق به۔

اسکا کیا مطلب ہے سو واضح ہو کہ ہر دو تفاسیر کی روایت کو احادیث صحیحہ مذکورہ بالا نے رد کر دیا ہی اسلیئے ہر دو مفسرین کی یہ روایت درست نہیں۔ ہاں یہ روایت بھی ایک طرح ان احادیث کے ماتحت

آجاتی ہے اور وہ یہ کہ اوپر کی روایت کی تفسیر میں جو یہ تھا کہ فاخبر رسول اللّٰہ صلعم فقال البضع ما بین الثلث والی التسع فزائدہ فی الخطر و مادہ فی الاجل فجعلھا مائۃ قلوص الی تسع۔ اسکو ہم اجل مقررہ کردہ کے گزر جانیکے بعد کا واقعہ قرار دیں جیسا کہ مذکورہ بالا صحیح احادیث میں ہے اور عربی زبان میں اسکی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اور اس مطلب کا مؤید اخبر سے پہلے حرف فاء کا موجود ہونا بھی ہے پھر ایک اور روایت بھی ہمارے بیان کی تصدیق کرتی ہے جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے اور ہم یہاں بقدر حاجت ابن جریر کی روایت کا ترجمہ جو نواب صدیق حسن خان صاحب نے ترجمان القرآن میں کیا ہے درج کر دیتے ہیں۔

"ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے × × جب آیت الم غلبت الروم × × سیغلبون فی بضع سنین نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے ابوبکر سے کہا اے ابابکر تیرا یار کہتا ہے کہ چند سال کے عرصہ میں روم فارس پر فتحیاب ہونگے ابوبکر نے کہا سچ کہتا ہے انہوں نے کہا کیا تم ہم سے شرط باندھتے ہو۔ پس سات برس کی میعاد پر چار جوان اونٹوں کی شرط لگائی۔ پس سات برس گذر گئے۔ اور کچھ نہ ہوا × × تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا۔ جاکر انسے میعاد زیادہ کرو۔ دو سال مدت میں اور بڑھا۔ راوی نے کہا کہ ابھی دو سال نہیں گذرنے پائے تھے۔ فارس پر روم کی فتحیابی کی خبر لیکر سوار آن پہنچے تو مسلمانوں کو اس بات کی کمال خوشی ہوئی۔"

اسی طرح ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ براء سے روایت کی ہے۔ لیکن اس روایت میں بجائے تین۔ پانچ۔ چھ۔ سات کے مطلق ایک میعاد کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب یہ مدت گذر گئی اور روم کو فتح نہ ہوئی تو آنحضرت کو یہ خبر پہنچی اور آپکو رنج ہوا۔ اور آپ نے ابوبکر صدیق کو مال کے بڑھانے اور مدت کے بضع سنین تک مقرر کرنے کا حکم دیا تب ابوبکر صدیق انکے پاس گئے اور کہا ھل لکم فی العود فان العود احمد۔ یعنی کیا تمہاری مرضی ہے کہ پھر کوئی شرط باندھیں کہ لوٹ کر تلافی مافات کر لینا خوب کام ہے۔ انہوں نے کہا بیشک پس اس دفعہ ابوبکر صدیق شرط جیت گئے اور مال شرط آنحضرت کی خدمت میں لائے تو آپ نے فرمایا کہ اسے

صدقہ کردو۔ (دیکھو ترجمان القرآن)

ان ہر دو روایات نے معاملہ بالکل صاف کر دیا اور معالم اور بیضاوی کی روایات کی حقیقت کھولدی اور حاصلکلام یہ ہوا کہ ایک میعاد جو پہلے مقرر کی تھی اور مال شرط مقرر کیا تھا وہ مدت تو گزر گئی۔ اور شرط کا مال دینا پڑا۔ لیکن دوبارہ جو مدت بڑھائی گئی اور مال زیادہ کیا گیا تو اس دفعہ صدیق اکبر نے شرط جیت لی۔ فہو المراد

دوسرا اعتراض - اچھا مانا کہ شرط ہارنے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مگر منصف نے فیصلہ کر دیا تھا یا نہیں کہ ثناء اللہ کے دلائل زبردست ہیں۔

جواب - جو مناظرہ ہوا تھا وہ چھپا ہوا موجود ہے ثناء اللہ نے خود تمام مباحثہ شائع کر دیا ہے آپ فریقین کے بیانات کو پڑھکر دیکھ لیں کہ کون سچا ہے مولوی ثناء اللہ نے تو صرف اپنی غرض کو مدنظر رکھکر یہ اصول بنا لیا کہ کوئی نبی جو کچھ کہتا ہے وہ سب وحی الہی سے ہوتا ہے اسلیئے مرزا صاحب کا میرے حق میں آخری فیصلہ کا اشتہار دینا اور اس میں کاذب کی ہلاکت کی دعا کرنا وحی الہی سے ہی ہے۔ اب یہ اصول بالکل غلط اصول ہے۔ قرآن و حدیث میں اسکا کوئی ثبوت نہیں۔

چنانچہ مباحثہ میں اس اصول کے غلط ہونے پر کئی ایک دلائل بطور یادداشتوں کے ثالث کو لکھکر دیئے گئے تھے خلاصہ یہ تھا کہ آیت قرآنی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کے یہ معنی نہیں کہ نبی کبھی اپنی طرف سے بولتا نہیں کیونکہ اگر یہ معنے اسکے ہوں تو چاہیئے کہ نبی سے کبھی کوئی غلطی بھی نہ ہو حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔ یعنی اے نبی تو اللہ کی حلال کردہ شے کو اپنے لئے حرام کیوں کرتا ہے کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے ایسا کرتا ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے شہد کھانا ترک کرنیکا حلفیہ عہد کیا تھا جس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی بہرحال کچھ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حلال شے کو ترک کرنے پر حلفیہ عہد کیا تھا جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اب اگر اس حلال کو حرام کرنیکا عہد وحی الہی سے ہوتا تو یہ کب ممکن تھا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ آپکو ایسا کرنے سے منع کرتا۔ اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم سے چھوڑ دیا گیا تو اللہ تعالے نے وحی نازل کی کہ:

عفا اللہ عنک لما اذنت لہم

یعنی اللہ نے آپکو معاف کیا آپنے کیوں ان کو خود بخود چھوڑ دیا اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ اذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دیدیا تھا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا وحی نازل کی پھر ایک حدیث صحیح میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بہت لمبا سجدہ کیا جب سر مبارک کو سجدہ سے اٹھایا تو اصحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آج اسقدر لمبے سجدے کا کیا باعث ہے۔ حضور نے فرمایا اے صحابہ آج میں نے اپنی امت کے لئے تین عظیم الشان دعائیں کیں جن میں سے دو دعائیں تو جناب الٰہی نے قبول فرمائیں اور تیسری دعا منظور نہیں فرمائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم وہ عظیم الشان دعا جسے جناب الٰہی نے قبول نہیں فرمائی۔

کہ کم از کم وہ عظیم الشان دعا جسے جناب الٰہی نے قبول نہیں فرمایا جو تمام امت کے لئے تھی وہ وحی الٰہی سے نہ تھی ورنہ یہ تو ناممکن ہے کہ وہ وعدوں کا سچا خدا خود اپنے سب سے پیارے نبی کو حکم دے کہ اے نبی آپ یہ دعا کریں اور پھر وہ دعا قبول نہ کرے۔

غرض ہماری طرف سے قرآن و حدیث سے اسکا کافی ثبوت دیدیا گیا تھا کہ نبی اپنی طرف سے جناب الٰہی میں دعا کرنیکا مجاز ہے۔ جب کوئی نبی بلا اذن الٰہی دعا کرے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور وحی الٰہی ہی ہے۔ چنانچہ خود آخری فیصلہ کے اشتہار کے اندر یہ الفاظ موجود ہیں کہ یہ دعا کسی وحی الٰہی کی بنا پر نہیں کی گئی یہ کوئی پیشگوئی ہے بلکہ محض دعا کے طور پر اللہ تعالےٰ سے فیصلہ چاہا گیا مجھے اب ان الفاظ کے ہوتے ہوئے خواہ مخواہ اس دعا کو وحی الٰہی سے قرار دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

مولوی ثناء اللہ نے ہماری ان دلائل کو پڑھکر گھبراہٹ کے مارے جواب دینے سے انکار کر دیا اودھر ثالث کہے کہ مولوی صاحب ان یادداشتوں کا جواب دو ادھر مولوی صاحب کہیں کہ میں انکا جواب نہیں دیتا اور بہانہ کیا کہ یہ خلاف قاعدہ آپکو دی گئی ہیں۔ اگر مولوی صاحب ان یادداشتوں کو پڑھے بغیر ایسا کہہ دیتے تو ہم یہ نہ کہتے کہ مولوی صاحب جواب سے عاجز ہو کر بہانہ کر رہے تھے مگر چونکہ ان یادداشتوں کو پڑھنے کے ساتھ ہی آپ جواب دینے سے جواب دینے لگ گئے۔ حالانکہ ثالث نے اصرار کیا اسلئے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب ان مضبوط دلائل کو اپنے فرضی قانون کو توڑ دینے والی پا کر گھبرا گئے۔ لیکن جب ثالث نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ مجھ پر ان

یادداشتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ تب مولوی صاحب نے یادداشتوں کو پڑھکر ایک ہی جواب دیا۔ جس کا خلاصہ یہ تہا کہ :۔

مینے جو یہ کہا تھا کہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ جو وحی الہی ہو۔ وہی کہہ سکتا ہے۔ اس سے میرا مدعا یہ تہا کہ کسی ایسے اہم امر میں جو نبی کے مشن پر اثر ڈالنے والا ہو۔ نبی بدوں وحی الہی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

لیکن ہماری یادداشتوں میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ خود اہم امور کے متعلق تھا مثلاً اگر نبی کریم تمام عمر شہد نہ کہاتے تو اسکا اثر تمام امت پر ہوتا۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو چھوڑنا تمام اہل اسلام پر اثر رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رض انکے چھوڑے جانیکے خلاف تھے پھر وہ دعا جو آپنے تمام امت کے لئے کی تہی بڑی عظیم الشان تھی۔ لیکن مولوی صاحب نے شاید انکو معمولی باتیں سمجھا ہو۔ مگر تاہم مولوی صاحب کا جو اصول آیت قرآنی کی بنا پر تہا۔ وہ یہ نہیں ہے کہ اہم امور میں نبی خود بخود نہیں بولتا وہ تو یہ تہا کہ نبی بلا وحی الہی مطلقاً نہیں بولتا مولوی صاحب کا اپنا مرکز چھوڑ دینا ہی اس اصول کے غلط ہونے پہ کافی دلیل ہے۔ اور اگر مولوی صاحب اب کہیں کہ میرا اصول تو یہی ہے کہ اہم امور میں نبی خود بخود نہیں بول سکتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کس آیت قرآنی سے اصول قائم کیا ہے آیت نہیں تو حدیث ہی لاؤ۔ لیکن چونکہ اس قسم کی نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث اسلئے یہ اصل ہی ناقابل ثبوت ہے پھر اسکی بنا پر انکے حق میں فیصلہ کیا جانا ثالث کی غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم مولوی ثناءاللہ صاحب کے اس اصل کو توڑنے کیلئے ایک نہایت ہی عظیم الشان امر پیش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر فترۃ وحی کا زمانہ بھی آتا تہا۔ اب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں جو کچھ آپ فرماتے ہوں وہ بدوں وحی الہی ہو۔ اور یا یہ تسلیم کیا جائے گا کہ اس زمانہ میں آنحضرت بولتے ہی نہ تھے۔ لیکن یہ تو صریحاً باطل ہے لہذا زمانہ فترت وحی کا کلام وحی الہی نہیں ہو سکتا اسلئے یہ اصول غلط ہے کہ نبی بدوں وحی بول ہی نہیں سکتا۔

تمام محققین اس امر کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے وحی نبوت اقرأ باسم ربک الذی خلق الخ جو آنحضرت صلعم پر ہوئی اور اسکے بعد اڑھائی تین سال تک وحی[1] آپ پر نہ ہوئی۔

---

[1] وقع فی تاریخ احمد حنبل عن الشعبی ان مدۃ فترۃ الوحی کانت ثلاث سنین وبہ جزم ابن اسحٰق (صفحہ ۱۵ فتح الباری)

(دیکھو فتح الباری باب بدء الوحی) اور یہ فترت وحی کا دراز زمانہ آنحضرت پر اسقدر شاق گزرا۔ کہ کئی دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیقرار ہو گئے اور آپ نے ارادہ کیا کہ پہاڑ سے اپنے آپکو گرادیں ۲ یہ تمام بیان احادیث نبویہ سے ثابت ہے (دیکھو مشکوٰۃ کتاب البعث) اب سوال یہ ہے کہ جس طرح بولنا زبان کا فعل ہے اسیطرح خودکشی کا ارادہ دل کا فعل ہے اور یہ اسقدر عظیم الشان امر ہے کہ اس سے بڑھکر تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اور اگر کبھی نبی کریم ایسا کرتے تو تمام دنیا کفر میں رہتی۔ پس اب یہ بتاؤ کہ یہ قصد جو نبی کریم نے کئی مرتبہ زمانہ فترت وحی میں کیا تھا۔ یہ اللہ کے حکم سے تھا؟ اگر نہیں تو پھر مولوی صاحب کا اصول بالکل باطل ہو گیا۔ اور اگر مولوی صاحب کو یہ خیال ہو کہ اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت میں کسی طرح فرق آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہیں یہ جوش عشق ہے نہ کہ کسی حکم خداوندی کی خلاف ورزی۔ کیونکہ شریعت تو ابھی نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ ونعم ماقیل

گفتگوے عاشقان در باب رب

جوشش عشق است نے ترک ادب عمرالدین از شملہ

ے ۵۲ حاشیہ دیکھو صفحہ ۵۴ پر

کامل نبی

نمبر ۳

(گذشتہ سے پیوستہ)

"پندرہ اور حوالے جن سے مسیح موعود کا کامل نبی ہونا ظاہر ہوتا ہے"

(حوالہ نمبر ۳۶) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"انہ جمع فی نفسی کل شان النبیین علی سبیل الموھبۃ والعطاء"

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ د)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود میں انبیاء والی کیفیت اور شان بکلی موجود تھی۔ اور آپ نے کامل طور سے اس نعمت کو حاصل کر لیا تھا جو پہلے انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئی تھی۔

(حوالہ نمبر ۳۷) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

گو مخفی طور پر بہت سے اخیار اور ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصہ لیا ہے

مگر اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے × × × اسی غرض کے لئے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے" کشتی نوح صفحہ ۴۹

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں کیونکہ اول آپ کھلے طور پر مسیح اسرائیلی کے مقابل کھڑے کئے گئے ہیں اور دوسرے آپکو ایک کامل نبی یعنی مسیح ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دیگئی ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۸) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس دعا (سورہ فاتحہ) میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق اور صفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائینگے اور **نبوت اور رسالت** کی نعمتیں پائینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہو جائینگے × × × × اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہنینگے × × × × × پس یہ سورت (فاتحہ) پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس امت میں سے **کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا** تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جاوے اور کوئی گروہ ان میں سے ان یہودیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا جن پر حضرت عیسےٰ نے لعنت کی تھی × × × × × اور کوئی گروہ ان میں سے عیسائیوں کے رنگ میں ہو جاویگا۔ اور عیسائی بنجاویگا" کشتی نوح صفحہ ۴۳

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ سورہ فاتحہ کی پیشگوئی کے مطابق امت میں سے ایک ایسے فرد کا ہونا لازمی ہے جو کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں جو کامل نبی ہو۔ اور نبوت کی کیفیت اور کمیت اس میں پورے طور سے متحقق ہو۔ اور وہ اس امت میں صرف مسیح موعود ہی ہے جو کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعماء حضرت احدیت کے اعتبار سے کامل نبی کہلانے کا مستحق ہے۔

(حوالہ نمبر ۳۹) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

کامل مصلح کے لئے ہمیشہ سے یہ ضروری شرطیں ہیں کہ وہ ان دونوں صفتوں سے متصف ہو۔ یعنی خدا کا خاص شاگرد ہو۔ اور پھر ہر ایک میدان میں روح القدس سے تائید پاتا ہو اور مہدی آخر الزمان کے لئے جسکا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذوالبروزین ہونیکے ان دونوں صفتوں کا کامل طور پر پایا جانا از بس ضروری ہے"
اربعین ۲ صفحہ ۱۲

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے اور نیز عبارت کے سیاق اور سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت من حیث النبوۃ کامل اور مکمل نبوت تھی نبوت ناقصہ یا جزویہ نہ تھی۔

(حوالہ نمبر ۴۰) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"والیہ اشارۃ سبحانہ فی قولہ واخرین منہم فی سورۃ الجمعۃ ایماء الی یوم الجمعۃ الحقیقۃ واراد من ھذا القول ان المسیح الموعود الذی یاتی من بعد خاتم الانبیاء ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم من حیث المضاھاۃ التامۃ ورفقاءہ کالصحابۃ" (خطبہ الہامیہ صفحہ)

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ تھے اور آپ کے آئینہ ظلیت میں آنحضرت صلعم کے کل کمالات معہ نبوت کامل طور پر منعکس تھی۔ پس آپ کے کامل نبی ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت صلعم کے کامل نبی ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو بالبداہت باطل ہے۔

اگر یہ چالیس حوالے بھی حضرت مسیح موعود کے کامل نبی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتے۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اور وہ کونسے حوالے ہو سکتے ہیں۔ جن سے مسیح موعود کا کامل نبی ہونا ثابت ہو سکے۔ ان حوالوں میں مسیح موعود نے کھلے کھلے طور پر اپنے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن میں انکار کی گنجائش نہیں۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۵۲ — وزاد البخاری حتی حزن النبی فیما بلغنا حزناً غدا منہ مراراً کی یتردی من رؤس شواھق الجبل فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقاً فیسکن لذالک جاشہ وتقر نفسہ

ایک حدیث میں دونو معترضوں کا جواب

غیر احمدی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منکر ہیں۔ بایں دلیل کہ آنیوالا مسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللہ ہے جو آسمان پر زندہ موجود ہے اسلئے ہم مرزا صاحب کے دعوی کیطرف توجہ نہیں کر سکتے۔

پھر غیر مبائعین بھی حضور انور کی نبوت کے منکر ہیں۔ بایں دلیل کہ جو متبع ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا اور متبع و نبی ہونے کا مفہوم آپس میں متبائن ہے۔

دونوں معترضوں کی تردید ایک ہی حدیث سے ہو جاتی ہے وہ حدیث یہ ہے لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی (اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرے متبع اور امتی بننے کے سوا چارہ نہ تھا) یہ حدیث تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان جلد ۲ صفحہ ۴۶۱۔ الیواقیت والجواہر مصنفہ امام سید عبدالوہاب شعرانی صفحہ ۲۴ مدارج السالکین امام ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۳۱۳۔ شرح مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۷ میں موجود ہے اس میں عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا کھلا کھلا ذکر ہے۔ پس غیر احمدی جو حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے انکا عذر باطل ہوا کیونکہ عیسیٰ بن مریم تو فوت ہو چکا ہے۔ ادہر پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری ہونی بھی ضروری ہے۔ پس آنے والا اس امت میں سے ہوگا۔ اور جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور جمہور اہل اسلام اسپر متفق ہیں ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ہو۔ پس غیر احمدیوں کا جواب تو ہو گیا۔ اب رہے غیر مبائعین سو انکا رد بھی اسی حدیث میں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ کی نبوت و رسالت مسلّمہ ہے مگر آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ان کو بھی میرے متبع بننے کے سوا چارہ نہ ہوتا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی رسول کو دوسرے رسول کا متبع بننا اسکی رسالت کے منافی نہیں البتہ کوئی براہ راست نبوت پانے والا امتی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امتی وہ ہے جو اپنے رسول مطاع سے فیض پائے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے اپنے آپکو ایک پہلو سے نبی ایک پہلو سے

لڑکیوں کیلئے فقہی رسالے

مکرم معظم شیخ عبد اللہ صاحب سکرٹری کمیٹی دینیات تعلیم نسواں نے لڑکیوں کے لئے تین رسالے شائع کئے ہیں جو میں نے لفظ بلفظ پڑھے ہیں پہلے رسالے میں خدا۔ رسول ایمان اسلام۔ نماز کی کیفیوں اور دعاؤں کا بیان ہے سب کلمے بھی ہیں جو حنفی مسلمانوں میں بچوں کو ضرور یاد کرائے جاتے ہیں اور جن کی سند بھی آجتک کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ملی اور نہ وہ عقاید کا مجموعہ ہیں کہ اس اعتبار سے ہی انہیں ضروری سمجھا جائے تاہم غیر معمولی مقبولیت بتاتی ہے کہ کچھ ہیں اس حصہ میں عربی عبارات کی صحت کا پورا خیال نہیں ۔ دوسرے رسالے میں ارکان اسلام نماز شرائط نماز ۔ وضو۔ غسل تیمم۔ اذان ۔ ترکیب ادائے نماز کا بیان ہے اور حنفی فقہ کے مطابق سب کچھ بتایا ہے مگر نہایت پاکیزہ اور سلیس عبارت ہے تیسرے رسالے میں جس کا حجم ۲۰ صفحہ ہے۔ ناپاکی۔ صفائی۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور کسی قدر حج کے تمام ضروری مسائل کو نہایت عمدگی کے ساتھ جمع کر دیا ہے طرز بیان ایسا ہے۔ کہ معمولی استعداد کی لڑکیاں خود بخود سمجھتی چلی جائیں۔ مستورانہ شرم و حیا کی باتوں کے اوراق نکال ڈالے ہیں (بہتر تھا کہ چھپنے سے پہلے یہ فیصلہ ہوتا) اور جہاں بہت ضرورت پڑی ہے وہاں نہایت مہذبانہ الفاظ میں اسکا ذکر کیا ہے فقہی مسائل میں یہ رنگ میں نے انہی رسائل میں دیکھا افسوس ہے تو یہ کہ حنفی فقہ کے تتبع میں کئی مقامات پر صریح طور پر صحیح احادیث کے خلاف فتویٰ ہے اسلئے میں جماعت احمدیہ کو یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ضرور منگوا کر اپنے بچے بچیوں کو پڑھاؤ تاہم غیر مفید بھی نہیں کہہ سکتا قیمت تینوں کی چار پانچ آنے تک ہے۔ (آنریری سکرٹری ممدہ اسلامی تعلیم نسواں فیروزپور)

یہ دو کتابیں ضرور خریدو

آئینہ حق نما۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کا مسکت جواب ۱۲؍

پیدائش عالم۔ بانی آریہ سماج کے تمام دلائل پر جرح جو ازلیت مادہ پر دی ہیں

قیمت ۲؍ یہ دونوں کتابیں میر قاسم علی صاحب نے دفتر تشحیذ میں بغرض فروخت بھیجی ہیں قیمت کا ایک حصہ دفتر ترقی اسلام کو ملیگا۔ اسلئے انکی خریداری درحقیقت انجمن ترقی اسلام کی امداد ہے۔

احسن القصص ۲؍ مبادی الصرف ۲؍ صادقوں کی روشنی ۴؍ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۱؍ القاء ربانی ۸؍ البلاغ المبین ۱؍ ادعیۃ القرآن ۲؍ غلامی ۵؍ عصمت الانبیاء ۱۰؍ مکتوبات احمدیہ حصہ اول ۸؍ مکتوبات احمدیہ حصہ دوم ۸؍ مکتوبات احمدیہ حصہ سوم ۸؍ خطبات نور حصہ اول ۱۰؍ خطبات نور حصہ دوم ۸؍ ہدایات دربارہ معاملات ۲؍ کلام محمود ۴؍ حسکار مہدی ۸؍ احمدی عقاید ۰ چیستان مرزا کا حل ۳؍

امتی فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ کامل نبی نہیں بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح لازم آئیگا کہ آپ کامل امتی بھی نہیں کیونکہ اپنے آپ کو امتی بھی ایک پہلو سے فرمایا۔ فتفکروا یا اولی الالباب

ریویوز

النبی والاسلام

ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب پٹیالوی کی اس کتاب پر مختلف ہندو و مسلم اخباروں میں ریویو ہوا ہے۔ مجھے بھی اس کتاب کے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ جس کی تقطیع تشحیذ کی تقطیع کے برابر ہے اور اچھی لکھوائی چھپوائی کے ساتھ صفحے پر ختم ہوئی ہے دو روپیہ قیمت ہے۔ اس کتاب میں ان خیالات وعقائد کی جھلک پائی جاتی ہے جن کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح صادق علیہ السلام نے ڈاکٹر موصوف کو اپنی جماعت سے خارج کیا۔ پھر اسکے اخیر میں ان کتابوں کا اشتہار جو حضرت اقدس کی تردید میں ڈاکٹر موصوف نے لکھی ہیں بہت دل آزار عبارت میں موجود ہے۔ اور زیادہ حصہ اس کتاب کا ان مضامین سے پُر ہے جو تفسیر القرآن بالقرآن میں آچکے ہیں۔ تاریخی واقعات کے بیان کرنے میں کامل تحقیق وتنقید سے کام نہیں لیا۔ تاہم ہم اسکی بعض خوبیوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات ونشانات کو عمدگی کے ساتھ جمع کیا ہے غزوات کا حال جو قلمبند کیا ہے تو اسکے واقعات کی تفصیل کی بجائے انکے نتائج اور ان نشانات پر زور دیا ہے جو اس ذریعہ سے ظاہر ہوئے۔ غرض اسلام کے متعلق مفید ذخیرہ ہے۔ باوجود ان جزوی خوبیوں کے میں کہونگا اثمھما اکبر من نفعھما دودھ کے ایک پیالہ میں دو قطرے زہر کے ہلاک کرنیکے لئے کافی ہیں اور پلیدی کے دو قطرے بھی ایک مومن کو اسکے پینے سے باز رکھ سکتے ہیں سیب بہت لذیذ پھل ہے مگر ایک غیور اپنے دشمن کے ہاتھ سے لیکر کبھی نہیں کھائیگا۔ اوتداد کسی سلسلہ حقہ سے ایسا جرم ہے کہ اسکے ساتھ تمام تعلقات اخوت منقطع کر لینے کا حکم ہے وہ تصنیف بابرکت نہیں ہو سکتی اور نہ روحانیت کے لئے مفید جس کے مصنف ومؤلف کو اسنے یہ فائدہ دیا ہو۔ کہ وہ آخری زمانہ کے نبی کا مکفر ومکذب ہو۔

احمدی خاتون

شیخ یعقوب علی صاحب نے جلد ۲ کا نمبر ۲ ریویو کے لئے بھیجا ہے فی الواقعہ خواتین کے لئے ایک رسالہ کی ضرورت ہے یہ رسالہ مفید ہوگا مضامین اور باقاعدگی کی طرف شیخ صاحب کی توجہ درکار ہے قیمت سالانہ دو روپے عہ/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

جلد ۱۰ — نمبر ۱۲

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء

مطابق ماہ محرم وصفر ۱۳۳۴ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے ۱؎ غیر ممالک سے عہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام صاحب سکرٹری قادیان نے شائع کیا

بذریعہ مینیجر انجمن

دفتر رسالہ تشحیذ

چند قدم عزیز عبدالحی کے جنازے کے ساتھ

حضرت خلیفۃ اول کا نوجوان بیٹا فوت ہوا چونکہ انجمن تشحیذ نوجوانوں کی انجمن ہے۔ اس مناسبت سے یہ مرثیہ درج کیا جاتا ہے۔

پیارے عبدالحی تجھے رخصت تو کر سکتے نہ تھے
ہم مگر تیری جگہ افسوس۔ مر سکتے نہ تھے

تو جدا ہم سے ہوا۔ دل ہو رہا ہے بیقرار
اپنے کاموں کے مصالح جانے خود پروردگار

آہ! پیارے ماہ پارے تو سپرد خاک ہو
اور اسکے دیکھنے والا یہ "سینہ چاک" ہو

کچھ کہا جاتا نہیں۔ چپ بھی رہا جاتا نہیں
گر نہ ہو تسکین تو یہ صدمہ سہا جاتا نہیں

یاد آتی ہے مجھے رہ رہ کے تیری پیاری شکل
آہ! وہ آنکھیں بڑی۔ خوشرنگ سی نیاری شکل

تیرا وہ فہم و ذکا۔ وہ شوق تحصیل علوم
مدرسے کے ماسوا دینی کتابوں کا لزوم

عمر چھوٹی تھی مگر باتوں میں تھی سنجیدگی
اسپہ رخ زیبا پہ تو بشاشت آ رہی

یادگار نور تجھ کو جانتے تھے ہم سبھی
اور یہ جو کچھ ہوا۔ آیا نہ تھا دل میں کبھی

آہ! کیا کیا یاد کرکے روؤں رونا منع ہے
درد کہتا ہے نہیں۔ خاموش ہونا منع ہے

تیری اماں۔ اشکبار اماں کی حالت ہے بتر
جس کا تو لخت جگر تھا جس کا تھا نور نظر

جس کے گھر کا چاند تھا جس کا تو خورشید تھا
جس کی تو امید تھا ہاں جس کی تو اک عید تھا

تیرے ننھے ننھے بھائی اور سب احباب و خویش
اک سے اک بڑھ کر ہراساں ہے پریشاں سینہ ریش

ہیں یہی دو فقرے ہو سکتے ہیں اب وجہ سکوں
انا للہ اور پھر انا الیہ راجعون

اچھا اللہ کے حوالے اے ابا جان سے
یعنی الحقنا بہم کی آیت قرآن سے

قادیان کے رہنے والوں کا انہیں بھی پیام
بھیجتے ہیں جو صبح و شام انپر ہزاروں ہی سلام

فتنہ پردازی سے باز آئیں نہیں نا اہل لوگ
یہ جماعت کی ترقی میں لگے ہیں سخت روگ

اک دعا کیجے کہ ان کو بھی ہدایت ہو نصیب
تا کہ پھر بن جائیں ویسے ہی ہمارے یہ حبیب

تفرقہ بھاتا نہیں ہے اکمل غمناک کو
خادم احمد۔ غلام سید لولاک کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء

ایک اثنا عشری کے سوالات کے جواب حضرت فضل عمر سے

"میر افضل علی بی اے دکہ جن کے نام کیساتھ اثنا عشری لکھنے کی مجھے تاکید ہی) ایک خوش اخلاق حیا پرور جنٹلمین ہیں۔ وہ اکتوبر میں دارالامان تشریف لائے۔ چند سوالات لکھکر حضرت فضل عمر کے حضور پیش کئے اور اسی وقت زبانی جوابات پالئے میں کہ اس پرلطف صحبت میں حاضر ہونے کا شرف رکھتا تھا۔ خلاصتہً قلمبند کرتا گیا اب ناظرین تشحیذ کے افادہ کے لئے شائع کرتا ہوں اسمیں جو خوبیاں ہیں وہ یقینی طور پر سیدی و مولائی خلیفہ ثانی کا بیان ہیں اور اگر کچھ نقص اور کمی ہی تو اسکی ذمہ دار میری کوتاہی فہم ہی غرض جو میسر ہوا پیشکش محفل مودت منزل احباب اولی الالباب ہے۔"

(ایڈیٹر)

سوال اوّل۔ بروزی نبی کی مکمل تعریف کیا ہو سکتی ہی؟ اور (ب) لاہوری جماعت حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو کس رنگ میں پیش کرتی ہی۔ جس سے احمدیہ جماعت کو اصولی اختلاف تک نوبت پہنچگئی۔

جواب۔ بروز عربی زبان میں ظہور کو کہتے ہیں پس بروزی نبوت وہ نبوت ہے جو کسی اور کی نبوت کے ظہور کا باعث ہوئی۔ اسکی مثال شیشے میں عکس کی ہی جیسے شیشے میں عکس کو دیکھکر اصل کا اندازہ کر سکتی ہیں۔ اسی طرح اس بروزی نبوت والے سے اس اصل کی شان ظاہر ہوتی ہے جس کا وہ ظل ہی۔ جو مستقل کھڑا ہو۔ وہ تو اپنا وجود ظاہر کرتا ہے مگر ایسی نبوت جو کسی غیر کے کمالات کو ظاہر کرتی ہی وہ بروزی

اور ظلّی نبی موسوم ہیں حضرت مسیح حضرت موسیٰ کی نبوت مستقلہ تھی جو خود اپنے کمالات کو ظاہر کرتی تھی لیکن خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ اسقدر بلند فرمایا کہ آپ کے بعد ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے ذاتی کمال سے کچھ کر سکے۔ پس پہلے جو انبیاء کا سلسلہ چلا آیا ہے وہ براہ راست اللہ تعالےٰ سے تعلّق و تقرب حاصل کرتے تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم جن پر تمام کمالات نبوت کا خاتمہ ہے انکا کمال یہ ہے کہ جبتک اب ان کے امتی و متّبع ہونے کی سند نہ ہو۔ خدا تعالےٰ کے حضور میں کوئی تقرّب نہیں ہو سکتا اور نہ منصبِ نبوت پر فائز ہوتا ہے چونکہ یہ کمال آنحضرت صلعم ہی میں تھا۔ اسلئے آپ سے پہلے کوئی ایسا کامل نبی نہیں ہوا جس کی طفیل نبوت ملے۔ قرآن شریف میں آتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ پس اب کوئی نیکی نہیں کوئی درجہ درجہ نہیں جب تک وہ آپکی پیروی میں حاصل نہ کیا جائے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو نہیں جانتا۔ یا جانتے ہوئے نہیں مانتا۔ یا مانتے ہوئے اتباع نہیں کرتا وہ اب کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔ پہلے بیشک مختلف ممالک میں اپنے اپنے طور پر نبی آئے مگر اب کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپ کے ایمانی کمالات حاصل نہ کرے اور کوئی مجدّد مجدّد نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپکی مجددیت کے کمالات سے بہرہ اندوز نہ ہو۔ اور کوئی صدّیق صدّیق نہیں ہو سکتا جب تک آپکی صدّیقیت کے کمالات سے پورا حصہ لینے والا نہ ہو۔ اور کوئی نبی نبی کا نام پانے کا مستحق نہیں۔ جب تک آپکی نبوت کے تمام کمالات کو اپنے اندر بروزی طور پر نہ لے کیونکہ جو کچھ ہے وہ رسول اللہ کا ہے اب جو کچھ ملیگا آپ کی اتباع ہی سے ملیگا۔ اسی لئے فرمایا۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ط اگر کوئی انعام حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو جو کچھ میں کرتا ہوں وہی کرو آپ تو بروزی نبی پوچھتے ہیں میرا تو عقیدہ ہے کہ اب تو مومن بھی بروزی ہی ہو سکتے ہیں جب تک کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایمان سے حصہ نہیں پاتا۔ مومن نہیں کہلا سکتا۔ جتنے مجدّد جتنے صلحاء جتنے اولیاء گزرے ہیں سب بروزی ہی تھے۔ جس حد تک کوئی اپنے اندر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات لے گا۔ اس حد تک وہ بروز ہوگا۔ لیکن اس خطاب اس نام اس القاب کا حقیقی طور پر مستحق اسی وقت ہوگا جبکہ وہ کمال کامل طور پر پائے گا اگلے مجددین و اولیاء امت پر بھی نبوت محمدیہ کا پرتو پڑا۔ مگر وہ اس حد تک نہ تھا کہ وہ نبی کا نام پانے کے مستحق ہو جاتے وہ بیشک مکالمۂ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرّف

تھے۔ امور غیبیہ بھی ان پر ایک حد تک ظاہر ہوتے تھے۔ کیونکہ ختم نبوت کا فیضان بعثت محمدی سے لیکر قیامت تک جاری ہے مگر اس نعمت سے انہوں نے اتنا کثیر حصہ نہیں پایا۔ کہ وہ نبی کا خطاب پاتے اور نبوت کے درجہ پر فائز ہو جاتے دیکھو جس کے پاس دو چار پیسے ہوں وہ بھی ایک طرح کا مالدار ہے اور جس کے پاس سو روپیہ ہو وہ بھی مالدار۔ مگر ہر ملک کی اصطلاح کے مطابق جب تک کسی کے پاس اسقدر مال نہیں پایا جاتا جسقدر مال ہونا دولتمند کہلانے کے لئے ضروری ہے اسوقت تک اسے دولتمند نہیں کہتے مثلاً ہندوستان میں کسی کے پاس دس ہزار ہے تو وہ دولتمند کہلاتا ہے ولایت میں مثلاً لاکھ روپیہ ہو تو وہ دولتمند کہلائیگا۔ اسی طرح خدا کی اصطلاح میں کہ وہی اسلام کی اصطلاح ہے ایک خاص مقدار معیّن ہے جب کسی سے مکالمہ مخاطبہ اظہار امور غیبیہ اس حد تک مقدر ہوتا ہے تو وہ نبوت کا خطاب پاتا ہے مستقل نبوت ایک آسان تھی۔ مگر اب تو کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ جبتک کہ وہ جمیع کمالات نبوۃ محمدیہ کا مظہر اتم نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ پہلے خلفاء کو نبی نہ کہا گیا اور مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ تاکہ امر ختم نبوت مشتبہ نہ ہو۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ تمام نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے صرف نبوت محمدیہ باقی ہے۔ پس اب نبی وہی ہوگا۔ جس میں نبوۃ محمدیہ ہو۔ جو جامع جمیع کمالات نبوت ہے۔ پہلے مجددین بھی نبی ہوتے جنھوں نے کمالات نبوت محمدیہ سے کچھ حصّہ پایا۔ تو پھر حقیقة نبوت محمدیہ مشتبہ ہو جاتی اور لوگ یہی سمجھتے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی نبی تھے۔ حالانکہ وہ اکمل فرد گروہ منعم علیہم میں سے تھے اس لحاظ سے نبی وہی بنایا گیا جو خاتم النبیّین کے جمیع کمالات کا مظہر اتم تھا اور اسی کو حضور نے نبی اللہ کے خطاب سے یاد کیا یہ مراد ہے بروزی نبوت سے یعنی وہ نبوت جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

اب رہا سوال کا دوسرا حصہ۔ یہ سوال تو انہی سے ہونا چاہئے مگر خیر میں آپکو بتا دیتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب آنحضرت صلعم کے اتباع سے مجدد بنے محدّث بنے اور نبی صرف نام دیدیا گیا اسکے نیچے وہ حقیقت نہیں جو نبی کے اندر پائی جانی چاہئے۔ آپکو یونہی ایک خطاب دیدیا گیا جیسے خانصاحب۔ خان بہادر ایک خطاب ہوتا ہے اسکے لئے فی الحقیقت خان یا بہادر ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح نبی کا نام تو دیدیا۔ مگر حقیقت میں نبوّت جسے کہتے ہیں۔

وہ بات آپ میں نہیں پائی جاتی مگر ہم کہتے ہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی نام نہیں دیا جاتا جب تک اس کی تہ میں وہ حقیقت نہ ہو جو اس نام سے مختص ہے بغیر کافی مال کے کسی کو دولتمند کہنا لوگوں کو دھوکہ دینا ہے وتعالیٰ شانہ عن ذالک

باقی رہا آپکا یہ کہنا کہ یہ اصولی اختلاف ہے سو اس سے آپکی کیا مراد ہے ؟ اگر آپکا منشاء اس اعتراض سے یہ ہے کہ دو فرقوں میں اصولی اختلاف ہو جانا اس مذہب کے باطل ہونے کی دلیل ہے تو میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے ہی ایک فریق ہمارا ہے جو دوسرے مسلمانوں سے اصولی اختلاف رکھتا ہے۔ تو کیا اس سے لازم آئیگا کہ اسلام باطل مذہب ہے اور ہمارا ذکر جانے دو۔ مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں جو خدا تعالیٰ کے بارے میں کئی قسم کے اختلاف رکھتے ہیں۔ وحدت وجود والے کچھ اور کہتے ہیں دوسرے کچھ اور اسی طرح رسول کے معنے چکڑالوی کچھ اور ہی کرتا ہے۔ پھر سنّی شیعہ میں نبی کی تعریف میں فرق ہے پس اگر ہم دونوں میں اصولی اختلاف ہے تو اس سے احمدیّت باطل نہیں ہو سکتی۔

اور میرے نزدیک تو ابھی اصولی اختلاف نہیں ہوا۔ کیونکہ جس کے مرتبہ کی نسبت جھگڑا ہے اسکی صداقت کے تو دونو گروہ قائل ہیں اسکو اللہ کی طرف سے اور راستباز مانتے ہیں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پیشگوئیوں میں مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ ہے۔ حضور کے الہامات میں بھی نبی کا خطاب مانتے ہیں۔ جہاں جہاں حضرت اقدس نے اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے اسے بھی صحیح سمجھتے ہیں صرف اس لفظ نبی کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ اس سے یہ مراد تھی مثلاً لغوی یا اعزازی وغیرہ۔ پس جب تک وہ اصل لفظ کے قائل ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو ایک صادق اور راستباز مانتے ہیں اسوقت تک میں ان کی اس قسم کی تاویلوں کو جو ایک نبی کو غیر نبی بناتی ہیں۔ ایک اجتہادی غلطی قرار دونگا۔ اور انہیں احمدی ہی کہونگا غیر احمدی نہیں ہاں دلوں کا حال اللہ کو معلوم ہے آپ ہمارا ذکر جانے دیں۔ خود مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں ہر ایک فرقے میں خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کے بارے میں انبیاء کے بارے میں ہزاروں اختلاف ہیں۔ ایک کے نزدیک ایک بات کفر ہے دوسرے کے نزدیک وہی عین اسلام یا ایں ہمہ جبتک قرآن مجید و احادیث صحیحہ کو برحق مانتے ہیں۔ ان میں جو الفاظ آئے ہیں انکے قائل ہیں خواہ پھر تاویل کر کے کیا سے کیا بنا لیتے ہوں۔ ان میں اصولی اختلاف نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح ہم میں اصولی اختلاف نہیں۔

میر قضل - جناب کی بہ حیثیت امام سلسلہ اس تشریح کو سُن کر میرا کوئی حق نہیں کہ اب بعض اخبارات کے فقرات "سابق احمدی" "مرتد وغیرہ پر اعتراض کروں -

حضور عالی - اس قسم کے فقرات جوش میں لکھے جاتے ہیں خواہ وہ جوش غضب کی صورت میں ہو یا محبت کے رنگ میں - اس سے مقصود مخاطب کو صرف یہ جتلانا ہوتا ہے کہ تم جو کام کر رہے ہو - یا جو عقیدہ بیان کرتے ہو - وہ احمدیت یا تمہارے سابقہ طرزِ عمل کے خلاف ہے اور بس - جیسے باپ اپنے بیٹے کو اُستاد شاگرد کو ناصح اپنے دوست سے کہدے کہ تم تو انسان نہیں یا کہدے کہ تم تو گدھے ہو - تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سچ مچ اسے انسان ہی نہیں مانتا - بلکہ صرف تنبیہ مقصود ہے - کہ دیکھو تمہاری حرکات تمہارا طرزِ عمل وہ نہیں - جو ایک انسان کا ہونا چاہئے اسی طرح ہماری اخباروں میں جو کسی نے لکھا تو مطلب تنبیہ ہے کہ یہ عقیدہ احمدیت کے منافی ہے آپ انہی اخباروں میں میرے یہ فتوے بھی ضرور پڑھتے رہے ہونگے کہ غیر مبائعین کے پیچھے نماز جائز ہے - اب میرے مذہب میں تو غیر احمدی کے پیچھے نماز قطعی حرام ہے اگر میں انہیں غیر احمدی سمجھوں - تو پھر یہ فتوٰی کیوں دوں اور یہ میرا خیال آج کا نہیں - بلکہ ابتداء سے ہے میںنے سب سے پہلا فتوٰی بھی یہی دیا - اور اب بھی یہی دیتا ہوں - جبتک کہ وہ حضرت اقدس کو مسیح موعود اور راستباز مانتے ہیں - اور اس کے خلاف کوئی ایسی حرکت شنیعہ نہیں کرتے جس سے مجھے یقین ہو جائے کہ نبوت کے لفظ کی تاویل یا احمدیت کی بعض باتوں یا مسیح موعود کے بعض حکموں سے برگشتگی کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہیں - بلکہ بدنیتی سے ہے - اور ان کے دل اس سلسلہ سے پھر چکے ہیں - اور مسیح موعود کو کاذب سمجھتے ہیں - آپ خوب یاد رکھیں کہ اسلام سے نکالنے والی یہی باتیں ہیں - خدا کا انکار - ملائکہ کا انکار - کتب کا انکار - انبیاء کا انکار - بعث بعد الموت کا انکار - الیوم الآخر کا انکار - قدر خیر و شر کا انکار - جب تک کوئی ان کا قائل ہے اور رسل میں سے کسی ایک رسول کا بھی منکر نہیں وہ مسلم ہے - یہی وجہ ہے کہ شریعت زانی کو - چور کو گنہگار ٹھہراتی ہے مگر کافر نہیں کہتی کیونکہ وہ اصول میں سے کسی اصل کا منکر نہیں -

سوال دوم - سلسلہ خلافت نامتناہی ہوا کرتا ہے یا اسکی کوئی حد قرار دی جاسکتی ہے - اور اگر طول زمانہ کی مناسبت سے حد قرار دی جائے تو کن وجوہات پر یعنی خلافت

محمدیہ کو محض روحانی اور مذہبی رنگ میں دیکھیں تو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم جیسے عظیم الشان رسول کی خلافت کھینچ تان کر چار پر ختم ہوگئی تو حضرت مرزا صاحب کا یہی سلسلہ (جنکو مختلف معنوں میں ہر ایک احمدی ظلّی اور بروزی نبی مانتا ہے) اسی تناسب سے قیاساً کتنے خلفاء پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

جواب۔ سلسلہ خلافت مسلمانوں کے لئے خدا نے بطور انعام مقرر کیا ہے جب تک مسلمان اپنی حالت اس قابل رکھینگے کہ وہ اس انعام سے بہرہ اندوز ہوں۔ خلافت انہیں رہنی ہے یا رہیگی اور جب وہ ایسی حالت بنا لیتے ہیں یا بنا لینگے کہ یہ انعام چھینا جائے خلافت ان سے اٹھالیجاتی ہے یا اٹھالیجائیگی۔

آپ سے مخفی نہ ہے رسول اللہ صلعم دونوں قسم کے کمالات اپنے اندر رکھتے تھے جسمانی اور روحانی۔ خلیفہ نائب کو کہتے ہیں جس کا وہ خلیفہ ہوگا۔ اسی کے کمالات سے حصہ پائیگا۔ اور اسی کا کام کرے گا۔ پس نائب کے نسبتی اعتبار سے معنے ہونگے۔ ایک درزی کا خلیفہ ہے ایک لہار کا خلیفہ۔ ایک بادشاہ کا۔ ایک ایسے نبی کا خلیفہ جس کو حکومت نہیں دی گئی صرف روحانی بادشاہی ہے۔ غرض اضافت کے لحاظ سے معنے بدلتے رہینگے۔ جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے دو تعلق ہیں بادشاہ اور حاکم ہونے کا۔ نبی و رسول ہونے کا۔ خلافت بھی اسی نسبت سے ہوگی یعنے یا تو خلیفہ روحانی و جسمانی دونوں قسموں کا حاوی ہوگا۔ یا ان میں سے صرف ایک ایک کا۔ یہ سلسلہ ہمارے مذہب کے رُو سے حضرت علیؓ بلکہ امام حسنؓ تک تو اکٹھا چلا آیا ہے یعنے روحانی و جسمانی دونوں۔ پھر دونوں سلسلے الگ الگ ہوگئے پھر مسلمانوں میں بادشاہ بھی ہوتے رہے ہے اور روحانی خلیفے بھی۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں۔ صوفیاء کا کوئی فرقہ نہیں جو اپنے سلسلہ کی انتہا ان خلفاء راشدین تک نہ پہنچاتا ہو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ روحانی خلافت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اب تک چلی آئی ہے۔ گو وہ اپنے اندر وہ کمال نہ رکھتی ہو۔ جو پہلے تھا۔

سوال۔ پھر خلافت جمع کیوں نہ ہوئی۔

جواب۔ جمع ہونا ضروری نہیں۔ چونکہ کوئی کامل انسان کامل بروز ہو کر نہ آیا اسلئے مختلف ممالک میں مختلف خلیفے ہوتے رہے۔

سوال۔ پھر ایسے خلیفے تو اختلاف کا موجب ہونگے۔ جو مختلف ممالک میں ہونگے۔

جواب۔ روحانی آدمیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ خاصکر جب وہ اپنے اپنے علاقہ یا مذاق کے لوگوں کو روحانی فیض پہنچانے والے تھے تو اختلاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

سوال۔ کیا خلیفے کے لئے اعلان کرنا ضروری نہیں۔

جواب۔ جن خلیفوں کے لئے اعلان ضروری ہے وہ کرتے رہے خلفاء راشدین پھر مجددین کا سلسلہ ہے جو ہر صدی کے سر پر آتے ہیں۔ پھر وہ مجدد جو ہزار پر آتے ہیں۔ ہاں آخری زمانے میں ایسے لوگ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ تا ظاہر ہو کہ اب رسول اللہ کے روحانی فیض کا کامل نمونہ ہند سے پیدا ہونے والا ہے۔

سوال۔ مجددین اور پھر دوسرے روحانی خلفاء کے نہ ماننے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب۔ انسان ان انعامات سے محروم رہ جاتا ہے جو کامل مومن کے لئے مخصوص ہیں مجددین کے منکروں کو تو فاسق فرمایا۔ اور دوسرے روحانی خلفاء کو مسیح موعود کے زمانے سے پہلے جس نے نہ مانا۔ وہ ان کمالات کو حاصل نہ کر سکا۔ جو ان کی بیعت سے وابستہ تھے آپ دیکھ لیں۔ جب تک کوئی مسلمان کسی روحانی انسان کی بیعت نہ کرتا تھا روحانیت نہیں پاتا تھا۔ آپ اگلے بزرگوں میں سے کوئی بزرگ نہ دیکھینگے جس نے بغیر کسی کی بیعت کے فیض حاصل کرنیکا دعوے کیا ہو۔ ہاں یہ دعویٰ صرف حضرت مسیح موعود کا ہے کہ آپ کسی پیر کے مرید نہیں ہوئے۔ اور یہ خاصۂ نبوت ہے۔

سوال سوم۔ اور اگر خلفائے راشدین کے بعد خلافت کو بنی امیہ میں جاری بامر اللہ سمجھا جائے تو اول اعتراض تو یہ ہوگا۔ کہ الٰہی منشاء میں فاسق و فاجر لوگ بھی امیر المومنین خلیفہ محمد مصطفےٰ صلعم مانے جاسکتے ہیں۔ اگر نہیں تو سلسلۂ بنی امیہ کے تقریباً تمام افراد بوجہ جابر و ظالم اور جوع الارض میں مبتلا ہونے کے نہ محض مرتبۂ خلافت کے نااہل بلکہ پایۂ ثقاہت سے بھی گرے ہوئے تھے۔ اور اگر ایسے لوگوں پر خلافت جاری ہو سکتی ہے تو بعینہ ایسے ہی حالات میں بنی عباس بھی خلفائے برحق سمجھے جانے چاہئیں۔ اور پھر کوئی وجہ خلافت تاتار سے انکار کی نظر نہیں آتی پس اسی نامتناہی سلک کے آخری مروارید محمد رشاد کو بھی خلیفۂ اسلام بمنشائے الٰہی ماننا چاہیئے ورنہ وہ صحیح وقت معین و محدود فرماویں جبتک کہ خلافت محمدیہ قابل پذیرائی رہ چکی ہے۔

جواب - قرآن شریف میں خلافت کی شرط آیت استخلاف میں بتا دی گئی ہے۔ جس پر خلیفہ برحق کی علامت چسپاں ہوگی۔ وہی برحق خلیفہ ہوگا۔ بنو عباس بنو امیہ میں جسمانی خلفاء ہوئے یہ دنیاوی حکومت تھی۔ اسمیں کسی کے بدکار ہونے سے کیا حرج ہے جبکہ روحانی سلسلہ الگ ہو چکا تھا۔

سوال - کیا رسول اللہ کا خلیفہ بدکار ہونا چاہئے؟

جواب - جسمانی تعلق میں مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ انکو خلیفہ تو صرف ان معنوں میں کہتا ہوں کہ جس ملک پر رسول اللہ قابض تھے۔ اس پر آپ کے بعد وہ بھی قابض ہوئے۔ نیک باپ کا بیٹا خواہ کس قدر بدکار ہو۔ لغت اور زبان کے لحاظ سے اسے اسکا خلیفہ کہنا پڑیگا۔

سوال - جناب سوال تو چلن کا ہے

جواب - چلن تو روحانی چیز ہے اور یہاں جسمانی حکومت کا ذکر ہے۔

سوال - جب وہ دنیاوی امور میں ظالم ہو تو مقابلہ کیوں جائز نہ ہوگا؟

جواب - مقابلہ کی شرائط بتا دی ہیں۔ ان کا لحاظ ضروری ہے رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ تمہارا حاکم اگر فاسق وظالم ہو تو بھی اطاعت کرو۔ پس اس سے انحراف کرنے والا معذور نہیں بغاوت کسی حال میں بھی جائز نہیں (بجز اسکے کہ خدا کے حکم سے کوئی کھڑا ہو) کیونکہ یہ خلافت جسمانی ہے اگر اس میں روحانی بدیاں پائی جاتی ہیں تو ہوں ہاں اگر روحانی خلیفہ بدکار ہو تو اسے فوراً چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ اس سے تعلق ہی روحانیت کا ہے۔

سوال - مگر جو خلیفہ غاصب ہو۔ کسی کا حق غصب کر کے تخت نشین ہو۔ اسکی اطاعت کیا تعاون علی الاثم والعدوان نہیں ہے۔

جواب - غصب کا سلسلہ تو ابتداء دنیا سے جاری ہے پہلے کسی کی حکومت ہوتی ہے پھر کسی دوسرے کا غلبہ ہو کر اسکی حکومت قائم ہو جاتی ہے جو غصب کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ مگر عام رعایا پر اطاعت لازم ہے۔ کیونکہ دنیا دار الجزاء نہیں۔ اسکے گناہ کی سزا اسے ملے گی۔ لیکن جب خدا نے اسے بنایا ہے تو آخر کسی مصلحت یا غرض کے لئے بنایا ہے پس اس کا معاملہ خدا سے جدا ہے رعایا کا کام ماننا ہے اور بادشاہ وقت کی فرمانبرداری۔

سوال - تو آپ کے نزدیک ہر حکومت کی اطاعت واجب ہے اور اس طرح پر سلطنت اسلامی

جو ترکوں اور کابلیوں پر تقسیم شدہ ہو وہ صرف اسی رعایا کی مطاع ہو جس پر کہ حکمران ہے۔

جواب۔ بیشک! جو مسلمان عیسائیوں کی حکومت میں رہتے ہیں انہیں دنیاوی طور پر عیسائیوں ہی کی فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ انپر ترکوں یا کابلیوں کی اطاعت کا حکم نہیں۔

دونوں سوالوں کا اکٹھا جواب۔ اب میں آپکے دونوں سوالوں کو ملاکر ایک اور رنگ میں جواب دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لیستخلفنہم فی الارض پس جب تین خلیفے ہوگئے تو یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور اب اس سے آگے اگر خلفاء نہ ہوں تو ہم پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ تین ہو جانے پر وعدہ قرآنی پورا ہوچکا۔ کوئی کہے کہ دوسروں کو کیوں نہیں مانتے ہم کہینگے شرائط نہیں پائی جاتیں۔

(ب) خلیفہ برحق کا نشان ہو کہ اسکا دین تمکین پاجائے اور ایک ایسی جماعت ہو جو اسکے فتووں پر چلے آپ بتاسکتے ہیں کسی ایسی جماعت کا پتہ جو یزید کے فتووں پر چلتی ہو اسکا تو ہمنام ہونا بھی کوئی مسلمان پسند نہیں کرتا۔ پس بنی امیہ یا بنو عباس کی خلافت کا سوال ہی غلط ہے کیونکہ انمیں خلافت کے وہ نشان ہی نہیں پائے جاتے۔

(ج) لیستخلفنّہم سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ بلاکسی ناغہ کے متواتر خلفاء چلے ہی جاینگے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ کسی قدر وقفے کے بعد پھر خلیفہ برحق ہو۔

سوال۔ کیا ایسے خلفاء کی بیعت ضروری ہے؟

جواب۔ نہایت ضروری ہے۔ اگر ضروری نہ ہوتی تو ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم نہ فرماتا۔ اور یہ ارشاد نہ ہوتا علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین۔ پس غیر مامور خلیفے کی اطاعت بھی لازم ہے کیونکہ اسکی غرض بھی دین قائم کرنا ہے اور غیر مامور کی صداقت کا نشان یہ ہے کہ اسے دین میں اتباع کرنے والی ایک جماعت دیجائے اور دوسرا یہ کہ اسکے مخالف تباہ ہوں

سوال۔ تو کیا امام احمد حنبل۔ امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی کی اطاعت ضروری نہیں ان کے فتووں پر چلنے والی بھی جماعتیں ہیں۔

جواب۔ وہ ایسے خلفاء نہیں تھے نہ خلافت کے مدعی انکی قبولیت بطور انعام ہے یہ نیکی و تقویٰ سے کام لینے والے تھے۔ اسکا اجر ان کو ملا۔

اسپر سائل نے کچھ اعتراض کیا جس کے جواب میں فرمایا۔ آپ میرے دونوں جوابوں کو ملاکر اعتراض پیدا نہ کریں میںنے خلفاء کے تین سلسلے بیان کئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ چار پر ختم ہو گئے ایک یہ کہ مجددین کا سلسلہ ہے اور یہ کہ خلفاء روحانی خلفاء جسمانی کا سلسلہ جاری ہے آخری صورت میں متعدد خلفاء ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف ممالک میں مختلف مجدد آئیں مگر پہلی صورت میں کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اسوقت بھی کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ سلسلہ بھی منہاجِ نبوت پر ہے اور نبی کریم کی بعثت ثانی کا وقت ہے۔ باقی اہل تشیع کے بھی بیشک امام ہوئے ہیں ان میں سے جنھوں نے ایسا دعویٰ کیا جو تمام دنیا کے لئے فرد واحد ہونے کی حیثیت سے ہو تو میں ان نشانوں کے ساتھ جو ایسے لوگوں کے لئے مقرر ہیں انکو پرکھونگا اور جو ایسے امام اور خلیفے ہیں۔ جن سے روحانی فیض حاصل کیا جاتا ہے اور جنکا متعدد ہونا بھی جائز ہے میں اگر اس زمانہ میں ہوتا تو انکی نیکی اور تقوی کو دیکھتا۔ جس کو اپنا متبوع ہونے کے قابل پاتا۔ اس سے روحانی فیض لیتا۔ یا فقہی مسائل پوچھتا جیسے شاگرد اپنے استاد کو اپنی سمجھ کے مطابق دیکھ لیتا ہے یہ جھگڑے بعد میں ہوئے پہلے تو شیعہ امام سنیوں کے اُستاد اور سنی امام شیعوں کے مقتدا رہے ہیں۔

سوال چہارم۔ اندرونی اختلاف اور اخلاقی لغزشوں کے باعث اگر خلافت محمدیہ کا یہ حشر ہوا۔ کہ خلافت طاہرہ کے متعلق تعیین زمانہ ہی نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایک ظلّی اور بروزی نبی کے اسی قسم کے سلسلۂ خلافت کو مشیت ایزدی میں کسقدر مہلت حیات ہو سکتی ہے۔

جواب۔ اسکا جواب میں پہلے دے چکا ہوں کہ خلافت ایک انعام الٰہی ہے جب تک نبی کی جماعت اپنے آپکو اس قابل رکھے گی یہ نعمت جاری رہیگی صرف اس خیال سے کہ یہ نعمت آخر چھینی جانی ہے اس نعمت کو ابتدا ہی سے نہ لینا کفران ہے کیوں نہ اپنی حالت ایسی بنائی جائے کہ یہ نعمت ہمیشہ جاری رہے مکالمہ مخاطبہ بھی ایک نعمت الٰہی ہے اور مغضوب علیہم قوم سے چھین لی جاتی ہے تو کیا اسکی التجا بھی اسلئے نہ کیجائے کہ ہم سے آخر چھینی جانی ہے میںنے آپکو بتایا ہے کہ ایک طور پر رسول اللہ صلعم کی خلافت ختم نہیں ہوئی اور اب تو نئے سر سے پھر سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے اور اگر دوسرے معنے لئے جائیں یعنے چار پر ختم یا صرف مجددین کا سلسلہ جاری۔ تو بھی آپ دیکھیں کہ خلافت کس طرح ختم ہوئی حضرت امام حسن خلیفہ ہوئے انہوں نے اس خیال سے کہ میں انتخاب

مومنین سے خلیفہ نہیں ہوا۔ اور اسلئے کہ باپ کے بعد معاً بیٹا بغیر انتخاب کے خلیفہ ہو جانے سے خلافت وراثت بنجاتی ہے امیر معاویہ سے صلح کرلی اور انہیں خلافت دیدی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں سے خلافت ہی اٹھ گئی۔ کیونکہ یہ ایک نعمت الٰہی کو ایک طور پر رد کرنا تھا۔ میں حضرت امام حسن کی نیک نیتی کا قائل ہوں اور انکو اسکا اجر بھی ملیگا مگر بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا خمیازہ ضرور اٹھانا پڑتا ہے اب دیکھئے جو خلافت کو مٹانا چاہتے تھے انکی تو پیش نہ گئی کیونکہ یہ خدا کا کام تھا لیکن جب خدا نے اس انعام کو اٹھا لینا چاہا۔ تو خود ان کے ہاتھوں سے اسکا خاتمہ ہوا جو خلافت کو بجائے مٹانے کے بنانا چاہتے تھے۔

اس زمانہ میں چونکہ اشاعت دین کا موقعہ ہے اور اسکے سامان مہیا ہیں اور خلافت کی ایسے حالات میں بہت ہی ضرورت ہے۔ کیونکہ کوئی جماعت ترقی نہیں کرسکتی جبتک ان کا ایک منتظم ایک نگران کار نہ ہو اسلئے اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے اور دنیا میں پھیلانے کے لئے میں امید کرتا ہوں کہ خدا خلافت کے سلسلہ کو بہت لمبا کر دیگا اور چار پر ہی خاتمہ نہیں ہو جائیگا پھر اسکی ہمیں کیوں فکر ہو خلیفہ بنانا ہمارا کام نہیں ہمارا کام تو خلیفہ کی اطاعت ہے۔ بنانے کا کام خدا کے سپرد کردو اور اپنا فرض ادا کرتے رہو۔ مسیح موعود حضرت رسول کریم کا کامل بروز ہیں۔ اسلئے جن کمالات کا اظہار پہلی دفعہ ہوا۔ اب بھی ویسا ہوگا۔ بلکہ چونکہ یہ وہ دن ہیں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کمال تک پہنچکر کا لبدر التمام ہوگئی ہے اسلئے خدا کا جلال پہلے سے بڑھکر ظاہر ہوگا۔

سوال پنجم حضرت علیؓ منصب خلافت پر انہیں اصولوں کی تحت میں سرفراز ہوئے تھے جن کے رُو سے حضرات ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ خلیفہ رہ چکے تھے پس وہ لوگ جو علی سے نافرمان ہو کر جنگ جمل و صفین میں ان کے مخالف صف آرا ہوئے انکے ایمان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

اور اگر جانبین حضرت محمد صلعم جیسے مہتم بالشان رسول کے سلسلہ میں بھی رخنہ اندازی کرکے علیؓ و معاویہ کی پیروی سے مخلص مومنین رہ سکتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کے مرید کسطرح جناب سے انحراف یا مولوی محمد علی سے ارادت رکھنے کے باعث سلسلہ احمدیہ سے خارج ہو سکتے ہیں یا کم سے کم انپر عقوبت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ابو بکر و عمر ہوں یا حضرت علیؑ۔ ان کے منکر کافر نہیں۔ فاسق ہیں۔ فاسق کے معنے

ہیں۔ فاسق بمعنی کافر۔ فاسق بمعنی بدکار۔ فاسق بمعنے باغی۔ یہاں تیسرے معنے مراد ہیں۔ یعنے باغی جس کے معنے ہیں سلسلہ کے اتحاد کو توڑنے والے اور بس۔ اس بغاوت کا اثر ان پر بھی پڑیگا کہ اگر دوسری نیکیاں اتنی ہیں کہ اس گناہ کو ڈھانپ لیں تو خدا عفو کر دیگا ورنہ سزا دیگا۔ اور سزا دینا یا بخشنا اللہ کا کام ہے یہ ہمارا کام نہیں کہ اس پر بحث کریں ہم کو تو شریعت کی اصطلاح سے غرض ہے وہ خلیفہ کی بیعت نہ کرنے والے کو باغی قرار دیتی ہے

سوال۔ تو شیعہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو نہ ماننے کی وجہ سے فاسق ہوئے کافر نہیں۔

جواب۔ صرف خلیفہ کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ ہاں باقی عقائد کی بحث جدا ہے اور میرے نزدیک اسوقت کے شیعہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو (کہ مومنین صالحین ہیں) سبّ و شتم کرنے کی وجہ سے اس فتویٰ کے نیچے آتے ہیں۔ ورنہ جو ان میں سے یہ کہتے ہیں کہ ابو بکر و عمر و عثمان مومنین صالحین مخلصین تھے ہم انہیں برا نہیں کہتے نیکی سے یاد کرتے ہیں۔ صحابی مانتے ہیں۔ صرف حضرت علی احق بالخلافت تھے تو میرے نزدیک وہ فاولئک ھم الفاسقون میں داخل نہیں کیونکہ خلافت کی اطاعت تو اس کی حیات تک ہے جب وہ خلفائے راشدین فوت ہو چکے ہیں حاکم و بادشاہ بھی نہیں تو اب ان شیعوں کو انکا باغی کہنا بے فائدہ ہے ہاں یہ خیال رہے کہ مسیح موعود کی بعثت کا سوال اور ان کے انکار کا مسئلہ الگ ہے۔

سوال۔ پھر امیر معاویہ جنھوں نے حضرت علی سے ان کے وقت میں بغاوت کی وہ تو کم از کم × ×

جواب۔ ہاں ان کے سر پر ذمہ داری ہے حضرت مسیح موعود نے لکھا۔ فمن خالفہ فی وقتہ فبغی وطغی (جس نے حضرت علیؓ کی ان کے وقت میں مخالفت کی وہ باغی و طاغی ہی مگر اب ہم امیر معاویہ پہ الزام نہیں لگاتے نہ انہیں باغی کہتے ہیں نہ فاسق کیونکہ انہوں نے بعد میں صلح کر لی۔ اور امام حسن نے اس صلح کو قبول کر کے انہیں اپنی خلافت دیدی۔ اس معاملہ میں اگر امیر معاویہ نے کوئی غیر مخلصانہ فعل کیا تو ان کا معاملہ خدا سے ہے۔ ہماری نظر تو ظاہر پر ہی ہو سکتی ہے ہم دیکھتے ہیں اور تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ انہوں نے صلح کی امام حسنؓ نے قبول کی۔ اپنی خلافت بھی دیدی پس وہ باغی نہ رہے کیونکہ اب باغی یا فاسق انہیں کہا جائے تو امام حسن پر الزام آتا ہے۔ کہ ایک

فاسق کو خلافت حوالہ کردی۔ باقی میرے انکار کے متعلق جو آپ نے دریافت کیا ہے میں تو بار ہا بتا چکا ہوں کہ خلیفہ کے انکار سے ایمان نہیں جاتا۔ مولوی محمد علی صاحب کو احمدی کہتا ہوں۔ ان سے ارادت رکھنے والا بھی سلسلہ احمدیہ سے خارج نہیں مگر فسق و بغی کا فتویٰ ضرور ہے۔ سعد بن عبادہ کا قصور ان سے بہت کم ہے وہ حکم خلافت کے باغی نہ تھے انہوں نے صرف بیعت نہیں کی مگر احکام خلافت کی اطاعت کرتے رہے اور خاموش رہے جب اپنے وجود کو فتنہ سمجھا تو چلے گئے اسی طرح دوسرے صحابی حضرت علی یا حضرت عثمان کے وقت میں منکر خلافت نہ تھے بلکہ ایک خلیفہ کے بارے میں جھگڑا تھا یا اس سے چند مطالبات تھے اور یہ لوگ (پیغام والے) تو سرے سے خلافت ہی کے قائل نہیں۔ اور مجھ پر کفر کا فتوےٰ دے رکھا ہے اور شرک کا مبدء سمجھتے اور لکھتے ہیں۔ اور پھر عقاید میں اختلاف رکھتے ہیں تاہم میں انہیں ابھی تک۔ احمدی ہی سمجھتا ہوں۔

سوال ششم۔ کہا جاتا ہے کہ جائز خلافت صرف تشریعی نبی سے جاری ہوسکتی ہے اور ظلی نبی صاحب خلافت نہیں ہوا کرتے۔ اسکے متعلق جناب کا کیا ارشاد ہے؟

جواب۔ صرف صاحب شریعت نبی کی خلافت ہوتی ہے۔ اس دعوے کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے پیش کیجائے تو میں کچھ کہوں

دلیل۔ مثال موجود نہیں۔

جواب۔ کسی چیز کی مثال کا موجود نہ ہونا اسکے نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ پھر مثال تو مسیح موعود کی بھی موجود ہے جو صاحب شریعت نبی نہیں تھے۔ ان کی دو زندگیاں ہیں ایک واقعہ صلیب تک سو اسکے بعد پطرس کی خلافت موجود ہے۔ انجیل میں صاف لکھا ہے اے پطرس تو میرے بعد میری بھیڑوں کو چرا۔ اور دوسری کشمیر میں سو ان کی اپنی زندگی کے حالات کا بہت کم علم ہے تو ان کی خلافت کا کیا ثبوت دیا جائے۔ پہلے تمام غیر صاحب شریعت انبیاء کی تاریخ لائی جائے جب تاریخ ہی موجود و محفوظ نہ ہو۔ تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ مثال بھی موجود نہیں۔

ہم تو حدیث میں پڑھتے ہیں کہ ما من نبوۃ الا تبعتہا الخلافۃ۔ ہر نبوت کے بعد خلافت ہے

سوال ہفتم۔ جس حالت میں منصب خلافت پر عزل و نصب محض کثرت رائے سے ہو سکتا ہے۔ اور

ہم خلفا کو مامور تو مان ہی نہیں سکتے تو پھر غیر مامور کی اطاعت ہر شخص پر فرض کیونکر قرار دی جا سکتی ہے اگر ایک شخص اپنی روشنی ضمیر میں کسی خلیفہ سے انحراف کرے تو خواہ نظام سلسلہ بگڑتا ہوا دیکھکر اسکی یہ حرکت سیاسی غلطی بھی مان لیجائے پھر بھی مذہبًا وہ قابل عقوبت کیونکہ ہو سکتا ہے۔

جواب۔ خلافت حقہ کا عزل کبھی نہیں ہوتا۔ اور خود ہٹنا بھی گناہ ہے۔

سوال۔ امام حسنؓ کیوں ہٹ گئے۔

جواب۔ اسکی ایک خاص وجہ ہوئی۔ وہ سمجھے کہ میں انتخاب سے خلیفہ نہیں ہوا۔ اور باپ کے بعد معًا بیٹا اس صورت میں ٹھیک نہیں۔ پاک دل تھا گو اجتہاد میں غلطی ہوئی۔

سوال۔ حضرت علیؓ نے اپنا معاملہ جو حکم کے سپرد کر دیا تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزل ہو سکتا ہے۔

جواب۔ میں ہرگز اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت علیؓ نے اپنا عزل منظور کر لیا تھا بلکہ حضرت علی نے یہ بتانا چاہا تھا کہ یہ شرارت کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے جب فیصلہ ہوا تو آپ نے مانا نہیں اصولًا یہ بات نہیں مانی تھی کہ عزل منظور ہے بلکہ بات یہ مانی تھی کہ قرآن کا فیصلہ منظور ہے اور خلافت کا عزل کرنا (بعد اسکے قیام کے) قرآن مجید کے خلاف ہے۔ پس یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے اصولًا اپنا عزل مان لیا تھا۔

سوال۔ جب نصب جماعت کی رائے پر ہے تو عزل کیوں اسکی رائے پر نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ایک نبی کی بیعت بھی اپنی مرضی سے ہوتی ہے مگر اسکی بیعت سے نکلنا انسان کو مرتد بنا دیتا ہے جس کے لئے کفار سے بھی زیادہ سخت احکام ہیں خلافت بیشک مومنوں کے انتخاب سے بھی ہوتی ہے مگر خلیفے قائم کرنا در اصل خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ اور خدا کے کام کو مٹانا انسان کے لئے جائز نہیں۔ حضرت نبی کریم کی بعثت اولیٰ کی نظیر موجود ہے۔ خدا نے خلافت قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر جس طرح وہ پورا ہوا۔ وہ جائز طریق قیام خلافت کا اور لیستخلفنھم کی ماتحت ہمیں ماننا ہوگا کہ اس طریق سے جس پر ہر چہار خلفاء کی خلافت ہوئی۔ خلافت قائم ہوا اس کا خدا کی طرف سے دیا جانا ہے پھر اس معاملہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔ میں پورے یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ خلافت خدا ہی قائم کرتا اور خلیفہ خدا ہی بناتا ہے جس فتنہ عظیمہ اور مخمصہ کثیرہ کیوقت

خدا نے مجھے خلیفہ بنایا۔ ایک انسان بلکہ تمام جماعت کی طاقت میں بھی ہرگز نہ تھا کہ مجھے خلیفہ نامزد کر کے پھر وہ تمکین دین دے سکتے اور وہ امن بعد خوف پیدا کرتے جو خدا نے میرے لئے کیا اور بغیر کسی میری ذرا سی کوشش کے مفسدین و مخالفین کو نیچا دکھایا۔ ان کے گروہوں کو جیسا کہ اس قادر ذوالجلال نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ لیمزقنھم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کی جمعیت پراگندہ ہوگئی۔ اور خدا تعالٰے کی بات غالب ہوئی بیشک میں نے بھی خیال کیا تھا۔ کہ خلافت چھوڑ دوں اور اپنے آپ کو معزول کر لوں۔ مگر جب استخارہ کیا اور بہت دعائیں تو مجھے ایک رؤیا میں سمجھایا گیا کہ یہ جائز نہیں تب میرا دل مستحکم ہو گیا اور میں نے اسکے سلسلہ کا خادم بننا قبول کیا۔

سوال ہشتم۔ چند سال پیشتر مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین سلسلہ احمدیہ کے لئے باعث فخر و مباہات سمجھے جاتے تھے اور نبی کے منتخبہ صحابی ہونے کی وجہ سے درست بھی تھا۔ اب اس اختلاف نے اگر ان کو جاہ طلب اور منافق ثابت کر دیا تو شیعہ نقطۂ خیال سے بھی جاہ طلبی اور منافقت اصحاب رسول اللہ صلعم میں بھی رونما ہو سکتی ہے اور حضرت علی اور حضرت ابوبکر کا اختلاف اور حضرت علی اور امیر معاویہ میں جو لڑائی باوجود رسول اکرم کے صحابی ہونے کے ممکن الوقوع تھی۔ ان تاریخی اور موجودہ تنازعات نے جو ایک بزرگ ترین رسول اور نبی ظلی کے اصحاب خاص و پیوستہ مشن اور معتمدین خصوصی میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اغیار پر حضور سرور کائنات اور حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کا (جو گروہ خاص میں منافقین پیدا کرنے میں صرف ہو جائے) کیا اثر ہو سکتا ہے اور کیا احترام ہونا چاہئیے۔

جواب۔ اس معاملہ میں شیعوں اور ہم میں ایک فرق ہے شیعہ تو صرف چند آدمیوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ باقی سب منافق۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ حضرت اقدس کے کثیر اصحاب حق پر ہیں۔ صرف معدودے چند ہیں جو غلطی پر اڑے ہیں باقی رہا یہ اعتراض کہ نبی کے اصحاب گمراہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ سو میں تو دیکھتا ہوں خدا کے ولی بھی گمراہی میں گر جاتے ہیں۔ دیکھئے ایک شخص کا ذکر قرآن مجید میں ہے لو شئنا لرفعنٰہ بہا و لکنّہ اخلد الی الارض اور صحابیوں کی نظیر تو ہر مذہب و ملّت میں موجود ہے حضرت موسٰیؑ کے صحابی ہی تھے جو اپنے نبی کی ذرا سی غیر حاضری ہی میں بچھڑا پوجنے لگ گئے۔ انکی تعداد تین ہزار بتائی گئی ہے پھر نوحؑ کا بیٹا بھی آخر صحبت ہی میں رہتا تھا۔ اسے ہدایت ہی نہ ہوئی۔ یہودا اسکریوطی بھی صحبت ہی میں رہتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم

کا کاتب وحی بھی صحابی ہی تھا اور معتمد علیہ پس چند لوگوں کا بگڑ جانا اس مذہب کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہاں کثرت نہیں ہونی چاہئے۔ منافقوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ جس چیز پر نفاق ہو اسکے مطابق فتویٰ ہوگا۔

حضرت علی و حضرت ابوبکر میں تو کوئی اختلاف نہیں اور امیر معاویہ حضرت علی کے بعد زندہ رہے اسلیئے ہم انہیں بُرا نہیں کہتے جبکہ انہوں نے صلح کر لی۔ اور امام حسنؓ نے بھی مان لیا۔ آپ اس بات پر غور کریں۔ اگر وہ خدا کے نزدیک بے قصور اور متقی ثابت ہوئے تو جو انہیں برا کہتے ہیں ان پر مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ برُے ہیں تو ہم انہیں نیک کہتے ہیں۔ تو جو امام حسنؓ کا حشر ہوگا وہی ہمارا ہو جائیگا۔

پھر ایسی باتوں سے لوگوں پر حق مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صادقوں کے مقابلے پر اٹھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ امام حسین کے مقابلہ پر یزید اٹھا۔ تو کیا اسکا نام و نشان نہیں مٹ گیا امام حسینؑ بیشک شہید ہو گئے مگر جس غلطی کے مٹانے کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے وہ مٹ گئی یزید خود شرمندہ ہوا۔ اسکی اولاد پھر امام حسینؓ کی اولاد کی خادم ہوئی۔ وہ مومن جو کسی خاص کام کے لئے مامور ہوتے ہیں۔ ان کے قتل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ خدا کی تلوار تھے۔ لوگوں کو وہ ٹوٹی نظر آتی ہوگی میں تو دیکھتا ہوں اس نے وہ کام کیا جس کا اثر اب تک موجود ہے۔

سوال۔ امام حسین کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ایک جسمانی خلیفہ کے مقابل جنگ کی

جواب۔ میں امام حسین کو خدا کا ایک برگزیدہ سمجھتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ خدا کے حکم سے یزیدیت مٹانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مگر ایسے مامور نہیں۔ جن کی بعثت عام ہوتی ہے بلکہ ایک خاص کام کے لئے اور جنہوں نے ان کا مقابلہ کیا سخت غلطی کی۔ مگر نہ ماننے سے ان پر فسق کا فتویٰ نہیں اسلیئے کہ آپ خلفاء اربعہ کی طرح خلیفہ نہ تھے اور نہ مامور تھے۔ ہاں جنھوں نے ظلم کیا وہ ظالم ہیں جنھوں نے متعمداً قتل کیا وہ جہنمی ہونگے۔

سوال حضرت علی تو برحق تھے۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے حضرت معاویہ کو آپ کیا کہتے ہیں۔ اور حضرت[۱] کے خطاب سے کیوں یاد کرتے ہیں۔

---

[۱] لطف یہ ہے کہ ہمارے دوست میر صاحب خود حضرت معاویہ کہتے تھے۔

جواب - میں پہلے جواب دے چکا ہوں کہ امیر معاویہ حضرت علی کے بعد زندہ رہے پھر صلح کرلی۔ اسلئے بظاہر ان کی توبہ معلوم ہوتی ہے اور فی وقتہ بغیٰ و طغیٰ حضرت صاحب نے لکھا ہی ہم انکی عزت صحابی ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ کی عظمت دل میں ہو۔ تو وہ تو ایک صحابی ہیں۔ میں تو آنحضرت کے ایک کُتّے کو بھی حضرت کہدوں لیکن کتے کو پالنا جائز نہیں فرمایا۔

سوال نہم - بروزی نبی اور مجدد الوقت میں کیا امتیازی فرق ہے جس مشن کو مجدد ہر صدی کے اخیر پر بوجہ احسن پورا کرسکے۔ اسی کے لئے پھر ظلّی نبی کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے بوجہ یکساں مشن یکساں تعلیم یکساں نتائج اثر مرتب ہونیکے ظلّی نبی اور مجدد مترادف ہوجاتے ہیں۔

جواب - مجدد تو اپنے اپنے علاقوں میں ایک وقت میں کئی بھی ہونگے مگر بروزی نبی کسی خاص علاقہ کے لئے نہیں ہوگا اسلئے کہ اسکی نبوت اپنی نبوت نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ کی نبوت ہے۔ جو تمام جہان کے لئے تھے بس وہ جو اس ختم الرُّسل کے تمام کمالات کا مظہر ہے وہ بھی سارے دنیا کے لئے ہوگا مجدد کے انکار سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ ہاں قرب الٰہی نصیب نہیں ہوتا۔ سلب ایمان ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ نبی کا انکار کفر ہے یہ ممکن ہے کہ کوئی مجدد کو نہ جانے اور اسکے نہ جانتے ہوئے قرب الٰہی میں ترقی پاجائے۔ مگر کامل بروزی نبی سے جاہل رہ کر کوئی ترقی و تقرب نہیں پا سکتا۔

سوال دہم - محمد علی باب افریقی مہدی اور دیگر داعیان نبوت کے دعاوی کو کن وجوہ سے حضرت صاحب کے مقابلہ میں غلط قرار دیا جائے

جواب - افریقی مہدی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ پھر ایسے تمام مہدیوں میں سے ہوسکتا ہے کہ بعض سچے ہوں۔ حالات صحیحہ ان کے موجود ہوں تو پھر ہم بتا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے بہت سے مہدیوں کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ مگر کوئی ایسا مہدی نہیں ہوا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ آنے والا مسیح بھی میں ہی ہوں۔ محمد علی باب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ ان لوگوں کی کتابیں دیکھیں وہ تو نبوت کے قائل ہی نہیں۔ وہ تو مظاہر الٰہی کہتے ہیں یعنے خدا کی ذات خدا ہوا ہی اسکے صفات کے مظہر دنیا میں آیا کرتے ہیں اور انہی میں ذات الٰہی پائی جاتی ہے بس ایسے نبیوں کو نبوت کے معیار پر نہیں پرکھا جائیگا۔ وہ تو اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں کہہ سکتے کیونکہ موجودہ شریعت اسلامی و قرآن مجید کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ اور نئی کتاب کے نازل ہونیکے قائل ہیں۔

سوال۔ نبیوں کے پرکھنے کا کیا معیار ہے؟

جواب۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل۔ جس پر ۲۳ سال بعد از دعویٰ وحی گزر جاویں وہ ضرور صادق ہے۔

پھر فرمایا وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ مرسلان الٰہی تبشیر و انذار کرتے ہیں (۳) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ وہ اپنے مخالفوں پر غالب آتے ہیں۔ جس بات کو وہ قائم کرنا چاہتے ہیں قائم کر کے جاتے ہیں اور مخالفوں کی کچھ پیش نہیں جاتی (۴) فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ جو خدا کا نبی ہو۔ اسکو غیب کی خبریں دی جاتی ہیں بالخصوص ایسی خبریں جو قوموں کی تباہی یا ترقی کی نسبت ہوں (حضور نے نشانات صداقت کی جو تشریح فرمائی تھی مینے نہایت مختصر کردی ہے صرف اشارۃً آیات لکھدی ہیں)

سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے؟

جواب۔ بروزی نبوت کا سلسلہ جاری ہے یعنے قدسی نفوس میں نبوت محمدیہ ہی پیرایۂ جدید میں جلوہ گر ہوگی۔ یہ سلسلہ بند ہو جانے کے ہم قائل نہیں۔ اگر نبوت بند ہوتی۔ تو ایک طرف اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ دوسری طرف انعم علیہم کی تفسیر اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین سے کی ہے پس نبوت کا دروازہ کھلا ہے مگر نبی وہی ہوگا جو رسول کریم کے تمام کمالات کا مظہر اتم ہو۔ اور اسوقت تک صرف ایک ہی ہوا۔ حالانکہ مکالمہ مخاطبہ کا انعام بہت سے اولیاء و صلحاء امت محمدیہ نے پایا اور نبوت محمدیہ کا پرتو بھی بقدر ان کی استعداد کے ان پر پڑا۔ مگر چونکہ وہ جمیع کمالات محمدیہ کے مظہر نہ تھے اسلئے نبی نہ کہلائے۔

سوال۔ مع الذین انعم اللہ علیہم فرمایا ہے نہ یہ کہ وہ نبی ہو جائینگے۔

جواب۔ اس معیت سے مراد اس جماعت میں داخل ہونا ہے۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ اب کوئی صالح بھی نہیں ہوگا۔ شہید بھی نہ ہوگا۔ صدیق بھی نہیں ہوگا۔ اسکا کوئی فرقہ قائل نہیں پھر دیکھئے قرآن شریف میں آتا ہے توفنا مع الابرار تو کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی نیک فوت ہو تو ساتھ ہی ہماری جان بھی قبض کرے۔ اور اسی طرح قرآن مجید میں ایک آیت ہے[*] تو اب کیا اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ایسے

[*] الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ فاولٰئک مع المومنین ۱۲

لوگ مومن نہیں ہونگے بلکہ مومنوں کے ساتھ ساتھ رہینگے۔

اسکے بعد سائل صاحب متفرق باتیں دریافت کرنے لگے۔

سوال۔ بروزی نبی کے معاملہ میں کوئی سکوت کرے تو اسکی نسبت کیا ارشاد ہے؟

جواب۔ سکوت جائز نہیں توقف بھی ایک قسم کا انکار ہے۔ آپ تو سکوت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ نبیوں کے معاملہ میں تو بعض اوقات اقرار بھی کفر ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں آتا ہے ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔ وہ اللہ سے یوم الآخر تک تمام اصول کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں مگر اپر بھی فتویٰ کفر ہے سکوت اسلئے جائز نہیں اس طرح تو پھر جماعت بن ہی نہیں سکتی۔ نبی کے ساتھ ہونے میں مشکلات ہوتی ہیں۔ اب سب لوگ مشکلات سے بچنے کے لئے یہی کہنے لگیں کہ ہم خاموش ہیں تو پھر وہ جماعت کہاں سے آئے جو دنیا کی اصلاح کے لئے طیار کرکے نبی نے اپنے مولیٰ کے حضور واپس لوٹنا ہے۔

سوال۔ کثرت امور غیبیہ کا نام نبوت ہے تو جبتک وہ کثرت نہ ہوئے نبی نہیں ہوگا۔

جواب۔ تحصیلدار اسے کہتے ہیں۔ جو مالگذاری کی وصولی کا انتظام کرے وغیر ذالک تو کیا جب تک ایک سال گذر نہ جائے اور وہ کار متعلقہ سرانجام نہ دے لے اسے تحصیلدار نہ کہنا چاہئے۔ اسی طرح ڈپٹی کمشنر کو ڈپٹی کمشنر نہ کہا جائے جبتک وہ تمام باتیں نہ اسمیں ہولیں جو اس عہدہ کے نشان ہیں۔ پھر قرآن مجید میں آتا ہے انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون۔ اب اگر وہ کشتی پہلے ہی بھری ہوئی تھی۔ تو پھر لوگ کہاں بیٹھے پس یہ اعتراض جو میرے مخالفوں نے مجھ پر بلکہ حضرت اقدس پر کیا ہے (کیونکہ یہ تعریف حضور ہی کی ہے) بہت ہی بیہودہ ولغو ہے۔ جس کو کثرت امور غیبیہ سے مشرف کرتا ہوگا۔ اسی کا نام نبی رکھیگا۔

سوال۔ آئندہ اگر کوئی نبی آیا تو کیا اسکے لئے ضروری ہے کہ مسیح موعود کے سلسلہ میں ہو۔

جواب۔ ہاں ضروری ہے بلکہ مومن بننے کی شرط بھی مسیح موعود کی اتباع ہی

سوال۔ اس طرح تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے

جواب۔ جب کوئی شخص خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جبتک کہ آنحضرت صلعم کو نہ مانے۔ تو کیا اس سے لازم آئیگا کہ حضرت نبی اکریم خدا ہو گئے۔ یہ تو وجاہت کی بات ہے جب خدا تعالیٰ کسی کا رتبہ بلند فرماتا ہے تو شرط لگادیتا ہے۔ کہ اب جو ہمارے دربار میں آنا چاہیے انکی وساطت اور بسند اتباع حاصل کرنے

کے بعد آئے آپ تو ابوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے حضور میں پہنچنے کیلئے ایڈیکانگ ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ خود بھی کسی بادشاہ کے ایڈیکانگ ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کا درجہ بڑھتے بڑھتے ۱۳ سو سال میں اسقدر بلند ہوگیا ہے کہ خدا نے فرمادیا۔ تو ہم اب تمہیں بھی ایک دربان دیتے ہیں اب تمہارے دربار میں بھی کوئی نہ باریاب ہو سکے گا جبتک کہ وہ تمہارے ایک متبع کامل سے سند اتباع نہ لائے۔ پس اصل خاتم النبیین تو حضرت نبی کریم ہی ہیں اور یہ وساطت کی شرط بھی آپ ہی کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ میں تو اس بات کا بھی قائل ہوں کہ حضرت صاحب کا درجہ بڑھتے بڑھتے کبھی ایسا ہو جائے کہ ان کو بھی ایک دربان ملجائے اور آئندہ جبتک کوئی اسکے اتباع کامل کا سند یافتہ نہ ہو۔ آپ کے حضور باریاب ہو سکے گا۔

خاتمہ پر میر افضل علی صاحب نہایت ممنون اور متاثر نظر آتے تھے جس کا انہوں نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا۔ ھداہ اللہ الی صراط مستقیم ط

نبوت مسیح موعود کے متعلق قرآنی آیات سے بحث

"مرزا عبدالکریم صاحب تاجر پونچھ نے حضرت مسیح موعود کے حق میں ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو ایک احمدی کی شان سے بعید ہیں اسلئے المہدی نمبر ۶-۷ سے ان کی ان دلیلوں کا جواب دیا جاتا ہے جو صرف قرآن مجید کی آیات سے نبوت اصلیہ حقیقیہ شرعیہ کے شرائط لازمہ غیر منفکہ کے بارے میں پیش کی ہیں" (ایڈیٹر)

قولہ (۱) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ جب نبی کسی کی اطاعت کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ تو کسی کے فیض سے نبی بننے کے کیا معنے؟ نبی تو وہ پہلے ہی سے ہو چکا (۲) النبی نبی ولو کان فی بطن امہ (۲) قولہ عیسیٰ۔ انی عبد اللہ اتنی الکتٰب وجعلنی نبیا (۳) یہ وہ عظیم الشان شرط نبوت ہے جس نے آدم سے لیکر خاتم النبیین تک سب رسل کو گھیر رکھا ہے۔

جواب اس آیت کے آپنے خود یہ معنے کئے ہیں کہ ہمنے کسی رسول کو نہیں بھیجا۔ مگر اسلئے کہ وہ مطاع ہو یعنے لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ یہاں تک تو صحیح ہے مگر اس سے آگے جو آپنے یہ فقرہ

ملا دیا ہے۔ "اور خود کسی کا مطیع نہ ہو" یہ کس آیت یا کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

(۲) آپکا یہ کہنا کہ وہ کسی کا مطیع نہیں ہوتا۔ اسمیں استثنا ہے یا نہیں اگر نہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ وہ خدا کا بھی مطیع نہیں۔ اور اگر استثنا ہے تو شرعی نبی کی اطاعت بھی ممنوع نہ ہوئی۔

(۳) نبی مطاع ہو اور غیر مطیع یہ آپکا ترجمہ ہے۔ اب بتائیے کہ مطاع سب کا ہو؟ اگلوں پچھلوں کا۔ آپکا جواب ہوگا نہیں۔ ورنہ موسیٰ بھی باوجود رسول اللہ ہونے کے رسول اللہ صلعم کے مطیع ماننے پڑینگے بلکہ آپ کہینگے۔ کہ رسول انہی کا مطاع ہوتا ہے جو اسکی امت ہو۔ میں کہونگا۔ نبی کا غیر مطیع ہونا بھی انہی لوگوں سے مختص ہوا۔ جو اسکی امت ہی سے ہوں۔ باقی جس طرح ان دوسروں کا مطاع نہیں۔ اسی طرح ان دوسروں کا غیر مطیع ہونا بھی شرط نہیں۔

(۴) مطیع کس کو کہتے ہیں آیا مطیع اسی کو کہینگے جو کسی دوسرے نبی کی شریعت پر چلے۔ اس طرح پر موسیٰ کے بعد کے تمام اسرائیلی نبی جو موسوی شریعت پر چلتے رہے موسیٰ کے مطیع ہیں۔ اگر مطیع کے کوئی اور معنے ہیں تو بتایئے + اس پر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح تو پھر نبی کریم بھی دوسرے نبیوں کے مطیع ہوئے کیونکہ ان کو بھی۔ ارشاد تھا۔ کہ اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ اسکا یہ جواب ہے کہ رسول اللہ صلعم جو اعمال کرتے اور عقائد رکھتے تھے وہ اسلئے نہیں کہ حضرت موسیٰ کی یا کسی دوسرے صاحب شریعت نبی کی کتاب میں تھے۔ بلکہ وہ سب بالتفصیل الگ طور پر آپ پر نازل ہوئے مگر بنی اسرائیل کے انبیاء اسلئے مطیع موسیٰ ہیں کہ انکی اپنی کوئی شریعت نہیں تھی۔ وہ اعمال شرعی کو اسلئے ہی بجا لاتے تھے کہ تورات میں ایسا کرنے کا حکم تھا۔ پس فبھدٰھم اقتدہ سے یہ مراد نہیں کہ اعمال شریعت موسیٰ وغیرہ انبیاء کے کہنے سے بجالاؤ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ اعمال حسنہ ضرور کرو۔ کیونکہ یہ تو ایسے اعلیٰ ہیں کہ پہلے راستباز بھی ان پر کاربند تھے۔

(۵) آپنے لکھا ہے کہ کسی کی فرمانبرداری سے نبوت پانے کے کیا معنے ہ جبکہ حدیث میں ہے النبی نبی ولو کان فی بطن امہٖ۔ اوّل۔ اس حدیث کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیجئے رواۃ اور کتاب کا حوالہ دو۔ دوم۔ مولوی محمد علی صاحب کا یہ کہنا کہ مبائعین کے نزدیک حضرت اقدس ۱۵ سال تک اپنی نبوت نہیں سمجھے۔ بالکل لغو ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بقول آپکے فی بطن امہ نبی تھے۔ تو اپنی نبوت چالیس سال تک نہ سمجھ سکے اور نہ جانا کہ میں عظیم الشان نبی ہوں۔ اس سے

قرآن شریف کی شہادت بھی موجود ہے کہ ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان

سوم۔ اگر نبی پیدائش ہی سے نبی ہوتا ہے تو یہ کہنا کہ "نبی کی پہلی زندگی پاک ہونی چاہئے" غلط ہوُا کیونکہ پہلی زندگی چہ معنے دارد۔ ماں کے پیٹ سے تو نبی تھا۔ کیا آپ تناسخ کے قائل ہیں۔

چہارم۔ النبی نبی کے کیا معنے ہیں؟ اگر نبی کے معنی نبی بننے والا ہے (یعنی خدا کے علم میں ہے کہ وہ نبی ہوگا) تو آپکا اعتراض باطل اور اگر نبی کے معنے یہ ہیں کہ نبی ہو چکا ہے۔ تو پھر نبی کی جو تعریف آپ کرتے ہیں۔ اور جو شرائط غیر منفک آپ اس میں لازم ٹھہراتے ہیں۔ وہ اس میں ثابت کیجئے یعنے یہ کہ وہ تمام علوم جبریل سے سیکھا ہو۔ اور حل معضلات دین نبوت سے کرتا ہو۔ اپنی قوم کی زبان میں مبعوث ہو۔ (اگر کہو کہ وہ ابھی مبعوث نہیں ہوُا تو یہ شرط غیر منفک نہ ٹھہری) (۳) شفقت علیٰ خلق اللہ کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ یہ فی بطن امّہ کس طرح ہوگا۔ واہ تاجر صاحب

۳۔ اور یہ کہنا کہ مسیح کے جعلنی نبیًا کہنے سے ثابت ہوُا۔ کہ وہ مہد ہی میں نبی بن گئے تھے کسی سے فیض پانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

اوّل۔ ہمنے مسیح کی نسبت کب کہا ہے کہ ان کو کسی کے فیض سے نبوت ملی۔ دوم بتوفی مثالوں سے کوئی کلیہ ثابت نہیں ہوگا۔ سوم۔ اگر جعلنی میں سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اسوقت وہ نبی تھے تو اٰتنی الکتٰب سے ماننا پڑیگا۔ کہ مہد میں کتاب بھی مل چکی تھی جب یہ باطل ہے۔ تو پہلی بات بھی باطل ہوئی چہارم۔ اصل بات یہ ہے کہ پیشگوئی میں ماضی بمعنے مضارع ہوتی ہے

۴۔ اگر آدم سے لیکر خاتم النبیّین تک تمام نبیوں کا براہ راست نبوت پانا اس بات کی دلیل ہے کہ براہ راست ہونا شرط غیر منفکہ نبوت ہے۔ تو آدم سے لیکر مسیح تک نبیوں کا صرف اپنی قوم کے لئے بھیجا جانا اور ساری دنیا کے لئے نہ آنا یہ بھی کیوں شرط غیر منفکہ نبوت نہ کہی جائے اور اگر اس کلیہ سے نبی کریم صلعم مستثنیٰ ہیں اور وہ ساری دنیا کے لئے آئے تو اسی طرح مسیح موعود بھی بسبب اتباع کے نبی بن کر اس کلیہ سے مستثنیٰ ہوئے۔

دوم۔ اگر آدم سے لیکر مسیح تک تمام نبیوں کی شریعتیں منسوخ یا ترمیم ہوتی رہیں تو کیوں نہ مانا جائے کہ شریعت کا منسوخ ہونا بھی شرط نبوت ہے۔ اس طرح پر رسول اللہ صلعم نبی بھی ثابت نہیں ہو سکینگے۔ اگر کہو رسول اللہ صلعم کا استثنا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا بھی استثنا ہے

سوال ۵۔ دوسری شرط یہ ہے کہ خدا کے رسول علوم دین کو ہمیشہ جبریل سے سیکھا کرتے ہیں۔ اور جو دلائل ان کو دیئے جاتے ہیں۔ وہ خدا ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اسی لئے تو فرمایا۔ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

جواب ۱۔ ا حضرت مسیح موعود نے بھی علوم دین اور دلائل جبریل کے ذریعہ سے سیکھے۔

(۲) حضرت صاحب نے اپنے پر جبریل کے نازل ہونیکا اعلان فرمایا ہے جیسے فرمایا جاءنی ائیل۔ اسکی تشریح حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں کہ یہ جبریل کا نام ہے اور بار بار آنے کی وجہ سے یہ نام رکھا تھا۔

(۳) اگر کہو کہ وحی رسالت کا اقرار نہیں تو اسکے لئے اربعین ملاحظہ ہو۔ ۳ و ۴ صفحہ ۱۱ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔

(۴) فرشتے کے ذریعے کسی کلام کا آنا وحی رسالت ہے یا نہیں؟ اگر کہو نہیں تو معلوم ہوا۔ فرشتوں کا آنا نبیوں سے مخصوص نہیں آپکا اعتراض باطل ہے اور اگر کہو کہ "ہے" تو پھر مریم کو بھی نبی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ وہاں ایک چھوڑ کئی فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے اذ قالت الملٰئکۃ

(۵) آپکا یہ کہنا کہ آیت ما ینطق الھوٰی سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام دلائل جبریل کے ذریعہ نازل ہوتے ہیں تسلیم کیا جائے تو سُن لیجئے کہ یہ وحی حضرت صاحب پر بھی نازل ہو چکی ہے

سوال ۶۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم۔ خدا کے مرسل قوم کی زبان میں بھیجے جاتے ہیں۔

جواب اول۔ تو کیا حضرت صاحب اپنی قوم کی زبان نہیں بولتے تھے یا اپنی قوم کی زبان میں انہیں الہام نہیں ہوئے۔

۲۔ خواجہ صاحب کا مضمون ام الالسنہ پڑھئے اس میں خواجہ صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ قوم سے مراد تمام وہ لوگ ہیں۔ جن کی طرف رسول بھیجا جائے۔ پس مسیح موعود کی قوم چونکہ کل دنیا ہے اسلئے کسی زبان میں الہام ہونا اس آیت کے خلاف نہ ہوگا۔ اگر کہو کہ ساری قوموں کی زبانوں میں کیوں الہام نہیں ہوا۔ تو ہم خواجہ صاحب والا جواب دیتے ہیں کہ عربی چونکہ ام الالسنہ ہے اسلئے

اسمیں الہام ہونا تمام زبانوں میں الہام ہوتا ہے۔

۳- اسی آیت میں ایک حصر ہے آیا رسولوں میں حصر ہے یا بلسان قوم پر۔ اگر کہو رسولوں پر حصر ہے تو اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ ہر ایک رسول کو اپنی قومی زبان میں الہام ہوتا ہی ہے نہیں کہ کسی اور زبان میں الہام ہوتا ہی نہیں۔ اگر بلسان قومہ پر حصر ہے تو معلوم ہؤا کہ نبیوں کا کوئی کام نہیں مگر صرف اپنی زبان میں گفتگو کرنا اور یہ خود بدیہی البطلان ہے

آپکے استدلال سے تو رسول اللہ صلعم بھی نبی ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا ہی رسول اللہ صلعم کو فارسی میں وحی نازل ہوئی

این مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم

جس نحوی ترکیب پر آیت ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ہے۔ اسی ترکیب پر ما نرسل المرسلین الا مبشّرین ومنذرین ہے سو آپکی طرز پر اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ نبی کا کام صرف تبشیر و انذار ہے۔ باقی تمام شرائط غیر منفکہ پیش کردہ آپکے باطل گئے۔

اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ خدا کے رسول تعظیم لامر اللہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں تو کیا حضرت اقدس میں یہ بات برنگ اعلیٰ موجود نہ تھی۔ انکار کرو تو جواب دو۔

قولہ - آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول حقیقی غیر حقیقی انبیاء کے لئے مشترک ہے۔

۲- ہر ایک رسول یا نبی کے لئے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانا کوئی شرط نہیں (۳) کہا جاتا ہے کہ یہاں من بیانیہ ہی تبعیضیہ نہیں۔ لیکن اگر من بیانیہ لیا جائے تو ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اس آیت نے معمولی اطلاع علی الغیب کو بھی رسل کے لئے ضروری شرط تسلیم نہیں کیا۔ (۴) ہاں لغت میں ضرور اسکو شرط نبوت ٹھہرایا ہی۔

اقول - آپنے اس آیت میں بجائے من بیانیہ کے تبعیضیہ ہونے پر زور دیا ہے اور اپنی تائید میں ایک آیت بھی پیش کی ہے ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ اسکے معنوں پر غور کریں کہ ھذا اتم

اظہار علی الغیب بعض عظیم الشان برگزیدہ نبیوں سے خاص کرتا ہی تو کیا اس سے یہ ثابت نہ ہو گیا۔ کہ حضرت صاحب عظیم الشان رسل میں سے ہیں۔ کیونکہ من تبعیضہ کی صورت میں فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً کے یہی معنے ہیں کہ رسل کے سوا بلکہ آپ کے قول کے مطابق برگزیدہ رسل کے سوا کسی پر بھی اظہار علی الغیب نہیں ہوتا۔ پس جس پر ہو گا وہ بہر حال برگزیدہ اور مرتضیٰ رسول ہو گا۔ ہم تو صرف غیر رسل سے نفی کرتے تھے۔ آپ نے بعض دیگر رسل سے بھی نفی کردی اس سے حضرت صاحب کی شان اور بھی بڑھ گئی۔ اچھی طرح سمجھو آپ کہتے ہیں یہ شرط لازم نہیں۔ کیونکہ بعض رسل میں نہیں پائی جاتی۔ پس لو ہم نے تسلیم کیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ جن میں پائی جاتی ہے۔ وہ تو بہر حال برگزیدہ رسل ہیں۔ جیسا کہ نئی شریعت لازمہ نبوت نہیں۔ مگر جس کو نئی شریعت ملے گی۔ وہ بہر حال برگزیدہ رسول ہو گا۔ سو بقول آپ کے مان لیا گیا کہ اظہار علی الغیب بعض نبیوں کو نہیں ہوا۔ مگر آیت کی نفی اور پھر اثبات بتاتا ہے کہ جس پر اظہار علی الغیب ہو۔ وہ بہر حال رسول ہے۔

دوم۔ اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ بعض رسولوں پر اظہار علی الغیب نہیں ہوا اور پھر وہ رسول بھی تھے یہ حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں فرماتے ہیں جس میں کثرت مکالمہ مخاطبہ و اظہار امور غیبیہ متحقق نہ ہو وہ نبی کا نام پانے کا مستحق ہی نہیں تو پھر آپ ان کو رسول کسطرح کہتے ہیں۔

سوم۔ آپ کہتے ہیں کہ غیر نبی میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ چونکہ مجھ سے پہلے جتنے اولیاء اور اقطاب گزرے ہیں چونکہ ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی نہیں۔ حالانکہ بقول آپ کے باوجود کثرت کے نہ ہونے پھر بھی نبی ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت صاحب عدم کثرت کی دلیل سے انکو غیر نبی ٹھہراتے ہیں۔

چہارم۔ یہ کہنا کہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب سے ظاہر ہے کہ معمولی اطلاع غیب بھی ہر ایک رسول کے لئے ضروری قرار نہیں دیگئی۔ آپ اپنے کلمات کو پھر سوچیں کہ اس سے آپ کے دعوے کی تردید ہو رہی ہے کیونکہ آیت فلا یظہر علیٰ غیبہٖ اور ما کان اللہ لیطلعکم سے تمام غیر انبیاء کو اطلاع علی الغیب دیا جانے کی نفی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ غیر انبیاء کو بھی بکثرت اطلاع علی الغیب دیجاتی ہے ما کان اللہ لیطلعکم میں تو بتایا ہے کہ یہ خدا کی شان ہی

سے بعید ہے کہ وہ کسی غیر نبی کو غیب کے اس درجہ پر مطلع کرے جو برگزیدہ رسول کے لئے شرط لازمہ نبوت ہے

پنجم - انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ میں بتایا ہے کہ نبی اور غیر نبی میں مابہ الامتیاز وحی ہے اور دوسری آیت ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین میں بتا دیا ہے کہ یہ وحی بشارت و نذارت پر مبنی ہے اب آپ بتائیں کہ جس شخص کو وحی ہوگی - وہ بشارت کی ایسی باتیں جو عظیم الشان اور قوم سے تعلق رکھتی ہوں غیب ہی سے پائیگا - پس یہ کہنا کہ ہر رسول کے لئے اظہار علی الغیب ضروری نہیں - دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنے ہیں کہ ہر رسول کے لئے وحی پانا ضروری نہیں -

ششم - آپ کہتے ہیں لغت میں بیشک اطلاع علی الغیب شرط نبوت ہے - ہم کہتے ہیں اصطلاح شرع میں لغوی معنے ضرور قائم رہتے ہیں - اور ان معنوں کو چھوڑ کر کبھی اصطلاح نہیں بنتی جیسے صلوٰۃ - صوم - حج کہ انکے معنے شرعی اصطلاح میں اور ہیں - مگر لغوی معنے بھی ساتھ قائم ہیں پس نبی کے اصطلاحی معنوں میں غیب پر اطلاع کی شرط ضرور قائم رہے گی -

ہفتم - ما کان اللہ لیطلعکم میں ایک خاص غیب کا ذکر ہے جس کا اظہار رسولوں میں سے خاص برگزیدہ رسولوں پر ہوتا ہے یہ مراد نہیں کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار رسل پر نہیں ہوتا - بلکہ یہ مراد ہے کہ ایک خاص غیب کا اظہار ہو سکتا ہے ہر رسول پر نہ ہو - بلکہ کسی خاص رسول پر ہو - اور یہ بات اس زمانہ میں بالخصوص ہوگی جب ایک وقت میں کئی رسول موجود ہوں

ہشتم - اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ کر دیتا ہے تا انکی جلالت شان ظاہر ہو -

---

غیر مبایعین سے یک سالہ بحث کا خلاصہ

در بارہ نبوت مسیح موعودؑ

مسیح ناصری کی وفات کے بیشمار دلائل احمدیوں کے پاس ہیں۔ مگر ایک فلمّا توفیتنی ہی ایسی زبردست دلیل ہے کہ غیر احمدی دم بخود رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح غیر مبایعین کے ردّ میں ہمارے پاس ہزاروں دلائل ہیں۔ مگر ایک یہی دلیل کافی ہے کہ ایک غلطی کے ازالہ میں لکھا ہے۔

"اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے"

پس جو حوالہ بھی ایسا پیش کیا جائے جس میں لکھا ہو۔ میں نبی نہیں تو اسکے یہی معنے ہونگے کہ آپ براہ راست اور صاحب شریعت نبی نہیں۔ باقی نبی ضرور ہیں کیونکہ آپ پر نبی کی تعریف صادق آتی ہے جو چشمہ معرفت میں بایں الفاظ ہے۔

"اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنے اسقدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو۔ اسکا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں۔ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰)

اسپر یہ کہنا کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ و کثرت اظہار امور غیبیہ یعنے مبشّرات نبوت نہیں اسکا جواب بھی خود حضرت اقدس نے اسی صفحہ پہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

"ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے"

پس اگر کوئی احمدی کہلا کر پھر پیشگوئیوں کی کثرت کا نام نبوت نہ رکھے اور اسے فی الواقعہ نبوت نہ سمجھے تو

تو یہ اسکی نادانی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ایسی نبوت مجازی نبوت ہوتی ہے اور اعزازی جو اپنے اندر وہ حقیقت نہیں رکھتی جو نبی کے لئے ضروری ہے تو میں کہونگا کہ پھر حضرت اقدس نے ایسی تعریف نبی کی کیوں کی جس میں غیر نبی بھی داخل ہوجائیں۔ دیکھو آپ فرماتے ہیں "کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے" یہاں اپنی نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ تمام نبیوں کی تعریف کی ہے اور یہی الوصیۃ میں لکھا ہے۔ یہی خدا کی اصطلاح بنائی ہے اسی پر تمام نبیوں کا اتفاق بتایا ہے پس اگر اس تعریف میں کوئی غیر نبی داخل ہوسکتا ہے تو دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے تمام نبیوں نے تمام مجددوں نے جو نبی کی تعریف کی وہ ناقص تعریف کی اور جامع مانع نہیں۔

دوسرا جواب اسکا حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پر ہے جہاں اپنی نبوت کو حضور نے دوسرے مجددین کی نبوت سے الگ وممتاز کرلیا ہے اور صاف لکھدیا ہے کہ دوسرے مجددین میں وہ شرط ہی نہیں پائی جاتی جو نبوت کے لئے ضروری ہے اور وہ ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ۔ یہاں درجہ کا سوال نہیں کہ کس کا بڑا ہے۔ بلکہ آپنے اپنے آپکو اس جماعت سے باہر نکالکر انبیاء کی جماعت میں شامل کرلیا ہے دیکھو فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" (صفحہ ۳۹۰)

اس میں ان لوگوں کا جواب بھی آگیا ہے۔ جو کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو نبی ماننے کے یہ معنے ہیں۔ کہ ابتک کوئی بھی کامل متبع نہیں ہوا۔ اور صراط الذین انعمت علیہم دعا لغو جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں لغو نہیں گئی۔ مکالمہ مخاطبہ کئی سے ہوا۔ اور کئی لوگوں سے ہوگا مگر بکثرت یعنے اتنا جو نبوت کا درجہ پانے کے لئے شرط ہے ابھی تک ایک ہی سے ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"اس امت میں ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی اور نبی بھی"۔

اب اگر آپ بھی ان اولیاء ہی سے جزوی یا مجازی نبی تھے تو اپنے آپ کو الگ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ بتانا مقصود تھا وہ نبی نہیں تھے میں **نبی ہوں**۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :۔

"فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول یعنے خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہوسکتا ہے بجز اس شخص کے جو

اسکا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔"

اور پھر ارشاد ہوتا ہے۔

"پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔"

اس عبارت میں اول یہ بتایا کہ غیب پر پوری قدرت اور غلبہ سوا برگزیدہ رسول کے کسی کو نہیں بخشتا۔ اگر محدث بھی اسمیں شامل ہو سکتے تھے تو پھر یہ کہنا غلط ہوا۔ کہ کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت نہیں عطا کی گئی اور پھر حضرت عمر کا محدث ہونا بھی باطل ہوگا۔ جن کے محدث ہونے پر آنحضرت صلعم کی تصدیقی مہر موجود ہے

دوم۔ فرمایا۔ کہ دوسرے اس نام نبی کے مستحق نہیں۔ پس جو کہتے ہیں یہاں مجازی نبوت مراد ہے وہ غور کریں کہ مجازی نبی تو دیگر مجددین کو بھی وہ کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ اس نام کے وہ مستحق نہیں۔ تعجب ہے کہ حضرت صاحب جسے غیر مستحق ٹھہرائیں آپ اسے مستحق بتائیں۔ اور اپنے آپ کو مستحق قرار دیں۔ اور آپ لوگ اس سے انکار کریں اور اسے اسلام کی بیخکنی کا موجب قرار دیں۔

اس دلیل قویہ کا جواب آجتک غیر مبائعین سے نہیں ہو سکا۔ ایک نے ان میں سے لکھا کہ یہ صرف اولیاء کا ذکر ہے خلفاء کا نہیں مگر حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ ایک شخص بھی امت محمدیہ میں سے ایسا نہیں ہوا جس میں حضرت عمر بھی داخل ہیں اور دیگر اولیاء کرام بھی ایک نے یہ عذر کیا کہ پیشگوئی میں نبی اللہ ایک کے لئے آیا پس دوسرے بھی ہیں تو نبی۔ مگر ایسا نبی کہا نہیں جاتا۔ لیکن حضرت صاحب کی عبارت پڑھو اسمیں یہ وجہ مجددین کے نبی نہ کہلانے کی نہیں لکھی کہ پیشگوئی میں ان کے نام کے ساتھ نبی نہیں۔ بلکہ یہ وجہ لکھی ہے کہ نبی کہلانے کے لئے جو کثرت امور غیبیہ شرط ہے وہ شرط انمیں نہیں پائی جاتی ایک نے یہ جواب دیا کہ "نبی کا نام ہی لکھا ہے۔ نبوت کا منصب یا درجہ تو نہیں فرمایا۔" لیکن اگر یہ صرف نام ہی نام تھا تو ایسا برائے نام دوسرے مجددین کیوں نہیں کہلا سکتے پھر تم تو ان مجددین کو مجازی اور بروزی اور ظلی نبی مانتے ہو پس مسیح موعود کی خصوصیت نہ رہی نیز تذکرۃ الشہادتین میں حضرت اقدس ؑ

نے لکھا ہے:-

"حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور انکا نام نبی نہ رکھا جاوے اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے مجددین کو یہ مرتبہ نبوت نہیں دیا گیا۔ اور وہ اس منصب پر فائز نہیں ہوئے مگر مسیح موعود کو یہ مرتبہ نبوت دیا گیا۔ اور وہ اس منصب پر فائز ہوا۔ کیونکہ بقول حضرت اقدس "وہ آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے"

تیسرا جواب۔ میں نے یہ پڑھا ہے کہ اگر یہ معنے لئے جائیں تو حضرت اقدس کے کلام میں تناقض لازم آتا ہے مگر میں کہتا ہوں جب حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ جس جس جگہ میں نے نبوت سے انکار کیا ہے اس سے صرف صاحب شریعت اور براہ راست نبوت کی نفی مراد ہے تو تناقض کیسے ہوا۔ وہ خود ارشاد کرتے ہیں۔

"کہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں بھی جسے طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں"

(ایک غلطی کا ازالہ)

جس سے ثابت ہوا کہ پہلے آپ اس بارے میں متامل تھے اور الفاظ نبی اور رسول کی تاویل کرتے تھے لیکن جب سنہ ۱۹۰۱ء میں زیادہ تصریح اور توضیح ہوئی تو پھر کھلے کھلے الفاظ میں اس کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نام نبوت رکھا اور جس نے آپ کے دعویٰ رسالت و نبوت کا انکار سے جواب دیا اسے ڈانٹا۔

چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ قول حضرت اقدس کا **خلاف قرآن** ہے۔ البتہ یہ جواب ایسا ہے کہ میں اسکا کوئی جواب نہیں دینا چاہتا۔ جب اس حد تک کوئی غیر مبائع پہنچے تو اسے کہنا چاہئے۔ کہ اب تم غیر احمدی کی پوزیشن میں ہو۔ اسلئے تم سے اب اس رنگ میں گفتگو ہوگی۔ جس رنگ میں غیر احمدیوں سے کی جاتی ہے۔

ہاں اس حوالہ پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سراج منیر میں حضرت اقدس نے خدا سے علم پاکر اپنے آپکو محدث لکھا ہے اسلئے آپکا جو دعویٰ خدا کے علم کے خلاف ہو گا وہ غیر مسلم ہے اسکی تاویل کیجائے گی۔ اسکے جواب میں سراج منیر کھولکر اسکے سامنے رکھدینی چاہئیے دیکھو اس میں صفحہ ۳ پر جہاں یہ لکھا ہے کہ:-

"یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا۔ جس نے سمجھنا ہو۔ سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں"۔

وہاں اسی صفحہ پر اور یہ بھی لکھا ہے کہ

"خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں"۔

پس خدا کی طرف سے جو علم آپکو دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ صاحب شریعت نہیں۔ یہاں آپ نے نبی ہونے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ حقیقی نبوت سے انکار کیا ہے اور حقیقی کے معنے بھی بتا دئیے ہیں کہ "صاحب شریعت" فی الحقیقت نبی ہونے سے انکار نہیں فرمایا۔ چنانچہ براہین حصہ پنجم میں ہے۔ صفحہ ۱۳۸

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"۔

یہ وہ تعریف ہے جو آپ پر صادق آتی ہے پس آپ نبی ہیں جو لوگ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نبی کے لغوی معنے ہیں۔ ان سے پوچھتا ہوں کہ یہاں لفظ نبی (جس کے معنے بتائے ہیں) سے مراد کونسا نبی ہے اگر کہو کہ مجازی اور ظلی اور لغوی تو میرا سوال یہ ہے۔ کیا لغوی شریعت بھی لا سکتا ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ **شریعت کا لانا ضروری نہیں** جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر شریعت لائے تو کوئی حرج نہیں۔ پس یہاں لغوی اور مجازی ہرگز مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر لغوی مراد ہوتا تو منطوق کلام یوں نہ ہوتا کہ شریعت کا لانا ضروری نہیں بلکہ فرماتے کہ شریعت اسمیں نہیں ہوتی ضروری نہیں تو یہ پایا جاتا ہے کہ اگر ہو تو کچھ حرج نہیں۔ حالانکہ مجازی نبی۔ غیر نبی کو کبھی شریعت نہیں ملتی اور جسے شریعت ملتی ہے وہ ضرور بہ اتفاق فریقین نبی ہوتا ہے۔ پس یہاں وہ نبی مراد ہے جو از روئے اصطلاح اسلام نبی کہلانے کا مستحق ہے اور یہ تعریف کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا آپ (مسیح موعود) پر صادق آتی ہے پس آپ فی الحقیقۃ نبی ہوئے۔ رہا یہ کہ آپ امتی ہیں تو امتی ہونا نبوت کو مانع نہیں۔ ہاں جو مستقل رسول ہو۔ وہ پھر امتی نہیں بنایا جاتا۔ امتی کے معنے اس براہین میں یہ لکھے ہیں۔

"امتی اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر پیروی آنحضرت صلعم کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا" صفحہ ۱۸۲ حاشیہ

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔

یہ ہمیں بھی اقرار ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ درجہ محض بہ برکت اتباع آنحضرت صلعم ملا ہے یہ کہنا کہ نبی مطاع ہوتا ہے اور کسی دوسرے نبی کا مطیع نہیں ہوتا بالکل غلط بات ہے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی خاتم النبیین نہیں تھا اسلئے نظیر تو نہیں پیش کیجا سکتی۔ مگر تاہم حضرت ہارون و حضرت موسیٰ کا حال موجود ہے۔ حضرت موسیٰ انہیں فرماتے ہیں افعصیت امری (کیا تو نے میری حکم عدولی کی) صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو حکم دینے کا حق رکھتے تھے۔ جبھی تو یہ فرمایا۔ میری حکم عدولی کی۔ پس ایک نبی دوسرے نبی کا مطیع ہو سکتا ہے۔ اور امتی ہونا قادح نبوت نہیں میرے خیال میں یہ دلائل اگر ہمارے دوست یاد رکھیں۔ تو انشاء اللہ کسی غیر مبایع کو ان کے منہ آنیکی جرأت نہ ہوگی۔ ہاں استفتاء سے آپکی نبوت کو مجازی بتایا کرتے ہیں۔ اسکے کئی جواب ہیں مگر مختصر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ حقیقی یا مستقل یا مجازی یہ الفاظ قرآن و حدیث والہامات مسیح موعود میں موجود نہیں۔ پس یہ حضرت اقدس کی اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح میں جو حقیقی کے معنے ہیں۔ اسکے مقابل مجاز کے معنے ہونگے۔ جب حقیقی کے معنے حضور نے صاحب شریعت یا براہ راست نبوت کے لکھے ہیں تو مجاز کے یہ معنی ہونگے جو ایسا نہ ہو۔ اگر مجازی مراد صرف استعارۃً ہوتی۔ تو آپ دوسرے مجددین سے اپنی نبوت کو الگ نہ فرماتے نہ انہیں نبوت کے منصب کا غیر مستحق اور اپنے تئیں مستحق ٹھہراتے اور ایسا ہی اعزازی سے مراد صرف برائے نام ہوتا۔ تو حدیث میں یہ نہ ہوتا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہیں اور مسیح موعود نبی اللہ دیکھو اگر کہا جائے کہ فلاں فلاں آدمی مردے کی طرح ہے اور زید مردہ تو صاف سمجھا جائیگا۔ کہ زید فی الواقعہ اور فی الحقیقت مردہ ہے کیونکہ یہ دوسرے فقرے کے مقابل پر آیا ہی جیسے کسی کو شیر نہیں کہتے۔ جب تک اسمیں بہادری نہ ہو۔ اسی طرح کسی کو نبی نہیں کہہ سکتے جبتک اسمیں فی الواقعہ نبوت نہ ہو۔ پھر آپ نے اپنے بارے میں لکھا ہی کہ مجھے مسیح ناصری سے ہر پہلو میں مشابہت ہے پس اگر مسیح نبی تھا تو آپ کیوں نبی نہیں۔ فتدبروا یا اولی الالباب ؁

مسیح موعود کے معجزے اب پیش نہ کروگے۔ تو کیا اسوقت جب یہ قصّے بنجائینگے

جب خدا کا حقیقی چہرہ لوگوں کی نظر سے چھپ جاتا ہی اور وہ قسم قسم کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں اور گندے عقیدوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ انہی میں سے ایک قدسی نفس پر اپنی تجلّی فرماتا ہے اور اسکے ذریعہ سے بعض ایسی خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔ جن سے لوگوں کو یقین ہو جاتا ہی کہ اسکا تعلّق اس ذات بابرکات سے ہے جو لیس کمثلہٖ شیئ ہے کیونکہ جیسا وہ خود لازوال اور بے مثال ہی اسی طرح اسکے کام کی مثل لانے پر بھی کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔ یہ بات اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ کا مقرب ثابت کرتی ہے پھر جو کچھ وہ کہتا ہے اسکو مان لینا اور اسپر عمل کرنا عین ایمان قرار پاتا ہے کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ حضرت حق سبحانہ کی طرف سے پیغامبر ہے اور بوجہ تقرب بارگاہ صمدی ہونے کے اسکی مرضیات پر صحیح طور سے واقف و آگاہ اسلئے ہر ایک سعادتمند بیدھڑک بے کھٹکے امید بھرے دل کے ساتھ اسکی اطاعت کرتی ہے۔

اسلام اور دیگر مذاہب میں سب سے بڑا ما بہ الامتیاز ہی یہی ہے کہ اسمیں ایسے نفوس پیدا ہوتے رہے ہیں اور رہتی دنیا تک ہوتے رہینگے۔ جو خاصان بارگاہ ایزدی ہوں اور جنکے ہاتھ پر ایسے خوارق و نشانات ظاہر ہوں جو انہیں اس لیس کمثلہٖ شیئ کی درگاہ میں مقربیت خاص ثابت کریں۔ چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ مادہ پرستی و دنیا پرستی کا زور ہے۔ اور دہریت و اباحت و توہین انبیاء کا شور ہے۔ ایک اللہ کا جری انبیاء کے حلوں میں آیا اور اسنے باواز بلند سنایا ؎

آں خدائے کہ ازو اہل جہاں بے خبر اند * برمن او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

اسکے دست حق پرست پر ہزاروں نشان ظاہر ہوئے جو مردوں کو زندہ کرنے والے اور زندوں میں یقین کی روح بھرنے والے ہیں۔ اور اس زمانے کے دہریوں مادہ پرستوں اور سائنس دانوں اور محض اپنے عقل و علم پر ناز کرنے والوں پر اتمام حجت کرتے ہوئے محک امتحان میں پورے اترنے والے ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم جہاں اسلام کو پیش کریں وہاں اسکی حقانیت کے ثبوت میں یہی نشانات پیش کریں کیونکہ اگر پرانے نشانات ہی کافی تھے تو پھر نئے نشان دکھانے اور مسیح موعود کو مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی یہ بڑا بھاری کفران نعمت ہو کہ جو نعمت خدا نے ہمیں بخشی ہم اسے چھپائیں اور اما بنعمۃ ربک فحدث کے مطابق

معرضِ بیان میں نہ لائیں بیماروں کو دوائی تو اسی شیشی سے دیں اور دلائیں مگر لیبل کو مٹائیں یا مشتبہ بنائیں۔ اللہ نے ہمپر بڑا فضل بڑا احسان کیا ہے اور نہایت بندہ نوازی غریب نوازی سے کام لیا ہے کہ معترض کے جوابات سے سبکدوش فرما دیا ہے اب ہمیں ضرورت نہیں کہ حضرت خاتم النبیین سیّد المرسلین کے معجزات کے ثبوت کے لئے تاریخی روایات تلاش کرتے پھریں۔ کیونکہ اب تو دمِ نقد جواب ہے اور زندہ گواہ موجود۔ پس ہمارے لئے تبلیغ اسلام میں کسقدر آسانی ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں تازہ وحی ربانی ہے پہلے تو وحی کی حقیقت اور نبوت کی حقیقت سمجھانے میں دقت پیش آتی تھی۔ مگر اب جبکہ ہمارے سامنے وحی کا نزول ہوا۔ اور خدا کا ایک نبی مبعوث ہوا۔ لوگوں ہے جو اس حقیقتِ صادقہ کو جھٹلا سکے پس ضروری ہے کہ آجکل ہم اسلام کی صداقت کا ثبوت مسیح موعود کی ذات اور اسکے معجزات کو پیش کریں اور دشمنانِ دین کے پُرکینہ سینوں کو ریش۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ پہلے اسلام منوالیں کلمہ پڑھالیں رسول کریم کو بتالیں پھر احمدی سلسلہ کا ذکر بھی کردینگے کیونکہ احمدیت ہی اسلام ہے اور اسکے سوا اسلام ہے ہی کہاں۔ احمدیت سے باہر بھی اسلام ہوتا تو مسیح موعود کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ خدا نے جو شمشیر ہمارے ہاتھ میں دی اسے چھوڑ کر اپنے دست و بازو پر بھروسہ تو صد درجہ کی حماقت ہے پھر مسیح موعود کے معجزات کو پھر کسی زمانے کے لئے اٹھا رکھنے کے تو یہ معنے ہیں کہ جب یہ قصے بنجائینگے تو اسوقت لوگوں کو سنائینگے۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ ایک دہریہ سکھ حضور خلیفہ ثانی حاضر ہوا اسنے خدا کی ہستی کا ثبوت پوچھا۔ آپ جانتے تھے کہ دوسرے دلائل تو زیادہ سے زیادہ "ہونا چاہیئے" تک پہنچا سکتے ہیں اسلئے آپ نے مسیح موعود کے بعض معجزات کو پیش فرمایا تو اس نے نہایت متانت بھری آواز میں کہا۔ "جو کچھ آپ نے سنایا بیشک یہ ایک دلچسپ کہانی ہے اور نہایت دلربا قصہ ہے اور اس سے زیادہ دلچسپ اور دلکش کہانیوں میں مختلف مذاہب کی کتب میں پڑھ چکا ہوں مگر میں تو دمِ نقد کوئی نشان چاہتا ہوں" اسکا جواب حضور نے اسے دیا کہ میں نے کوئی کہانی نہیں سنائی میں نے جو کچھ کہا اسکے زندہ گواہ موجود ہیں۔ احمدی ہی نہیں۔ بلکہ ہر مذہب و ملّت کے۔ آپ کسی واقعہ کی صداقت جانچنے کے لئے جو اصول رکھتے ہیں وہ پیش کریں میں انپر یہ باتیں ثابت کر دیتا ہوں۔ خیر اسے تو جو جواب دیا۔ دیا مگر میرے دل پر اسوقت سخت چوٹ لگی کہ ہم کیسے غافل ہیں۔ ابھی اس قدسی نفس کا کفن میلا نہیں ہوا سات آٹھ سال بھی نہیں گزرے اور اسکے معجزات و نشانات کو قصہ اور کہانی کہنے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ چند سال بعد خدا جانے کیا حالت ہوگی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم نہ صرف ایشیا میں بلکہ یورپ اور تمام جزائر میں ان نشانات کی منادی کریں اور لوگوں کو سنا دیں۔ کہ دنیا میں ایک نبی آیا

پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ میرے دوستو!
ابھی وقت ہے اٹھو اور گاؤں گاؤں یہ نشانات پہنچا دو۔ غافلوں کو سنا دو۔ سوتوں کو جگا دو اور انہیں بتا دو
کہ خدا کا مسیح آخری زمانے میں مبعوث ہونے والا کل نبیوں کا موعود رسول آچکا۔ بلکہ اس رسول کا موعود بھی
تخت خلافت پر جلوہ فرما چکا آؤ ایمان لاؤ تا ہمیشہ کی زندگی پاؤ۔ اگر سستی کروگے اور میری ہمنوائی کا دم نہ بھروگے
تو عنقریب یہ نشان بھی قصہ ہوتے جاتے ہیں پھر تم میں اور اغیار میں بہت کم فرق رہجائیگا سنبھلو کہ ابھی
سنبھلنے کا وقت ہے اٹھو کہ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا۔ چلو کہ ابھی رستہ صاف ہے اور سڑک پر میں موجود
وفقکم اللہ وایای ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر ؎

چلو مجدد ہی منواؤ کچھ تو کام کرو

بانیٔ فتنہ پیغام۔ اور اسکے رفقاءِ ناکام کا دن رات یہی مشغلہ یہی کام ہے کہ کوئی ایسی دلیل سوجھے کوئی ایسا حوالہ ملے۔ جس سے مسیح موعود کا مرتبہ (جو خدا نے اسے دیا) گھٹے۔ اور دنیا کی توجہ اس سے ہٹے اور اس سلسلہ
کی رونق مٹے۔ یہ خبط اسقدر بڑھ گیا ہے کہ آیت آیت میں انہیں یہی لکھا نظر آتا ہے کہ مسیح موعود نبی نہ تھے
اور اسکے نہ ماننے والے مسلمان ہیں۔ اور اگر کافر اور ضال کوئی قوم اس دنیا کے پردے پر ہے تو مسیح موعود کے گھر
والے یعنی خدا کے مرسل کی زوجہ اور اسکے بیٹے اور بیٹیاں اور وہ جماعت جو مسیح موعود نے اپنی زیر تربیت
تیار کی اور دیگر وابستگانِ دامن خلافت ☚ تمام کلمہ گو اہل قبلہ مسلمان ہیں مگر یہ کلمہ گو اور اہل قبلہ ایسے
بدبخت اور شقی ہیں کہ سب کے سب محمد علی کی سرکار میں گشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ راج گورنمنٹ برطانیہ کا ہے
ورنہ خندقیں کھودی جائیں اور ان میں آگ جلا کر مبیضین کو راکھ کر دیا جائے تا دنیا کفر و ضلالت سے نجات پائے
عجیب عجیب مضحکہ انگیز دلائل دیتے ہیں۔ جسے سُن سُن کر بوجہ تعلقاتِ دیرینہ ہمارے احساسات صحیحہ کی پیشانی
بھی عرق ندامت سے تر ہوئی جاتی ہے ایک اٹھتا ہے اور تین چار ہزار کے مجمع میں پکارتا ہے کہ دوستو! یہ غلام احمد
احمدؐ نہیں ہوسکتا۔ اسکو تو کسی نے ساحر نہیں کہا اور آنے والے احمدؐ مرسل کو تو ساحر کہینگے دوسرا اٹھتا
ہے تو شاہی محال میں قرآن ناعر بیاسے یہ اشاراتِ غیبیہ و نکات عجیبہ سناتا ہے جو بطور امانت تیرہ سو برس سے
سربمہر چلے آتے تھے کہ خطۂ عرب میں کوئی اور رسول سوائے نبی کریمؐ کے مبعوث نہیں ہوا۔ تا دنیا جان لے۔ کہ
اب قیامت تک کوئی نذیر عرب کی طرف نہیں آئیگا۔ غرض ایک سے ایک بڑھکر ہے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ان
لوگوں کو کیا ہوگیا۔ اب تو یہاں تک حالت پہنچی ہے کہ سوچتے رہتے ہیں کوئی ایسی بات ملے جو حضرت صاحب میں

پائی جاتی ہو۔ تو اسکے نہ ہونے کو نبوت کی صفت لازمہ غیر منفکہ ٹھہرائیں مثلاً وہ جو ان کا امام المناظرین اور عقائد میں پیشوا ہے کہنے لگا کہ نبی وہ ہی جو حلّاف نہ ہو (قسمیں کھانے والا) اب یہ شرط محض اس خیال سے تھی کہ چونکہ حضرت مسیح موعود نے بارہا اپنی صداقت پر قسمیں کھائی ہیں اسلئے میں کہہ سکونگا کہ وہ بوجہ حلّاف ہونیکے نبی نہیں۔ اس محسن کُش نے یہ نہ سوچا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے زیادہ قسمیں پیش کیجا سکتی ہیں پھر یہ تو عیسائیوں اور آریوں کی کاسہ لیسی ہے جو قرآن مجید کی قسموں پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگا کہ نبی کی صفت غیر منفکہ لازمہ یہ ہے کہ وہ بیمار نہ ہو۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود پر چوٹ تھی۔ پھر ان میں سے بعض مسیح موعود کی بعض پیشگوئیوں کو جھوٹا کہہ دیتے ہیں (حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اس برگزیدہ کبریار کی سب پیشگوئیاں سچّی نکلیں) تا یہ کہہ سکیں کہ اگر وہ نبی نہ ہوتے تو سب پیشگوئیاں سچّی نکلتیں۔ گویا جس طرح انکے رونگٹے رونگٹے پر مسیح موعود کا احسان ہے اس طرح وہ چاہتے ہیں کہ کوئی پہلو ہتک کا باقی نہ رہے اصول غلط ہوں۔ سلسلہ کی صداقت پر حرف آئے۔ غرض کچھ بھی ہو کسی طرح نبی نہ ثابت ہو جائیں ایک اور مہربان ہیں۔ وہ ارشاد فرمانے لگے کہ مسیح موعود نبی ہوتے تو ان کے کلام میں تناقض نہ ہوتے۔ غرض نبی نہ ہونے کا خبط روز افزوں ہے اور اسکے لئے ہمارے دوست جو تدبیر بھی بن سکے گی کرینگے۔ خواہ اسکے نتائج کیسے ہی خطرناک ہوں۔ میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کیا اسلام کا یہی خلاصہ ہے کہ مرزا غلام احمدؑ نبی نہ تھے اور ان کو نہ ماننے والے مسلمان ہیں دنیا میں آجتک کوئی مُصلح کوئی ہادی نہیں آیا۔ جس کے پیرودں کا ایسا فرقہ بھی ہو جس کے ایمانیات کا دارومدار چند نفیوں پر ہو - میں کہتا ہوں نبی نہ سہی تم دنیا کو یہی کہو کہ وہ ایک مجدّد تھے مسیح تھے۔ ان کے نہ ماننے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اسلئے مومن کامل بننا چاہتے ہو تو اسپر ایمان لاؤ۔ جو تیس پینتیس ہزار روپیہ اپنے محسن کے گھرانے کو گالیاں دینے پر صرف کیا۔ کاش تم لوگ اسی بات پر خرچ کرتے اور بلاد یورپ میں اگر کسی کے روزینہ میں فرق آتا ہے تو کم از کم ہندوستان پنجاب میں لاہور ہی میں لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کی مجدّدیت کے دلائل دیتے ابھی کل کی بات ہے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے تمہیں چیلنج دیا کہ مجددیت ثابت کرو۔ اور تم جن کو ہمیں گالیاں دینے اور تبرّہ بازی سے ہی فرصت نہیں جھوٹوں کی طرح خاموش رہ گئے اور کوئی تم سے مرد میدان بنکر نہ نکلا کہ آؤ تمہیں مجدّد و مسیح ہونے کا ثبوت دیں۔ مانا کہ یہ بات تمہارے مذہب کے اصول میں نہ تھی۔ کیونکہ اصول تو تمہارے نزدیک تین ہیں (۱) حضرت صاحب نبی نہیں (۲) ان کے نہ ماننے والے مسلمان ہیں (۳) حضرت صاحب کے بیٹے بالخصوص میاں محمود ضال ہیں مضل ہیں مشرک ہیں اور بس یا بقول ہمارے مفتی صاحب ایک

ہی اصل بطور کلمہ طیبہ کے ہے "عداوت محمود" مگر تاہم یہ کہتے تو ہو کہ حضرت صاحب اس صدی کے "مجدد" تھے۔ قولِ مرداں جان دارد۔ اسکی تائید میں دکھاؤ۔ خواجہ صاحب نے کوئی مضمون لکھا مولوی محمد علی نے کوئی ٹریکٹ شائع کیا تمہارے خلیفۃ المسیح مولوی غلام حسن صاحب نے کچھ فرمایا؟ پیغام کے تمام مسائل کے قائل ہیں کوئی نئی دلیل پیش کی گئی؟ یا اگلی دلائل کو ہی دہرایا گیا؟ کوئی لکچر کوئی وعظ تمہارے وفود گئے تمہارے مبلغین گئے تو پیغام لیکر کہ اے مسیح موعود کو نہ ماننے والو! تم صراط مستقیم پر ہو۔ مسیح موعود کی تیار کی ہوئی جماعت گمراہ ہے ضال ہے مرکب ہے کافر ہے منافق ہے وہ جسے نبی کہتے ہیں ایک مامور تھا مجدد تھا اسے چند الہامات اور کشوف ملے چلو اتنا ہی سہی اسی کا کوئی ثبوت دیا ہوتا۔ واللہ میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور میں تمہاری خیرخواہی کے لئے یہ جو کچھ لکھ رہا ہوں۔ لکھ رہا ہوں تم کچھ کام کرو۔ چلو "مجدد" ہی منواؤ۔ اور خدارا اس سب و شتم سے باز آؤ جب وہ "مجدد" مان لینگے تو اس مجدد کی کتابیں دکھا کر ہم نبی منوا لینگے مگر امید نہیں تم ایسا کرو۔ اور کروگے تو کبھی تمہاری کوششیں بار آور نہ ہونگی۔ کیونکہ ایسا رویہ رکھنے والوں سے جیسا کہ تمہارا ہے۔ برکات چھین لیجاتی ہیں۔ دیکھو فضل عمر کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خادم ہے اور وہ سال میں تین سو نئے احمدی بناتا ہے۔ انہیں حضرت صاحب کی نبوت منواتا ہے اور تمہارے رئیس اور امیر کے ہاتھ پر تم سب کی کوششوں کے باوجود تین اشخاص بھی حضرت صاحب کو مجدد ماننے والے پیدا نہیں ہوتے یہ کیا بات ہے ان فی ذلک لعبرۃ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔ سنتا ہوں کہ اس جلسہ سالانہ پر تمہارے اسلحہ خانہ میں نئے نئے تیر تیار ہو رہے ہیں۔ اِدھر سے بھی یہ کہنے والا موجود ہے ؎

چھاتی میری ابھی تیروں سے چھنی خوب نہیں ؛ ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں

بس ع تم شوق سے تیر لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے۔ مگر اے میرے روٹھے ہوئے بھائیو اور اے میرے پرانے دوستو بلکہ بزرگو عنایت فرماؤ خدا کے لئے کوئی کام بھی کرو۔ تم اس محبوب کا نورانی چہرہ دیکھنے یا دکھانے کا حوصلہ نہیں رکھتے تو اسکی ایک جھلک ہی اندھی دنیا کو دکھاؤ۔ چشمہ نہیں تو اس آب زلال کا ایک قطرہ ہی ان مریضوں کے حلق میں ڈالو۔ اے مولیٰ میری اس نیاز مندانہ اور برادرانہ نصیحت میں اثر ڈال فھل انتم منتھون۔

۱۔ جن خریداران تشحیذ نے تاحال چندہ ادا نہیں فرمایا جلد ادا فرمائیں

۲۔ فہرست کتب کی رعایتی قیمت سے فائدہ اٹھالو پھر یہ موقعہ نہ مل سکیگا

ریویوز

فاروق عہد خلافت ثانیہ میں ہفتہ وار قادیان سے نکلنا شروع ہوا ہے اس وقت تک کہ یہ ریویو لکھ رہا ہوں چھ نمبر نکل چکے ہیں ماشاء اللہ نہایت عمدگی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اور اصحاب سلسلہ کی تمام اہم ضرورتوں کو پورا کرتا ہے ڈائری کا اہتمام بھی ہے خدا کرے اسکا التزام رہ سکے ۲۰ × ۲۶ تقطیع حجم ۱۲ صفحے کاغذ ۱۶ پونڈ۔ چندہ سالانہ تین روپے۔ فاروق کے مالک و ایڈیٹر میر قاسم علی صاحب کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئیے زیادہ نہیں تو اسکے خریداروں کی تعداد یکہزار تو ہو۔ اللّٰھم زد فزد

سیرۃ النبیؐ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانحعمری کے شائع کرنے کا اہتمام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے کیا ہے پہلی جلد جس کا حجم سو اصفحہ ہے شائع ہو چکی ہے جس میں زمانہ براہین احمدیہ تک حضور اور حضور کے خاندان کے حالات ہیں امید ہے کہ یہ کام بخوبی تمام شیخصاحب کے ہاتھوں سے اس مبارک عہد خلافت میں پورا ہوگا۔ مگر ایسے کام خدا تعالٰے کے خاص فضل کے بعد پبلک کی توجہ اور حوصلہ افزائی پر موقوف ہوتے ہیں میں نے تو جب سے یہ دیکھا ہے کہ خدا تعالٰے کی آخری وحی جس کا ذکر قرآن مجید کے پہلے رکوع میں ہے (وبالاخرۃ ھم یوقنون) اور جس کے انتظار میں ہزاروں اولیاء اور لاکھوں صلحا فوت ہو گئے جب وہ کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ اور اڑھائی سو سے زیادہ تین سال کے عرصہ میں نہیں نکل سکی تو میں کسی کتاب کو احمدیہ پبلک کی قدردانی کے بھروسہ پر شائع کرنے سے ڈرا کرتا ہوں۔ جب مجموعہ الہامات حضرت اقدس کے متعلق تو میں نے اپنے دل کو یوں تسلی دے لی تھی کہ جامع و مؤلف کی نیت اور ایمانی کیفیت کا بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے مگر جب دیکھتا ہوں کہ تشحیذ کے بارے میں ایک طرف سے تو ہمارے احباب کا یہ دستور العمل ہے کہ جہاں اسکا ایک پرچہ نکلا اور جزاک اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں اور دوسری طرف اسکے خریدار گھٹ رہے ہیں اور بقایا داروں نے یہاں تک نوبت پہنچادی ہے کہ اس سال کا خرچ چلانا دشوار ہو گیا۔ تو میں چپ رہ جاتا ہوں۔ پھر

ظہور المہدی ایک کتاب ہے جسمیں احمدی مذاہب کے مسلمانوں کے عقائد آمنت باللہ یوم الآخر تک مفصل اور مدلل موجود ہیں اسکے علاوہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت بھی بالتفصیل ہے جو اس کتاب کو خریدتا ہے یہی کہتا ہے کہ نہایت جامع اور مفید کتاب ہے لیکن حال یہ ہے

کہ اسکی چھپوائی کا قرض بھی تا حال نہیں اُترا۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ضرورت بھی ہی کیونکہ ایسی جامع کتاب کے لئے سنہ ۱۹۰۶ء جب کتاب تصنیف ہوئی) سے صدائیں آرہی تھیں۔ کتاب بھی اچھی ہے۔ اس طرز کی کوئی کتاب سلسلہ میں موجود بھی نہیں ہے اور پھر اسکی قدردانی کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ مینے تو یہ ارادہ کیا ہی کہ انشاء اللہ اب خدا نے توفیق دی تو اپنے خرچ پر کتاب چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرینگے ورنہ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپکو بھی ابتلاء میں ڈالیں اور دوسروں کو بھی۔ شیخ صاحب نے ایک مفید سلسلہ شروع کیا ہے۔ اگر انکی حوصلہ افزائی ہوتی رہی تو وہ اس کام کو جاری رکھ سکینگے ورنہ وہ اتنے مالدار تو ہیں نہیں کہ گرہ سے خرچ کریں۔ شیخصاحب کی جلد اول زیر ریویو میں چند ایسی باتیں ہیں۔ جن سے مجھے اتفاق نہیں امید ہے شیخصاحب خود ہی انکی تلافی کر دینگے قیمت ۱۲ ار زیادہ عمدہ کاغذ عہ پر قیمت بہت زیادہ ہے مگر شیخصاحب فرماتے ہیں مینے سیاہی اور کاغذ کی قیمت نہیں رکھی۔ دماغی محنت کا معاوضہ بیشک ہوتا ہے۔ لیکن للّٰہی کاموں میں اسکا خیال چنداں نہیں ہوتا۔ ہاں یہ صحیح ہی کہ جب از خود وی۔پی نہ کر دینے کی صورت میں خریدار دو تین سو سے نہ بڑھنے ہوں تو تمام اخراجات طبع الہٰی سے بحصّہ رسدی لے لینے چاہئیں ۔۔

دلیل العرفان ماہ جون کے تشحیذ میں شیعہ پر انکی مستند و معتبر کتب کے رو سے حضرت اقدس کے دعوے کے بارے میں اتمام حجت کی گئی تھی اسکا جواب لاہور سے جناب سید علی صاحب الحائری کے ایماء سے مولوی مرزا احمد علی صاحب نے لکھا ہی جو خوشخط اچھے کاغذ پر اچھی چھپوائی کے ساتھ طبع ہوا ہے ایک روپیہ قیمت ہی چونکہ اس کتاب میں عالمانہ متانت سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ ہمیں اور ہمارے مقتداؤں کو بلاوجہ بلاسبب گالیاں دی گئی ہیں۔ اسلئے مینے منشی خادم حسین صاحب سے الفضل میں درخواست کی تھی کہ اسکا جواب دیں کہ ایسے لوگوں کو مخاطب کرنے میں سلسلہ عالیہ کی ہتک ہے البتہ اصلاح کھجوہ میں ایک جواب شایع ہو رہا ہے اگر انہوں نے تہذیب و متانت سے کام لیا تو پھر دونوں کو زیر نظر رکھکر تنقید کر دی جائیگی کتاب مذکورہ بالا کوچہ گانے شاہ موچی دروازہ لاہور سے مصنّف کے پاس ملے گی۔

مترجم قرآن مجید مع تفسیری نوٹوں کے خدا جزائے خیر دے مولٰنا میر محمد سعید صاحب حیدرآباد دکن کو کہ انہوں نے ایک قرآن مجید شائع کیا ہی جسمیں ہر صفحے کے بالمقابل

ایک صفحہ اسکے اردو تفسیری رنگ کے ترجمہ کا ہے۔ اور اخیر میں ہر رکوع کے متعلق تفسیری نوٹ ہیں۔ جو فی الحال ۱۱۲ صفحے تک طبع ہوئے ہیں مگر عنقریب مکمل ہو جائینگے یہ قرآن مجید نہایت عجلت میں طبع ہوا ہے اسلئے اسکا خط اور کاغذ قابل تعریف نہیں۔ مگر ضرورت کے لحاظ سے جو کچھ ہے غنیمت اور خوب ہے ترجمہ اور تفسیر کی نسبت میں ایک فقرہ کہدیتا ہوں کہ اگر آپ کسی سے سنیں تو اکثر اپکو معلوم ہوگا کہ حضرت مولٰنا نور الدین رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلے ہوئے معنے اور تفسیر دہرائی جا رہی ہے کیونکہ یہ ترجمہ مولٰنا مرحوم ہی سے مؤلف صاحب نے سبقاً قرآن مجید پڑھتے ہوئے لکھا ہے اور تفسیر میں علاوہ درس قرآن شریف کے نوٹوں کے دیگر کتب سلسلہ و تفاسیر سے بھی مدد لی ہے مولوی حافظ روشن علی صاحب نے اسے بالاستیعاب سنا ہے نقصوں سے خالی نہیں مگر انسانی کاموں میں ہمہ خوبی کہاں اور تمام مذاقوں پر حاوی ہونا بھی محال ہے۔ ترقی اسلام کے زیر اہتمام ترجمہ شایع ہونے تک جس کا ایک پارہ بھی تاحال نہیں چھپ سکا اسے بالضرور خریدا جائے قیمت بالکل واجبی ہے تین روپے

ملنے کا پتہ

سید فضل احمد۔ مہتمم کتبخانہ احمدیہ تالاب میر جملہ حیدر آباد دکن

نوٹ۔ میں سالانہ جلسہ پر کچھ جلدیں یہاں منگوانیکا بندوبست کرونگا احباب دفتر تشحیذ سے خرید سکینگے اگر کسی نے جلد کرانا ہو تو ۱۵ دسمبر تک اطلاع دے۔ (ایڈیٹر)

تذکرۃ الذاکرین خدا جزائے خیر دے تشحیذ کے نامہ نگار خصوصی منشی خادم حسین صاحب خادم کو کہ وہ شیعہ مذہب کے متعلق ایسی کتابیں لکھتے رہتے ہیں جو احمدی اور غیر احمدی دونوں کے لئے نہایت کارآمد ہوں۔ حال میں انہوں نے ایک شیعہ مجتہد کی کتاب **لولو و مرجان** کا اقتباس نہایت دلچسپ و دلآویز پیرایہ میں کیا ہے اور اس میں مرثیہ خوانوں کو صحیح روایات بیان کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور انکی ان خراب اعتدالیوں کو آشکارا کیا ہے جو اسلام کی بدنامی کا موجب ہوں سنی و شیعہ دونوں کے لئے یہ رسالہ مفید ہوگا ہمارا دوست اس کتاب کی اشاعت میں پورا پورا حصہ لیں قیمت صرف ۱؎ ملنے کا پتہ سکرٹری ترقی اسلام قادیان

مدینۃ المسیح قادیان ایک فاضل دوست نے اس امر کے دس زبردست دلائل دیئے ہیں کہ مدینۃ المسیح قادیان ہے نہ کہ لاہور۔ قادیان ہی سلسلہ احمدیہ کا مرکز ہے یہیں دوستوں کو سالانہ جلسہ پر فیض حاصل کرنے اور مسیح موعود کے کاموں کی تکمیل کے لئے جمع ہونا چاہیئے یہ چار صفحے کا ٹریکٹ دفتر تشحیذ سے بلا محصول ڈاک بھیجکر ہر ایک صاحب مفت منگوالیں تمام انجمنوں کے سکرٹری صاحبان اسکی

عقائد احمدیہ کے بارہ میں ایک جامع کتاب

ظہور المہدی کے بارے میں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ احمدی مذہب کے مسلمانوں کے عقائد کو یکجا جمع کر دیا ہے اور پھر قرآن و حدیث سے مدلل کیا ہے حضرت اقدس کے دعاوی کا بھی پورا پورا ثبوت ہے بوجہ گنجان کتابت کے ۳۵۲ صفحے میں پانسو صفحے کا مضمون آگیا ہے۔ دو روپے کی بجائے ایک روپیہ چار آنہ (عہ) پر ملے گی۔ مختصر فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

غیر معمولی رعایت بتقریب جلسہ ۲۰ر دسمبر سے ۱۰ر جنوری ۱۹۱۵ء تک

نام کتاب	قیمت معمولی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
احسن القصص	۲ر	۱ر	سورہ یوسف مترجم اردو مع تفسیر مصنفہ اکمل
درثمین اردو	۵ر		یہ نیا ایڈیشن نہایت محنت سے حضرت اقدس کی کتب کے پہلے ایڈیشن سے ترتیب وار نقل کرکے طیار کیا گیا ہے۔
درس قرآن شریف کے نوٹ	۴ر	۳ر	حضرت خلیفۃ المسیح اول کے فرمودہ
حیدرآبادی مترجم قرآن مجید مع تفسیری نوٹوں کے	۸ر		حضرت مولانا نورالدین رض کے درس سے ماخوذ احمدی ترجمہ احمدی تفسیر
ادعیۃ الاحادیث	۱ر	۳ر	احادیث کی وہ دعائیں جو مختلف مقامات و حالات کے مناسب رسول کریم نے فرمائی ہیں
طبیب روحانی	۲ر	۳ر	بعض روحانی امراض کا علاج قرآن اور احادیث سے بچوں کے پڑھانیکے لئے
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱ر	۱ر	تمام اعتراض کا دندان شکن جواب سلطان محمد کے دستی رقعے کا عکس جسمیں اسنے اپنی عقیدت کا اظہار کیا
ادعیۃ القرآن	۲ر	۱ر	قرآن کریم کی تمام دعائیں نثر و نظم و ترجمہ کے ساتھ چھاپی گئی ہیں اخیر میں مسئلہ دعا حضرت مسیح موعود کا لکھا ہوا نہایت لطیف مضمون ہے۔
مجموعہ الہامات حضرت اقدس حصہ اول و کشوف	۴ر		حضرت اقدس کو تا یوم وصال جو الہامات و کشوف ہوئے
" " " دوم	عہ		" " "
" " " سوم	۴ر		" " "
ہدایات درباره معاملات	۲ر	۱ر	معاملات کے بارے میں احادیث نبوی سے ثبوت
خطبات نور حصہ اول	۱۰ر	عہ	حضرت مولانا خلیفہ اول رض کے خطبوں کا دلچسپ پر از معارف وحقائق مجموعہ
" " دوم	۸ر	[illegible]	

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸ر	۴	حضرت مسیح موعود کے پرانے خطوط کا نادر مجموعہ
" " دوم	۸ر	۶ر	
" " سوم	۸ر	۶ر	
احمدؐ	۱ر	۱۰ر	جس میں یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود سے ثابت کیا گیا ہے
احمدی عقائد	۱۰ر	ـــر	جس میں مولوی محمد علی صاحب کے میرے عقائد کے خلاف حضرت اقدس کی تحریروں کا مجموعہ ہے اور مریم علیہا کے مضمون کا جواب
الوصیت پر ایک نظر	۱۰ر	ـــر	الوصیت سے خلافت ثابت کی گئی ہے۔
تشحیذ ماہ فروری ۱۵ء	۶ر	۴ر	حضرت صاحب کی کتب سے مسئلہ نبوت کے متعلق تمام حوالے
" " جون ۱۵ء	۴ر	۳	شیعہ کی کتب سے مہدی آخر زمان کا ثبوت
فائل تشحیذ ۱۵ء	عہ	عہ ۱۲	
فائل تشحیذ ۱۴ء	عہ	عہ ۱۲	
فائل تشحیذ ۱۳ء	عہ ۴ر		
فائل تشحیذ ۱۲ء	عہ ۸ر		
فائل تشحیذ سابق نامکمل	عہ		
تشحیذ فروری ۱۹۱۳ء	۳ر	۲	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات
تشحیذ جون ۱۳ء	۶ر	۵	تصدیق المسیح جس میں سلسلہ احمدیہ پر تمام موجودہ اعتراضوں کا جواب
تشحیذ ستمبر ۱۳ء	عہ ۸ر	۷	انعام قرآن مجید کے آیات پر نوٹ
نشان رحمت	۱ر	ٹ	حضرت صاحبزادہ صاحب کے مصلح موعود ہونیکا ثبوت اور اعتراضوں کے جواب
تشحیذ اگست ۱۴ء	۳ر	۲ر	" "
الپسر موعود	۱ر	۱۰ر	" " " "

نام کتاب	قیمت عامی	قیمت احمدی	خلاصہ مضمون
شدھی کی اشدھی	۶؍	۳؍	
وہرمیاں کا کچا چٹھا	۱؍	۰؍	
مصلح موعود خلافت محمود	۸؍	۶؍	اسمیں مصلح موعود کے متعلق تمام اشتہارات حضرت اقدس بھی جمع ہیں
تذکرۃ الذاکرین	۱؍	۱؍	آجکل کے مرثیہ خوانوں کی حقیقت کا انکشاف
ثنائی ہرزہ درائی	۰۲؍	۰۱؍	
ثنائی چکر	۱؍	۰؍	
علمائے خلف	۸؍	۶؍	آجکل کے علماء کا ایک دوسرے پر فتاوی
ختم نبوت کی حقیقت	۸؍	۴؍	حضرت مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت قرآن و حدیث سے
بدر کامل	۴؍	۲؍	آریہ کے بیس اعتراضوں کا جواب
آئینہ حق نما	۱۲؍	۸؍	
پیدائش عالم	۳؍	۰۱؍	
تذکرۃ المہدی	عہ	عہ	تھوڑی سی جلدیں باقی ہیں
اسرار روایات کربلا	۱؍	۱؍	
حل چیستان مرزا کا جواب	۱؍	۰؍	مفت شائع کرنے والے کو ایک روپیہ سکہ جلد اسمیں ثناء اللہ کے چیستان مرزا کا دندان شکن جواب دیا گیا۔
قدامت روح مادہ	۵؍	۴؍	
اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے یا شمشیر	۰۳؍	۰۲؍	
ضرورت نبی	۲؍	۰۱؍	
گوشت خوری	۳؍	۲؍	
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود	۱۰؍	۵؍	حصہ دوم سے حصہ ہفتم تک
سچ بیان نظم پنجابی	۰۲؍	۱؍	مسیح موعود کی تائید میں
مبادی الصرف	۲؍	۱؍	مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح اول
ابطال الوہیت مسیح	۱؍	۰؍	
حقیقت نماز	عہ	۵؍	۴۰۰ صفحے کی کتاب نماز کے متعلق ضروری احکام اور انکی فلاسفی

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
النصح	۲ر	ار	تائید سلسلہ
صادقوں کی روشنی والا تشحیذ	۸ر	۶ر	حضرت اقدس کی وفات پر جو اعتراض ہیں انکا مفصل جواب
البرق	۲ر	ار	ردّ شیعہ
القاء ربانی	عہ	۶ر	مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اور آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پر مدلل و مفصل بحث اور تمام اعتراضوں کے دندان شکن جواب
البلاغ المبین	ار	۰ر	حضرت اقدس کی آخری تقریر جس میں تمام دعاوی کے دلائل موجود ہیں اور حضرت خلیفہ اول کی پہلی تقریر
خصوصیات مسیح موعود	ار	۰ر	وہ دس بارہ خصوصیات جو ہمارے امام کو دوسرے اولیاء اللہ سے ممتاز کرتی ہیں۔
نغمۂ اکمل حصہ دوم	۲ر	۲ر	حضرت خاتم الخلفاء کی یاد میں عاشقانہ ترانے
سوم	۲ر	ار	رسالہ واقعات پیش آمدہ کا فوٹو
تفسیر ترجمۃ القرآن پ ۲۷	عہ	۸ر	شیخ یعقوب علی صاحب کی تفسیر
" " پ ۲۸	عہ	۸ر	" " "
" " پ ۲۹	عہ	۸ر	" " "
اربعین	۴ر	۲ر	حضرت اقدس کی تصنیف
نماز مترجم	۰ر	۰ر	ترجمہ زیادہ تر حضرت اقدس کا دیا گیا ہے
غلامی	۵ر	۳ر	اسلام میں غلام کی کیا حیثیت ہے؟
عصمت الانبیاء	۲ر	۷ر	تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت قرآن مجید سے اور اعتراضوں کا جواب
ترجمہ انگریزی حصہ اول	۲ر	۵ر	ترجمہ سیکھنے کا آسان قاعدے مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن
" " دوم	۳ر		
ظہور المسیح	۶ر	۳ر	دعاوی حضرت مسیح موعود پر بہت مدلل و جامع کتاب
امۃ الحفیظ کی آمین	۰ر	–ر	منظومہ حضرت صاحبزادہ صاحب

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
آثار مبارکہ	ا ر	۔ ر	پرانی ڈائری حضرت اقدس کی
تفسیر القرآن مصنفہ شیخ یعقوب علی	عہ	۸ ر	پہلے پارہ کی مکمل تفسیر
دافع البلاء	۲ ر	ا ر	حضرت اقدس تصنیف درباره طاعون
صراط مستقیم	۰۲ ر	ا ر	وفات مسیح کے متعلق مدلل رسالہ
ہدیہ ثاقب	۲ ر	ا ر	کشتی نوح کے حصہ تعلیم کی سلیس نظم
مخمس سلیم	۲ ر	۱ ر	بہ ترکیب بند حالی
سر الشہادتین	ا ر	۔ ر	صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی
کلام محمود	۴ ر	۴ ر	صاحبزادہ سیدنا مرزا محمود احمد صاحب کا عارفانہ جسکا ایک ایک شعر عمدہ تڑپا دینے والا ہی ۲۸ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت خوشخط بڑے اہتمام سے چھپوایا گیا ہی
ضرورت زمانہ	۸ ر	۶ ر	اسلام پر جو اعتراضات عیسائیوں آریوں کیطرف سے کئے گئے ہیں انکا مدلل جواب
محمد رسول اللہ	۱۰ ر	ا ر	عیسائیوں کے ایک ٹریکٹ مسیح یا محمد کس پر بھروسہ کرینگے کا جواب
اسلام کی پہلی کتاب	۰۴	۰۳	سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر مدلل رسالہ بطرز سوال وجواب
چولہ بابا نانک نمبر ا و ۲	۔ ر	۰ ر	سردار مہر سنگھ نومسلم کا لیکچر
معیار حق	۔ ر	۰ ر	سکھ مذہب کی شناخت بوعدہ انعام ۹۹ روپے
عمدۃ الاحکام	عہ	عہ	بخاری ومسلم کی صحیح احادیث کا مجموعہ مترجم اردو با اعراب خوشخط پسندیدہ حضرت امیر المومنین اول
حضرت اقدس کی پرانی تحریریں	۰۲	۰۲	نادر تحفہ
الاسماء الحسنیٰ	۵	۰۲	اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تشریح بچوں کیلئے بہت مفید

البلاغ کلکتہ

۴۵ رپن لین کلکتہ سے الہلال کے ہم وسم البلاغ نکلنا شروع ہوا ہے جو احباب مولانا ابوالکلام کے زور قلم سے آگاہ ہیں انہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ادبی اعتبار سے یہ ہفتہ وار رسالہ کس پایہ کا ہے مسلمانوں میں قرآنی آیات کا مذاق پیدا کرنیکے لئے نہایت مفید ہو اگر پالیٹکس میں محل دخل نہ دے تو علمی و اخباری و مذہبی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ الہلال میں ابوالکلام صاحب نے مالی عطیوں کو نہایت بے پروائی سے واپس کیا تہا چونکہ یہ تعلیم نبوی دان عطیت بغیر استشراف نفس کے خلاف تھا اسلئے آخرکار انہیں اسکا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب البلاغ میں آپنے قرآنی حقائق و معارف کے علم لدنی دیئے جانے پر تعلی کی ہو اسکا خمیازہ اٹھانے کو تیار ہو جائیں۔ انسانی ہاتھوں سے نہیں بلکہ الٰہی ہاتھوں سے جنہوں نے آپکو اسی الہلال میں دست سوال دراز کرنے پر مجبور کیا تہا البلاغ میں ترجمان القرآن کے نام سے قرآن مجید کے ترجمے کا اعلان بھی ہوا ہے قیمت للعہ اور تفسیر مقاصد القرآن جو ساتھ ساتھ چھپے گی۔ خدا کرے ترجمہ بغیر متن کے نہ ہو

ایک عیسائی کو دعوت الی الخیر

حضرت فضل عمر نے سات روز مسلسل ایک عیسائی کے سامنے تین تین گھنٹے تقریر کی جسمیں عیسائی مذہب کے بطلان کے علاوہ اسلام کے تمام اصول و ارکان و احکام کی فلاسفی بیان فرمائی جو صاحب یہ تقریر دیکھنا چاہیں وہ ۲ کا ٹکٹ بھیجکر منگو لیں۔ کیونکہ پچاس جلد ڈاکٹر فضل کریم صاحب ممباسہ کے خرچ پر مفت تقسیم ہونگی۔

تشحیذ کی امداد

اگر آپ تشحیذ کو زندہ اور جاری رکھنا اور دیکھنا چاہتے ہیں تو تین طریقے ہیں (۱) بقایا دار اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کریں (۲) ۱۹۱۶ء کی قیمت جلسہ سالانہ پر ادا فرما دیں یا ۵ جنوری کو وی۔ پی لینے پر تیار رہیں (۳) فہرست کتب جو شائع ہوئی ہے اس سے چند کتب بالضرور خریدیں۔ جو صاحب قیمت پیشگی سالانہ جلسہ پر ادا فرمائینگے۔ ان کی خدمت میں ادعیۃ الاحادیث یا طبیب روحانی مفت نذر ہوگا۔

فائیل تشحیذ ۱۵ء

۲۰ دسمبر کو جو صاحب درخواست بھیجینگے انہیں ۱۵ء کا مکمل فائل صرف ڈیڑھ روپیہ میں دیا جائیگا۔

اطلاع

بعض احباب کے نام ۱۶ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کے لئے ۵ جنوری کو رسالہ وی پی ہوگا۔ اور اسمیں ایک انعامی کتاب مفت ہوگی۔

مینجر

بجواب البلاغ المبین

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
الموعظة الحسنة	۲؍	۱؍	تفسیر سورہ نیت عجیب و غریب مصنفہ فاضل امروہی
مسلک مروارید حصہ اوّل	۴؍	۲؍	لڑکیوں کے پڑھانے کے لئے سلسلہ کے رنگ میں تائید سلسلہ
مجربات نور الدین حصہ اوّل	۱۰؍	۵؍	شاہی طبیب حکیم حاذق حضرت مولنا نور الدین
" " " دوم	۱۰؍	۵؍	صاحب کے مجربات تینوں حصے نہایت مفید نادر نسخے
" " " سوم	۱۰؍	۱۰؍	
کسر صلیب نمبر ۱	۱؍	۱؍	عقاید نصاری کے ردّ میں نہایت پر زور جامع
کسر صلیب نمبر ۲	۱؍		(ضرور خرید یئے)
چمکار محمدی	۸؍	۴؍	سوانح نبی کریم پنجابی نظم
چمکار مہدی	۲؍	۱؍	مرثیہ خلیفہ اول
مورکھ سیدھ	۱؍		نظم پنجابی مسیح موعود کے دعوے کا ثبوت
تحفة الملوک قسم اول۔ دویم	۸؍	۱۲	اعلی کاغذ۔ نمبر دوم
مرقاة الیقین	۴؍		مولنا نور الدینؓ کے قادیان آنے سے پہلے کے سوانح عمری
منصب خلافت	۱؍	۱؍	خلیفہ ثانی کی تقریر متعلق منصب خلافت
مسدس محمدؐ	؍		
وصال حبیب	؍		کلام ثاقب مالیر کوٹلہ
برکات خلافت	۴؍		جلسہ سالانہ ۱۲ء پر کے حضرت خلیفہ ثانی کی تقریروں کا مجموعہ
فیصلہ الہی ثنائی روسیاہی			ان تینوں کتابوں میں ثناء اللہ پر اتمام حجت
فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی	۱۴	۸؍	کی گئی ہے
ثنائی فرار مباہلہ سے انکار			

سرمہ نور حضرت مولنا نور الدین صاحب کے مجربات سے ہے فیتولہ عہ مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں ۱۲ خورد ۲ار روغن کافور عہ نی شیشی یہ دوائیں اکثر بیمار یوں کے لئے نہایت مجرب ہیں۔ مفرح یاقوتی فی ڈبیہ للعہ

ملنے کا پتہ:۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت قیمت فی شیشی ۱۲ر دیکھئے محصولڈاک ۴ر ۹ر

جنابہ عباسی بیگم صاحبہ اور جنابہ ش م صاحبہ کے سوال و جواب

پیاری اڈیٹر صاحبہ۔ تسلیم ڈاکٹر ایس کے برمن کا لال شربت جس کا اشتہار بہت سے اخباروں میں دیا گیا ہے کیا درحقیقت وہ ایسی ہی تعریف کا مستحق ہے جو اخباروں میں ہوا کرتی ہے اگر اخباری بہنوں میں سے کسی نے اپنے پیارے بچوں کے لئے منگوا کر اسکا تجربہ کیا ہی اور درحقیقت ایسا ہی نکلا تو مجھے مطلع کریں میں ممنون و مشکور ہونگی۔

جواب تہذیب نسواں مورخہ ۱۲ ار جولائی ۱۹۱۳ء

پیاری بہن عباسی بیگم صاحبہ۔ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال بر عکس نہبند نام زنگی کا فور خیال کرتی تھی۔ مگر اس لال شربت نے واقعی لال رنگ کر کے لال و لال کر دیا۔ میں آپ بیتی سناتی ہوں۔ جو تازہ تجربہ اور حال کا مشاہدہ ہے۔ برخورداری نجم النساء بیگم جس کی عمر اب پونے دو سال کی ہے عرصہ تین ماہ سے نصیب اعداء ایسی لاغر ہو تی گئی۔ کہ کوئی اسکے دشمنوں کو اثر خلش۔ اور پر چھاوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بیر بتانے لگیں پرانے خیالات کے بزرگوں نے گنڈہ تعویذ حاضرات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا بعض ضعیف الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگیں۔ میں چونکہ بھوت پریت کی قائل۔ گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوں آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن کا یہ لال شربت مایوسی میں استعمال کرایا جس کے فوری اثر نے دن بدن اثر کا نمایاں کرشمہ دکھایا۔ بفضال الٰہی اب عزیزہ اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین ہفتے کے استعمال سے پہنچ گئی۔ گویا ایس کے برمن کا لال شربت بھوت پریت سایہ پر چھاواں کے دور کرنے کے لئے مجرب تعویذ اور سوکھے بیر کے لئے سریع التاثیر نسخہ ہے میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ متواتر بارہ سال تک بلاناغہ شربت استعمال کراؤنگی اسلئے اپنی مکرم بہن کی پریشانی کے دور کرنیکے لئے ترغیب دیتی ہوں کہ وہ بھی برخورداری عطیہ بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلائیں اور قدرت الٰہی مشاہدہ کرائیں اور نتیجہ سے اطلاع بخشیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۶/۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ